حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے مشکل کشا، حاجت روا
اور دافع البلاء ہونے کا مدلل ثبوت

ALAHAZRAT NETWORK
اعلیٰحضرت نیٹ ورک
www.alahazratnetwork.org

رسالہ

الامن والعلیٰ لناعتی المصطفیٰ بدافع البلاء

کلمۂ دافع البلاء کے ساتھ مصطفیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کی نعت بیان کرنے والوں کے لئے (بلاؤں سے) امن اور (انکے مرتبے کی) بلندی ہے

مسمّٰی بنام تاریخی

اکمال الطامۃ علیٰ شرک سوّی بالامور العامۃ

پوری قیامت ڈھانا (وہابیوں کے اس) شرک پر جو امورِ عامہ کی طرح (موجود کی ہر قسم پر صادق) ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۵

از دہلی بازار ہندو راؤ مرسلہ مولوی محمد کرامت اللہ خاں صاحب[1] ۱۲ جمادی الآخرہ ۱۳۱۱ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا فرماتے ہیں زید کہتا ہے کہ پڑھنا درود تاج اور دلائل الخیرات کا

---

[1] مولانا کرامت اللہ خاں صاحب خلیفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہما

شرکِ محض اور بدعتِ سیئہ ہے، اور تعلیم اس کی تم قاتل شرک اس لئے کہ ان درود تاج ہیں دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم رسول اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شان میں مذکور ہے، اور بدعت سیئہ اس لئے کہ یہ درود بعد صدہا سال کے تصنیف ہوئے ہیں۔ عمرو جواب میں کہتا ہے کہ زید اس درودِ مقبول کا موجبِ خیر و برکت اور باعثِ ازدیادِ محبت ہے۔ زید عربیت سے جاہل ہے وہ نہیں سمجھتا کہ حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سبب ہیں دفعِ بلا کے، اگرچہ دافع البلاء حقیقتاً خدائے تعالٰی ہے۔ مختصر المعانی[1] میں انبت الربیع البقل[1] (بہار نے سبزہ اگایا۔ت) کو بقولِ مومن مجاز اور بقولِ کافر حقیقت فرمایا ہے۔ علاوہ ازیں وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[2] (اللہ تعالٰی ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب تو ان میں تشریف فرما ہے۔ت) اور وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[3] (ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔ت) ہمارے دعوے پر دو بزرگ گواہ ہیں، اور کیا سالِ ولادتِ حضرتِ رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قحطِ عام کی وبا دفع نہیں ہوئی، اس کے سوا جبریل خلیل کا مقولہ قرآن کریم میں اس طرح درج ہے، لاھب لک غلٰما زکیا[4] (میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا۔ت)

یہاں بقولِ زید حضرت جبریل بھی معاذ اللہ مشرک ہوئے کیونکہ وہ اپنے آپ کو وہاب فرماتے ہیں۔ پس جو جواب زید کی طرف سے ہوگا وہی ہماری طرف سے۔ پھر چونکہ یہ درود معمول بہ اکثر علماء و مشائخ عظام ہے پس وہ سب بھی زید کے نزدیک مشرک ہوئے، اور طرہ یہ کہ خود زید بھی اس خواہ مخواہ کے شرک سے بچ نہیں سکتا کیونکہ وہ بھی سم[عہ] کو قاتل اور ادویہ کو دافعِ درد و رافعِ غشیان کہتا ہے۔ اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی قصیدۂ اطیب النغم میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع فرما رہے ہیں۔ سندیں تو اور بھی ہیں مگر اس مختصر میں گنجائش نہیں۔ رہا صدہا سال کے بعد تصنیف ہونے سے بدعتِ سیئہ ہونا، یہ بھی زید کی حماقت پر دال ہے۔ خود زید جو

عہ سم یعنی زہر۔

---

[1] مختصر المعانی احوال اسناد الخبر المکتبۃ الفاروقیہ ملتان ص ۸۵

[2] القرآن الکریم ۸/ ۳۳

[3] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۰۷

[4] " " ۱۹/ ۱۹

مولوی اسمٰعیل صاحب کے خطبے جمعہ میں برسرِ منبر پڑھتا ہے اس کے لئے اس کے پاس کوئی حدیث ہے یا وہ زمانہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی تصنیف ہیں۔ سبحان اللہ ان خطبوں کا پڑھنا (جو صدہا سال بعد کی تصنیف ہیں) تو زید کے لئے سنّت ہوا اور خاصان حق کی تصنیف درود کا پڑھنا بدعت سیئہ ٹھہرے، ہاں جو صیغے درود کے حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہیں ان کا پڑھنا ہمارے نزدیک بھی افضل و بہتر ہے مگر علمائے راسخین و فقرائے کاملین نے حالت ذوق و شوق میں جو درود شریف بالفاظ بدیعہ تصنیف فرمائے ہیں جن میں جناب غوث الثقلین محبوب سبحانی بھی شامل ہیں اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے جذب القلوب میں درج فرمائے ہیں، اور خود حضرت شیخ نے ایک مستقل رسالہ اس بارہ میں تالیف فرمایا ہے، اور جتنے درود مشائخ عظام نے تصنیف فرمائے ہیں سب اس میں درج ہیں، اور شرح سفر السعادۃ میں ۳۹ صیغے رسولِ خدا سے منقول ہیں باقی صحابہ و تابعین نے زیادہ کئے ہیں۔ زید جاہل نے ان سب حضرات کو (معاذ اللہ) مشرک بنایا ہے۔ اب علمائے اعلام سے استفسار ہے کہ قول زید کا صحیح اور موافق عقائدِ سلف صالح کے ہے یا غلط و کذا؟
بتشریح و تفصیل ارشاد ہو، اللہ آپ کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ علٰی ما علم وھدانا للذی اقوم وسلك بنا السبیل الاسلم وصلی ربنا وبارك وسلم علٰی دافع البلاء والوباء والقحط والمرض والالم سیدنا ومولٰنا ومالکنا وماوٰنا محمد مالك الارض ورقاب الامم وعلٰی اٰلہ وصحبہ اولی الفضل والفیض والعطاء والجود والکرم اٰمین۔ قال الفقیر المستدفع البلاء من

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں کہ اس نے ہمیں علم عطا فرمایا اور سب سے سیدھی راہ کی ہدایت فرمائی اور ہمیں سلامتی والے راستے پر چلایا۔ ہمارا پروردگار درود و سلام اور برکت نازل فرمائے بلاء وباء، قحط، بیماری اور دکھوں کو دُور کرنیوالے ہمارے آقا و مولیٰ و مالک و ماوٰی محمد پر، جو زمین اور امتوں کی گردنوں کے مالک ہیں، اور آپ کی آل اور آپ کے اصحاب پر جو فضل، فیض، عطاء اور جُود و کرم والے ہیں، آمین۔ کہتا ہے فقیر عبدالمصطفےٰ احمد رضا سُنّی حنفی قادری

فضل نبیہ العلی الاعلٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ عبد المصطفٰی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البرکاتی البریلوی دفع نبیہ عنہ البلاء ومنح قلبہ النور و الجلاء۔

برکاتی بریلوی جو نبی اعلٰی کے بلند فضل کے طفیل مصیبت سے بچنے کا طلبگار ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم اُس سے مصیبت کو دُور فرمائیں اور اس کے دل کو روشنی اور چمک عطا فرمائیں۔ (ت)

یہ مختصر جواب موضع صواب متضمن مقدمہ و دو باب و خاتمہ۔
مقدمہ اتمام الزام وتمہید مرام میں عائدۂ قاہرہ و فائدۂ زاہرہ پر مشتمل۔

عائدۂ قاہرہ

ایّہا المسلمون دفع نبیکم عنکم بلاء المجنون وفتنۃ المفتون (اے مسلمانو! تمہارے نبی نے تم سے مجنون کی بلاء اور فتنہ انگیز کا فتنہ دور کردیا ہے۔ت) زید بے قید کے ایسے کلمات کچھ محلِ تعجب نہیں کہ مذہب وہابیہ کی بنا ہی حتی الامکان حضور سیّد الانس والجان علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والسلام کے ذکر شریف مٹانے اور محبوبانِ خدا جل وعلا وعلیہم الصلوٰۃ والثناء کی تعظیم قلوبِ مسلمین سے گھٹانے پر ہے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[1] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ت) مگر تعجب ان مسلمانانِ اہلسنّت سے کہ ایسے ناپاک اقوال پر کان دھریں، بہت کان کھانے والے دنیا میں ہوئے اور ہوتے رہیں گے، مسلمان صحیح العقیدہ اُن کی طرف التفات ہی کیوں کریں، ایسوں کا علاج حضور میں خاموشی اور غیبت میں فراموشی، اور اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت ہر حال اپنے محبوب بے مثال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکر پاک کی زیادہ گرمجوشی کہ مخالف خود ہی اپنی آگ میں جل بجھیں گے قل موتوا بغیظکم ان اللہ علیم بذات الصدور[2] (تم فرمادو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ت) اس نالفہ کے رَد میں اقوالِ ائمہ وعلماء پیش کرنے کا کوئی محل ہی نہیں کہ یہ تم اپنے اعتقاد سے ائمہ وعلماء کتنے ہوان کے

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

[2] ؍؍ ۳ /۱۱۹

نزدیک وُہ بھی تمہاری طرح معاذ اللہ مشرک بدعتی تھے، درود مجموں میں کتب وصیغ کثیرہ کی تصنیف و اشاعت انھیں نے کی تمہارے پیارے نبی محمد مصطفی دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا خلیفہ اکبر و مدد بخش ہر خشک و تر و واسطۂ ایصال ہر خیر و برکت و وسیلۂ فیضان ہر جُود و رحمت و شافی و کافی و قاسم نعمت و کاشف کُرب و دافع زحمت وہی لکھ گئے جس کی تصریحات ظاہرہ سے ان کی تصنیفاتِ باہرہ کے آسمان گونج رہے ہیں۔ فقیر غفراللہ لہ نے کتاب مستطاب سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی ۱۲۹۷ھ میں بکثرت ارشاداتِ جلیلہ و نصوص جزیلہ جمع کئے جن کے دیکھنے سے بحمد اللہ ایمان تازہ ہو اور رُوئے ایقان پر احسان کا غازہ تو اُن کے نزدیک حقیقۃً یہ شرک و بدعت تمھیں وہی سکھا گئے آخر ان کا بانی مذہب شیخ نجدی علیہ ما علیہ ڈنکے کی چوٹ کہتا تھا کہ ۶۰۰ برس سے جتنے علماء گزرے سب کافر تھے کما ذکرہ المحدث العلامۃ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ المکی فی الدرر السنیۃ[1] (جیسا کہ حضرت محدث العلامہ الفقیہ الفہامہ شیخ الاسلام زینت المسجد الحرام سیدی احمد بن زین ابن دحلان المکی قدس سرہ المکی نے اس کو الدرر السنیۃ میں ذکر کیا۔ ت)۔ احادیث دکھانے کا کیا موقع کہ آخر سب کتب حدیث صحاح و سنن و مسانید و معاجیم وغیرہ حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ کے بعد تصنیف ہوئیں تو ان کے طور پر معاذ اللہ وہ سب بدعت اور مصنف بدعتی۔ رہی آیت کہ رب العزۃ جل وعلا نے بلا تخصیص لفظ و صیغہ و وقت و عدد مطلقاً اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود و سلام کی طرف بلاتا ہے

یایھا الذین اٰمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما[2] ۔ اے ایمان والو! ان پر درود اور خوب سلام بھیجو۔

اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ و علٰی اٰلہ وصحبہ اجمعین کلما ولع بذکرہ الفائزون ومنع من اکثارہ الھالکون۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما آپ پر اور آپ کی آل اور آپ کے تمام اصحاب پر، جب بھی آپ کے ذکر پر شیفتہ ہوں کامیاب ہونیوالے اور اس کی کثرت سے انکار کریں ہلاک ہونیوالے (ت)

---

[1] الدرر السنیۃ فی الرد علی الوہابیۃ مکتبۃ حقیقۃ دار الشفقۃ استانبول ترکی ص ۵۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

تو دلائل الخیرات و درود تاج وغیرہا سب اسی حکم جالفزا کے دائرہ میں داخل، یہ بھی انھیں مقبول ہوتی نظر نہیں آتی کہ ان کتب وصیغ میں حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اوصاف عظیم جلیلہ ونعوتِ کثیرہ جزیلہ ہیں۔

اور اُن کے امام الطائفہ کا حکم ہے کہ "جو بشر کی سی تعریف ہو اس میں بھی اختصار کرو"[1]

علاوہ ازیں وظیفۂ درود میں صدہا بار نام اقدس لینا ہوگا اور اُن کا امام لکھ چکا کہ نام جپنا شرک ہے۔ اب وہ اپنے امام کی تصریح مانیں یا تمھارے خدا کا اطلاق۔ ہاں اگر انھیں کے امام الطائفہ اور اس کے آباء واجداد واکابر کی تصانیف دکھاؤ تو شاید کچھ کام چلے کہ امام الطائفہ کو کچھ کہیں تو ایمان کی گت بری بنے اور اس کے اکابر سے منکر رہیں تو اس سے کیونکر گاڑھی چھنے، ایسی ہی جگہ پر بدلگامی کا قافیہ تنگ ہوتا ہے کہ نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) مثلاً:

اوّلاً یوں پوچھئے کہ حیادارو! صرف اسی جرم پر کہ حضرات علمائے دین مصنفین کتب رحمہم اللہ تعالٰی زمانۂ اقدس حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں نہ تھے انھیں کی کتابیں بدعت اور وہ معاذ اللہ اہل بدعت قرار پائیں گے یا یہ حکم امام الطائفہ اور اس کے عم نسب و پدر شریعت و جدِ طریقت جناب مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب اور اس کے جدِ نسب وجدِ شریعت و قرجدِ طریقت شاہ ولی اللہ صاحب اور قرجد نسب وتلمذ وجد امجد بیعت شاہ عبدالرحیم صاحب وغیرہم اکابر و عمائد خاندان دہلی کو بھی شامل ہوگا۔ کیا یہ حضرات زمانۂ اقدس میں تھے، کیا ان کی کتابیں جبھی تصنیف ہوتی تھیں، کیا انھوں نے اپنی تصانیف کے خطبوں میں بیسیوں مختلف صیغوں سے جو درود لکھے ہیں سب بعینہا حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت ہیں، اگر ہیں تو بتا دو اور نہیں تو کیا ہٹ دھرمی سینہ زوری ہے کہ ان کی تصانیف بدعت اور یہ بدعتی نہ ٹھہریں، کیا وحی باطنی اسمٰعیلی میں یہ حکم تشریعی بھی آچکا ہے کہ یجوز لاٰبائك مالا یجوز لغیرھم (تیرے آباء کے لئے جائز ہے جو ان کے علاوہ کسی کے لئے جائز نہیں۔ ت) ان کا امام صاف صاف لکھ چکا کہ بعض غیر انبیاء پر بھی (جن میں اس نے اپنے پیر و پردادا کو بھی داخل کیا ہے) بے وساطت انبیاء وحی باطنی آتی ہے جس میں احکام تشریعی اُترتے ہیں وہ ایک جہت سے انبیاء کے پیرو اور ایک جہت سے خود محقق

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس فی رد الاشراک الخ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۲

ہوتے ہیں وہ شاگرد انبیاء بھی ہیں اور ہم استاد انبیاء بھی، وہ مثل انبیاء معصوم ہیں[1] (دیکھو صراط مستقیم مطبع ضیائی میرٹھ ص ۳۸ دو سطر اخیر تا ص ۳۹ سطر ۱۰ و ۱۱ دو سطر اخیر ص ۴۱ سطر ۵ و ۶ تا ص ۴۲ سطر ۲ و ۳ و ۴) گمراہی بد دینی کا منہ کالا، پھر نبوت کیا کسی پیڑ کا نام ہے، اللہ کی شان یہ کھلم کھلا اپنے استادوں پیروں کو نبی بنانے والے تو امام اور ائمہ شریعت، اور علمائے سنت اس جرم پر کہ صیغہائے درود مصطفےٰ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی کیوں کثرت کی معاذ اللہ بدعتی بدنام۔

ثانیًا یہ قہرمانی حکم صرف حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود میں ہے یا حضرات ندان امام الطائفہ کے ایجادات میں بھی کہ شاہ صاحب کی قول الجمیل جن کے لئے ضامن وکفیل۔ اسی قول الجمیل میں اپنے اور اپنے پیران و مشائخ کے آداب طریقت و اشغال ریاضت کی نسبت صاف لکھا کہ ہماری صحبت و سلوک آمیزی تو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل ہے وان لم یثبت تعیین الاداب ولا تلك الاشغال[2] اگرچہ ان خاص آداب کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثبوت ہے نہ ان اشغال کا۔ شاہ عبدالعزیز صاحب حاشیہ میں فرماتے ہیں،

"اسی طرح پیشوایان طریقت نے جلسات اور ہیئات واسطے اذکار مخصوصہ کے ایجاد کئے۔"[3]

مولوی خرم علی مصنف نصیحۃ المسلمین نے اسکے ترجمہ شفاء العلیل میں شاہ صاحب کا یہ قول نقل کر کے لکھا ہے،

"یعنی ایسے امور کو مخالف شرع یا داخل بدعات سیئہ نہ سمجھنا چاہئے جیسا کہ بعض کم فہم سمجھتے ہیں۔"[4]

اور سنئے اسی قول الجمیل میں اشغال مشائخ نقشبندیہ قدست اسرارہم میں تصور شیخ کی ترکیب لکھی ہے کہ،

---

[1] صراط مستقیم — حب ایمانی کا دوسرا ثمرہ — کلام کمپنی تیرتھ داس روڈ کراچی ص ۶۵
" (فارسی) " " " " " — المکتبۃ السلفیہ شیش محل روڈ لاہور " ۴۳
[2] القول الجمیل — گیارھویں فصل — ایچ ایم سعید کمپنی کراچی " ۱۷۳
[3] شفاء العلیل مع القول الجمیل — چوتھی فصل " " " " " ۵۱
[4] " " " " " " " " " " " ۵۲

اذا غاب الشیخ عنہ یخیل صورتہ بین عینیہ بوصف المحبۃ والتعظیم فتفید صورتہ ماتفید صحبتہ [1]	شیخ غائب ہو تو اس کی صورت اپنے پیش نظر محبت و تعظیم کے ساتھ تصور کرے جو فائدے اس کی صحبت دیتی تھی اب یہ صورت دے گی۔

شفاء العلیل میں مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب سے نقل کیا،

"حق یہ ہے کہ سب راہوں سے یہ راہ زیادہ قریب ہے۔" [2]

مکتوبات مرزا صاحب جانجاناں میں ہے (جنھیں شاہ ولی اللہ صاحب اپنے مکتوبات میں نفس زکیہ قیم طریقہ احمدیہ داعی سنت نبویہ لکھتے ہیں)،

دعائے حزب البحر وظیفہ صبح و شام وختم حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم ہر روز بجہت حل مشکلات باید خواند [3]	دعائے حزب البحر صبح و شام کا وظیفہ اور حضرات خواجگان قدس اللہ اسرارہم کا ختم شریف مشکلات کے حل کے لئے ہر روز پڑھنا چاہئے۔ (ت)

ذرا اس صبح و شام و ہر روز کے الفاظ پر بھی نظر رہے کہ وہی التزام و مداومت ہے جسے ارباب طائفہ وجہ ممانعت قرار دیتے ہیں یہاں داعی سنت نے بدعت اور بدعت کا حکم دیا بلکہ اس ختم اور ختم مجددی کی نسبت انھیں مکتوبات میں ہے،

بعد حلقہ صبح لازم گیرد [4]	اس کے بعد صبح کے حلقے کو لازم قرار دے لیں (ت)

انھیں میں ہے،

بعد از حلقہ صبح براں مواظبت نمایند [5]	اس کے بعد صبح کے حلقے کی پابندی کرنی چاہئے۔ (ت)

سب جانے دو خود امام الطائفہ صراط مستقیم میں لکھتا ہے،

اشغال مناسبہ ہر وقت وریاضات ملائمہ ہر قرن جدا جدا می باشد ولہذا محققان	ہر وقت کے مناسب اعمال اور ہر زمانے کے مطابق ریاضتیں مختلف ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ

---

[1] القول الجمیل چھٹی فصل ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۸۱ و ۸۲

[2] شفاء العلیل مع قول الجمیل 〃 〃 〃 〃 ۸۰

[3] کلمات طیبات ملفوظات مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی 〃 ۴۷

[4] 〃 〃 مکتوبات مرزا مظہر جان جاناں 〃 〃 〃 〃 ۴۲

[5] 〃 〃 〃

ہر وقت از اکابر ہر طریق در تجدید اشغال کوششہا کردہ اند بنا برعلیہ مصلحت دید وقت چناں اقتضا کرد کہ یک باب ازیں کتاب برائے بیان اشغال جدیدہ کہ مناسب ایں وقت ست تعیین کردہ شود الخ۔

اکابرین سے ہر طریقے کے محققین نے اشغال و اعمال میں تبدیلی کرنے کی کوشش کی بایں وجہ جو مصلحت دیکھی یا حالات کا تقاضا ہوا اسی لئے اس کتاب کا ایک باب ایسے جدید اشغال کے لئے جو اپنے وقت کی مناسبت سے شروع کئے گئے متعین کیا گیا ہے۔ (ت)

للہ انصاف، یہ لوگ کیوں نہ بدعتی ہوئے۔ اور ذرا تصور شیخ کی توجیہیں کئے جیسے جناب شاہ صاحب مرحوم سب راہوں سے قریب تر راہ بتا رہے ہیں کیا ایمان تقویۃ الایمان پر ٹھیٹ بت پرستی تو نہیں یا یہ حضرات شریعت باطنہ تمعیل سے مستثنیٰ ہیں۔

ثالثاً بھلا حضور اقدس دافع البلاء مانح العطا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا تو معاذ اللہ شرک ہوا اب جناب شاہ ولی اللہ صاحب کی خبر لیجئے وہ اپنے قصیدہ نعتیہ اطیب النغم اور اس کے ترجمہ میں کیا بول بول رہے ہیں؛

بنظرمی آید مرا مگر آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ جائے دست اندوہگین است در ہر شدتے۔[1]

مجھے نظر نہیں آتا مگر آں حضرت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مصیبت کے وقت غمخواری فرماتے ہیں۔ (ت)

پھر کہا:

جائے پناہ گرفتن بندگان وگریزگاہ ایشاں در وقت خوف روز قیامت۔[2]

حضور قیامت کے دن خوفزدوں اور خوف سے بھاگنے والوں کی جائے پناہ ہیں (ت)

پھر کہا:

نافع ترین ایشانست مردماں را نزدیک ہجوم حوادث زماں۔[3]

زمانہ کے ہجوم کے وقت لوگوں کے لئے سب سے زیادہ نفع بخش ہیں۔ (ت)

ـــ صراط مستقیم مقدمۃ الکتاب المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۷ و ۸

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل اول تحت شعر و معتصم المکروب فی کل غمرۃ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲

[2] " " " " فصل دوم " ملاذ عباد اللہ ملجاء خوفہم " " " "

[3] " " " " فصل چہارم " واحسن خلق اللہ خلق و خلقۃ " " " "

پھر کہا:

اے بہترین خلق خدا و اے بہترین عطا کنندہ و اے بہترین کسیکہ امید او داشتہ شود برائے ازالہ مصیبتے[1]

اے خلق خدا میں بہترین، اے بہترین عطا والے اور اے بہترین شخصیت، اور مصیبت کے وقت امیدوار کی مصیبت کو ٹالنے والے۔ (ت)

پھر کہا:

تو پناہ دہندۂ از ہجوم کردن مصیبتے۔[2]

آپ مصیبتوں کے ہجوم سے پناہ دینے والے ہیں۔ (ت)

اپنے دوسرے قصیدۂ نعتیہ ہمزیہ کے ترجمہ میں لکھتے ہیں:

آخر حالت مادح آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را وقتیکہ احساس کند نارسائی خود را از حقیقت ثنا آنست کہ ندا کند خوار و زار شدہ باخلاص در مناجات و بہ پناہ گرفتن بایں طریق اے رسول خدا عطائے ترا میخواہم روز حشر (الٰی قولہ) توئی پناہ از ہر بلا بسوئے تست رو آوردن من و بہ تست پناہ گرفتن من و در تست امید داشتن من[3] اھ ملخصًا۔

حضور کی تعریف کرنے والا جب اپنی نارسائی کا احساس کرے تو حضور کو نہایت عاجزی اور اخلاص سے پکارے اور فریاد کرے اور حضور کی پناہ اس طرح چاہے کہ اے خدا کے رسول قیامت کے دن تیری عطا چاہتا ہوں تو ہی میری ہر بلا کی پناہ ہے جبھی تو میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور تجھ سے پناہ کا طلب گار ہوں اور میری امیدیں تجھ سے ہی وابستہ ہیں اھ ملخصا۔ (ت)

یہی شاہ صاحب ہمعات میں زیر بیان نسبت اویسیہ لکھتے ہیں:

از ثمرات ایں نسبت رویت آں جماعت ست در منام و فائدہا ایشاں یافتن و در مہالک و مضائق صورت آں جماعت پدید آمدن و

اس نسبت کے ثمرات یہ ہیں کہ اس جماعت (اویسیہ) کی زیارت خواب میں ہو جاتی ہے اور ہلاکت و تنگی کے اوقات میں وہ جماعت

---

[1] اطیب النغم فی مدح سید العرب والعجم فصل یازدہم تحت شعر وصلی علیک اللہ یا خیر خلقہ مطبع مجتبائی دہلی ص ۲۲

[2] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ وانت مجیری من ہجوم ملمۃ الخ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍

[3] ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ ؍ فصل ششم ؍ اشعار و آخر ما لمادحہ الخ ؍ ؍ ص ۳۳، ۳۴

حلِ مشکلات وے باآں صورت منسوب شدن[1]۔ ظاہر ہوکر مشکلیں حل فرماتی ہے۔ (ت)

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ان کے شاگرد رشید اور مرزا صاحب موصوف کے مرید تذکرۃ الموتیٰ میں ارواحِ اولیائے کرام قدس اسرارہم کی نسبت لکھتے ہیں:

ارواحِ ایشاں از زمین و آسمان و بہشت ہر جا کہ خواہند میروند و دوستاں و معتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری میفرمایند و دشمناں را ہلاک می سازند[2]

ان کی ارواح زمین و آسمان اور بہشت سے ہر جگہ جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی دنیا اور آخرت میں مدد فرماتی ہیں اور دشمنوں کو ہلاک کرتی ہیں (ت)

اور دافع البلاء کس چیز کا نام ہے۔ مرزا صاحب کے ملفوظات میں ہے:

نسبتِ ما بجناب امیر المومنین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ میرسد و فقیر را نیاز خاص با آنجناب ثابت ست در وقت عروض عارضہ جسمانی توجہ با آنحضرت واقع می شود و سبب حصول شفا میگردد[3]

امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے میری نسبت خاص وجہ سے ہے کہ فقیر کو آنجناب سے خاص نیاز حاصل ہے اور جس وقت کوئی عارضہ بیماری جسمانی پیش ہوتی ہے میں آنجناب کی طرف توجہ دیتا ہوں جو باعث شفا ہوجاتی ہے۔ (ت)

ذرا اس "نیاز خاص" پر بھی نظر رہے۔ یہی داعی سنّتِ نبویہ فرماتے ہیں:

التفات غوث الثقلین بحال متوسلان طریقہ علیہ ایشاں بسیار معلوم شد باہیچکس از اہل ایں طریقہ ملاقات نشدہ کہ توجہ مبارک آنحضرت بحالش مبذول نیست[4]

حضور غوث الثقلین اپنے تمام متوسلین کے حالات کی طرف توجہ رکھتے ہیں کوئی ان کا مرید ایسا نہیں کہ اس کی طرف آنجناب کی توجہ نہ ہو۔ (ت)

ذرا اس عبارت کے تیور دیکھئے اور لفظ مبارک "غوث الثقلین" بھی ملحوظ خاطر رہے

---

[1] ہمعات ہمعہ ۱۱ اکادیمیۃ الشاہ ولی اللہ الدہلوی حیدرآباد پاکستان ص ۵۹

[2] تذکرۃ الموتیٰ مطبع مجتبائی دہلی ص ۴۱

[3] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جان جاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۷۸

[4] " " " " " " " " " ص ۸۳

اس کے یہی معنی ہیں نا کہ انس وجن سب کی فریاد کو پہنچنے والے۔

اور سُنئے یہی نفس زکیہ فرماتے ہیں:

ہمچنیں عنایت حضرت خواجہ نقشبند بحال معتقدان خود مصروف است مغلاں در صحرا یا وقتِ خواب اسباب و اسپانِ خود بحمایت حضرت خواجہ می سپارند و تائیدات از غیب ہمراہ ایشاں می شود[1]

ایسا ہی حضرت خواجہ نقشبند اپنے معتقدین کے حالات میں ہمیشہ مصروف رہتے ہیں جو اپنے اور مسافر جنگل میں یا نیند کے وقت اپنے اسباب اور چوپائے گھوڑے وغیرہ حضور خواجہ نقشبند کے سپرد کر دیتے ہیں غیبی تائید ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ (ت)

اب تو شرک کا پانی سر سے اونچا ہوگیا، ایمان سے کہیو تمھارے ایمان پر کتنا بڑا بھاری شرک ہے جس پر مددِ غیبی نازل ہوتی اور یہ بات حضرت خواجہ قدس سرہ العزیز کے مدائح میں گنی جاتی ہے خدا کرے اس وقت کہیں تمھیں حدیث اعوذ بعظیم ھذا الوادی[2] (میں اس وادی کے حکمران کی پناہ چاہتا ہوں۔ ت) یا آیہ کریمہ کان رجال من الانس یعوذون برجال من الجن[3] (آدمیوں میں کچھ مرد جنوں کے کچھ مردوں کے پناہ لیتے تھے۔ ت) یاد آجائے، پھر جناب مرزا صاحب اور ان کے مداح جناب شاہ صاحب کا مزہ دیکھئے، آخر تمھارا امام بھوت پریت جن پری اور اولیاء شہداء سب کو ایک ہی درجہ میں مان رہا ہے، مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں اکابر اولیاء کا حال بعد انتقال لکھتے ہیں:

دریں حالت ہم تصرف در دنیا دادہ و استغراق آنہا بجہت کمال وسعت مدارک آنہا مانع توجہ بایں سمت نمی گردد و اویسیان تحصیل مطلب کمالات باطنی از انہا می نمایند و ادباب

اولیاء اللہ بعد انتقال دنیا میں تصرف فرماتے ہیں اور ان کے استغراق کا کمال اور مدارج کی رفعت ان کو اس سمت توجہ دینے کی مانع نہیں ہے اویسی اپنے کمالات باطنی کا اظہار فرماتے

---

[1] کلمات طیبات ملفوظات مرزا مظہر جانجاناں مطبع مجتبائی دہلی ص ۸۳

[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۶۶/۴ المکتبۃ الفیصلیہ بیروت ۴/ ۲۱۱
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ ذکر خریم بن فاتک دارالفکر بیروت ۳/ ۶۲۱

[3] القرآن الکریم ۷۲/ ۶

حاجات و مطالب حل مشکلات خود از انہا می طلبند و می یابند[1]

ہیں اور حاجت مند لوگ اپنی مشکلات کا حل اور حاجت روائی انھیں سے طلب کرتے ہیں اور اپنے مقاصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ (ت)

ذرا یہ "دنیا میں اولیاء کا تصرف بعد انتقال" ملحوظ رہے اور حل مشکل و دفع بلا میں کتنا فرق ہے (یا علی مشکلکشا مشکلکشا)۔

اور تحفہ اثنا عشریہ میں تو اس سے بھی بڑھ کر جانِ نجدیت پر قیامت توڑ گئے، فرماتے ہیں:

حضرت امیر و ذریۃ طاہرہ او در تمام امت بر مثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند و فاتحہ و درود و صدقات و نذر بنام ایشان رائج و معمول گردیدہ چنانچہ جمیع اولیاء اللہ ہمیں معاملہ است[2] (تحفہ مطبوعہ کلکتہ ۱۲۴۳ھ آخر ص ۳۹۶ و اول ۳۹۷)

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور ان کی اولاد طاہرہ کو تمام افرادِ امت پیروں مرشدوں کی طرح مانتے ہیں اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتے ہیں اور فاتحہ اور درود و صدقات اور نذر و نیاز انکے نام ہمیشہ کرتے ہیں، چنانچہ تمام اولیاء اللہ کا یہی حال ہے۔ (ت)

کیوں صاحبو! یہ کتنے بڑے شرکہائے اکبر و اعظم ہیں کہ شاہ صاحب جن پر اجماعِ امت بتا رہے ہیں، اب تو عجب نہیں کہ روافض کی طرح امتِ مرحومہ کو معاذ اللہ امتِ ملعونہ لقب دیجئے بھلا دفع بلا بھی امورِ تکوینیہ میں ہے یا نہیں جو دامنِ پاک حضرت مولٰی علی و اہلبیت کرام سے وابستہ ہے صلی اللہ تعالٰی علٰی سیدہم و مولاہم و علیہم و بارك وسلم۔

طرفہ ترسُنئے، شاہ ولی اللہ صاحب کے انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ سے روشن کہ شاہ صاحب والا مناقب اور ان کے بارہ[12] اساتذۂ علم حدیث و مشائخ طریقت جن میں مولانا ابو طاہر مدنی اور اُن کے والد و استاذ و پیر مولانا ابراہیم کردی اور ان کے استاذ مولانا احمد قشاشی اور ان کے استاذ مولانا احمد شناوی اور شاہ صاحب کے استاذ الاستاذ مولانا احمد نخلی وغیرہم اکابر داخل ہیں کہ شاہ صاحب کے اکثر سلاسلِ حدیث انھیں علماء سے ہیں جواہر خمسہ حضرت شاہ محمد غوث

---

[1] تفسیر فتح العزیز تحت آیۃ ۸۴/۱۸ مطبع مسلم بکڈپو لال کنواں دہلی پارہ عم ص ۲۰۶

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

گوالیاری علیہ الرحمۃ الباری وخاص دعائے سیفی کی اجازتیں لیتے اور اپنے مریدین ومعتقدین کو اجازت دیتے۔ اعمالِ جواہر خمسہ و دعائے سیفی کا زمانۂ اقدس حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے بعد تصنیف ہونے سے بدعت اور اس وجہ سے ان صاحبوں کا بدعتی ومروّج بدعت قرار پانا درکنار، اسی جواہر خمسہ کی سیفی میں وہ جوہر دار سیف خونخوار جسے دیکھ کر وہابیت بیچاری اپنا جوہر کرنے کو تیار، وہ کیا کہ نادعلی کہ ایمان طائفہ پر شرک جلی۔ جواہر خمسہ میں ترکیب دعائے سیفی میں فرمایا۔

نادعلی ہفت بار یا سہ بار یا یک بار بخواند و آن این ست نادِ علیاً مظہر العجائب، تجدہ عوناً لک فی النوائب، کل ہم و غم سینجلی بولایتک یا علی یا علی یا علی[1]

نادعلی سات بار یا تین بار یا ایک بار پڑھنا چاہئے، اور وہ یہ ہے، علی (رضی اللہ عنہ) کو پکار جن کی ذاتِ پاک مظہر عجائب ہے، جب تو انھیں پکارے گا انھیں مصائب وافکار میں اپنا مددگار پائے گا ہر پریشانی وغم فوراً دور ہوجاتا ہے آپ کی مدد سے یاعلی یاعلی یاعلی(ت)

یعنی پکار علی مرتضیٰ (کرم اللہ وجہہ) کو کہ مظہر عجائب ہیں تو انھیں اپنا مددگار پائے گا مصیبتوں میں، سب پریشانی وغم اب دور ہوتے جاتے ہیں حضور کی ولایت سے یاعلی یاعلی یاعلی۔

ذرا اب شرکِ طائفہ کا مول تول کیجئے، اس نفیس سند کی قدرے تفصیل درکار ہو تو فقیر کے رسائل "انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار"[ف۱] و "حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات"[ف۲] و "انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ"[ف۳] ملاحظہ ہوں۔ ہے یہ کہ ان خانہ فی اماموں نے طائفہ کی مٹی اور بھی خراب کی ہے وللہ الحمد۔

ف۱: رسالہ انہار الانوار من یم صلوٰۃ الاسرار فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور جلد ہفتم میں صفحہ ۵۶۹ پر موجود ہے۔

ف۲: رسالہ حیاۃ الموات فی بیان سماع الاموات فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد نہم میں صفحہ ۶۷۵ پر موجود ہے۔

ف۳: رسالہ انوار الانتباہ فی حل نداء یا رسول اللہ فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد ۲۹ میں صفحہ ۵۴۹ پر موجود ہے۔

[1] جواہر خمسہ مترجم اردو مرزا محمد بیگ نقشبندی دارالاشاعت کراچی ص ۲۸۲ و ۴۵۳

کیوں صاحبو! یہ سب حضرات بھی ایمان طائفہ پر مشرک، بے ایمان، واجب العذاب، مستحیل الغفران ٹھہرے یا تقویۃ الایمان کی تیغیں حدیثیں امام الطائفہ کا کنبہ چھوڑ کر باقی علمائے اہلسنت ہی کو مشرک بدعتی بنانے کے لئے اتری ہیں۔ اللہ ایمان و حیا بخشے۔ آمین!

غرض ان حضرات کے مقابل شاید ایسے ہی گرم دودھوں سے کچھ کام چلے جنھیں نہ نگلتے بنے نہ اُگلتے۔ وللّٰہ الحجۃ الساطعۃ۔

فائدۂ زاہرہ

خیر، یہ تو اجمالاً ان حضرات کی خدمت گزاری تھی، اور بدعت کی بحث تو علمائے سنت بہت کتب میں غایت قصویٰ تک پہنچا چکے ومن احسن من فصلہ وحققہ خاتم المحققین سیدنا الوالد رضی اللہ عنہ المولی الماجد فی کتابہ الجلیل المفاد "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" (خاتم المحققین سیدنا والد ماجد رضی اللہ عنہ نے اپنی جلیل مفید کتاب "اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد" میں اس کی تحسین و تفصیل و تحقیق کی ہے۔ ت)

فقیر غفر اللہ تعالٰی نے بھی اپنے رسائل "اقامۃ القیامۃ علی طاعن القیام لنبی تہامہ" وغیرہا رسائل میں بقدر کافی نکات چیدہ گزارش کیے اور اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" وغیرہا میں خاندان مذکور کے بکثرت ایجاد و احداث لکھے کہ اس نو تصنیفی کی صفرا شکنی کو بس ہیں اور حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے وبا و بلا و قحط و مرض و الم کو دفع فرمانے کے جزئیات و وقائع جو احادیث میں مروی ان کے جمع کرنے کی ضرورت نہ حصر کی قدرت، ان میں سے بہت سے بحمد اللہ تعالٰی کتب و خطب علما میں مسلمانوں کے کانوں تک پہنچ چکے اور اب جو چاہے کتب سیر و خصائص و معجزات مطالعہ کرے۔

نکتہ جلیلہ کلیہ مگر فقیر غفر اللہ تعالٰی لہ ایک نکتہ جلیلہ کلیہ نہایت مفید القا کرے کہ ان شاء اللہ تعالٰی تمام شرکیات وہابیہ کی بیخ کنی میں کافی و وافی کام دے، مسلمانو! کچھ خبر بھی ہے ان حضرات کا لفظ دافع البلاء اور اس کے مثال کو شرک

ف: رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" فتاوٰی رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۲۹ پر موجود ہے۔ رسالہ "اقامۃ القیامۃ" جلد ۲۶ ص ۵۹۵ پر موجود ہے۔

بتانے بلکہ یہ بات بات پر شرک پھیلانے سے اصل مدعا کیا ہے وہ ایک دائے باطنی و مرض خفی ہے کہ اکثر عوام بیچاروں کی نگاہ سے مخفی ہے ان نئے فلسفیوں پرانے فیلسوفوں کے نزدیک شرک امور عامہ سے ہے کہ عالم میں کوئی موجود اس سے خالی نہیں یہاں تک کہ معاذ اللہ حضرات علیہ انبیائے کرام و ملٰئکۂ عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام تا آنکہ عیاذاً باللہ خود حضرت رب العزۃ و حضور پُر نور سلطانِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ، ولہذا امام الطائفہ نے جابجا و بیجا مسائل جی سے گھڑے کہ یہ ناپاک چھینٹا وہاں تک بڑھے، جس کی بعض مثالیں مجموعہ فتاوی فقیر "العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ" کی جلد ششم "البارقۃ الشارقۃ علی مارقۃ المشارقہ" میں ملیں گی، ان کی تفصیل سے تطویل کی حاجت نہیں، یہ حضرات کہ اس امام کے مقلد ہیں اِنّا علٰی اٰثَارِھِمْ مُّقْتَدُوْنَ[1] (ہم ان کی لکیر کے پیچھے ہیں۔ت) پڑھتے ہوئے اسی ڈگر ہولئے، یہ حکم شرک بھی اُسی دبی آگ کا دُھواں دے رہا ہے، اجمال سے نہ سمجھو تو مجھ سے مفصل سنو۔

اقول وباللہ التوفیق، نسبت و اسناد دو قسم ہے:

حقیقی کہ مسندالیہ حقیقت سے متصف ہو۔

اور مجازی کہ کسی علاقہ سے غیر متصف کی طرف نسبت کردیں جیسے نہر کو جاری یا جالس سفینہ کو متحرک کہتے ہیں، حالانکہ حقیقۃً آب و کشتی جاری و متحرک ہیں۔

پھر حقیقی بھی دو قسم ہے: ذاتی کہ خود اپنی ذات سے بے عطائے غیر ہو، اور عطائی کہ دوسرے نے اُسے حقیقۃً متصف کردیا ہو خواہ وہ دوسرا خود بھی اس وصف سے متصف ہو جیسے واسطہ فی الثبوت میں، یا نہیں جیسے واسطہ فی الاثبات میں۔ ان سب صورتوں کی اسنادیں تمام محاورات عقلائے جہان و اہل ہر مذہب وملت وخود قرآن وحدیث میں شائع و ذائع، مثلاً انسان عالم کو عالم کہتے ہیں، قرآن مجید میں جابجا اولوا العلم وعلمٰؤا بنی اسرائیل اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی نسبت لفظ علیم وارد، یہ حقیقت عطائیہ ہے یعنی بعطائے الٰہی وہ حقیقۃً متصف بعلم ہیں اور مولٰی عزوجل نے اپنے نفس کریم کو علیم فرمایا یہ حقیقت ذاتیہ ہے کہ وہ بے کسی کی عطا کے اپنی ذات سے عالم ہے۔ سخت احمق وہ کہ ان اطلاقات میں فرق نہ کرے۔ وہابیہ کے مسائل شرکیہ استعانت و امداد و علم غیب و

---

[1] القرآن الکریم ۴۳/ ۲۳

تصرفات ونداوسماع فریاد وغیرہا ایسے فرق نہ کرنے پر مبنی ہیں۔ فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے اس بحث شریف میں ایک نفیس رسالہ کی طرح ڈالی ہے اس میں متعلق نزاعات وہابیہ صدہا اطلاقات کو آیات واحادیث سے ثابت اور احکام اسنادات کو مفصل بیان کرنے کا قصد ہے ان شاء اللہ تبارک وتعالٰی حضور پر نور معطی البہار والسرور دافع البلاء والشرور، شافع یوم النشور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء کہنا بھی بمعنی حقیقی عطائی ہے مخالف متعسف کو یوں توفیق تصدیق نہ ہو تو فقیر کا رسالہ "سلطنۃ المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی" مطالعہ کرے کہ بعونہٖ تعالٰی تحقیق و توثیق کے باغ لہکتے نظر آئیں اور ایمان وایقان کے پھول مہکتے، خیر یہاں اس بحث کی تکمیل کا وقت نہیں تنزیلاً یہی سہی کہ احد الامرین سے خالی نہیں نسبت حقیقی عطائی ہے یا ازانجا کہ حضور سبب و وسیلہ وواسطہ دفع البلاء ہیں لہٰذا نسبت مجازی، رہی حقیقی ذاتی حاشا کہ کسی مسلمان کے قلب میں کسی غیر خدا کی نسبت اُس کا خطرہ گزرے۔

امام علامہ سیدی تقی الملّۃ والدین علی بن عبدالکافی سبکی قدس سرہ الملکی جن کی امامت و جلالت محل خلاف وشبہت نہیں، یہاں تک کہ میاں نذیر حسین دہلوی اپنے ایک مُہری مصدق فتوٰی میں انھیں بالاتفاق امام مجتہد مانتے ہیں) کتاب مستطاب شفاء السقام شریف میں ارشاد فرماتے ہیں:

لیس المراد نسبۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی الخلق والاستقلال بالافعال ھذا لایقصدہ مسلم فصرف الکلام الیہ ومنعہ من باب التلبیس فی الدین والتشویش علی عوام الموحدین[1]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مدد مانگنے کا یہ مطلب نہیں کہ حضور خالق و فاعل مستقل ہیں یہ تو کوئی مسلمان ارادہ نہیں کرتا، تو اس معنی پر کلام کو ڈھالنا اور حضور سے مدد مانگنے کو منع کرنا دین میں مغالطہ دینا اور عوام مسلمانوں کو پریشانی میں ڈالنا ہے۔

صدقت یا سیدی جزاک اللہ عن الاسلام والمسلمین خیرا، اٰمین (اے میرے آقا! آپ نے سچ فرمایا ہے، اللہ تعالٰی آپ کو اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔ ت)

فقیر کہتا ہے ایک دفع بلا وامداد وعطا ہی پر کیا موقوف مخلوق کی طرف اصل وجود ہی کی اسناد

---

[1] شفاء السقام الباب الثامن فی التوسل والاستغاثۃ الخ مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۷۵

یعنی حقیقی ذاتی نہیں پھر عالم کو موجود کہنے میں وہابیہ بھی ہمارے شریک ہیں کیا ان کے نزدیک عالم بذاتہٖ موجود ہے یا جو فسطائیہ کی طرح عقیدہ حقائق الاشیاء ثابتۃٌ (اشیاء کی حقیقت ثابت ہے۔ ت) سے منکر ہیں اور جب کچھ نہیں تو کیا ظلم ہے کہ جو محاورے صبح و شام خود بولتے رہیں مسلمانوں کے مشرک بنانے کو ان کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں، کیا مسلمان پر بدگمانی حرام قطعی نہیں، کیا اس کی مذمت پر آیاتِ قرآنیہ و احادیثِ صحیحہ ناطق نہیں بلکہ انصاف کی آنکھ کھلی ہو تو اس ادعائے خبیث کا درجہ تو بدگمانی سے بھی گزرا ہوا ہے سُوئے ظن کے لئے اس گمان کی گنجائش تو چاہئے، مسلمان کے بارہ میں ایسے خیال کا احتمال ہی کیا ہے اس کا موحد ہونا ہی اس کی مراد پر گواہ کافی ہے کما لایخفی علٰی کل من لہ عقل و دین (جیسا کہ کسی صاحبِ عقل و دین پر پوشیدہ نہیں۔ ت) فتاوٰی خیریہ کتاب الایمان میں ہے:

سئل فی رجل حلف انہ لایدخل ھٰذہ الدار الاٰن یحکم علیہ الدھر فدخل ھل یحنث اجاب لا وھذا مجاز عقلی وصدورہ من الموحد واذا دخل فقد حکم ای قضی علیہ رب الدھر بدخولہا وھو مستثنی فلا حنث[1] اھ بتلخیص۔

ایک شخص کے بارے میں سوال کیا گیا کہ اس نے قسم کھائی ہے کہ جب تک مجھے دہر حکم نہیں دے گا میں اس گھر میں داخل نہیں ہوں گا، اور وہ داخل ہوگیا، کیا وہ قسم توڑنے والا ہے یا نہیں؟ اس کا جواب یہ تحریر ہے کہ حانث نہیں ہوا، یہ کلمہ مجازی ہے، موحد جو خدا کو ایک مانتا ہے اس سے شرک کا صدور ناممکن ہے۔ جب داخل ہوا تو رب الدہر یعنی خدا کے حکم سے داخل ہوا اس لئے وہ حانث نہیں ہوا اھ ملخصاً (ت)

تو ایسا ناپاک ادعا بدگمانی نہیں صریح افترا ہے وہ بھی مسلمان پر، وہ بھی کفر کا، مگر قیامت تو نہ آئیگی حساب تو نہ ہوگا ان خباثت کے دعووں سے سوال تو نہ کیا جائے گا، مسلمان کی طرف سے لا الٰہ الا اللہ جھگڑتا ہوا تو نہ آئے گا۔ ستمگر! جواب تیار رکھو اس سختی کے دن کا، وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون[2] (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

---

[1] الفتاوی الخیریۃ کتاب الایمان دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱
[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

بالجملہ اس احتمال کی تو یہاں راہ ہی نہیں بلکہ انھیں دو سے ایک مراد بالیقین یعنی اسناد غیر ذاتی کسی قسم کی ہو اب جواسے شرک کہا جاتا ہے تو اس کی دو ہی صورتیں متصور بنظر مصداق نسبت یا بنفس حکایت۔

اول یہ کہ غیر خدا کے لئے ایسا اتصاف ماننا ہی مطلقاً شرک اگرچہ مجازی ہو، جس کا حاصل اس مسئلہ میں یہ کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم دفع بلا کے سبب و وسیلہ و واسطہ بھی نہیں کہ مصداق نسبت کسی طرح متحقق جو غیر خدا کو ایسے امور میں سبب ہی مانے وہ بھی مشرک۔

دوم یہ کہ ایسی نسبت وحکایت خاص بذات احدیت جل وعلا ہے غیر کے لئے مطلقاً شرک اگرچہ اسناد غیر ذاتی مانے، آدمی اگر عقل وہوش سے کچھ بھی بہرہ رکھتا ہو تو غیر ذاتی کا لفظ آتے ہی شرک کا خاتمہ ہوگیا کہ جب بعطائے الٰہی مانا تو شرک کے کیا معنے برخلاف اس طاغی سرکش کے جو عقل کی آنکھ پر مکابرہ کی پٹی باندھ کر صاف کہتا ہے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[1] کسی سفیہ مجنون سے

ع ۔ فرق یہ کہ اول میں حکم منع حکایت بنظر بطلان وعدم مطابقت ہوگا یعنی واقع میں موضوع ایسے صفت سے متصف ہی نہیں جو اس حکایت کا مصحح ہو، اور دوم میں حکایت خود ہی محذور رہے گی اگر صادق ہو کہ صدق وصحت اطلاق الزام نہیں،

الا ترٰی انا نؤمن بان محمدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اعز عزیز واجل جلیل من خلق اللہ عزوجل ولکن لا یقال محمد عزوجل بل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارا اعتقاد ہے کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مخلوقِ الٰہی میں ہر عزیز سے بڑھ کر عزیز اور ہر جلالت والے سے بڑھ کر جلیل ہیں مگر محمد عزوجل نہیں کہا جاتا بلکہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہا جاتا ہے۔ (ت)

تو وجہ اول میں ہمیں یہ بیان کرنا ہے کہ اسناد غیر ذاتی کا مطلقاً متحقق، اور دوم میں یہ کہ یہ اطلاق یقیناً جائز۔ مگر ظاہر کہ دلائل وجہ دوم سب دلائل وجہ اول بھی ہیں کہ حکایات الٰہیہ وتنویہ قطعاً صادق۔ لہٰذا ہم انھیں جانب کثرت بقلت توجہ کریں گے نصوص وجہ ثانی بکثرت لائیں گے وباللہ التوفیق ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷

کیا کہا جائے گا کہ صفتِ الٰہی بعطائے الٰہی نہیں تو جو بعطائے الٰہی ہے صفتِ الٰہی نہیں، تو اس کا اثبات اصلاً کسی صفتِ الٰہی کا اثبات بھی نہ ہوا نہ کہ خاص صفت ملزومہ الوہیت کا کہ شرک ثابت ہو بلکہ یہ تو بالبداہۃ صفت ملزومہ عبدیت ہوئی کہ بعطائے غیر کسی صفت کا حصول تو بندہ ہی کے لئے معقول تو اس کا اثبات صراحۃً عبدیت کا اثبات ہوا نہ کہ معاذ اللہ الوہیت کا، ایک یہی حرف تمام شرکیات وہابیہ کو کیفر چشانی کے لئے بس ہے، مگر مجھے تو یہاں وہ بات ثابت کرنی ہے جس پر میں نے یہ تمہید اٹھائی ہے یعنی ان صاحبوں کا حکمِ شرک اللہ و رسول تک متعدی ہونا ہاں اس کا ثبوت لیجئے ابھی بیان کرچکا ہوں کہ اس حکمِ ناپاک کے لئے دو ہی وجہیں متصور، ان میں سے جو وجہ لیجئے ہر طرح یہ حکم معاذ اللہ اللہ و رسول تک منجر جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

باب اوّل

وجہ اول پر نصوص سُنیے اس میں چھ آیتیں اور ساٹھ حدیثیں، جملہ چھیاسٹھ ۶۶ نص ہیں۔

فصل اوّل آیات کریمہ میں

آیت ۱: قال اللہ عزوجل:

وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم[1] — اللہ ان کافروں پر عذاب نہ فرمائے گا جب تک اے محبوب! تو ان میں تشریف فرما ہے۔

سبحان اللہ! ہمارے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کفار پر سے بھی سبب دفعِ بلا ہیں پھر مسلمانوں پر تو خاص رؤف ورحیم ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۲:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین[2] — ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔

پُرظاہر کہ رحمت سبب دفع بلا و زحمت (خوب ظاہر ہے کہ رحمت سبب ہے مصیبت و زحمت کی دوری کا)

آیت ۳:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک فاستغفروا اللہ واستغفر لھم الرسول لوجدوا اللہ توابا رحیما[3] — اور اگر جب وہ اپنی جانوں پر ظلم کریں تیرے حضور حاضر ہوں پھر اللہ سے بخشش چاہیں اور معافی مانگیں اُن کے لئے رسول تو بیشک اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

آیۂ کریمہ صاف ارشاد فرماتی ہے کہ حضور پُرنور عفوؐ غفور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی

---

[1] القرآن الکریم ۸/۳۳
[2] ؍؍ ۲۱/۱۰۷
[3] ؍؍ ۴/۶۴

بارگاہ میں حاضری سببِ قبولِ توبہ و دفعِ بلائے عذاب ہے بلکہ آیت بیمار دلوں پر اور بھی بلا و عذاب کہ رب العزت قادر تھا یونہی گناہ بخش دے مگر ارشاد ہوتا ہے کہ توبہ قبول ہونا چاہو تو ہمارے پیارے کی سرکار میں حاضر ہو صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴:

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لھدمت صوامع[1]	اگر اللہ تعالے آدمیوں کو آدمیوں سے دفع نہ فرمائے تو ہر ملت و مذہب کی عبادت گاہ ڈھا دی جائے۔

معلوم ہوا کہ مجاہدین آلہ و واسطۂ دفعِ بلا ہیں۔

آیت ۵:

ولولا دفع اللہ الناس بعضہم ببعض لفسدت الارض ولکن اللہ ذو فضل علی العٰلمین[2]	اگر نہ ہوتا دفع کرنا اللہ عزوجل کا لوگوں کو ایک دوسرے سے تو بیشک تباہ ہو جاتی زمین مگر اللہ فضل والا ہے سارے جہان پر۔

ائمہ مفسرین فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے سبب کافروں اور نیکوں کے باعث بدوں سے بلا دفع کرتا ہے۔

آیت ۶:

ولولا رجال مؤمنون ونساء مؤمنٰت لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منہم معرۃ بغیر علم لیدخل اللہ فی رحمتہ من یشاء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منہم عذابا الیما[3]	اور اگر نہ ہوتے ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں جن کی تمھیں خبر نہیں کہیں تم انھیں روند ڈالو تو اُن سے تمھیں انجانی میں مشقت پہنچے تاکہ اللہ جسے چاہے اپنی رحمت میں لے لے، وہ اگر الگ ہو جاتے تو ہم ان میں سے کافروں کو دردناک عذاب دیتے۔

---

[1] القرآن الکریم ۲۲/ ۴۰
[2] " ۲/ ۲۵۱
[3] " ۴۸/ ۲۵

یہ فتح مکہ سے پہلے کا ذکر ہے جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عمرے کے لئے مکہ معظمہ تشریف لائے ہیں اور کافروں نے مقام حدیبیہ میں روکا شہر میں نہ جانے دیا صلح پر فیصلہ ہوا ظاہر کی نظر میں اسلام کے لئے ایک دبی ہوئی بات تھی اور حقیقت میں ایک بڑی فتح نمایاں تھی جسے اللہ عزوجل نے انا فتحنا لک فتحا مبینا[1] (بیشک ہم نے تمھارے لئے روشن فتح فرمادی ت) فرمایا اللہ تعالٰی نے مسلمانوں کی تسکین کو یہ آیت نازل فرمائی کہ اس سال تمھیں داخل مکہ نہ ہونے دینے میں کئی حکمتیں تھیں مکہ معظمہ میں بہت مرد و عورت مغلوبی کے سبب خفیہ مسلمان ہیں جن کی تمھیں خبر نہیں تم قہراً جاتے تو وہ بھی تیغ و بند کے روندنے میں آجاتے اور ان کے سوا بھی وہ لوگ ہیں جو ہنوز کافر ہیں اور عنقریب اللہ تعالٰی انھیں اپنی رحمت میں لے گا اسلام دے گا ان کا قتل منظور نہیں ان وجوہ سے کفار مکہ پر سے عذاب قتل و قہر موقوف رکھا گیا یہ سب لوگ الگ ہوجاتے تو ہم ان کافروں پر عذاب فرماتے۔ کیسا صریح روشن نص ہے کہ اہلِ اسلام کے سبب کافروں پر سے بھی بلا دفع ہوتی ہے وللہ الحمد۔

فصل دوم احادیث عظیمہ میں

حدیث ۱: کہ رب العزت جل وعلا فرماتا ہے:

انی لاھم باھل الارض عذابا فاذا نظرت الی عمار بیوتی والمتحابین فیّ والمستغفرین بالاسحار صرفت عنھم۔ البیھقی فی الشعب عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ان اللہ تعالٰی یقول الحدیث[2]

میں زمین والوں پر عذاب اتارنا چاہتا ہوں جب میرے گھر آباد کرنے والے اور میرے لئے باہم محبت رکھنے والے اور پچھلی رات کو استغفار کرنے والے دیکھتا ہوں اپنا غضب ان سے پھیر دیتا ہوں۔ (بیہقی نے شعب الایمان میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کہ فرمایا اللہ تعالٰی یہ حدیث بیان فرماتا ہے۔ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۸/ ۱

[2] شعب الایمان حدیث ۹۰۵۱ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۵۰۰
کنز العمال " ۲۰۳۴۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۵۲۹

حدیث ۲: کہ حضور دافع البلاء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا عباد للہ رکع وصبیۃ رضع وبھائم رتع لصب علیکم العذاب صبا ثم لرض رضا۔ الطبرانی[1] فی الکبیر والبیہقی فی السنن عن مسافع[2] الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اگر نہ ہوتے اللہ تعالٰی کے نمازی بندے اور دودھ پیتے بچے اور گھاس چرتے چوپائے تو بیشک عذاب تم پر سختی ڈالا جاتا پھر مضبوط و محکم کردیا جاتا (طبرانی نے کبیر میں اور بیہقی نے سنن میں مسافع الدیلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان اللہ تعالٰی لیدفع بالمسلم الصالح عن مائۃ اھل بیت من جیرانہ البلاء۔

بیشک اللہ عزوجل نیک مسلمان کے سبب اس کے ہمسائے میں سو گھروں سے بلا دفع فرماتا ہے۔

ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ حدیث روایت فرماکر آیہ کریمہ ولولا دفع اللہ الناس بعضھم ببعض لفسدت الارض تلاوت کی۔

رواہ عنہ الطبرانی فی الکبیر[1] وعبد اللہ بن احمد ثم البغوی فی المعالم[2]۔

طبرانی نے کبیر میں ابن عمر سے اور عبد اللہ بن احمد پھر بغوی نے معالم میں اس کو روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استغفر للمؤمنین والمؤمنات کل یوم سبعا وعشرین مرۃ کان من الذین یستجاب

جو ہر روز ستائیس۲۷ بار سب مسلمان مردوں اور سب مسلمان عورتوں کے لئے استغفار کرے وہ ان لوگوں میں ہو جن کی دعا قبول ہوتی ہے

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب صلوۃ الاستسقاء باب استحباب الخروج الخ مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ دکن ۳/۳۴۵
المعجم الکبیر حدیث ۷۸۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۳۰۹
[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۲/۲۵۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۷۷
الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی الترہیب من اذی الجار حدیث ۳۹ مصطفی البابی مصر ۳/۳۶۳
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/۲۵۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۷۲۶

لهم ویرزق بهم اهل الارض۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن ابی الدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند جید۔

اور ان کی برکت سے تمام اہل زمین کو رزق ملتا ہے (طبرانی نے کبیر میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ جید کے ساتھ روایت کیا۔ت)

حدیث ۵ : فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ھل تنصرون وترزقون الا بضعفائکم۔ البخاری[2] عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا تمھیں مدد و رزق کسی اور کے سبب بھی ملتا ہے سوائے اپنے ضعیفوں کے۔ (بخاری نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۶ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ان اللہ ینصر القوم باضعفھم۔ الحارث فی مسندہ[3] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک اللہ تعالٰی قوم کی مدد فرماتا ہے اُن کے ضعیف تر کے سبب۔ حارث نے اپنی مسند میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۷ : زمانۂ اقدس میں دو بھائی تھے ایک کسب کرتے، دوسرے خدمت والائے حضور دافع البلاء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوتے۔ کمانے والے ان کے شاکی ہوئے، فرمایا،

لعلک ترزق بہ۔ الترمذی[4] وصححہ والحاکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کیا عجب کہ تجھے اس کی برکت سے رزق ملے۔ (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی، اور حاکم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

---

[1] کنز العمال حدیث ۲۰۶۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۲۶۹

[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب من استعان بالضعفاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۰۵

[3] کنز العمال حدیث ۱۰۸۸۲ موسسۃ الرسالہ بیروت ۴/۳۵۶

الجامع الصغیر " ۵۱۰ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۷

[4] سنن الترمذی کتاب الزہد حدیث ۲۳۵۲ دار الفکر بیروت ۴/۱۵۴

المستدرک للحاکم کتاب العلم خطبتہ صلے اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع " " ۱/۹۴

حدیث ۸ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

الابدال فی امتی ثلثون بھم تقوم الارض وبھم تمطرون وبھم تنصرون۔ الطبرانی فی الکبیر عن عبادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

ابدال میری امت میں تیس ہیں انھیں سے زمین قائم ہے انھیں کے سبب تم پر مینہ اترتا ہے انھیں کے باعث تمھیں مدد ملتی ہے (طبرانی نے کبیر میں عبادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

ابدال شام میں ہیں اور وہ چالیس ہیں جب ایک مرتا ہے اللہ تعالٰی اس کے بدلے دوسرا قائم کرتا ہے۔

یسقی بھم الغیث وینتصر بھم علی الاعداء ویصرف عن اھل الشام بھم العذاب۔ احمد عن علی کرم اللہ تعالٰی وجھہ بسند حسن۔

انھیں کے سبب مینہ دیا جاتا ہے انھیں سے دشمنوں پر مدد ملتی ہے انھیں کے باعث شام والوں سے عذاب پھیرا جاتا ہے (امام احمد نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے بسند حسن روایت کیا۔ ت)

دوسری روایت یوں ہے :

یصرف عن اھل الارض البلاء والغرق۔ ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انھیں کے سبب اہل زمین سے بلاء اور غرق دفع ہوتا ہے (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰ : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

---

[۱] کنز العمال بحوالہ عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۴۵۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۸۶
مجمع الزوائد باب ماجاء فی الابدال الخ دار الکتاب بیروت ۱۰/ ۶۳
الجامع الصغیر بحوالہ الطبرانی عن عبادۃ بن الصامت حدیث ۳۰۳۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۸۲
[۲] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۲
[۳] تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الابدال دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۲۱۳

ابدال شام میں ہیں،

بہم ینصرون وبہم یرزقون۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن عوف بن مالک وفی الاوسط عن علی[2] المرتضی رضی اللہ تعالٰی عنہما کلاھما بسند حسن۔

وہ انھیں کی برکت سے مدد پاتے ہیں اور انھیں کی وسیلہ سے رزق۔ (طبرانی نے کبیر میں عوف بن مالک سے اور اوسط میں علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے دونوں میں بسندِ حسن روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن تخلو الارض من اربعین رجلا مثل ابراھیم خلیل الرحمٰن فبہم تسقون وبہم تنصرون۔ الطبرانی فی الاوسط[3] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ حسنٍ۔

زمین ہرگز خالی نہ ہوگی چالیس اولیاء سے کہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پرتو پر ہوں گے، انھیں کے سبب تمھیں مینہ ملے گا اور انھیں کے سبب مدد پاؤ گے (طبرانی نے اوسط میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لن یخلو الارض من ثلٰثین مثل ابراھیم بہم تغاثون وبہم ترزقون وبہم تمطرون۔ ابن حبان[4] فی تاریخہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والثناء سے خُو بُو میں مشابہت رکھنے والے تیس شخص زمین پر ضرور رہیں گے، انھیں کی بدولت تمھاری فریاد سنی جائے گی اور انھیں کے سبب رزق پاؤ گے اور انھیں کی برکت سے مینہ دئے جاؤ گے (ابن حبان نے اپنی تاریخ میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

۱؎ المعجم الکبیر عن عوف بن مالک حدیث ۱۲۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۸/ ۶۵

۲؎ المعجم الاوسط حدیث ۴۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۶۵

کنز العمال " ۳۴۶۰۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۱۸۹

۳؎ کنز العمال بحوالہ حب فی تاریخہ عن ابی ہریرۃ حدیث ۳۴۶۰۲ " " " ۱۲/ ۱۸۶

حدیث ۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلاً من امتی قلوبھم علٰی قلب ابراھیم یدفع اللہ بھم عن اھل الارض یقال لھم الابدال۔[1] ابونعیم فی الحلیۃ عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری امت میں چالیس مرد ہمیشہ رہیں گے کہ اُن کے دل ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دل پر ہوں گے اللہ تعالٰی اُن کے سبب زمین والوں سے بلا دفع کرے گا ان کا لقب ابدال ہوگا(ابونعیم نے حلیہ میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لایزال اربعون رجلا یحفظ اللہ بھم الارض کلما مات رجل ابدل اللہ مکانہ اٰخر وھم فی الارض کلھا۔[2] الخلال عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

چالیس مرد قیامت تک ہوا کریں گے جن سے اللہ تعالٰی زمین کی حفاظت لے گا جب اُن میں ایک انتقال کرے گا اللہ تعالٰی اسکے بدلے دوسرا قائم فرمائیگا اور وہ ساری زمین میں ہیں۔(خلال نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ت)

حدیث ۱۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

بیشک اللہ تعالٰی کے لئے خلق میں تین سو اولیا ہیں کہ ان کے دل قلب آدم پر ہیں اور چالیس کے دل قلب موسٰی اور سات کے قلب ابراہیم اور پانچ کے قلب جبریل اور تین کے قلب میکائیل اور ایک کا دل قلب اسرافیل پر ہے علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ جب وہ ایک مرتا ہے تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے، اور جب اُن میں سے کوئی انتقال کرتا ہے تو پانچ میں سے اس کا بدل کیا جاتا ہے اور پانچ والے کا عوض سات اور سات کا چالیس اور چالیس کا تین سو اور تین سو کا عام مسلمین سے،

---

[1] حلیۃ الاولیاء ترجمہ زید بن وہب ۲۶۳ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۱۷۳

[2] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن مسعود حدیث ۳۴۶۱۲ موسسۃ الرسالہ ۱۲/ ۱۹۰

〃 〃 الخلال عن ابن عمر 〃 ۳۴۶۱۴ 〃 〃 〃 ۱۲/ ۱۹۱

فیھم یحیی ویمیت ویمطر وینبت ویدفع البلاء۔ ابونعیم فی الحلیۃ[1] وابن عساکر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

۴۵۶ انھیں تین سو چھپن اولیاء کے ذریعہ سے خلق کی حیات موت، مینہ کا برسنا، نباتات کا اُگنا، بلاؤں کا دفع ہونا ہُوا کرتا ہے (ابونعیم نے حلیہ میں اور ابن عساکر نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

قرء القراٰن ثلثۃ (فذکر الحدیث الٰی ان قال) ورجل قرأ القراٰن فوضع دواء القراٰن علٰی داء قلبہ فاسھر بہ لیلہ واظمأ بہ نھارہ وقاموا فی مساجدھم واجبوا بہ تحت برانسھم فھٰؤلاء یدفع اللہ بھم البلاء ویزیل من الاعداء وینزل غیث السماء فواللہ ھٰؤلاء من قراء القراٰن اعز من الکبریت الاحمر۔ ابن حبان[2] فی الضعفاء وابونصر السجزی فی الابانۃ والدیلمی عن بریدۃ رضی اللہ

تین قسم کے آدمیوں نے قرآن پڑھا (دو قسمیں دنیا طلب وقاری بے عمل بیان کرکے فرمایا) ایک وہ شخص جس نے قرآن عظیم پڑھا اور دوا کو اپنے دل کی بیماری کا علاج بنایا تو اس نے اپنی رات جاگ کر اور اپنا دن پیاس یعنی روزے میں کاٹا اور اپنی مسجدوں میں قرآن کے ساتھ نماز میں قیام کیا اور اپنی انہیں زاہدانہ ٹوپیاں پہنے نرم آواز سے اس کے پڑھنے میں روئے، تو یہ لوگ وہ ہیں جن کے طفیل میں اللہ تعالٰی بلا کو دفع فرماتا اور دشمنوں سے مال ودولت وغنیمت دلاتا اور آسمان سے مینہ برساتا ہے خدا کی قسم قاریانِ قرآن میں ایسے لوگ گوگرد سُرخ سے بھی کمیاب تر ہیں۔ (ابن حبان نے الضعفاء میں اور ابونصر سجزی نے ابانہ میں اور دیلمی نے حضرت بریدہ رضی اللہ

---

[1] حلیۃ الاولیاء مقدمۃ الکتاب دار الکتاب العربی بیروت ۱/۹
تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء ان بالشام یکون الخ دار احیاء التراث العربی ۱/۲۲۳

[2] شعب الایمان حدیث ۲۶۲۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/۵۳۱ و ۵۳۲
کنز العمال بحوالہ حب فی الضعفاء وابی نصر السجزی الخ حدیث ۲۸۸۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/۶۲۳

تعالیٰ عنه و رواه البیهقی فی الشعب عن الحسن البصری رضی الله تعالیٰ عنه۔

تعالیٰ عنہ سے اور بیہقی نے شعب میں حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۷: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

النجوم اَمَنَةٌ للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد، وانا اَمَنَةٌ لاصحابی فاذا ذهبت اتی اصحابی مایوعدون، واصحابی اَمَنَةٌ لِاُمّتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی مایوعدون۔

ستارے امان ہیں آسمان کے لئے، جب ستارے جاتے رہیں گے آسمان پر وہ آئے گا جس کا اس سے وعدہ ہے یعنی شق ہونا فنا ہوجانا، اور میں امان ہوں اپنے اصحاب کے لئے جب میں تشریف لے جاؤں گا میرے اصحاب پر وہ آئے گا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی مشاجرات۔ اور میرے صحابہ امان ہیں میری اُمت کے لئے، جب میرے صحابہ نہ رہیں گے میری امت پر وہ آئیگا جس کا اُن سے وعدہ ہے یعنی ظہورِ کذب و مذاہبِ فاسدہ و تسلطِ کفار۔

صدق رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔

سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے۔ (ت)

احمد و مسلم[1] عن ابی موسی الاشعری رضی الله تعالیٰ عنه۔

امام احمد و مسلم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۸ و ۱۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

النجوم امانٌ لاهل السماء واهل بیتی امانٌ لامتی[2]۔

ستارے آسمان والوں کے لئے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے پناہ۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امان لاصحابہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۸
مسند احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۹

[2] الصواعق المحرقہ باب الامان ببقائهم دار الکتب العلمیہ ص ۳۵۱

اقول اگر اہلبیت کرام میں تعمیم ہو جیسا کہ ظاہر حدیث ہے تو غالباً یہاں ہلاک مطلق و ارتفاع قرآن عظیم و ہدم کعبہ معظمہ و ویرانی مدینہ طیبہ سے پناہ مراد ہو کہ جب تک اہل بیت اطہار رہیں گے یہ جانگزا بلائیں پیش نہ آئیں گی۔ واللہ ورسولہ اعلم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اور برتقدیر خصوص ظہور طوائف ضالہ مراد ہو۔

كما فی رواية ابی يعلی فی مسنده عن سلمة بن الاكوع رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن والحاكم فی المستدرك[1] وصحّح وتعقب عن ابن عباس رضی الله تعالٰی عنهما ولفظه النجوم امان لاهل الارض من الغرق واهل بيتی امان لامتی من الاختلاف[1] الحديث۔

جیسا کہ مسند ابویعلٰی کی روایت میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند حسن ہے۔ اور حاکم نے مستدرک میں اسے روایت کیا اور اسکی تصحیح کی اور ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کی پیروی کی، ان کے الفاظ یہ ہیں: ستارے زمین والوں کے لئے غرق ہونے سے امان ہیں اور میرے اہل بیت میری امت کے لئے اختلاف سے امان ہیں، الحدیث۔ (ت)

حدیث ۲۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اهل بيتی امان لامتی فاذا ذهب اهل بيتی اتاهم ما يوعدون۔ الحاكم[2] وتعقّب عن جابر بن عبدالله رضی الله تعالٰی عنهما۔

میرے اہلبیت میری اُمت کے لئے امان ہیں جب اہل بیت نہ رہیں گے امت پر وہ آئیگا جو اُن سے وعدہ ہے (حاکم نے روایت کی اور جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما کی پیروی کی۔ ت)

حدیث ۲۱: عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے کہ انھوں نے فرمایا:

كان من دلائل حمل رسول الله صلی الله تعالٰی عليه وسلم ان كل دابة كانت لقريش نطقت تلك

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حمل مبارک کی نشانیوں سے تھا کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اُس رات کلام کیا اور کہا رب کعبہ کی

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اہل بیتی امان لامتی دارالفکر بیروت ۳/ ۱۴۹

[2] " " "

اللیلۃ وقالت تحمل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ورب الکعبۃ وھو امان الدنیا وسراج اھلہا۔[1]

قسم ! رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حمل میں تشریف فرما ہوئے وہ تمام دنیا کی پناہ اور اہل عالم کے سورج ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

حدیث ۲۲ و ۲۳ : کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ۔

اُطلبوا الحوائج الٰی ذوی الرحمۃ من امتی ترزقوا وفی لفظ اُطلبوا الفضل عند الرحماء من اُمتی تعیشوا فی اکنافھم فان فیھم رحمتی وفی لفظ اطلبوا الفضل من الرحماء وفی روایۃ اُخرٰی اطلبوا المعروف من رحماء امتی تعیشوا فی اکنافھم۔ العقیلی[2] والطبرانی فی الاوسط باللفظ الاول وابن حبان والخرائطی والقضاعی وابوالحسن الموصلی والحاکم فی التاریخ[3] بالثانی والعقیلی بالثالث کلھم عن سعید[4] الخدری والاخری للحاکم فی المستدرک[5] عن علی المرتضی رضی اللہ

میرے رحم دل امتیوں سے حاجتیں مانگو رزق پاؤگے۔ اور ایک روایت میں ہے ان سے فضل طلب کرو ان کے دامن میں آرام سے رہو گے کہ ان میں میری رحمت ہے۔ اور ایک اور روایت میں ہے میرے رحمدل امتیوں سے بھلائی چاہو ان کی پناہ میں چین سے رہو گے۔ عقیلی اور طبرانی نے اوسط میں بلفظ اول اور ابن حبان، خرائطی، قضاعی، ابوالحسن موصلی اور حاکم نے تاریخ میں بلفظ دوم جبکہ عقیلی نے بلفظ سوم روایت کیا ہے۔ ان سب نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰے عنہ سے روایت کیا ہے اور مستدرک حاکم میں دوسری روایت میں بروایت علی رضی اللہ تعالٰے

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[2] کنز العمال بحوالہ عق، طس عن ابی سعید حدیث ۱۶۸۰۱ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۱۸

الجامع الصغیر " " " " ۱۱۰۶ دارالکتب العلمیہ " ۱/ ۷۲

[3] " " بحوالہ الخرائطی فی مکارم الاخلاق " ۱۱۱۴ " " " " ۱/ ۷۲

کنز العمال بحوالہ " " " " ۱۶۸۰۹ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

[4] المستدرک للحاکم کتاب الرقاق اہل المعروف فی الدنیا الخ دارالفکر " ۴/ ۳۲۱

کنز العمال حدیث ۱۶۸۰۷ موسسۃ الرسالہ " ۶/ ۵۱۹

تعالٰی عنہما۔ عنہ سے۔ (ت)

حدیث ۴۲ تا ۴۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الخیر والحوائج من حسان الوجوہ[1]

بھلائی اور اپنی حاجتیں خوشرُویوں سے مانگو۔

ع: کہ معنی بود و صورت خوب را

کہ یہ خوش رُو حضرات اولیائے کرام ہیں کہ حُسنِ ازلی جن سے محبت فرماتا ہے،

من کثرت صلوتہ باللیل حسُن وجہہ بالنہار[2]

(جو رات کو کثرت سے نماز پڑھتا ہے اللہ تعالٰی اس کے چہرے کو دن کی روشنی جیسا حُسن عطا کردیتا ہے۔ ت)

اور جود کامل و سخاوتِ شامل بھی انھیں کا حصہ کہ وقتِ عطا شگفتہ رُوئی جن کا ادنٰی ثمرہ۔

الطبرانی فی الکبیر عن ابن عباس بھذا اللفظ والعقیلی والخطیب و تمام الرازی فی فوائدہ والطبرانی فی الکبیر والبیہقی فی شعب الایمان عنہ، وابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج والعقیلی والدارقطنی فی الافراد والطبرانی فی الاوسط وتمام والخطیب فی رواۃ مالک عن ابی ھریرۃ، وابن عساکر و الخطیب فی تاریخھما عن انس بن مالک، والطبرانی فی الاوسط والعقیلی والخرائطی فی اعتلال القلوب وتمام وابو سہل وعبد الصمد بن

طبرانی نے کبیر میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ان ہی لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے۔ عقیلی، خطیب، تمام رازی اپنی فوائد میں، طبرانی کبیر میں اور بیہقی شعب الایمان میں ان ہی سے راوی ہیں۔ ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں، عقیلی و دارقطنی نے افراد میں، طبرانی نے اوسط میں، تمام اور خطیب نے بواسطہ مالک حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ابن عساکر اور خطیب نے اپنی تاریخ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے اوسط میں، عقیلی و خرائطی نے اعتلال القلوب میں، تمام و ابو سہل اور عبد الصمد بن

---

[1] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۱۱۱۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۸۱

[2] کنز العمال حدیث ۲۱۳۹۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۷/۷۸۳

عبد الرحمٰن البزار فی جزئه وصاحب
المهرانیات فیها عن جابر بن عبد اللّٰه،
وعبد بن حمید فی مسنده وابن حبان
فی الضعفاء وابن عدی فی الکامل و
السلفی فی الطیوریات عن ابن عمر،
وابن النجار فی تاریخه عن
امیر المؤمنین علی، والطبرانی فی
الکبیر عن ابی خصیفة وتمام عن
ابی بکرة، والبخاری فی التاریخ و
ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج، و
ابو یعلٰی فی مسنده، والطبرانی فی
الکبیر والعقیلی والبیہقی فی شعب
الایمان وابن عساکر عن ام المؤمنین
الصدیقة کلهم بلفظ اطلبوا
الخیر عند حسان الوجوه۔ کما

عبدالرحمٰن بزار نے اس کو اپنی جزء میں اور
صاحبِ مہرانیات نے مہرانیات میں حضرت
جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت
کیا، جبکہ عبد بن حمید نے اپنی مسند میں، ابن حبان
نے ضعفاء میں، ابن عدی نے کامل میں اور سلفی
نے طیوریات میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت
کیا، ابن نجار نے اپنی تاریخ میں امیر المومنین علی مرتضٰی
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ طبرانی نے کبیر میں ابوخصیفہ
سے اور تمام نے ابوبکرہ سے روایت کیا۔ بخاری نے
تاریخ میں، ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں،
ابویعلٰی نے اپنی مسند میں، طبرانی نے کبیر میں، عقیلی
و بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن عساکر
نے ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی
عنہا سے روایت کیا ہے۔ ان سب نے یہ
الفاظ ذکر کیا ہے کہ "خوشرولوں سے بھلائی طلب کرو" جیسا کہ

---

[1] اتحاف السادة المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقة النعمة واقسامها دار الفکر بیروت ۹/ ۹۱
کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۳ دار الکتب العلمیة بیروت ۱/ ۱۲۲ و ۱۲۳
تاریخ بغداد ذکر مثانی الاسماء دار الکتاب بیروت ۴/ ۱۸۵
" ترجمہ ایوب بن الولید ۳۴۸۳ " " " ۷/ ۱۱
" عبدالصمد بن احمد ۵۷۲۲ " " " ۱۱/ ۴۳
" عصمة بن محمد الانصاری ۶۱۴۱ " " " ۱۲/ ۱۵۶
الضعفاء الکبیر حدیث ۱۳۶۴ دار الکتب العلمیة ۳/ ۳۴۰
شعب الایمان تحت الحدیث ۳۵۴۳ " " " " ۳/ ۲۷۹

(باقی برصفحہ آئندہ)

عند الاکثر او التمسوا[ط] کما لتمام عن ابن عباس والخطیب عن انس والطبرانی عن ابی خُصَیفۃ او ابتغوا[ع] کما للدارقطنی عن ابی ھریرۃ ولفظہ عند ابن عدی عن ام المؤمنین اطلبوا الحاجات وھو فی کاملہ والبیھقی فی شعب

اکثر کے نزدیک ہے۔ یا اُطلبوا کی جگہ التمسوا ہے جیسا کہ تمام نے ابن عباس، خطیب نے حضرت انس اور طبرانی نے ابوخصیفہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ یا لفظ ابتغوا ہے جیسا کہ دارقطنی نے ابوہریرہ سے روایت کیا۔ ابن عدی کی کامل میں بروایت ام المومنین حدیث کے الفاظ یوں ہیں کہ اپنی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۳ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/۵۱

کنز العمال بحوالۃ قط فی الافراد حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۱۶

الجامع الصغیر 〃 〃 〃 〃 ۳۴ دارالکتب العلمیۃ 〃 ۱/۹

〃 〃 〃 تخ 〃 ۱۱۰۷ 〃 〃 〃 ۱/۴۲

المعجم الاوسط عن ابی ہریرۃ 〃 ۳۷۹۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۴/۴۷۲

کنز العمال حدیث [illegible] مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۱۶

المعجم الاوسط عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث: ۶۱۱۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۷/۴۱

مجمع الزوائد باب ما یفعل طالب الحاجۃ ومن یطلبہا دارالکتاب بیروت ۸/۱۹۴ و ۱۹۵

الکامل لابن عدی ترجمہ سلیم بن مسلم دارالفکر بیروت ۳/۱۱۶۷

المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۴۱۵ عالم الکتب 〃 ص ۲۴۳

اعتلال القلوب للخرائطی حدیث ۳۴۲ و ۳۴۳ مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۱/۱۶۶ و ۱۶۷

موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۵۱ و ۵۲ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ص ۵۰ و ۵۱

الضعفاء الکبیر ترجمہ سلیمان بن ارقم ۵۹۹ ۲/۱۲۱ و ترجمہ سلیمان بن کراز ۶۲۸ ۲/۱۳۹

شعب الایمان حدیث ۳۵۴۱ و ۳۵۴۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/۲۷۸

[۱] المعجم الکبیر عن ابی خصیفۃ حدیث ۹۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/۳۹۶

تاریخ بغداد ترجمہ محمد بن محمد ۱۲۶۷ دارالکتاب العربی بیروت ۳/۲۳۶

[۲] کنز العمال بحوالۃ قط فی الافراد عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۶۷۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۵۱۶

[۳] الکامل لابن عدی ترجمہ الحکم بن عبداللہ دارالفکر بیروت ۲/۶۲۲

عن عبداللہ بن جراد بلفظ اذا ابتغیتم المعروف فاطلبوہ عند حسان الوجوہ[1] واحمد بن منیع فی مسندہ عن یزید القسملی بلفظ اذا طلبتم الحاجات فاطلبوھا[2] وابن ابی شیبۃ فی مصنفہ عن ابن مصعب[3] الانصاری وعن عطاء وعن ابن شہاب الثلثۃ مراسیل رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

حاجات طلب کرو"۔ بیہقی نے شعب الایمان میں عبداللہ بن جراد سے بایں الفاظ روایت کیا ہے کہ "جب بھلائی طلب کرو تو خوشرویوں کے پاس طلب کرو"۔ احمد بن منیع نے اپنی مسند میں یزید قسملی سے ان لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے کہ "جب حاجات طلب کرو تو خوشرویوں کے ہاں طلب کرو"۔ ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابن مصعب انصاری، عطاء اور ابن شہاب سے روایت کیا، یہ تینوں حدیثیں مرسل ہیں، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ (ت)

حدیث ۳۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اُطلبوا الایادی عند فقراء المسلمین فان لھم دولۃ یوم القیمۃ[4] ابونعیم فی الحلیۃ عن ابی الربیع السائح مُعْضَلًا۔

نعمتیں مسلمان فقیروں کے پاس طلب کرو کہ روزِ قیامت ان کی دولت ہے۔ (ابونعیم نے حلیہ میں ابوالربیع السائح سے معضل (سخت مشکل) روایت کی۔ ت)

حدیث ۳۹: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان للہ تعالٰی عبادا اختصھم لحوائج الناس یفزع الناس الیھم فی حوائجھم اولئک الاٰمنون من عذاب اللہ۔ الطبرانی

اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے انھیں حاجت روائی خلق کے لئے خاص فرمایا ہے لوگ گھبرائے ہوئے اپنی حاجتیں ان کے پاس لاتے ہیں، یہ بندے عذاب الٰہی سے امان

---

[1] شعب الایمان حدیث ۱۰۸۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۳۵

[2] اتحاف السادۃ المتقین کتاب الصبر والشکر بیان حقیقۃ النعمۃ واقسامہا دارالفکر بیروت ۹/ ۹۱

کشف الخفاء تحت الحدیث ۳۹۴ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۲۳

[3] المصنف لابن ابی شیبۃ حدیث ۲۶۲۹۷، ۲۶۲۶۸، ۲۶۲۶۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۵/ ۳۰۰

[4] حلیۃ الاولیاء ترجمہ ابی الربیع السائح ۳۸۱ دارالکتاب العربی بیروت ۸/ ۲۹۷

فی الکبیر[1] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن۔

میں ہیں (طبرانی نے کبیر میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا استعملہ علٰی قضاء حوائج الناس۔ البیھقی فی الشعب[2] عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب اللہ تعالٰی کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اس سے مخلوق کی حاجت روائی کا کام لیتا ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا اراد اللہ بعبد خیرا صیر حوائج الناس الیہ۔ مسند الفردوس[3] عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی جب کسی بندے سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے لوگوں کا مرجع حاجات بناتا ہے (مسند فردوس میں حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا گیا۔ ت)

حدیث ۴۲ و ۴۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

میری تمہاری کہاوت ایسی ہے جیسے کسی نے آگ روشن کی، پنکھیاں اور جھینگر اس میں گرنا شروع ہوئے وہ انھیں آگ سے ہٹا رہا ہے،

وانا اٰخذ بحجزکم عن النار وانتم تفلتون من یدی۔ احمد ومسلم[4] عن جابر و احمد

اور میں تمہاری کمریں پکڑے تمہیں آگ سے بچا رہا ہوں اور تم میرے ہاتھ سے نکلنا چاہتے ہو۔ (احمد اور مسلم نے حضرت جابر سے اور احمد نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ طب عن ابن عمر حدیث ۱۶۰۰۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۳۵۰

[2] شعب الایمان حدیث ۷۶۵۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۱۱۷

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۲۸ " " " ۱/ ۲۴۳

[4] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب شفقتہ صلی اللہ علیہ وسلم علی امتہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۴۸

مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۹۲

" " " عن ابی ہریرۃ " " " " ۲/ ۵۴۰

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت ابوہریرہ سے روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ ت)

حدیث ۴۴: کہ فرماتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لیس منکم رجل الا انا ممسك بحجزته ان یقع فی النار۔ الطبرانی فی الکبیر[1] عن سمرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ تم میں ایسا کوئی نہیں کہ میں اس کا کمر بند پکڑے روک نہ رہا ہوں کہ کہیں آگ میں نہ گر پڑے۔ (طبرانی نے کبیر میں سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اللہ عزوجل نے جو حرمت حرام کی اس کے ساتھ یہ بھی جانا کہ تم میں کوئی جھانکنے والا اُسے ضرور جھانکے گا،

الا وانی ممسك بحجزکم ان تهافتوا فی النار کما تهافت الفراش والذباب۔ احمد[2] والطبرانی فی الکبیر عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ سُن لو اور میں تمہارے کمر بند پکڑے ہُوں کہ کہیں پے درپے آگ میں پھاند نہ پڑو جیسے پروانے اور مکھیاں۔ (احمد اور طبرانی نے کبیر میں ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اللہ اکبر! اس سے زیادہ اور کیا دفعِ بلا ہوگا، ولکن الوھابیۃ لایعلمون (لیکن وہابی نہیں جانتے۔ ت)۔

تنبیہ: بائیس ۲۲ سے چوالیس ۴۴ تک چوبیس حدیثیں قابلِ اندراج وجہ دوم تھیں کہ قطعاً للشغب یہیں درج ہوئیں۔

حدیث ۴۶ تا ۵۲: سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل سے دُعا کی:

---

[1] المعجم الکبیر عن سمرۃ رضی اللہ عنہ حدیث ۷۰۰۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۷/۲۶۹

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود المکتب الاسلامی بیروت ۱/۴۲۴
المعجم الکبیر " " " حدیث ۱۰۵۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۰/۲۶۵

اللّٰھم اعزّ الاسلام باحب ھٰذین الرجلین الیك بعمر بن الخطّاب او بابی جھل بن ھشام[1]۔ احمد وعبد بن حمید والترمذی وحسنہ وصححہ وابن سعد وابویعلٰی والحسن

الٰہی! اسلام کو عزت دے ان دونوں مردوں میں جو تجھے زیادہ پیارا ہو اُس کے ذریعہ سے یا تو عمر بن الخطاب یا ابوجہل بن ہشام۔ (روایت کیا اسے احمد وعبد بن حمید وترمذی نے اور اسے حسن اور صحیح کہا۔ اور ابن سعد وابویعلٰی وحسن

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۹۵
المنتخب من مسند عبد بن حمید حدیث ۵۹۰ عالم الکتب ص ۲۴۵
سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب عمر بن خطاب حدیث ۳۷۰۱ دار الفکر بیروت ۵/ ۳۸۳
〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ۳۷۰۳ 〃 〃 〃 ۵/ ۳۸۴
کنز العمال بحوالہ البغوی عن ربیعۃ السعدی حدیث ۳۲۷۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۸۳
〃 〃 حدیث ۳۲۷۷۱ و ۳۲۷۷۲ و ۳۲۷۷۳ و ۳۲۷۷۴ 〃 〃 ۱۱/ ۵۸۲
〃 〃 بحوالہ خیثمہ فی فضائل الصحابۃ حدیث ۳۵۸۴۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۲
〃 〃 〃 لیعقوب بن سفیان 〃 ۳۵۸۴۰ 〃 〃 〃 〃 ۱۲/ ۵۹۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۵۰ تا ۴۸
کشف الخفاء تحت حدیث ۵۴۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۶۶
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسلام عمر بن الخطاب 〃 〃 〃 ۲/ ۲۱۶ و ۲۲۰
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ترجمہ ارقم بن ابی الارقم دار صادر بیروت ۳/ ۲۴۲ و ۲۶۷ و ۲۶۹
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار صادر بیروت ۳/ ۸۳ و ۵۰۲
السنن الکبرٰی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ دار صادر بیروت ۶/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ حدیث ۱۴۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۷
〃 〃 〃 ابن مسعود 〃 ۱۰۳۱۴ 〃 〃 〃 ۱۰/ ۱۹۷
تاریخ بغداد ترجمہ احمد بن بشر ۱۶۹۱ دار الکتاب العربی بیروت ۴/ ۵۳
المعجم الاوسط حدیث ۴۷۶۹ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۳۷۸
〃 〃 ۱۸۸۱ 〃 〃 〃 ۲/ ۵۱۲

بن سفین فی فوائدہ والبزار و
ابن مَرْدُوْیَۃ وخیثمۃ بن سلیمان فی
فضائل الصحابۃ وابونعیم والبیہقی
فی دلائلہما وابن عساکر
کلھم عن امیر المؤمنین عمر۔
والترمذی عن انس والنسائی عن
ابن عمر واحمد بن حمید وابن
عساکر عن خباب بن الارت والطبرانی
فی الکبیر والحاکم عن عبد اللہ
ابن مسعود والترمذی والطبرانی
وابن عساکر عن ابن عباس و
البغوی فی الجعدیات عن ربیعۃ
السعدی رضی اللہ تعالٰی عنہم
اجمعین، ورواہ ابن عساکر عن
ابن عمر بلفظ اللّٰھم اشدد[1]، وکابن
النجار عنہ بلفظ الحدیث الثانی و
ابوداؤد الطیالسی والشاشی فی فوائدہ
والخطیب عن ابن مسعود بلفظ
الصدیق الاٰتی۔

بن سفیان نے اپنی فوائد میں۔ اور بزار، ابن مردویہ،
خیثمہ بن سلیمان فضائل صحابہ میں، ابونعیم وبیہقی
دلائل النبوۃ میں اور ابن عساکر، یہ تمام
امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی
ہیں۔ ترمذی نے انس سے، نسائی نے ابن عمر
سے، احمد بن حمید وابن عساکر نے خباب
بن الارت سے، طبرانی نے کبیر میں اور حاکم
نے عبد اللہ بن مسعود سے۔ ترمذی، طبرانی اور
ابن عساکر نے ابن عباس سے اور بغوی نے
جعدیات میں ربیعہ بن سعدی سے روایت
کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ اور ابن عساکر
نے اس کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی
عنہما سے "اللّٰھم اشدد" کے
لفظ سے روایت کیا اور ابن نجار کی
طرح اس کو بلفظ حدیث دوم
روایت کیا۔ ابوداؤد طیالسی اور شاشی
نے اپنی فوائد میں اور خطیب نے ابن مسعود
رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بلفظ صدیق
روایت کیا جو آگے آرہا ہے، رضی اللہ
تعالٰی عنہم۔ (ت)

حدیث ۵۳ تا ۸۷: کہ سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللّٰھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب
الٰہی! خاص عمر بن الخطاب کے ذریعے سے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/۵۱

خاصّة[1]۔ ابن ماجة وابن عدی والحاکم والبیہقی عن امّ المؤمنین الصدیقة وبلا لفظ خاصّة ابو القاسم الطبرانی عن ثوبان والحاکم عن الزبیر وابن سعد من طریق الحسن المجتبٰی وخیثمة بن سلیمان فی الصحابة واللالکائی فی السنّة وابو طالب العشاری فی فضائل الصدیق و ابن عساکر جمیعًا من طریق النزال بن سبرة عن امیر المومنین علی و ابن عساکر عنہما اعنی الزبیر والامیر معًا کالطبرانی فی الاوسط عن ابی بکر الصدیق بلفظ ایّد الاسلام رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔

اسلام کو عزّت دے۔ (ابن ماجہ، ابن عدی، حاکم اور بیہقی نے اس کو ام المومنین صدیقہ سے روایت کیا اور لفظ خاصّة کے بغیر اس کو ابو القاسم طبرانی نے ثوبان سے، حاکم نے زبیر سے، ابن سعد نے بطریق حسن مجتبٰی وخیثمہ بن سلیمان نے صحابہ میں اور لالکائی نے سنّۃ میں اور ابو طالب عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے، ان سب نے بطریق نزال بن سبرہ امیر المومنین سیدنا حضرت علی سے اور ابن عساکر نے حضرت زبیر اور حضرت علی دونوں سے، جیساکہ طبرانی نے اوسط میں حضرت ابوبکر صدیق سے "ایّد الاسلام" کے لفظوں کے ساتھ روایت کیا ہے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ت)

اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو عزتیں اسلام کو ملیں جو بلائیں اسلام ومسلمین پر سے دفع ہوئیں مخالف وموافق سب پر روشن ومبین۔ ولہذا عبداللہ

---

[1] سنن ابن ماجة | فضل عمر رضی اللہ عنہ | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ص ۱۱
الکامل لابن عدی | ترجمہ مسلم بن خالد | دار الفکر بیروت | ۶/ ۲۳۱۰
المستدرک للحاکم | کتاب معرفۃ الصحابۃ | " " " | ۳/ ۸۳
السنن الکبرٰی | کتاب قسم الفئی والغنیمۃ | دار صادر بیروت | ۶/ ۳۷۰
المعجم الکبیر عن ثوبان | حدیث ۱۴۲۸ | المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت | ۲/ ۹۷
تاریخ دمشق الکبیر | ترجمہ عمر بن الخطاب ۵۳۰۲ | دار احیاء التراث العربی بیروت | ۴۷/ ۵۲
کنز العمال بحوالہ خیثمہ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۲۶۹۸ | مؤسسۃ الرسالہ | | ۱۲/ ۲۳۲
المعجم الاوسط | حدیث ۹۲۴۸ | مکتبۃ المعارف ریاض | ۹/ ۱۱۹ و ۱۲۰

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ما زلنا اعزۃ منذ اسلم عمر[1] رواہ البخاری فی صحیحہ وابوحاتم الرازی فی مسندہ وابن حبان عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔ (امام بخاری علیہ الرحمہ نے اپنی بخاری میں اور ابوحاتم رازی نے اپنی مسند میں اور ابن حبان نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

کان اسلام عمر فتحا وھجرتہ نصرا وامارتہ رحمۃ لقد رأیتنا وما نستطیع ان نصلی بالبیت حتی اسلم عمر[2]۔ رواہ ابوطاھر السلفی واخرہ لابن اسحٰق فی سیرتہ بمعناہ۔

عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا اسلام فتح تھا اور ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت، بیشک میں نے اپنے گروہ صحابہ کو دیکھا کہ جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہمیں کعبہ معظمہ میں نماز پر قدرت نہ ملی۔ (اس کو روایت کیا ابوطاہر سلفی نے۔ اس کے بعد سیرۃ ابن اسحٰق میں انہی معنوں میں۔ ت)

نیز فرماتے ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہ:

ما صلینا ظاھرین حتی اسلم عمر

جب تک عمر مسلمان نہ ہوئے ہم نے آشکارا نماز

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب مناقب عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۰
المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ دار الفکر بیروت ۳/۸۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار صادر بیروت ۳/۲۷۰
صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۲۷۴

[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام اسلام ابن عمر رضی اللہ عنہ دار ابن کثیر بیروت الجزء الاولین ص۳۴۲
اسد الغابۃ ترجمہ ۳۸۲۴ عمر بن الخطاب دار الفکر بیروت ۳/۶۴۸
الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب ۔۔۔ حدیث ۵۸۲ دار المعرفۃ بیروت الجزء الثانی ص۲۴۳

ظہر الاسلام ودعا الی اللہ علانیۃً۔ اخرجہ الدولابی فی الفضائل[1]۔

نہ پڑھی جس دن سے وہ اسلام لائے دین نے غلبہ پایا اور انھوں نے علانیہ اللہ عزوجل کی طرف بلایا (دولابی نے فضائل میں اسے بیان کیا۔ت)

صہیب رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

لما اَسلَمَ عمر جلسنا حول البیت حِلقًا و طُفنا بہ وانتصفنا ممن غلظ علینا۔ خرجہ ابو الفرج فی صفۃ الصفوۃ[2]۔

جب عمر مسلمان ہوئے ہم گرد خانہ کعبہ حلقہ باندھ کر بیٹھ گئے اور طواف کیا اور ہم پر جو سختی کرتے تھے اُن سے اپنا انصاف لیا (ابوالفرج نے اسے صفۃ الصفوۃ میں بیان کیا۔ت)

حدیث ۵۸: عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اسلام لاتے ہی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

انی لاَجد صفتك فی کتاب اللہ یاایھا النبی انا ارسلنك شاھدًا و مبشرًا و نذیرًا الی قولہ لن یقبضہ اللہ حتی یقیم بہ الملۃ العوجاء حتی یقولوا لا الٰہ الا اللہ ویفتح بہ اَعیُنا عمیا و اٰذانًا صُمًّا و قلوبًا غُلفًا[3]۔

بیشک میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کی صفت توریت میں پاتا ہوں اے نبی! بیشک ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور اپنی اُمت کے تمام احوال وافعال پر مطلع اور خوشخبری دیتا اور ڈرسناتا۔ اللہ عزوجل اس نبی کو نہ اٹھائے گا یہاں تک کہ لوگ لا الٰہ الا اللہ کہہ دیں اور اس نبی کے ذریعے

---

[1] الریاض النضرۃ الباب الثانی فی مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ حدیث ۵۸۶ دار المعرفۃ بیروت الجزء الثانی ۲۴۳
[2] صفۃ الصفوۃ ذکر اسلام عمر رضی اللہ عنہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۲۷۴

[3] دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ فی التوراۃ والانجیل دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۷۶
سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۱۴
الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن عساکر والدارمی والبیہقی باب ذکرہ فی التوراۃ الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۱۰
الطبقات الکبرٰی ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/ ۳۶۰
تاریخ دمشق الکبیر باب ماجاء فی الکتب من نعتہ وصفاتہ دار احیاء التراث العربی ۳/ ۲۱۸ و ۲۱۹

الطبرانی وابونعیم فی الدلائل وابن عساکر عن محمد بن حمزۃ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام عن ابیہ عن جدہٖ وابن عساکر ایضًا من طریق زید بن اسلم عن عبد اللہ بن سلام، والدارمی والبیہقی من طریق عطاء بن یسار عنہ نحوہ ولہ طریق ثان فی الباب الاٰتی ان شاء اللہ تعالٰی۔

جن سے اندھی آنکھیں اور بہرے کان اور غلاف چڑھے دل کھل جائیں گے (روایت کیا طبرانی اور ابونعیم نے دلائل میں اور ابن عساکر محمد بن حمزہ بن یوسف بن عبد اللہ بن سلام سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا سے، نیز ابن عساکر نے بطریق زید بن اسلم عبد اللہ بن سلام سے، اور دارمی اور بیہقی نے بطریق عطاء بن یسار انہی سے ایسے ہی؛ اور طریق دیگر آئندہ باب میں آئیگا ان شاء اللہ تعالٰی۔ ت)

حدیث ۵۹: کہ اللہ عزوجل نے شعیا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی بھیجی،

انی باعث نبیا امیا افتح بہ اذانا صما وقلوبا غلفا واعینا عمیا الی ان قال اھدی بہ من بعد الضلالۃ واعلم بہ بعد الجہالۃ وارفع بہ بعد الخمالۃ واسمی بہ بعد النکرۃ واکثر بہ بعد القلۃ واغنی بہ بعد العیلۃ واجمع بہ بعد الفرقۃ واؤلف بہ بین قلوب واھواء متشتتۃ وامم مختلفۃ[1]۔ ابن ابی حاتم عن وھب بن منبہ۔

بیشک میں ایک نبی اُمّی کو بھیجنے والا ہوں جس کے ذریعے سے بہرے کان اور غلاف چڑھے دل اور اندھی آنکھیں کھول دُوں گا اور اُس کے سبب گمراہی کے بعد ہدایت دُوں گا، اس کے ذریعے سے جہل کے بعد علم دوں گا، اس کے وسیلے سے گمنامی کے بعد بلند نامی دوں گا، اس کے ذریعے سے ناشناسی کے بعد شناخت دوں گا، اس کے واسطے سے کمی کے بعد کثرت دوں گا، اس کے سبب سے محتاجی کے بعد غنی کردوں گا، اس کے وسیلے سے پھُوٹ کے بعد یکدلی دوں گا، اس کے وسیلے سے پریشان دلوں، مختلف خواہشوں، متفرق اُمتوں میں میل کردوں گا۔ (ابن حاتم نے وہب بن منبہ سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابن ابی حاتم عن وہب بن منبہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۳

بلہ انصاف! یہ کس قدر بلاؤں کا حضور (صلی اللہ تعالےٰ علیہ وآلہٖ وسلم) کے وسیلے سے دفع ہونا ہے۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۴۰: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم،

لما خلق اللہ العرش کتب علیہ بقلم من نور طول القلم ما بین المشرق والمغرب لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، بہ اٰخذ وبہ اُعطی و اُمتّہ افضل الامم وافضلہا ابوبکر الصدیق۔ الرافعی[1] عن سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

جب اللہ تعالےٰ نے عرش بنایا اس پر نور کے قلم سے جس کا طول مشرق سے مغرب تک تھا لکھا اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں محمد اللہ کے رسول ہیں، میں انھیں کے واسطے سے لُوں گا اور انھیں کے وسیلے سے دوں گا، اُن کی اُمت سب اُمتوں سے افضل ہے اور ان کی اُمت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق (رضی اللہ تعالےٰ عنہ)۔ (رافعی نے حضرت سلمان رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا ہے)

بحمد اللہ تعالیٰ اسی حدیث جلیل جامع پر ختم کیجئے کہ اللہ عزوجل کی بارگاہ کا تمام لینا دینا اخذ وعطا سب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں اُن کے واسطے سے ان کے وسیلے سے ہے، اسی کو خلافتِ عظمٰی کہتے ہیں۔ وللہ الحمد حمدًا کثیرًا۔

دیکھو! بشہادتِ خدا ورسول جل وعلا و صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم رزق پانا، مدد ملنا، مینہ برسنا، بلا دُور ہونا، دشمنوں کی مغلوبی، عذاب کی موقوفی، یہاں تک کہ زمین کا قیام، زمین کی نگہبانی، خلق کی موت، خلق کی زندگی، دین کی عزت، اُمت کی پناہ، بندوں کی حاجت روائی راحت رسانی سب اولیاء کے وسیلے اولیاء کی برکت اولیا کے ہاتھوں اولیاء کی وساطت سے ہے مگر مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو دفع بلا کا واسطہ ماننا اور شرک پسندوں نے مشرک جانا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اور بحمد اللہ تعالےٰ تین حدیث اخیر نے روشن ومستنیر کردیا کہ جو نعمت ملی جو بلا ٹلی سب مصطفےٰ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے باعث حاصل وزائل ہوئی بارگاہِ الٰہی کا لینا دینا سارا کارخانہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے ہاتھوں پر ہے ہاں ہاں لا فی اللہ

---

[1] کنز العمال بحوالہ الرافعی عن سلمان حدیث ۳۲۵۸۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۴۹ و ۵۵۰

شتم باللہ ایک دفع بلا وحصول عطا کیا تمام جہان اور اس کا قیام سب اُنھیں کے دم قدم سے ہے عالم جس طرح ابتدائے آفرینش میں اُن کا محتاج تھا کہ لولاك لما خلقت الدنیا[1] (اگر آپ نہ ہوتے میں دُنیا کو پیدا ہی نہ کرتا۔ ت) یُونہی بقا میں بھی اُن کا محتاج ہے، آج اگر ان کا قدم درمیان سے نکال لیں ابھی ابھی فنائے مطلق ہوجائے ؎

وُہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا، وُہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو
جان ہیں وہ جہان کی، جان ہے تو جہان ہے[2]

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶
[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۱/ ۷۹

باب دوم

وجہ دوم پر نصوص لیجئے اور بحمد اللہ تعالیٰ کیسے نصوص نجدیت شکن، جانِ وہابیت پر برق افگن، اس میں چالیس آیتیں اور دو سو چالیس حدیثیں ہیں۔

فصلِ اوّل آیاتِ شریفہ میں

آیت ۷: قال ربنا تبارک وتعالیٰ:

وما نقموا الا ان اغنٰھم اللّٰہ ورسولہ من فضلہ[1]

اور انھیں کیا بُرا لگا یہی نا کہ انھیں دولتمند کر دیا اللہ اور اللہ کے رسول نے اپنے فضل سے۔

ہاں یہ جگہ ہے کہ غیظ میں کٹ جائیں بیمار دل۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول نے دولتمند کر دیا اپنے فضل سے۔

اے اللہ کے رسول! مجھے اور سب اہلسنت کو دین و دُنیا کا دولتمند فرما اپنے فضل سے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیک وسلم ؎

میں گدا تُو بادشاہ بھر دے پیالہ نور کا
نور دن دونا ترا دے ڈال صدقہ نور کا[2]

آیت ۸:

ولو انھم رضوا ما اٰتٰھم اللّٰہ ورسولہ وقالوا حسبنا اللّٰہ سیؤتینا اللّٰہ من فضلہ ورسولہٗ انّا الی اللّٰہ راغبون[3]

اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے خدا اور رسول کے دیئے پر، اور کہتے ہمیں اللہ کافی ہے اب دے گا اللہ ہمیں اپنے فضل سے اور اس کا رسول، بیشک ہم اللہ کی طرف رغبت والے ہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۹/۷۴

[2] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ۲/۳

[3] القرآن الکریم ۹/۵۹

یہاں رب العزت جل وعلا نے اپنے ساتھ اپنے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی دینے والا فرمایا اور ساتھ ہی یہ بھی ہدایت کی کہ اللہ و رسول سے امید لگی رکھو کہ اب ہمیں اپنے فضل سے دیتے ہیں جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

آیت ۹:

انعم اللہ علیہ و انعمت علیہ[1]	اللہ نے اُسے نعمت بخشی، اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی۔

آیت ۱۰:

لہ معقبٰت من بین یدیہ ومن خلفہ یحفظونہ من امر اللہ[2]	آدمی کے لئے بدلی والے ہیں اس کے آگے اور اس کے پیچھے کہ اس کی حفاظت کرتے ہیں اللہ کے حکم سے۔

بدلی والے یہ کہ صبح کے محافظ عصر کو بدل جاتے ہیں اور عصر کے صبح کو، وللہ الحمد۔

آیت ۱۱:

و یرسل علیکم حفظۃ[3]	اللہ بھیجتا ہے تم پر نگہبانوں کو۔

ان آیات میں مولٰی سبحٰنہ و تعالٰی فرشتوں کو ہمارا حافظ و نگہبان فرماتا ہے۔

آیت ۱۲:

یاایھا النبی حسبک اللہ ومن اتبعک من المؤمنین[4]	اے نبی! کافی ہے تجھے اللہ اور جو مسلمان تیرے پیرو ہوئے۔

یہاں رب تبارک و تعالٰی اپنے نام پاک کے ساتھ صحابہ کرام کو ملا کر فرماتا ہے: اے نبی! اب کہ عمر اسلام لے آیا تجھے اللہ اور یہ چالیس مسلمان کفایت کرتے ہیں۔

فی الجلالین حسبک اللہ و حسبک — جلالین میں ہے کافی ہے تجھے اللہ اور

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۳۷

[2] " ۱۳/ ۱۱

[3] " ۶/ ۶۱

[4] " ۸/ ۶۴

من اتبعك[1] — کافی ہے تجھے وہ جس نے تیری پیروی کی۔(ت)

ترجمہ شاہ ولی اللہ میں ہے:

اے پیغامبر کفایت ست ترا خدا و آنانکہ پیروی تو کردہ اند از مسلمانان[2] — اے پیغمبر! کافی ہے تجھے خدا اور وہ مسلمان جنہوں نے تیری پیروی کی۔(ت)

آیت ۱۳: یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

انه ربی احسن مثوای[3] — بیشک عزیز مصر میرا رب ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا۔

فی الجلالین انه ای الذی اشترانی ربی سیدی[4] — تفسیر جلالین میں ہے بیشک وہ جس نے مجھے خریدا وہ میرا رب یعنی میرا آقا ہے۔(ت)

آیت ۱۴:

اما احدکما فیسقی ربه خمرا[5] — اے زندان کے ساتھیو! تم میں ایک تو اپنے رب کو شراب پلائے گا۔

آیت ۱۵:

وقال للذی ظن انه ناج منهما اذکرنی عند ربك[6] — اور یوسف نے کہا اس سے جسے اُن دونوں میں چھٹکارا پاتا سمجھا کہ اپنے رب کے پاس میرا چرچا کیجیو۔

یعنی بادشاہِ مصر کے سامنے۔

آیت ۱۶: اس پر مولیٰ تبارک وتعالیٰ فرماتا ہے:

---

[1] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۸/۶۴ اصح المطابع دہلی ص ۱۵۲
[2] فتح الرحمٰن فی ترجمۃ القرآن (ترجمہ شاہ ولی اللہ) مطبع ہاشمی دہلی ص ۱۸۷
[3] القرآن الکریم ۱۲/۲۳
[4] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/۲۳ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۱
[5] القرآن الکریم ۱۲/۴۱
[6] ؍؍ ۱۲/۴۲

فانسٰہ الشیطٰن ذکر ربہ [1]

تو اُسے بھلا دیا شیطان نے اپنے رب بادشاہِ مصر کے آگے یوسف کا ذکر کرنا۔

فی الجلالین ای الساقی الشیطٰن ذکر یوسف عند ربہ [2]

جلالین میں ہے یعنی ساقی کو شیطان نے یوسف علیہ السلام کا ذکر اس کے رب کے آگے کرنا بھلا دیا۔ (ت)

آیت ۱۷:

قال ارجع الی ربک فسئلہ ما بال النسوۃ التی قطعن ایدیھن [3]

یوسف نے کہا پلٹ جا اپنے رب کے پاس سو اس سے پوچھ کیا حال ہے ان عورتوں کا جنھوں نے اپنے ہاتھ کاٹے تھے۔

سبحان اللہ! بادشاہ وغیرہ کو تو مجازی پرورش کے باعث اس کا رب، تیرا رب، میرا رب کہنا صحیح ہو اللہ فرمائے اللہ کا رسول فرمائے اور مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلا کہنا شرک۔

آیت ۱۸: رب جل وعلا اپنے بندہ مبارک عیسٰی ابن مریم علیہما الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے:

واذ تخلق من الطین کھیئۃ الطیر باذنی فتنفخ فیھا فتکون طیرًا باذنی وتبرئ الاکمہ والابرص باذنی واذ تخرج الموتٰی باذنی [4]

اور جب تو بناتا مٹی سے پرند کی شکل میری پروانگی سے، پھر پھونک مارتا اس میں تو وہ ہو جاتی پرند میری پروانگی سے، اور تو اچھا کرتا مادرزاد اندھے اور سفید داغ والے کو میری پروانگی سے، اور جب تو قبروں سے مُردے نکالتا میری پروانگی سے۔

دفع بلائے مرض و ابرائے اکمہ و ابرص میں کتنا فرق ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۲/ ۴۲

[2] جلالین کلاں تحت الآیۃ ۱۲/ ۴۲ اصح المطابع دہلی ص ۱۹۳

[3] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۰

[4] القرآن الکریم ۵/ ۱۱۰

آیت ۱۹: حضرت مسیح علیہ الصلوٰۃ والتسلیم فرماتے ہیں:

انی اخلق لکم من الطین کھیئۃ الطیر فانفخ فیہ فیکون طیرًا باذن اللہ وابرئ الاکمہ والابرص واحی الموتٰی باذن اللہ وانبئکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم (الی قولہ) ولاحل لکم بعض الذی حرم علیکم[1]

میں بناتا ہوں تمھارے لئے مٹی سے پرند کی سی مورت پھر پھونکتا ہوں اس میں تو وہ ہوجاتی ہے پرند اللہ کی پروانگی سے، اور میں شفا دیتا ہوں مادرزاد اندھے اور بدن بگڑے کو، اور میں زندہ کرتا ہوں مُردے اللہ کی پروانگی سے، اور میں تمھیں خبر دیتا ہوں جو تم کھاتے اور جو گھروں میں بھر رکھتے ہو تاکہ میں حلال کردوں تمھارے لئے بعض چیزیں جو تم پر حرام تھیں۔

سبحان اللہ! عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام جو فرما رہے ہیں میں خلق کرتا ہوں، شفا دیتا ہوں، مُردے جلاتا ہوں، بعض حراموں کو حلال کئے دیتا ہوں۔ ان اسنادوں کی نسبت کیا حکم ہوگا!

آیت ۲۰:

وانکحوا الایامٰی منکم والصٰلحین من عبادکم وامائکم[2]

نکاح کردو اپنی بے شوہر عورتوں اور اپنے نیک بندوں اور کنیزوں کا۔

یہاں مولا عزوجل ہمارے غلاموں کو "ہمارا بندہ" فرمارہا ہے۔ اللہ کی شان زید کا بندہ، عمرو کا بندہ، اُس کا بندہ، اِس کا بندہ اللہ فرمائے رسول فرمائے صحابہ فرمائیں ائمہ فرمائیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ کہا اور شرک فروشوں نے حکم شرک جڑا، شاید ان کے نزدیک زید و عمرو خدا کے شریک ہوسکتے ہوں گے ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

آیت ۲۱:

الذین یتبعون الرسول النبی الامی الذی یجدونہ مکتوبا عندھم فی التورٰاۃ والانجیل یامرھم

وہ لوگ کہ پیروی کریں گے اُس بھیجے ہوئے غیب کی باتیں بتانے والے بے پڑھے کی جسے لکھا پائیں گے اپنے پاس توریت و انجیل میں، وہ انھیں حکم

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۴۹ و ۵۰

[2] " " ۲۴/ ۳۲

بالمعروف وینھٰھم عن المنکر و یحل لھم الطیبٰت و یحرم علیھم الخبٰئث ویضع عنھم اصرھم والاغلٰل التی کانت علیھم [1]

دے گا بھلائی کا اور روکے گا بُرائی سے، اور حلال کرے گا اُن کے لئے ستھری چیزیں اور حرام کرے گا اُن پر گندی چیزیں، اور اتارے گا اُن پر سے اُن کا بھاری بوجھ اور سخت تکلیفوں کے طوق جو اُن پر تھے۔ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

جانِ جہان و جہانِ جان جانِ اُنس جانِ جان و جانِ ایمان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاک مبارک ہاتھوں پر قربان جس نے ہماری پیٹھوں سے بھاری بوجھ اتار لئے ہماری گردنوں سے تکلیفوں کے طوق کاٹ دئے۔ للہ انصاف! اور دافع بلا کسے کہتے ہیں، صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔

آیت ۲۲: سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے رب عزوجل سے عرض کی،

ربنا وابعث فیھم رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیٰتک ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ ویزکیھم انک انت العزیز الحکیم [2]

اے رب ہمارے! اور اُن میں اُنھیں میں سے ایک پیغمبر بھیج کہ اُن پر تیری آیتیں پڑھے اور انھیں کتاب و حکمت سکھائے اور وہ پیمبر انھیں گناہوں سے پاک کردے، بیشک تو ہی ہے غالب حکمت والا۔

یہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہوئے کہ،

انا دعوۃُ ابی ابراھیم [3]

میں اپنے باپ ابراہیم کی دُعا ہوں (صلی اللہ تعالیٰ علیہما وسلم)۔

آیت ۲۳: خود رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے:

کما ارسلنا فیکم رسولا منکم یتلوا علیکم اٰیٰتنا ویزکیکم ویعلمکم الکتٰب والحکمۃ ویعلمکم

جس طرح بھیجا ہم نے تم میں ایک رسول تمھیں سے کہ تم پر ہماری آیتیں تلاوت کرتا اور تمھیں پاکیزہ بناتا اور تمھیں قرآن و علم سکھاتا اور اُن باتوں کا

---

[1] القرآن الکریم ۷/ ۱۵۷

[2] " ۲/ ۱۲۹

[3] دلائل النبوۃ باب ذکر مولد المصطفیٰ الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۸۱
الدر المنثور تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۰۳ و ۳۰۴

مالم تکونوا تعلمون[1]

تم کو علم دیتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔

آیت ۲۴:

لقد من اللہ علی المؤمنین اذ بعث فیھم رسولاً من انفسھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین[2]

بیشک اللہ کا بڑا احسان ہوا ایمان والوں پر جبکہ بھیجا اُن میں ایک رسول انھیں میں سے کہ پڑھتا ہے اُن پر آیتیں اللہ کی اور پاک کرتا ہے انھیں گناہوں سے اور علم دیتا ہے انھیں قرآن حکمت کا اگرچہ تھے اس سے پہلے بیشک کھلی گمراہی میں۔

آیت ۲۵:

ھوالذی بعث فی الامیین رسولاً منھم یتلوا علیھم اٰیتہ ویزکیھم ویعلمھم الکتٰب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلٰل مبین ۝ واٰخرین منھم لما یلحقوا بھم وھوالعزیز الحکیم ۝ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۝[3]

اللہ ہے جس نے بھیجا اَن پڑھوں میں ایک رسول انھیں میں سے کہ اُن پر آیات الٰہیہ پڑھتا اور انھیں ستھرا کرتا اور انھیں کتاب وحقائق کا علم بخشتا ہے اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے نیز پاک کرے گا اور علم عطا فرمائے گا اُن کی جنس کے اور لوگوں کو جو اب تک ان سے نہیں ملے اور وہی غالب حکمت والا ہے یہ خدا کا فضل ہے جسے چاہے عطا فرمائے اور اللہ بڑے فضل والا ہے۔

الحمد للہ! اس آیۂ کریمہ نے بیان فرمایا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا عطا فرمانا، گناہوں سے پاک کرنا، ستھرا بنانا صرف صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم سے خاص نہیں بلکہ قیام قیامت تک تمام اُمتِ مرحومہ حضور کی ان نعمتوں سے محفوظ اور حضور کی نظرِ رحمت سے ملحوظ رہے۔ والحمد

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۱۵۱
[2] " ۳/ ۱۶۴
[3] " ۶۲/ ۲ تا ۴

للّٰہ رب العٰلمین۔

بیضاوی شریف میں ہے:

ھم الذین جاء وا بعد الصحابۃ الٰی یوم الدین[1]

یعنی یہ دوسرے جنھیں مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم دیتے اور خرابیوں سے پاک کرتے ہیں تمام مسلمان ہیں کہ صحابہ کرام کے بعد قیامت تک ہوں گے۔

معالم شریف میں ہے:

قال ابن زید ھم جمیع من دخل فی الاسلام بعد النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (الٰی یوم القیٰمۃ) وھی روایۃ ابن ابی نجیح عن مجاھد[2]

ابن زید نے فرمایا یہ دوسرے لوگ تمام اہل اسلام ہیں کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد قیامت تک اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور یہی معنی امام مجاہد شاگرد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ابن ابی نجیح نے روایت کئے۔

الحمد للہ! قرآن عظیم میں حضور پر نور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ان تعریفوں کا اس قدر اہتمام ہے کہ چار جگہ یہ اوصاف بیان فرمائے، دو جگہ سورۂ بقرہ، تیسرے آل عمران، چوتھے سورۂ جمعہ، اور اس کے آخر میں تو وہ جانفزا کلمے ارشاد ہوئے جنھوں نے ہم خفتہ بختوں کی تقدیر جگا دی بیمار دلوں پر بجلی گرا دی۔ والحمد للہ رب العٰلمین۔

آیت ۲۶: جب ابولبابہ وغیرہ بعض صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم نے غزوۂ تبوک میں ہمراہ رکاب سعادت حاضر نہ ہوئے تھے اپنے آپ کو مسجد اقدس کے ستونوں سے باندھ دیا کہ جب تک حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ نہ کھولیں گے نہ کھلیں گے، آیت اتری:

خذ من اموالھم صدقۃ تطھرھم وتزکیھم بھا

اے نبی! لے ان توبہ کرنے والوں کے مالوں سے صدقہ کہ تم پاک کرو انھیں اور تم ستھرا کردو

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۶۲/۳ دار الفکر بیروت ۵/۳۳۷

[2] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) " " " دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/۳۱۱

وصلّ علیھم انّ صلوتک سکن لھم[1]

انھیں گناہوں سے اُس صدقے کے سبب، اور دعائے رحمت کرو اُن کے حق میں کہ تمھاری دُعا اُن کے دلوں کا چین ہے۔

دیکھو حضور دافع البلا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں گناہوں سے پاک کیا اور حضور نے بلائے گناہ اُن کے سروں سے ٹالی، اور جب حضور کی دُعا اُن کے دلوں کا چین ہوا تو یہی دفعِ الم ہے صلی اللہ تعالٰی علیٰ دافع البلاء والالم وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

آیت ۲۷ :

لایملکون الشفاعۃ الّا من اتخذ عند الرحمٰن عھدا[2]

اللہ عزوجل کے یہاں شفاعت کے مالک وہی ہیں جنھوں نے رحمٰن کے ساتھ عہد وپیمان کر رکھا ہے۔

آیت ۲۸ :

ولا یملک الذین یدعون من دونہ الشفاعۃ الّا من شھد بالحق وھم یعلمون[3]

جنھیں مشرکین اللہ کے سوا پُوجتے ہیں اُن میں شفاعت کے مالک صرف وہی ہیں جنھوں نے حق کی گواہی دی اور وہ علم رکھتے ہیں (یعنی عیسٰی وعزیر و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام)

ان آیات میں مولٰے تعالٰے اپنے محبوبوں کو شفاعت کا مالک بتاتا ہے اور عہد وپیمان مقرر ہوجانے سے تقویۃ الایمان کی اس بد لگامی کا منہ بھی سی دیا کہ شفاعت میں کسی کی خصوصیت نہیں جسے چاہے گا کھڑا کر دے گا۔

آیت ۲۹ :

ولا تؤتوا السفھاء اموالکم التی جعل اللہ لکم قیاما وارزقوھم فیھا و

نادانوں کو اپنے مال کہ خدا نے تمھاری ٹیک بنائے ہیں نہ دو اور انھیں ان میں سے رزق

---

[1] القرآن الکریم ۹/۱۰۳
[2] ؍؍ ؍؍ ۱۹/۸۷
[3] ؍؍ ؍؍ ۴۳/۸۶

اکسوھم وقولوا لھم قولا معروفا[1] — دو اور کپڑے پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو۔

آیت ۳۰:

واذا حضر القسمۃ اولوا القربٰی و الیتٰمٰی والمسٰکین فارزقوھم منہ و قولوا لھم قولا معروفا[2] — جب ترکہ بانٹتے وقت قرابت والے اور یتیم اور مسکین آئیں تو انھیں اس میں سے رزق دو اور ان سے اچھی بات کہو۔

ان آیات میں بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ تم رزق دو۔

آیت ۳۱:

اذ یوحی ربك الی الملٰئکۃ انی معکم فثبتوا الذین اٰمنوا[3] — جب وحی بھیجی تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں تمھارے ساتھ ہوں تم ثابت قدمی دو ایمان والوں کو۔

آیت ۳۲:

فالمدبرات امرا[4] — قسم ہے ان فرشتوں کی کہ تمام کاروبار دنیا ان کی تدبیر سے ہے۔

یہ صفت بھی بالذات ذاتِ الٰہی جل وعلا کی ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

یدبر الامر[5] (کام کی تدبیر فرماتا ہے۔ ت)

خازن و معالم التنزیل میں ہے:

قال ابن عباس ھم الملٰئکۃ وکلوا بامور عرفھم اللہ تعالٰی العمل بھا قال عبدالرحمٰن — یعنی عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا: یہ مدبرات الامر ملائکہ ہیں کہ ان کاموں پر مقرر کئے گئے جن کی کارروائی اللہ عزوجل

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۵

[2] " ۴/ ۸

[3] " ۸/ ۱۲

[4] " ۷۹/ ۵

[5] " ۳۲/ ۵

بن سابط یدبر الامر فی الدنیا اربعۃ جبریل ومیکائیل وملک الموت واسرافیل علیہم السلام، اما جبریل فموکل بالریاح والجنود واما میکائیل فموکل بالقطر والنبات واما ملک الموت فموکل بقبض الانفس واما اسرافیل فھو ینزل علیھم بالامر۔[1]

نے انھیں تعلیم فرمائی۔ عبدالرحمٰن بن سابط نے فرمایا: دنیا میں چار فرشتے کاموں کی تدبیر کرتے ہیں جبریل، میکائیل، عزرائیل، اسرافیل علیہم السلام۔ جبریل تو ہواؤں اور لشکروں پر موکل ہیں (کہ ہوائیں چلانا، لشکروں کو فتح و شکست دینا ان کا تعلق ہے) اور میکائیل باران و روئیدگی پر مقرر ہیں (کہ مینہ برساتے اور درخت اور گھاس اور کھیتی اگاتے ہیں) اور عزرائیل قبض ارواح پر مسلط ہیں۔ اسرافیل ان سب پر حکم لے کر اترتے ہیں علیہم السلام اجمعین۔

اللہ اکبر! قرآن عظیم وہ بے پایاں سمندر [illegible] سے۔

حدیث میں فرمایا:

القرآن ذو وجوہ۔ رواہ ابونعیم[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

قرآن متعدد معانی رکھتا ہے (اس کو ابونعیم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انھوں نے نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ ت)

علماء فرماتے ہیں قرآن عظیم اپنے ہر معنے پر حجت ہے۔

ولم یزل الائمۃ یحتجون بہ علی وجوھہ وذلک من اعظم وجوہ اعجازہ وقد فصلنا ھذا المبحث فی رسالتنا

ائمہ کرام ہمیشہ قرآن کے تمام معانی سے استدلال کرتے رہے ہیں۔ اور یہ بات قرآن مجید کے وجوہ اعجاز میں سے عظیم ترین وجہ ہے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ "الزلال الانقی

---

[1] لباب التاویل (تفسیر الخازن) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۳۹۱
معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۴/ ۴۱۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس حدیث ۲۴۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۵

الزُّلالِ الاَنْقٰی من بحر سبقۃ الاتقٰی۔ "من بحر سبقۃ الاتقٰی" میں بیان کردی ہے۔(ت)

اب آیۂ کریمہ کے دوسرے معنی لیجئے، تفسیر بیضاوی شریف میں ہے:

اوصفات النفوس الفاضلۃ حال المفارقۃ فانھا تنزع عن الابدان غرقا ای نزعا شدیدا من اغراق النازع فی القوس، وتنشط الی عالم الملکوت وتسبح فیہ فتسبق الٰی حظائر القدس فتصیر لشرفہا وقوتہا من المدبرات[1]

یعنی یا ان آیاتِ کریمہ میں اللہ عزوجل ارواحِ اولیاء کرام کا ذکر فرماتا ہے جب وہ اپنے پاک مبارک بدنوں سے انتقال فرماتی ہیں کہ جسم سے بقوت تمام جدا ہوکر عالم بالا کی طرف سبک خرامی اور دریائے ملکوت میں شناوری کرتی حظیرہائے حضرت قدس تک جلد رسائی پاتی ہیں پس اپنی بزرگی وطاقت کے باعث کاروبارِ عالم کے تدبیر کرنے والوں سے ہوجاتی ہیں۔

اب توبحمداللہ تعالٰی اولیائے کرام بعد وصال عالم میں تصرف کرتے اور اس کے کاموں کی تدبیر فرماتے ہیں فللّٰہ الحجۃ البالغۃ۔

علامہ احمد بن محمد شہاب خفاجی عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی میں امام حجۃ الاسلام محمد غزالی قدس سرہ العالی وامام فخر رازی رحمۃ اللہ علیہ سے اس معنی کی تائید میں نقل فرماتے ہیں:

ولذا قیل اذا تحیرتم فی الامور فاستعینوا من اصحاب القبور الا انہ لیس بحدیث کما توھم ولذا اتفق الناس علٰی زیارۃ مشاھد السلف والتوسل بھم الی اللہ وان انکرہ بعض الملاحدۃ فی عصرنا والمشتکٰی الیہ ھو اللہ[2]

یعنی اسی لئے کہا گیا کہ جب تم کاموں میں متحیر ہو تو مزاراتِ اولیاء سے مدد مانگو۔ مگر یہ حدیث نہیں ہے جیسا کہ بعض کو وہم ہوا۔ اور اسی لئے مزاراتِ سلف صالحین کی زیارت اور انھیں اللہ عزوجل کی طرف وسیلہ بنانے پر مسلمانوں کا اتفاق ہے اگرچہ ہمارے زمانے میں بعض ملحد بے دین لوگ اس کے منکر ہوئے اور خدا ہی کی طرف ان کے فساد کی فریاد ہے۔

لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

---

[1] انوار التنزیل (تفسیر البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالفکر بیروت ۵/۴۴۳

[2] عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی (حاشیۃ الشہاب علی البیضاوی) تحت الآیۃ ۷۹/۵ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۹/۳۹۹

ہاں میں نے کہا تھا کہ یہ صفت حضرت عزت کی ہے، نہیں نہیں یہ خاص صفت اسی کی ہے۔ رب عزوجل فرماتا ہے:

قل من یرزقکم من السماء والارض امّن یملک السمع والابصار ومن یخرج الحیّ من المیّت و یخرج المیّت من الحیّ ومن یدبر الامر فسیقولون اللّٰہ ج فقل افلا تتقون ۝[1]

اے نبی! ان کافروں سے فرما وہ کون ہے جو تمھیں آسمان و زمین سے رزق دیتا ہے یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا، اور کون نکالتا ہے زندہ کو مُردے سے اور نکالتا ہے مُردے کو زندہ سے اور کون تدبیر کرتا ہے کام کی، اب کہہ دیں گے کہ اللہ، تو فرما پھر ڈرتے کیوں نہیں۔

قرآن عظیم خود ہی فرماتا ہے کہ یہ صفت اللہ عزوجل کے لئے ایسی خاص ہے کہ کافر مشرک تک اس کا اختصاص جانتے ہیں اُن سے بھی پوچھو کہ کام کی تدبیر کرنے والا کون ہے، تو اللہ ہی کو بتائیں گے دُوسرے کا نام نہ لیں گے۔ اور خود ہی اس صفت کو اپنے مقبول بندوں کیلئے ثابت فرماتا ہے کہ: قسم ان محبوبانِ خدا کی جو عالم میں تدبیر و تصرف کرتے ہیں۔ ایمان سے کہنا وہابیت کے دھرم پر قرآنِ عظیم شرک سے کیونکر بچا۔ اے ناپاک طائفے کی سنگت والو! جب تک ذاتی و عطائی کے فرق پر ایمان نہ لاؤ گے کبھی قرآن و حدیث کے قہروں سے پناہ نہ پاؤ گے، اور اس پر ایمان لاتے ہی یہ تمھاری شرکیات کے راگ متعلقہ تدبیر و تصرف و استمداد و استعانت و دافع البلا و حاجت روا و مشکلکشا و علمِ غیب و ندا وغیرہا سب کافور ہو جائیں گے اور اللہ تعالیٰ کے مبارک منصور (نصرت دیے گئے، مدد دیے گئے) بندے آنکھوں دیکھے منصور نظر آئیں گے۔

الا ان حزب اللّٰہ ھم الغلبون ۝[2]

تو بیشک اللہ ہی کا گروہ غالب ہے۔ (ت)

آیت ۳۳:

قل یتوفّٰکم ملک الموت الذی وکّل بکم ۝[3]

تُو فرما تمھیں موت دیتا ہے وہ مرگ کا فرشتہ جو تم پر مقرر ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۱۰/۳۱
[2] القرآن الکریم ۵۸/۲۲
[3] " " ۳۲/۱۱

آیت ۳۴ :

توفته رسلنا[1]

موت دی اسے ہمارے رسولوں نے۔

حالانکہ خود فرماتا ہے :

اللہ یتوفی الانفس[2]

اللہ ہے کہ موت دیتا ہے جانوں کو۔

آیت ۳۵ :

لاھب لك غلٰما زکیا[3]

(جبریل نے مریم سے کہا) کہ میں عطا کروں تجھے ستھرا بیٹا صلے اللہ تعالٰی علیہم وسلم۔

اللہ اللہ! اب تو جبریل بیٹا دے رہے ہیں، بھلا نجدیہ کے یہاں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

وہابیہ تو اسی کو روتے تھے کہ محمد بخش، احمد بخش نام رکھنا شرک ہے یہاں قرآن عظیم سیدنا عیسٰی علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جبریل بخش بتا رہا ہے، وللہ الحجۃ السامیۃ۔

آیت ۳۶ :

فان اللہ ھو مولٰہ وجبریل وصالح المؤمنین والملٰئکۃ بعد ذٰلك ظھیر[4]o

بیشک اللہ اپنے نبی کا مددگار ہے اور جبریل اور نیک مسلمان اور اس کے بعد سب فرشتے مدد پر ہیں۔

حدیث میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا :

صالح المؤمنین ابوبکر وعمر۔ رواہ الطبرانی فی الکبیر[5] وابن مردویۃ والخطیب عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ نیک مسلمان ابوبکر صدیق و عمر فاروق ہیں رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مردویہ اور خطیب نے ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۶/ ۶۱ [2] القرآن الکریم ۳۹/ ۴۲

[3] " ۱۹/ ۱۹ [4] " ۶۶/ ۴

[5] المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۷۷ المکتب الفیصلیۃ بیروت ۱۰/ ۲۵۳

الدر المنثور بحوالہ ابن مردویۃ وابی نعیم تحت الآیۃ ۶۶/ ۴ دار احیاء التراث العربی بیروت ۸/ ۲۰۸

بلکہ سیدنا اُبی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قراءت میں یوں ہی تھا:

وصالح المؤمنین ابوبکر وعمر والملئکة بعد ذٰلک ظهیر[1]	نیک مسلمان ابوبکر و عمر اور اس کے بعد فرشتے مددپر ہیں (ت)

یہاں اللہ عزوجل اپنے نام مبارک کے ساتھ اپنے محبوبوں کو فرماتا ہے اللہ اور جبریل اور ابوبکر و عمر مددگار ہیں۔

آیت ۳۷:

انی وجدت امرأة تملکهم و اُوتیت من کل شیئ ولها عرش عظیم[2]	ہُدہُد نے مُلکِ سبا سے آکر سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰة والسلام سے عرض کی میں نے ایک عورت پائی کہ وہ اُن کی مالک ہے اور اسے سب کچھ دیا گیا ہے اور اس کا بڑا تخت ہے۔

یہاں بادشاہ کو رعایا کا مالک فرمایا تو رعایا کہ آزاد و غلام سب اس کے مملوک ہوئے مگر کوئی اگر محبوبانِ خدا کو اپنا مالک اور اپنے آپ کو اُن کا بندہ مملوک کہے وہابیہ کے دین میں مشرک ٹھہرے۔

آیت ۳۸:

ومن احیاها فکانما احیا الناس جمیعا[3]	جس نے ایک جان کو زندہ کیا اس نے گویا سب آدمیوں کو جلا لیا۔

یہ آیت اُس کے بارے میں ہے جس نے کسی کے قتلِ ناحق سے احتراز کیا یا قاتل سے قصاص نہ لیا چھوڑ دیا اسے فرماتا ہے کہ اس نے اس شخص کو زندہ کیا اور ایک اُسی کو کیا گویا تمام آدمیوں کو جلا لیا۔

معالم شریف میں ہے:

ومن احیاها وتورع عن قتلها[4]	اور جس نے ایک جان کو زندہ کیا اور اس کے قتل سے اجتناب کیا۔ (ت)

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۲۷/ ۲۳

[3] " ۵/ ۳۲

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۵/ ۳۲ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵

اُس میں ہے :

ومن احیاھا ای عفا عمن وجب علیہ القصاص لہ فلم یقتلہ[1] — اور جس نے اُسے زندہ کیا یعنی جو قصاص اُس پر واجب ہوچکا تھا وہ معاف کردیا اور قصاص میں اس کو قتل نہیں کیا۔ (ت)

وہابی صاحب بتائیں کہ دفعِ بلا زیادہ ہے یا زندہ کرنا، جِلا لینا، حیات دینا۔

آیت ۳۹ :

الا ترون انی اُوفی الکیل وانا خیر المنزلین[2] — یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے بھائیوں سے فرمایا کیا تم دیکھتے نہیں کہ میں پورا پیمانہ عطا فرماتا ہوں اور میں سب سے بہتر اتارنے والا ہوں کہ جو میرے سایۂ رحمت میں اُترتا ہے اُسے وہ راحت بخشتا ہوں کہ کہیں نہیں ملتی۔

یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ فرمایا، اور رب عزوجل نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے :

وقل رب انزلنی منزلًا مبارکا وانت خیر المنزلین[3] — اے نوح! جب تو اور تیرے ساتھ والے کشتی پر ٹھیک بیٹھ لیں تو میری حمد بجالانا اور یوں عرض کرنا کہ اے رب میرے! مجھے برکت والا اتارنا اتار اور تُو سب سے بہتر اتارنے والا ہے۔

یہ اللہ عزوجل کی خاص صفت نبی صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے لئے کیسی ثابت فرمائی اور جب نبی صدیق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سب سے بہتر اتارنے والے راحت و نعمت بخشنے والے ہوئے تو دافع البلاء سے بھی بڑھ کر ہوئے کما لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت)۔

آیت ۴۰ :

انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین — یعنی اے مسلمانو! تمہارا مددگار نہیں مگر اللہ اور

---

[1] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۲۵
[2] القرآن الکریم ۱۲/ ۵۹
[3] " ۲۳/ ۲۹

امنوا الذین یقیمون الصلوٰۃ ویؤتون الزکوٰۃ وھم راکعون [1]

اُس کا رسول اور وہ ایمان والے جو نماز قائم رکھتے اور زکوٰۃ دیتے اور وہ رکوع کرنے والے ہیں۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) یہاں اللہ اور رسول اور نیک بندوں میں مدد کو منحصر فرمادیا کہ بس یہی مددگار ہیں تو ضرور یہ مدد خاص ہے جس پر نیک بندوں کے سوا اور لوگ قادر نہیں عام مددگاری کا علاقہ تو ہر مسلمان کے ساتھ ہے۔ قال تعالٰی:

والمؤمنون والمؤمنٰت بعضھم اولیاء بعض [2]

مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔

حالانکہ خود ہی دوسری جگہ فرماتا ہے:

مالھم من دونہٖ ولیّ [3]

اللہ کے سوا کسی کا کوئی مددگار نہیں۔

معالم میں ہے:

(مالھم) ای مالاھل السمٰوٰت والارض (من دونہٖ) ای من دون اللہ (من ولیّ) ناصر [4]

نہیں ہے ان کے لئے یعنی آسمان اور زمین والوں کیلئے سوا اُس کے یعنی سوا اللہ تعالٰی کے کوئی ولی یعنی مددگار۔(ت)

وہابی صاحبو! تمہارے طور پر معاذ اللہ کیسا کھلا شرک ہوا کہ قرآن نے خدا کی خاص صفت امداد کو رسول و صلحاء کے لئے ثابت کیا جسے قرآن ہی جابجا فرما چکا تھا کہ یہ اللہ کے سوا دوسرے کی صفت نہیں مگر بحمداللہ اہلِ سنّت دونوں آیتوں پر ایمان لاتے اور ذاتی و عطائی کا فرق سمجھتے ہیں اللہ تعالٰی بالذات مددگار ہے، یہ صفت دوسرے کی نہیں، اور رسول و اولیاء اللہ کے قدرت دینے سے مددگار ہیں، وللہ الحمد، اب اتنا اور سمجھ لیجئے مدد کاہے کے لئے ہوتی ہے؟ دفع بلاء کے واسطے۔ تو جب رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور اللہ کے مقبول بندے بنصِ قرآن مسلمانوں کے مددگار ہیں تو قطعًا دافع البلاء بھی ہیں، اور فرق وہی ہے کہ اللہ

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۵۵

[2] " ۹/ ۷۱

[3] " ۱۸/ ۲۶

[4] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۱۸/ ۲۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۳/ ۱۳۲

سُبحانہ بالذّات دافع البلاء ہے اور انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء بعطائے خدا۔ والحمد للہ العلی الاعلیٰ۔

پنج آیت از توراۃ و انجیل و زبورِ مقدسہ

آیت ۱۴۱، توراۃ شریف: امام بخاری حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دارمی و طبرانی و یعقوب بن سفیان حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ توراۃ مقدس میں حضور پُرنور دافع البلاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صفت یوں ہے:

یایھا النبی انا ارسلنٰک شاھدا و مبشرا و نذیرا و حرزا للامیین (الٰی قولہ تعالیٰ) یعفو و یغفر[1]	اے نبی! ہم نے تجھے بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور بے پڑھوں کیلئے پناہ (الٰی قولہ تعالیٰ) معاف کرتا ہے اور مغفرت فرماتا ہے۔

حرز بھی رب العزت جل وعلا کی صفات سے ہے۔ حدیث میں ہے:

یا حرز الضعفاء یا کنز الفقراء[2] اے ضعیفوں کی پناہ اے غریبوں کے خزانے۔

علامہ زرقانی شرح مواہب شریفہ میں فرماتے ہیں:

جعلہ نفسہ حرزا مبالغۃ لحفظہ لھم فی الدارین[3]	یعنی نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پناہ دینے والے ہیں مگر رب تبارک وتعالیٰ نے حضور کو بطور مبالغہ

---

[1] سنن الدارمی باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی الکتب قبل مبعثہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التورات والانجیل دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۷۶
صحیح البخاری کتاب البیوع ۱/۲۸۵ و کتاب التفسیر سورۃ الفتح ۲/۷۱۷ قدیمی کتب خانہ کراچی
الخصائص الکبریٰ باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۰
الطبقات الکبریٰ لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دار صادر بیروت ۱/۳۶۰ و ۳۶۲

[2]

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ

خود پناہ کہا (جیسے عادل کو عدل یا عالم کو علم کہتے ہیں اور اس وصف کی وجہ یہ ہے کہ) حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دنیا و آخرت میں اپنی اُمّت کے محافظ و نگہبان ہیں۔

والحمد للہ رب العالمین۔

آیت ۴۴، از توراۃ : ہاں ہاں خبردار ہوشیار، اے نجدیان نابکار، ذرا کم سن نو پیدا بیادہ خام پارہ وہابیت ناکارہ کے ننھے سے کلیجے پر ہاتھ دھر لینا توراۃ و زبور کی دو آیتیں تلاوت کی جائیں گی نوخیز وہابیت کی نادان جان پر قہر الٰہی کی بجلیاں گرائیں گی افسوس تمہیں توراۃ و زبور کی تکذیب کرتے کیا لگتا تھا جب تم قرآن کی نہ سنو اللہ کا کذب تم ممکن گو مگر جان کی آفت گلے کا غُل تو یہ ہے کہ آیات جناب شاہ عبدالعزیز صاحب نے نقل فرمائیں کلام الٰہی بتائیں یہ امام الطائفہ کے نسب کے چچا، شریعت کے باپ، طریقت کے دادا۔ اب انھیں نہ مشرک کہے بنتی ہے نہ کلام الٰہی پر ایمان لانے کو رُوحِ وہابیت ملتی ہے نہ پائے رفتن نہ جائے ماندن (نہ رہنے کا یارا نہ چلنے کی تاب۔ ت) ؎

دوگونہ رنج و عذاب است جانِ لیلیٰ را
بلائے صحبتِ مجنوں و فرقتِ مجنوں[1]

(لیلیٰ کی جان کو دو قسم کا دُکھ اور عذاب ہے، مجنوں کی صحبت اور اس کی جدائی کی مصیبت۔ت)

ہاں اب ذرا گھبرائے دل پر ہاتھ رکھ کر کان اُٹھائیے اور بحمد اللہ وہ سُننے کہ ایمان نصیب ہو تو شفی ہو جائیے، جناب شاہ صاحب تحفہ اثنا عشریہ میں لکھتے ہیں توراۃ کے سفر چہارم میں ہے :

قال اللہ تعالٰی لابراھیم ان ھاجرۃ تلد ویکون من ولدھا من یدہ فوق الجمیع وید الجمیع مبسوطۃ الیہ بالخشوع[2]

اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے فرمایا بیشک ہاجرہ کے اولاد ہوگی اور اس کے بچوں میں وہ ہوگا جس کا ہاتھ سب پر بالا ہے اور سب کے ہاتھ اُس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی اور گڑگڑانے میں۔

وہ کون ؟ محمد رسول اللہ سید الکون معطی العون صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ قربان تیرے اے بلند ہاتھ والے، اے دو جہان کے اُجالے۔ حمد اس کے وجہ کریم کو جس نے ہماری عاجزی و

---

[1]

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

محتاجی کے ہاتھ ہر لئیم بے قدرت سے بچائے اور تجھ جیسے کریم رؤف رحیم کے سامنے پھیلائے۔ والحمد للہ رب العلمین۔

اُسے حمد جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستاں بتایا[1]

آیت ۴۳، از زبور مقدس، نیز تحفہ میں زبور شریف سے منقول،

یا احمد فاضت الرحمۃ علٰی شفتیک من اجل ذٰلک اُبارِک علیک فتقلد السیف فانّ بہائک وحمدک الغالب (الٰی قولہ) والامم یخرون تحتک کتاب حق جاء اللہ بہ من الیمن والتقدیس من جبل فاران وامتلاءت الارض من تحمید احمد وتقدیسہ وملک الارض ورقاب الامم۔[2]

اے احمد! رحمت نے جوش مارا تیرے لبوں پر، میں اس لئے تجھے برکت دیتا ہوں، تو اپنی تلوار حمائل کر کہ تیری چمک اور تیری تعریف غالب ہے، سب امتیں تیرے قدموں میں گریں گی، سچی کتاب لایا اللہ برکت و پاکی کے ساتھ مکہ کے پہاڑ سے، بھر گئی زمین احمد کی حمد اور اس کی پاکی بولنے سے، احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام امتوں کی گردنوں کا۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اے احمد پیارے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مملوکو خوشی و شادمانی ہے، تمہارے لئے تمہارا مالک پیارا سراپا کرم سراپا رحمت ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

عہد ما با لب شیریں دہناں بست خدا
ما ہمہ بندہ و ایں قوم خداوند انند[3]

(ہمارا عہد و پیمان اللہ تعالٰی نے میٹھے منہ والوں کے لبوں کے ساتھ باندھ دیا ہے ہم سب غلام ہیں اور یہ قوم مالکوں کی ہے۔ ت)

میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب
یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا تیرا[4]

و لہذا حضرت امام اجل عارف باللہ سیدی سہل بن عبداللہ تستری رضی اللہ تعالٰی عنہ،

---

[1] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ دوم ص ۵۳
[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹
[3]
[4] حدائق بخشش مکتبہ رضویہ آرام باغ کراچی ص ۲

پھر امام اجل قاضی عیاض شفا شریف پھر امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں نقلاً و تذکیراً، پھر علامہ شہاب الدین خفاجی مصری نسیم الریاض، پھر علامہ محمد بن عبدالباقی زرقانی شرح مواہب میں شرحاً و تفسیراً فرماتے ہیں:

من لم یر ولایۃ الرسول علیہ فی جمیع احوالہ و یری نفسہ فی ملکہ لا یذوق حلاوۃ سنتہ[1]

جو ہر حال میں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا والی اور اپنے آپ کو حضور کی ملک نہ جانے وہ سنت نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حلاوت سے اصلاً خبردار نہ ہوگا۔

والعیاذ باللہ رب العٰلمین۔

فائدہ عظیمہ: الحمدللہ سُنّیوں کی اقبالی ڈگری۔ ان آیات تورات و زبور پر فقیر غفراللہ تعالٰی لہ کو دو آیت تورات و انجیل مبارک مع چند احادیث کے یاد آئیں مگر ان کے ذکر سے پہلے امام الطائفہ کے ایک انجان پنے کا اقرار سُن لیجئے۔ تقویۃ الایمان فصل ثانی اشراک فی العلم کے شروع میں لکھا:

"جس کے ہاتھ میں کُنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے تو کھولے جب چاہے نہ کھولے۔ انتہی[2]" ——— بھولا نادان لکھتے تو لکھ گیا مگر ؎

کیا خبر تھی انقلابِ آسماں ہوجائیگا ——— دینِ نجدی پائمالِ سُنّیاں ہوجائیگا

غریب مسکین کیا جانتا تھا کہ وہ تو چند ورق بعد یہ کہنے کو ہے کہ "جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں[3]" یہاں اس کے قول سے تمام عالم پر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اختیار تام ثابت ہوجائیگا بیچارے مسکین عزیز کے دھیان میں اُس وقت یہی لوہے پیتل کی کنجیاں تھیں

---

[1] الشفا بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی لزوم محبتہ صلے اللہ علیہ وسلم المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۲/ ۱۶
نسیم الریاض فی شرح الشفاء القاضی عیاض 〃 〃 〃 〃 مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۳۴۶
المواہب اللدنیۃ المقصد السابع المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۲۹۹ و ۳۰۰
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۳۱۳

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

[3] 〃 〃 الفصل الرابع 〃 〃 〃 〃 〃 〃 ص ۲۸

جو جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بساطی[ف] پیسے پیسے بیچتے اس کی خواب میں بھی خیال نہ تھا کہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے رب جل وعلا نے اس بادشاہ جبار جلیل الاقتدار عظیم الاختیار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کیا کیا کنجیاں عطا فرمائی ہیں ہاں ہم سے سُن اور وہ سُن کہ تشنّہ ہو جا۔

آیات واحادیث عطائے مفاتیح عالم بحضور پُرنور مولائے اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

آیت ۳۴، از توراتِ شریف: بیہقی و ابونعیم دلائل النبوۃ میں حضرت ام الدرداء سے راوی میں نے کعب احبار سے پوچھا، تم توارت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نعت کیا پاتے ہو؟ کہا، حضور کا وصف تورات مقدس میں یُوں ہے:

محمد رسول اللہ اسمه المتوکل لیس بفظ ولا غلیظ ولا سخّاب فی الاسواق و اعطی المفاتیح لیبصّر اللہ به اعینا عورًا ویسمع به اذانا صمّا ویقیم به السنة معوجة حتی یشهدوا ان لا الٰه الا اللہ وحده لا شریك له یعین المظلوم ویمنعه من ان یستضعف[1]

محمد اللہ کے رسول ہیں ان کا نام متوکل ہے، نہ درشت خو ہیں نہ سخت گو، نہ بازاروں میں چلّانے والے، وہ کنجیاں دیئے گئے ہیں تاکہ اللہ تعالٰی اُن کے ذریعہ سے پھوٹی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور ٹیڑھی زبانیں سیدھی کردے یہاں تک کہ لوگ گواہی دیں کہ ایک اللہ کے سوا کوئی سچا معبود نہیں اس کا ساجھی نہیں وہ نبی کریم ہر مظلوم کی مدد فرمائیں گے اور اسے کمزور سمجھے جانے سے بچائیں گے۔

آیت ۳۵، از انجیل جلیل: حاکم بافادۂ تصحیح اور ابن سعد و بیہقی و ابونعیم روایت کرتے ہیں ام المومنین و محبوبۂ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ صلے اللہ تعالٰی علٰی بعلہا وابیہا وعلیہا وسلم فرماتی ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی صفت وثنا انجیل پاک میں مکتوب ہے:

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۱۱
دلائل النبوۃ للبیہقی باب صفۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۷۷

[ف] بساطی: خردہ فروش۔ ضرورت کی چھوٹی موٹی چیزیں بیچنے والا۔

لا فظ ولا غلیظ ولا سخاب فی الاسواق واعطی المفاتیح[1] الخ مثل ما سر سواءً بسواء۔

نہ سخت دل ہیں نہ درشت خو، نہ بازاروں میں شور کرتے، انھیں کنجیاں عطا ہوئی ہیں۔ باقی عبارت مثل توراۃ مبارک ہے۔

حدیث ۶۱: بخاری ومسلم حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالک المفاتیح صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

بینا انا نائم اُتیت بمفاتیح خزائن الارض فوضعت فی یدی[2]

میں سو رہا تھا کہ تمام خزائن زمین کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے دونوں ہاتھوں میں رکھ دی گئیں۔

حدیث ۶۲: امام احمد وابوبکر بن ابی شیبہ سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے راوی حضور مالک مختار صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اعطیت مالم یعط احد من الانبیاء قبلی نصرت بالرعب واعطیت مفاتیح الارض الحدیث۔[3]

مجھے وہ عطا ہوا جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہ ملا، رعب سے میری مدد فرمائی گئی (کہ مہینہ بھر کی راہ پر دشمن میرا نام پاک سُن کر کانپے) اور مجھے ساری زمین کی کنجیاں عطا ہوئیں، الحدیث۔

امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کی تصحیح کی۔

حدیث ۶۳: امام احمد اپنی مسند اور ابن حبان اپنی صحیح اور ضیاء مقدسی صحیح مختارہ، ابونعیم دلائل النبوۃ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ذکرہ فی التوراۃ والانجیل الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۱۱
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ کان اجود الناس بالخیر دارالفکر بیروت ۲/۶۱۴
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر صفۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فی التوراۃ والانجیل دارصادر بیروت ۱/۳۶۳

[2] صحیح البخاری کتاب الاعتصام باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعثت بجوامع الکلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۸۰
صحیح مسلم کتاب المساجد و موضع الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[3] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۹۸
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المناقب حدیث ۳۱۶۳۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۰۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۱۹۳

میں بسند صحیح حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور مالکِ تمام دنیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اتیت بمقالید الدنیا علی فرس ابلق جاءنی بہ جبریل علیہ قطیفۃ من سندس[1] — دنیا کی کنجیاں ابلق گھوڑے پر رکھ کر میری خدمت میں حاضر کی گئیں جبریل لے کر آئے اُس پر نازک ریشم کا زین پوش با نقش و نگار پڑا تھا۔

حدیث ۶۴: امام احمد مسند اور طبرانی معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور پُرنور ابوالقاسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اوتیت مفاتیح کل شیئ الا الخمس[2] — مجھے ہر چیز کی کنجیاں عطا ہوئیں سوا ان پانچ کے۔ یعنی غیوبِ خمسہ۔

علامہ حفنی حاشیہ جامع صغیر میں فرماتے ہیں:

ثم اعطیھا بعد ذلک[3] — پھر یہ پانچ بھی عطا ہوئیں ان کا علم بھی دے دیا گیا۔

اسی طرح علامہ سیوطی نے بھی خصائص کبری[4] میں نقل فرمایا۔ علامہ مدابغی شرح فتح المبین امام ابن حجر مکی میں فرماتے ہیں۔

حدیث ۶۵: بعینہ یہی مضمون احمد[5] و ابویعلی نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔

حدیث آخر ابونعیم حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی، حضور مالکِ غیور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی تھیں:

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۳۲۸
الخصائص الکبریٰ بحوالہ احمد وابن حبان وابی نعیم باب اختصاصہ بالنصر مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۸۵
المعجم الکبیر ۱۲/ ۳۶۱

[3] حواشی الحفنی علی الجامع الصغیر علی ہامش السراج المنیر الحدیث اوتیت مفاتیح الخ المطبعۃ الازہریۃ المصریۃ مصر ۲/ ۴۲

[4] الخصائص الکبریٰ باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بالنصر بالرعب مرکز اہل سنت گجرات الہند ۲/ ۱۹۵

[5] مسند احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۳۸۶

لما خرج من بطني فنظرت اليه فاذا انا به ساجدا ثم رأيت سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته فغيّب عن وجهي ثم تجلت فاذا انا به مدرج في ثوب صوف ابيض وتحته حريرة خضراء و قد قبض على ثلثة مفاتيح من اللؤلؤ الرطب واذا قائل يقول قبض محمد على مفاتيح النصرة و مفاتيح الربح و مفاتيح النبوة ثم اقبلت سحابة اخرٰى حتى غشيته فغيب عن عيني ثم تجلت فاذا انا به قد قبض على حريرة خضراء مطوية واذا قائل يقول بخ بخ قبض محمد على الدنيا كلها لم يبق خلق من اهلها الا دخل في قبضته۔ھذا مختصر۔

جب حضور میرے شکم سے پیدا ہوئے میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آکر حضور کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے، پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں کہ حضور ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشمیں بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ نصرت کی کنجیاں نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں، سب پر محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے آکر حضور کو ڈھانپا کہ میری نظر سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں کہ ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ ساری دنیا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مٹھی میں آئی زمین و آسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضہ میں نہ آئی۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

حدیث ۶۶: حافظ ابو زکریا یحیٰی بن عائذ اپنی مولد میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضرت آمنہ زہریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، رضوان خازن جنت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعد ولادت حضور سید الکونین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے پروں کے اندر لے کر گوش اقدس میں عرض کی،

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ ابی نعیم عن ابن عباس باب ما ظہر فی لیلۃ مولدہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/ ۴۸

معك مفاتيح النصرة قد البست الخوف والرعب لا يسمع احد بذكرك الا وجل فؤاده وخاف قلبه وان لم يرك يا خليفة الله[1]

حضور کے ساتھ نصرت کی کنجیاں ہیں رعب و دبدبہ کا جامہ حضور کو پہنایا گیا ہے جو حضور کا چرچا سُنے گا اس کا دل ڈر جائے گا اور جگر کانپ اٹھے گا اگرچہ حضور کو نہ دیکھا ہو اے اللہ کے نائب!

صلی اللہ تعالٰی علیك وعلٰی اٰلك وسلم۔

ایمان کی آنکھ میں نور ہو تو ایک اللہ کا نائب ہی کہنے میں سب کچھ آگیا، اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہئے کہ جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔ ایک دنیا کے کُتے کا نائب کہیں کا صوبہ اسکی طرف سے وہاں کے سیاہ وسپید کا مختار ہوتا ہے مگر اللہ کا نائب کسی پتھر کا نائب ہے وما قدروا اللّٰہ حق قدرہ[2] (اللہ کی قدر نہ جانی جیسی چاہئے تھی۔ ت) بے دولتوں نے اللہ ہی کی قدرت نہ جانی لا واللّٰہ اللہ کا نائب اللہ کی طرف سے اللہ کے ملک میں تصرفِ تام کا اختیار رکھتا ہے جب تو اللہ کا نائب کہلایا صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۶۷: امام دارمی اپنی سنن میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، حضور مالکِ جنت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اول الناس خروجا اذا بعثوا وانا قائدھم اذا وفدوا وانا خطیبھم اذا انصتوا وانا شفیعھم اذا حبسوا وانا مبشرھم اذا یئسوا الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی ولواء الحمد یومئذ بیدی[3]

میں سب سے پہلے قبر سے باہر آؤں گا جب لوگ اُٹھائے جائیں گے، اور میں اُن کا پیشوا ہوں جب وہ حاضرِ بارگاہ ہوں گے، اور میں اُن کا خطیب ہوں جب وہ دم بخود ہوں گے، اور میں اُن کا شفیع ہوں جب وہ محبوس ہوں گے، اور میں خوشخبری دینے والا ہوں جب وہ ناامید

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۴۹

[2] القرآن الکریم ۶/۹۱ و ۳۹/۶۷

[3] مشکوٰۃ المصابیح بحوالۃ الترمذی والدارمی باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
سنن الدارمی باب مااعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ص ۳۰
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق الارض عنہ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۲۱۶

الحدیث۔

ہوں گے، عزت اور کنجیاں اس دن میرے ہاتھ ہوں گی اور لواء الحمد اس دن میرے ہاتھ ہوگا۔

والحمد للہ رب العالمین، شکر اس کریم کا جس نے عزت دینا اس دن کے کاموں کا اختیار پیارے رؤف ورحیم کے ہاتھ میں رکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اسی لئے شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ مدارج شریف میں فرماتے ہیں:

دراں روز ظاہر گردد کہ وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نائب مالک یوم الدین ست روز روز اوست وحکم حکم او بحکم رب العالمین[1]

اس دن ظاہر ہو جائے گا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مالک یوم دین کے نائب ہیں۔ وہ دن آپ کا ہوگا اور اس میں رب العالمین کے حکم سے آپ کا حکم چلے گا۔ (ت)

حدیث ۴۸: ابن عبد ربہ کتاب بہجۃ المجالس میں راوی کہ حضور پرنور افضل صلوات اللہ تسلیماتہ علیہ فرماتے ہیں:

ینصب الی یوم القیمۃ منبر علی الصراط وذکر الحدیث (الی ان قال) ثم یأتی ملک فیقف علی اول مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا مالک خازن النار ان اللہ امرنی ان ادفع مفاتیح جہنم الی محمد وان محمدا امرنی ان ادفع الی ابی بکر ھا اشھدوا ھا اشھدوا ثم یقف ملک اٰخر علی ثانی مرقاۃ من منبری فینادی معاشر المسلمین من عرفنی

روزِ قیامت صراط کے پاس ایک منبر بچھایا جائیگا پھر ایک فرشتہ آکر اس کے پہلے زینہ پر کھڑا ہوگا اور ندا کرے گا اے گروہ مسلمانان! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا میں مالک داروغۂ دوزخ ہوں اللہ تعالےٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جہنم کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر صدیق (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کردوں، ہاں ہاں گواہ ہو جاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ پھر ایک اور فرشتہ دوسرے زینہ پر کھڑا ہوکر پکارے گا اے گروہِ مسلمین! جس نے مجھے جانا

---

[1] مدارج النبوۃ

فقد عرفنی ومن لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنان ان اللّٰہ امرنی ان ادفع مفاتیح الجنۃ الیٰ محمد وان محمدا امرنی ان ادفعہا الیٰ ابی بکر ھاہ اشہدوا ھاہ اشہدوا الحدیث۔ (اوردہ العلامۃ ابراھیم بن عبد اللّٰہ المدنی الشافعی فی الباب السابع من کتاب التحقیق فی فضل الصدیق من کتابہ الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء۔[1])

اس نے جانا اور جس نے نہ جانا تو میں رضوان داروغۂ جنّت ہوں مجھے اللہ تعالٰی نے حکم فرمایا ہے کہ جنّت کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دے دوں اور محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا حکم ہے کہ ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کے سپرد کر دوں۔ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں ہاں گواہ ہوجاؤ۔ (علامہ ابراہیم بن عبداللہ المدنی الشافعی نے اپنی تحقیقی کتاب الاکتفاء فی فضل الاربعۃ الخلفاء کے ساتویں باب میں فضائل صدیق میں بیان کیا ہے۔ ت)

حدیث ۶۹: حافظ ابوسعید عبدالملک بن عثمان کتاب شرف النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور پُرنور سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا کان یوم القیٰمۃ جمع اللّٰہ الاولین و الاٰخرین یؤتی بمنبرین من نور فینصب احدھما عن یمین العرش والاٰخر عن یسارہ ویعلوھما شخصان فینادی الذی عن یمین العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا رضوان خازن الجنۃ ان اللّٰہ امرنی ان اُسلّم مفاتیح الجنۃ الیٰ محمد وان محمدًا امرنی ان اسلّمہا الیٰ ابی بکر و عمر لیدخلا محبیہما الجنۃ الا فاشہدوا

روزِ قیامت اللہ تعالٰی سب اگلوں پچھلوں کو جمع فرمائے گا دو منبر نور کے لاکر عرش کے داہنے بائیں بچھائے جائیں گے ان پر دو شخص چڑھیں گے، داہنے والا پکارے گا: اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں رضوان داروغۂ بہشت ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ جنّت کی کنجیاں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دوں کہ وہ اپنے دوستوں کو جنّت میں داخل کریں۔ سنتے ہو گواہ ہوجاؤ۔

---

[1] ل

ثم ینادی الذی عن یسار العرش معاشر الخلائق من عرفنی فقد عرفنی و من لم یعرفنی فانا مالک خازن النار ان الله امرنی ان اسلم مفاتیح النار الی محمد و محمد امرنی ان اسلمها الی ابی بکر و عمر لیدخلا مبغضیهما النار الا فاشهدوا۔ اوردہ ایضا فی الباب السابع من کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر و عمر من کتاب الاکتفاء۔

پھر بائیں والا پکارے گا: اے جماعاتِ مخلوق! جس نے مجھے پہچانا اس نے پہچانا اور جس نے نہ پہچانا تو میں مالک داروغہ دوزخ ہوں مجھے اللہ عزوجل نے حکم دیا کہ دوزخ کی کنجیاں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد کروں اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہما) کو دُوں کہ وہ اپنے دشمنوں کو جہنم میں داخل کریں، سُنتے ہو گواہ ہو جاؤ۔ (اسے کو بھی کتاب الاکتفاء میں کتاب الاحادیث الغرر فی فضل الشیخین ابی بکر و عمر میں باب ہفتم میں بیان کیا۔ ت)

یہی معنٰی ہیں اُس حدیث کے کہ ابوبکر شافعی نے غیلانیات میں روایت کی:

ینادی یوم القیمۃ این اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، فیؤتی بالخلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم فیقول اللہ لھم ادخلوا من شئتم الجنۃ ودعوا من شئتم اوماھو بمعناہ ذکرہ العلامۃ الشہاب الخفاجی فی نسیم الریاض شرح شفاء الامام القاضی عیاض فی فصل ما اطلع علیہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من الغیوب، وقال اوماھو بمعناہ۔

روزِ قیامت ندا کی جائے گی کہاں ہیں اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ پس خلفاء رضی اللہ تعالٰی عنہم لائے جائیں گے اللہ عزوجل ان سے فرمائے گا تم جسے چاہو جنت میں داخل کرو اور جسے چاہو چھوڑ دو۔ (علامہ شہاب خفاجی نے نسیم الریاض شرح شفاء الامام قاضی عیاض میں فصل "نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کن کن غیوب پر مطلع کیا گیا" میں اس کا ذکر کیا، اور فرمایا یا جو اس کے ہم معنٰی ہے۔ (ت)

---

[1] مناحل الشفاء ومناھل الصفاء بتحقیق شرف المصطفٰی حدیث ۲۳۸۰ دارالبشائر الاسلامیہ بیروت ۱۹/۴
[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض بحوالہ الغیلانیات فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/۱۶۳

حدیث ۷۰: ولہذا سیدنا مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے فرمایا:

انا قسیم النار میں قسیم دوزخ ہوں۔

یعنی وہ اپنے دوستوں کو جنت اور اعداء کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رواہ شاذان الفضیلی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی جزء رد الشمس جعلنا اللہ من والاہ کما یحبہ و یرضاہ بجاہ جمال محبتاہ امین۔[1]

اس کو شاذان نے جزء رد الشمس میں روایت کیا ہے۔ اللہ تعالٰی ہمیں اس کے محبوں میں رکھے جیسا کہ وہ خود اس سے محبت فرماتا ہے اور اس پر راضی ہے اس کے محبوں کے جمال کے صدقے۔ آمین! (ت)

بلکہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے اسے احادیث حضور والا صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ میں داخل کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کو قسیم النار فرمایا۔ شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

قد خرج اھل الصحیح والائمۃ ما اعلم بہ اصحابہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مما وعدھم بہ من الظھور علی اعدائہ (الی قولہ) وقتل علی وان اشقاھا الذی یخضب ھذہ من ھذہ ای لحیتہ من راسہ وانہ قسیم النار یدخل اولیاءہ الجنۃ واعداءہ النار۔[2]

بیشک اصحاب صحاح وائمہ حدیث نے وہ حدیثیں روایت کیں جن میں حضور مصطفی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو غیب کی خبریں دیں مثلاً یہ وعدہ کہ وہ دشمنوں پر غالب آئیں گے اور مولٰی علی (کرم اللہ وجہہ الکریم) کی شہادت اور یہ کہ بدبخت ترین اُمت ان کے سر مبارک کے خون سے ریش مطہر کو رنگے گا، اور یہ کہ مولا علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) قسیم دوزخ ہیں اپنے دوستوں کو بہشت میں اور اپنے دشمنوں کو دوزخ میں داخل فرمائیں گے۔

رضی اللہ تعالٰی عنہ وعنابہ امین! (اللہ تعالٰی اس سے راضی ہو اور اس کے صدقے ہم سے راضی ہو۔ آمین۔ ت)

---

[1] کنز العمال بحوالہ الشاذان الفضیلی فی رد الشمس حدیث ۳۶۴۷۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۵۲

[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ما اطلع علیہ من الغیوب المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۳ و ۲۸۴

نسیم میں عبارتِ نہایہ :

انّ علیّاً رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار۔

حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا : میں قسیم دوزخ ہوں ۔ (ت)

ذکر کرکے فرمایا :

ابن الاثیر ثقۃ و ما ذکرہ علی لا یقال من قبل الرأی فھو فی حکم المرفوع اذ لا مجال فیہ للاجتہاد [1] اھ اقول کلام النسیم انہ لم یرہ مرویّاً عن علی فاحال علی وثاقۃ ابن الاثیر وقد ذکرنا تخریجہ وللّٰہ الحمد۔

ابن اثیر ثقہ ہے ۔ اور جو کچھ حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ذکر فرمایا وہ اپنی رائے سے نہیں کہا جا سکتا ، لہذا وہ مرفوع کے حکم میں ہوگا کیونکہ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں اھ ۔ میں کہتا ہوں نسیم کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسکو حضرت علی سے مروی نہیں جانتے چنانچہ انہوں نے اسے ابن اثیر کے ثقہ ہونے کی طرف پھیر دیا اور ہم نے اس کی تخریج کر دی ہے وللہ الحمد ۔ (ت)

مدارج شریف میں ہے :

آمدہ است کہ ایستادہ میکند او را پروردگار وے بیمین عرش و در روایتے بر عرش و در روایتے بر کرسی و مے سپارد بوے کلید جنت [2]

مروی ہے کہ اللہ تعالٰی آپ کو عرش کی دائیں جانب کھڑا کرے گا ۔ ایک روایت میں ہے کہ عرش کے اوپر ، اور ایک روایت میں ہے کہ کرسی پر کھڑا کریگا اور جنت کی چابی آپ کے سپرد فرمائے گا ۔ (ت)

مُلّا جی ! ذرا انصاف کی کنجی سے دیدۂ عقل کے کواڑ کھول کر یہ کنجیاں دیکھئے جو مالک الملک شہنشاہِ قدیر جل جلالہٗ نے اپنے نائبِ اکبر خلیفۂ اعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عطا فرمائی ہیں خزانوں کی کنجیاں ، زمین کی کنجیاں ، دنیا کی کنجیاں ، جنت کی کنجیاں ، نار کی کنجیاں ۔ اور اب اپنا وہ بلا سے جان اقرار یاد کیجئے " جس کے ہاتھ کنجی ہوتی ہے قفل اسی کے اختیار میں ہوتا ہے جب چاہے کھولے جب چاہے نہ کھولے [3] " دیکھو حجتِ الٰہی یوں قائم ہوتی ہے ۔ والحمد للہ رب العالمین ۔

---

[1] نسیم الریاض فصل و من ذالک ما اطلع علیہ من الغیوب مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

[2] مدارج النبوۃ باب ہشتم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۷۳

[3] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴

فصل دوم احادیث منیفہ میں

تین وصل پر مشتمل ،

وصل اوّل اعظم واجل محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جانفزا اسنادیں جن سے ایمان کی جان میں جان آئے ایمان کی آنکھ نور وایقان پائے، وباللہ التوفیق ۔

حدیث ۱ › : بخاری شریف میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جب ابن جمیل نے زکوٰۃ دینے میں کمی کی سید عالم مغنی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا :

مایَنقِم ابنُ جمیلٍ الّا انّہ کان فقیرًا فاغناہ اللہ ورسولہ[1]

ابن جمیل کو کیا بُرا لگا یہی نا کہ وہ محتاج تھا اللہ ورسول نے اُسے غنی کردیا ، جل جلالہٗ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ۔

حدیث ۲ › : فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ،

اللہ ورسولہٗ مولٰی مَن لامولٰی لہ ۔ الترمذی[2] وحسنہ وابن ماجۃ عن امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ۔

جس کا کوئی نگہبان نہ ہو اللہ ورسول اس کے نگہبان ہیں (اسے ترمذی نے روایت کیا اور اسے حسن کہا ، اور ابن ماجہ نے امیرالمؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں اس کی شرح میں فرماتے ہیں :

ای حافظُ من لاحافظ لہ[3] ۔

یعنی ارشادِ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس کا کوئی حافظ نہیں اللہ ورسول اُس کے حافظ ہیں ۔

حدیث ۳ › : کہ جب سیدنا حضرت جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کی شہادت ہوئی حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُن کے یہاں تشریف لے گئے اور ان کے یتیم بچوں کو خدمتِ اقدس میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ باب قول اللہ تعالٰی وفی الرقاب والغارمین قدیمی کتب خانہ پشاور ۱/ ۱۹۸

[2] سنن الترمذی باب ماجاء فی میراث الخال حدیث ۲۱۱۰ دارالفکر بیروت ۴/ ۳۳

سنن ابن ماجۃ ابواب الزکوٰۃ باب ذوی الارحام ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۰۱

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث اللہ ورسولہ مولٰی من لامولٰی لہ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/ ۲۰۶

یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے حضرت عبداللہ بن جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بیان کرکے فرماتے ہیں:

فجاءت امنا فذکرت یتیمنا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم العیلۃ تخافین علیھم وانا ولیھم فی الدنیا والاٰخرۃ۔ احمد والطبرانی[1] وابن عساکر[2] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میری ماں نے حاضر ہوکر حضور پناہِ بیکساں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ہماری یتیمی کی شکایت عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کیا ان پر محتاجی کا اندیشہ کرتی ہے حالانکہ میں ان کا ولی وکارساز ہوں دنیا وآخرت میں۔ (امام احمد اور طبرانی اور ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

غم نخورد آنکہ حفیظش توئی والی ومولٰی وولیش توئی

(وہ غم نہیں کھاتا جس کا محافظ، والی، آقا اور ولی تو ہے۔ ت)

حدیث ۴۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

حبّ ابی بکرٍ وعُمَرَ من الایمان وبغضھما کفر وحبّ الانصار من الایمان وبغضھم کفر وحبّ العرب من الایمان وبغضھم کفر، ومن سبّ اصحابی فعلیہ لعنۃ اللہ، ومن حفظنی فیھم فانا احفظہ یوم القیٰمۃ۔ ابن عساکر[3] عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

محبت ابوبکر وعمر کی ایمان سے ہے اور ان کا بُغض کفر، اور محبت انصار کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور محبت عرب کی ایمان سے ہے اور اُن کا بُغض کفر، اور میرے اصحاب کو جو بُرا کہے اس پر اللہ کی لعنت، اور جو ان کے معاملہ میں میرا لحاظ رکھے میں روزِ قیامت اُس کا حافظ ونگہبان ہوں گا (ابن عساکر نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وللہ الحمد۔

حدیث ۴۵ و ۴۶: دنیا کی ظاہری زینت وحلاوت اور مال حلال کماکر اچھی جگہ خرچ کرنے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن جعفر المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۴ و ۲۰۵

تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۳۰۲ عبداللہ بن جعفر داراحیاء التراث العربی بیروت ۲۹/ ۱۷۳ و ۱۷۴

[2] تاریخ دمشق الکبیر ؍؍ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۴۷/ ۱۸۱

کی خوبی اور حرام کما کر بُری جگہ اٹھانے کی برائی بیان فرما کر ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ورُبَّ متخوّضٍ فیما شاءت نفسہٗ من مال اللہ ورسولہ لیس لہٗ یوم القیٰمۃ الا النار۔ احمد[1] والترمذی وقال حسنٌ صحیح عن خولۃ بنت قیس والبیھقی فی الشعب عن ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اور بہت اللہ اور رسول کے مال سے اپنے نفس کی خواہشوں میں ڈوبنے والے ہیں جن کے لئے قیامت میں نہیں مگر آگ۔ (احمد اور ترمذی نے خولہ بنت قیس سے روایت کیا اور اس کو حسن صحیح کہا اور بیہقی نے شعب میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷۷: جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، مانفعنی مالٌ قطُّ ما نفعنی مال ابی بکر مجھے کسی مال نے وہ نفع نہ دیا جو ابوبکر کے مال نے دیا۔ صدیق اکبر روئے اور عرض کی: ھل انا ومالی الا لک یا رسول اللہ میری جان و مال کا مالک حضور کے سوا کون ہے یارسول اللہ۔

احمد[2] فی مسندہٖ بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

احمد نے اپنی مسند میں بسندِ صحیح ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۷۸: آیہ کریمہ،

قل لا اسئلکم علیہ اجرًا الا المودۃ فی القربٰی[3]

تم فرماؤ میں اس پر تم سے کچھ اجرت نہیں مانگتا مگر قرابت کی محبت۔ (ت)

کے اسبابِ نزول میں مروی انصار کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور عاجزی کرتے ہوئے گھٹنوں کے بل کھڑے ہوئے اور عرض کی:

اموالنا وما فی ایدینا للہ و

ہمارے مال اور ہمارے ہاتھوں میں جو کچھ

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن خولہ بنت قیس رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۷۸
سنن الترمذی کتاب الزہد باب ماجاء فی اخذ المال حدیث ۲۳۸۱ دارالفکر بیروت ۴/ ۱۶۶
شعب الایمان حدیث ۵۵۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۳۹۶ و ۳۹۷
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۵۳
[3] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۳

رسولہ۔ ابنا جریر وابی حاتم ومردویۃ عن مقسم عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

ہے سب اللہ و رسول کا ہے۔ (جریر کے بیٹوں اور ابی حاتم اور مردویہ نے مقسم سے انھوں نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹۷: کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے روز حنین زنان وصبیان بنی ہوازن کو اسیر فرمایا اور اموال و غلام و کنیز مجاہدین پر تقسیم فرمادئے اب سردارانِ قبیلہ اپنے اہل وعیال و اموال حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلم) سے مانگنے کو حاضر ہوئے زُہیر بن صرد جشمی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی:

(۱) امنن علینا رسول اللّٰہِ فی کرمٍ ۔۔۔ فانک المرءُ نرجوہُ و ننتظرُ

(۲) امنن علیٰ بیضۃٍ قد عاقھا قدرٌ ۔۔۔ فشتت شملھا فی دھرھا غِیَرُ

(۳) ابقت لنا الدھرُ ھتافاً علیٰ حَزَنٍ ۔۔۔ علیٰ قلوبھم الغماءُ والغمرُ

(۴) ان لم تدارکھم نعماءُ تنشرھا ۔۔۔ یا ارجح الناس حلماً حین یختبرُ

(۱) یارسول اللہ! ہم پر احسان فرمائیے اپنے کرم سے حضور ہی وہ مردِ کامل و جامع فواضل ومحاسن وشمائل ہیں جن سے ہم امید کریں اور جسے وقت مصیبت کے لئے ذخیرہ بنائیں۔

(۲) احسان فرمائیے اس خاندان پر کہ تقدیر جس کے آڑے آئی اس کی جماعت تتر بتر ہوگئی اس کے وقت کی حالتیں بدل گئیں۔

(۳) یہ بدحالیاں ہمیشہ کے لئے ہم میں غم کے وہ مرثیہ خواں باقی رکھیں گی جن کے دلوں پر رنج وغیظ مستولی ہوگا۔

(۴) اور حضور کی نعمتیں جنھیں حضور نے عام فرمادیا ہے اُن کی مدد کو نہ پہنچیں تو ان کا کہیں ٹھکانہ نہیں اے تمام جہان سے زیادہ عقل والے! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ واصحابہٖ وسلم)

---

[1] جامع البیان (تفسیر طبری) تحت الآیۃ ۸/۴۲ دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۰/۲۳
تفسیر ابن ابی حاتم " " مکتبہ نزار مصطفی الباز مکۃ المکرمۃ ۵/۱۷۰۲
الدر المنثور بحوالہ ابن جریر و ابن ابی حاتم و ابن مردویہ " " دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/۶۹

قال فلما سمع النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم ھذا الشعر قال ما کان لی ولبنی عبد المطلب فھو لکم و قالت قریش ما کان لنا فھو للّٰہ و رسولہ وقالت الانصار ما کان لنا فھو للّٰہ ورسولہ۔ الطبرانی فی ثلاثیات معجمہ الصغیر حدثنا عبید اللّٰہ ابن رماحس القیسی برمادۃ الرملۃ سنۃ اربع وسبعین ومائتین ثنا ابو عمرو زیاد بن طارق وکان قد اتت علیہ عشرون ومائۃ سنۃ قال سمعت ابا جرول زھیر بن صرد الجشمی یقول فذکرہ۔

یہ اشعار سُن کر سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا جو کچھ میرے اور بنی عبد المطلب کے حصے میں آیا وہ میں نے تمھیں بخش دیا۔ قریش نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اسکے رسول کا ہے۔ انصار نے عرض کی جو کچھ ہمارا ہے وہ سب اللہ کا ہے اور اس کے رسول کا ہے جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ طبرانی نے معجم صغیر کی ثلاثیات میں کہا کہ ہمیں ۲۷۴ھ میں رمادہ رملہ پر عبید اللہ بن رماحس قیسی نے حدیث بیان کی، وہ کہتے ہیں کہ ہمیں حدیث بیان کی ابو عمرو زیاد بن طارق نے جن کی عمر ۱۲۰ سال ہوئی انھوں نے کہا میں نے ابو جرول زہیر بن صرد جشمی کو کہتے ہوئے سنا، پھر انھوں نے اس کو ذکر کیا۔ (ت)

حدیث ۸۰: کہ اسود بن مسعود ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور پر نور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی، ؎

انت الرسول الذی ترجی فواضلہٗ عند القحوط اذا ما اخطاء المطر

حضور وہ رسول ہیں کہ حضور کے فضل کی امید کی جاتی ہے قحط کے وقت جب مینہ خطا کرے۔

عمر بن شیبۃ من طریق عامر الشعبی ذکرہ الحافظ فی الاصابۃ و قال ذکرہ ابن فتحون فی الذیل۔[2]

(عمر بن شیبہ نے بطریق عامر الشعبی سے روایت کیا، حافظ نے الاصابہ میں اس کا ذکر کیا اور فرمایا اس کا ذکر ابن فتحون نے ذیل میں کیا۔ ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن زہیر بن صرد الجشمی حدیث ۵۳۰۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/ ۲۷۰ - ۲۶۹
المعجم الصغیر من اسمہ عبید اللہ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۳۷ - ۲۳۶
المعجم الاوسط حدیث ۴۶۶۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/ ۱۹ - ۳۱۸

[2] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۱۶۸ اسود بن مسعود ثقفی دار الفکر بیروت ۱/ ۶۵

حدیث ۱۸: ایک اعرابی نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر عرض کی:

(۱) اتیناك والعذراء یدمی لبانها — وقد شغلت امّ الصبی عن الطفل

(۲) والقت بکفیها الفتی لاستکانۃ — من الجوع ضعفًا لا یُمِرُّ ولا یُحلی

(۳) ولیس لنا الّا الیك فرارنا — واین فرار الخلق الّا الی الرسل

(۱) ہم دردولت پر شدتِ قحط کی ایسی حالت میں حاضر ہوئے کہ جو کنواری لڑکیاں ہیں (جنھیں ان کے والدین بہت عزیز رکھتے ہیں ناداری کے باعث خادم رکھنے کی طاقت نہیں رکھتے کام کاج کرتے کرتے ان کے سینے شق ہو گئے) ان کی چھاتیوں سے خون بہہ رہا ہے مائیں بچوں کو بھول گئی ہیں۔

(۲) جوان قوی کو اگر کوئی لڑکی دونوں ہاتھوں سے دھکا دے تو ضعفِ گرسنگی سے عاجزانہ زمین پر ایسا گر پڑتا ہے کہ منہ سے کڑوی میٹھی بات نہیں نکلتی۔

(۳) اور ہمارا حضور کے سوا کون ہے جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، اور خود مخلوق کو جائے پناہ ہے ہی کہاں مگر رسولوں کی بارگاہ میں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہم وبارك وسلم۔

یہ فریاد سُن کر حضور رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بنہایت عجلت منبرِ اطہر پر جلوہ فرما ہوئے اور دونوں دستِ مبارک بلند فرما کر اپنے رب عزوجل سے پانی مانگا، ابھی وہ پاک مبارک ہاتھ جھک کر گلوئے پُرنور تک نہ آئے تھے کہ آسمان اپنی بجلیوں کے ساتھ اُمڈ آیا اور بیرونِ شہر کے لوگ فریاد کرتے آئے کہ یا رسول اللہ! ہم ڈوبے جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: حَوَالَیْنَا لَا عَلَیْنَا ہمارے گرد برس ہم پر نہ برس۔ فوراً ابر مدینے پر سے کھل گیا، آس پاس گھرا تھا اور مدینہ طیبہ سے کھلا ہوا۔ یہ ملاحظہ فرما کر حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خندۂ دنداں نما کیا اور فرمایا: اللہ کے لئے ہے خوبی ابوطالب کی، اس وقت وہ زندہ ہوتا تو اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتیں، کون ہے جو ہمیں اس کے اشعار سنائے۔

مولٰی علی کرّم اللہ تعالٰی وجہہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! شاید حضور یہ اشعار سننا چاہتے ہیں جو ابوطالب نے نعتِ اقدس میں عرض کئے تھے: ؎

(۱) وابیض یُستسقی الغمام بوجھه — ثمال الیتامٰی عصمۃ للارامل

(۲) تلوذ به الھلّاك من اٰل هاشم — فھم عندہ فی نعمۃ وّفواضل

(۱) وہ گورے رنگ والے کہ اُن کے مُنہ کے صدقے میں ابر کا پانی مانگا جاتا ہے۔ یتیموں کے جائے پناہ، بیواؤں کے نگہبان۔
(۲) بنی ہاشم (جیسے غیور لوگ) تباہی کے وقت اُن کی پناہ میں آتے ہیں اُن کے پاس اُن کی نعمت وفضل میں بسر کرتے ہیں۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اَجَلْ ذٰلِکَ اَرَدْتُ ہاں یہی نظم ہمیں مقصود تھی۔

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وسقانا بجاہہ عندہ الغیث النافع الاتم الاعم اٰمین!
اللہ تعالٰی آپ پر درود وسلام نازل فرمائے اور ہمیں آپ کے طفیل باران رحمت عطا فرمائے جو نافع کامل ترین اور سب کو شامل ہو۔ آمین (ت)

البیہقی[1] فی الدلائل بسند صالح کما افادہ حافظ الشان العسقلانی والدیلمی فی مسند الفردوس کلاھما عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔
بیہقی نے دلائل میں بسند صالح روایت کیا جیسا کہ حافظ الشان العسقلانی نے اور دیلمی نے مسند الفردوس میں اس کا افادہ فرمایا ان دونوں نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

یہ حدیث نفیس بحمد اللہ تعالٰی اوّل تا آخر شفائے مومنین وشقائے منافقین ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پسندیدہ فرمودہ اشعار میں یہ الفاظ خاص ہمارے مقصود رسالہ ہیں کہ حضور کے سوا ہمارا کوئی نہیں جس کے پاس مصیبت میں بھاگ کر جائیں، خلق کیلئے جائے پناہ نہیں سوا بارگاہِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثنائے' وہ گورے رنگ والا پیارا جس کے چاند سے منہ کے صدقے میں مینہ اُترتا ہے، وہ یتیموں کا حافظ، وہ بیواؤں کا نگہبان، وہ ملجا وماوا کہ بڑے بڑے تباہی کے وقت اسکی پناہ میں آکر اُس کی نعمت اس کے فضل سے چین کرتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وبارک وسلم۔

حدیث ۸۲: کہ جب جعرانہ کے اموالِ غنیمت حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قریش و

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی باب استسقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۴۱
فتح الباری شرح صحیح البخاری باب سوال الناس الامام الاستسقاء " " ۴۲۹/۲

دیگر اقوامِ عرب کو عطا فرمائے اور انصار کرام نے اُس میں سے کوئی شَے نہ پائی انھیں (اس خیال سے کہ شاید حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ہم پر اب وہ نظرِ توجہ وکرم نہ رہی شاید اب اپنی قوم قریش کی طرف زیادہ التفات فرمائیں بمقتضائے سنّتِ عشاق کہ دوسروں پر لطفِ محبوب زائد دیکھ کر رنجیدہ وکبیدہ ہوتے ہیں) ملال گزرا یہاں تک کہ بعض کی زبان پر بعض کلمات شکایت آمیز آئے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سُنا، خاطرِ انور پہ ناگوار گزرا۔ انھیں جمع کرکے ارشاد فرمایا:

الم اجدکم ضلالا فھداکم اللہ، الم اجدکم عالۃ فاغناکم اللہ۔[1]

کیا میں نے تمھیں نہ پایا گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں راہ دکھائی، کیا میں نے تمھیں نہ پایا محتاج پس اللہ عزوجل نے تمھیں تونگری دی۔

اور صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں یُوں ہے:

یامعشر الانصار الم اجدکم ضلالا فھداکم اللہ بی، وکنتم متفرقین فالفکم اللہ بی، وکنتم عالۃ فاغناکم اللہ تعالٰی بی۔ رواہ عن عبداللہ[2] بن زید بن عاصم، ونحوہ لاحمد عن انس[3] ولہ ولعبد بن حمید والضیاء عن ابی سعید[4] رضی اللہ تعالٰی

اے گروہِ انصار! کیا میں نے نہ پایا تمھیں گمراہ پس اللہ عزوجل نے تمھیں میرے ذریعے سے ہدایت کی اور تمھارے آپس میں پھوٹ تھی اللہ تعالٰی نے میرے وسیلے سے تم میں موافقت کردی، اور تم محتاج تھے اللہ عزوجل نے میرے واسطے سے تمھیں تونگری بخشی (عبداللہ بن زید بن عاصم سے اسے روایت کیا گیا اور اسی طرح احمد نے حضرت انس سے نیز احمد، عبد بن حمید اور ضیاء نے ابوسعید خدری سے روایت کیا

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی غزوۃ حنین الخ حدیث ۳۶۹۸۶ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۱۹

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۶۲۰
صحیح مسلم کتاب الزکوٰۃ باب اعطاء المؤلفۃ الخ " " " ۱/ ۳۳۹
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۲

[3] " " " عن انس " " " ۳/ ۱۰۴ و ۲۵۳

[4] کنز العمال بحوالہ حم وعبد بن حمید عن ابی سعید الخدری حدیث ۳۳۷۰۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۱۷

عنهم۔ رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

انصار کرام ہر کلمے پر عرض کرتے جاتے تھے،

نعوذ باللّٰہ من غضب اللّٰہ ومن غضب رسولہ۔

ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں اللہ کے غضب اور رسول اللہ کے غضب سے۔ جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

الا تجیبون جواب کیوں نہیں دیتے؟

انصار نے عرض کی،

اللّٰہُ ورسولہ اَمَنُّ واَفضلُ۔ اللہ و رسول کا احسان زائد ہے اور اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

حضور نے فرمایا: تم چاہو تو جواب دے سکتے ہو۔

انصار کرام روئے اور بار بار عرض کرنے لگے،

اللّٰہُ ورسولہ اَمَنُّ واَفضلُ۔ اللہ و رسول کا احسان زائد ہے اللہ و رسول کا فضل بڑا ہے۔

ابوبکر بن ابی شیبۃ فی مصنفہ[1] عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

ابوبکر بن ابی شیبہ نے اپنی مصنف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۸۳: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

مُوتانُ الارضِ للّٰہِ ورسولہٖ۔ البیھقی فی الشعب عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنھما موصولاً۔[2]

جو زمین کسی کی ملک نہیں وہ اللہ اور اللہ کے رسول کی ہے (بیہقی نے شعب میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے موصولاً روایت کیا۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۸۶ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۴۱۹

[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دار صادر ۶/ ۱۴۳

حدیث ۸۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

عادِیُ الارض من اللّٰہ و رسولہ۔ هو فیہما عن طاؤس مرسلاً۔

قدیم زمینیں اللہ ورسول کی ملک ہیں (اسے بیہقی نے طاؤس سے مرسلاً مروی ہے۔ ت)

اقول بَن، جنگل، پہاڑوں اور شہروں کی ملک افتادہ زمینوں کی تخصیص اس لئے فرمائی کہ اُن پر ظاہری مِلک بھی کسی کی نہیں یہ ہر طرح خالص مِلکِ خدا و رسول ہیں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ورنہ محلوں، احاطوں، گھروں، مکانوں کی زمینیں بھی سب اللہ و رسول کی مِلک ہیں اگرچہ ظاہری نام مَن و تُو کا لگا ہوا ہے۔ زبور شریف سے ربّ العزّت کا نام سُن ہی چکے کہ احمد مالک ہوا ساری زمین اور تمام اُمتوں کی گردنوں کا[2]، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ تو یہ تخصیص مکانی ایسی ہے جیسے آیہ کریمہ والامر یومئذ للّٰہ[3] میں تخصیص زمانی کہ حکم اُس دن اللہ کے لئے ہے، حالانکہ ہمیشہ اللہ ہی کا ہے، مگر وہ دن روزِ ظہورِ حقیقت و انقطاعِ ادّعا ہے۔ لاجرم صحیح بخاری شریف کی حدیث نے ساری زمین بلاتخصیص اللہ و رسول کی مِلک بتائی وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں!

حدیث ۸۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اِعلَموا انّ الارض للّٰہ ولرسولہ۔ البخاری[4] فی الجہاد من الجامع الصحیح باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یقین جان لو کہ زمین کے مالک اللہ و رسول ہیں جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (امام بخاری نے الجامع الصحیح میں کتاب الجہاد باب یہود کا جزیرۃ العرب سے اخراج" میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۸۶: اعشٰی مازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ خدمتِ اقدس میں اپنے بعض اقارب کی ایک

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب احیاء الموات باب لایترک ذمی یحییہ الخ دار صادر بیروت ۶/ ۱۴۳

[2] تحفہ اثنا عشریہ باب ششم در بحث نبوت و ایمانِ انبیاء سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۶۹

[3] القرآن الکریم ۸۲/ ۱۹

[4] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب اخراج الیہود من جزیرۃ العرب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۹

صحیح مسلم باب اجلاء الیہود من الحجاز " " " ۲/ ۹۴

فریاد لے کر حاضر ہوئے اور اپنی منظوم عرضی مسامع قدسیہ پر عرض کی جس کی ابتداء اس مصرع سے تھی مصرع
يَا مَالِكَ النَّاسِ وَدَيَّانَ الْعَرَبِ
(اے تمام آدمیوں کے مالک اور اے عرب کے جزا و سزا دینے والے)

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کی فریاد سُن کر شکایت رفع فرمادی۔

الامام احمد حدثنا محمد بن ابی بکر المقدمی ثنا ابو معشر البراء ثنی صدقة بن طیسلة ثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعد ثنی الاعشی المازنی رضی اللہ تعالٰی عنہ قال اتیت النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فانشدته یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث[1] و رواہ الامام الاجل ابو جعفر الطحاوی فی معانی الآثار حدثنا ابن ابی داؤد ثنا المقدمی ثنا ابو معشر الی اٰخرہ نَحْوَہٗ سَنَدًا و متنًا[2] و رواہ ابن عبد اللہ ابن الامام فی زوائد مُسندہٖ من طریق عوف بن کهمس بن الحسن عن صَدَقَة بن طیسلة حدثنی معن بن ثعلبة المازنی والحی بعدہ قالوا ثنا الاعشی رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکرہ[3] قلت والیہ اعنی عبد اللہ عزاہ حافظ الشان فی الاصابة انہ رواہ فی الزوائد والعبد الضعیف عفا اللہ تعالٰی لہ قد رواہ فی المسند نفسہ ایضا کما سمعت وللہ الحمد ورواہ البغوی وابن السکن وابن ابی عاصم کلهم من طریق الجنید بن امین بن عروة بن نضلة بن طریف بن بُهصل الحرمازی عن ابیہ عن جدّہ نضلة ولفظ البغوی عنہ حدثنی ابی امین حدثنی ابی ذروة عن ابی نضلة عن رجل منهم یقال لہ الاعشی واسمہ عبد اللہ بن الاعور رضی اللہ تعالٰی عنہ فذکر القصة وفیہ فخرج حتّٰی اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فعاذ بہ وانشأ یقول یا مالك الناس ودیان العرب الحدیث۔[5]

---

[1] مسند احمد بن حنبل — المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۰۱
مجمع الزوائد کتاب النکاح باب النشوز دار الکتاب بیروت ۴/ ۳۳۱
[2] شرح معانی الآثار کتاب الکراہیۃ باب روایۃ الشعر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۴۱۰
[3] زوائد عبد اللہ بن احمد کتاب الادب باب ما جاء فی الشعر حدیث ۱۲۸ دار البشائر الاسلامیہ بیروت ص ۳۲۳
[4] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ ترجمہ ۲۳۵۴ عبد اللہ بن الاعور دار الفکر بیروت ۳/ ۱۵۲
[5] " " " بحوالہ البغوی ترجمہ ۸۷۰۰ نضلۃ بن طریف ۵/ ۳۳۷

یہ حدیث جلیل اتنے ائمہ کبار نے باسانید متعددہ روایت کی اور طریق اخیر میں یہ لفظ ہیں کہ:
اعشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پناہ لی اور عرض کی کہ
اے مالک آدمیاں، و اے جزا و سزا دہ عرب صلی اللہ تعالیٰ علیک و بارک وسلم۔

حدیث ۸۷: حارث بن عوف مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی:
اِبعث معی من یّدعو الٰی دینك فانا لہ جارٌ۔
میرے ساتھ کسی شخص کو حضور ارسال فرمائیں جو میری قوم کو حضور کے دین کی طرف دعوت کرے اور وہ میری پناہ میں ہوگا۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ساتھ کر دیا حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کنبے والوں نے عہد شکنی کر کے انھیں شہید کر دیا۔ حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس بارے میں اشعار کہے ازانجملہ یہ شعر ؎

یا حارث من یغدر بذمّۃ جارہ ، منکم فانّ محمدًا لا یغدر

اے حارث! جو کوئی تم میں اپنے پناہ دئے ہوئے کے عہد سے بے وفائی کرے
تو نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بے پناہ دیئے ہیں وہ ان کی پناہ ہوتی ہے۔

فجاء الحارث فاعتذر ووَدَی الانصاری وقال یا محمد انّی عائذ بك من لسان حسّان۔ الزبیر بن بکّار حدّثنی عمّی مصعب ان الحارث بن عوف اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم فذکرہ۔[1]

حارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حاضر ہو کر عذر کیا اور انصاری شہید کی دیت دی اور حضور سے عرض کی یارسول اللہ! میں حضور کی پناہ مانگتا ہوں حسان کی زبان سے۔ زبیر بن بکار نے کہا مجھے میرے چچا مصعب نے حدیث بیان کی کہ حارث بن عوف رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے اور پھر پوری حدیث بیان کی۔ (ت)

حدیث ۸۸: صحیح مسلم شریف میں حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہے:
انہٗ کان یضرب غلامہٗ فجعل یقول اعوذ باللہ فقال
یعنی وہ اپنے غلام کو مار رہے تھے، غلام نے کہنا شروع کیا، اللہ کی دہائی، اللہ کی دہائی۔

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ الزبیر ترجمہ ۱۴۵۷ الحارث بن عوف دار الفکر بیروت ۱/ ۴۳۰

فجعل یضربہٗ فقال اعوذ برسول اللّٰہ، فترکہ، فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم واللّٰہ اَقْدَرُ علیک منک علیہ قال فاعتقہٗ۔[1]

اُنھوں نے ہاتھ نہ روکا۔ غلام نے کہا، رسول اللّٰہ کی دُہائی۔ فوراً چھوڑ دیا۔ حضور سیّد عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کی قسم! بے شک اللّٰہ تجھ پر اس سے زیادہ قادر ہے جتنا تُو اس غلام پر۔ اُنھوں نے غلام کو آزاد کر دیا۔

الحمدُ للّٰہ! اس حدیث صحیح کے تیور دیکھئے، حیا ہو تو وہابیت کو ڈوب مرنے کی بھی جگہ نہیں۔ یہ حدیث تو خدا جانے بیمار دلوں پر کیا کیا قیامتیں توڑے گی۔ رسول اللّٰہ صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دینا ہی اُن کے دُہائی مچانے کو بہت تھی نہ کہ وہ بھی یوں کہ سیّدنا ابو مسعود بدری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ خود فرماتے ہیں وہ اللّٰہ عزّ وجل کی دُہائی دیتا رہا میں نے نہ چھوڑا جب نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی دی فوراً چھوڑ دیا۔

علماء فرماتے ہیں نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی دُہائی سُن کر حضور کی عظمت دل پر چھائی ہاتھ روک لیا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) اللّٰہ کی دہائی پر ہاتھ نہ رکنا، معمول ہو جانے سے ایسی مؤثر نہ ہوئی، انسان کا قاعدہ ہے کہ جس بات کا محاورہ کم ہوتا ہے اس کا اثر زیادہ پڑتا ہے ورنہ نبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی دہائی بعینہٖ اللّٰہ عزّ وجل کی دہائی ہے اور نبی صلے اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کی عظمت اللّٰہ عزّ وجل کی عظمت سے ناشی ہے۔ بحمد اللّٰہ حدیث کے یہ معنے ہیں اگرچہ وہابیہ کے طور پر تو اس کا درجہ شرک سے بھی کچھ آگے بڑھا ہوا ہے۔

حدیث ۸۹: یہی مضمون عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں امام حسن بصری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا:

قال بینا رجل یضرب غلامًا لہٗ وھو یقول اعوذ باللّٰہ اذ بَصُر برسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اعوذ برسول اللّٰہ فالقی

یعنی ایک صاحب اپنے غلام کو مار رہے تھے اور وہ کہہ رہا تھا کہ اللّٰہ کی دُہائی۔ اتنے میں غلام نے حضور سیّد عالم صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم کو تشریف لاتے دیکھا اب کہا رسول اللّٰہ کی دہائی۔ فوراً اس

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب صحبۃ الممالیک قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۵۲

ما کان فی یدہ وخلّی عن العبد فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اَمَا واللہ انہ احق ان یعاذ من استعاذ بہ منّی فقال الرجل یارسول اللہ فھو حُرٌّ لوجہ اللہ[1]

صاحب نے کوڑا ہاتھ سے ڈال دیا اور غلام کو چھوڑ دیا۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: سُنتا ہے خدا کی قسم بیشک اللہ عزوجل مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے کہ اس کی دُہائی دینے والے کو پناہ دی جائے۔ اُن صاحب نے عرض کی، یارسول اللہ! تو وہ اللہ کے لئے آزاد ہے۔

اقول الحمد للہ اس حدیث نے تو اور بھی پانی سرسے تیر کردیا، صاف تصریح فرمادی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غلام کی دونوں دُہائیاں بھی سُنیں اور پہلی دُہائی پر اُن کا نہ رُکنا اور دُوسری پر فوراً باز رہنا بھی ملاحظہ فرمایا مگر افسوس کہ وہابیت کی ذلّت و مردودیت کہ نہ تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اُس غلام سے فرماتے ہیں کہ تُو مشرک ہوگیا اللہ کے سوا میری دُہائی دیتا ہے اور وہ بھی کس طرح کہ اللہ عزوجل کی دُہائی چھوڑ کر نہ آقا سے ارشاد کرتے ہیں کہ یہ کیسا شرک اکبر، خدا کی دہائی کی وہ بے پرواہی اور میری دُہائی پر یہ نظر، ایک تو میری دُہائی مانتی اور وہ بھی یوں کہ خدا کی دُہائی نہ مان کر افسوس آقا و غلام کو مشرک بنانا درکنار خود جو اس پر نصیحت فرماتے ہیں وہ کس مزے کی بات ہے کہ اللہ مجھ سے زیادہ اس کا مستحق ہے، دُہائی تو اپنی بھی قائم رکھی اور اپنی دُہائی دیتے پر پناہ دینی بھی ثابت رکھی، صرف اتنا ارشاد ہُوا کہ خدا کی دُہائی زیادہ ماننے کے قابل تھی۔ الحمدُ للہ کہ اللہ کے سچّے رسول صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دین وہابیہ کے جھُوٹے قرآن تقویۃ الایمان کی کچھ قدر نہ فرمائی اُسے سخت ذلّت پہنچائی جس میں اس کا امام لکھتا ہے:

"اول معنے شرک و توحید کے سمجھنا چاہیے اکثر لوگ پیروں پیغمبروں کو مشکل کے وقت پکارتے ہیں اُن سے مرادیں مانگتے ہیں، کوئی اپنے بیٹے کا نام عبدالنبی رکھتا ہے کوئی علی بخش کوئی غلام محی الدین، کوئی مشکل کے وقت کسی کی دُہائی دیتا ہے، غرض کہ جو کچھ ہندو اپنے بُتوں سے کرتے ہیں وہ سب کچھ یہ جھُوٹے مسلمان اولیاء و انبیاء سے کر گزرتے ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں۔ سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ

---

[1] الدرالمنثور بحوالہ عبدالرزاق عن الحسن تحت الآیۃ ۴/ ۳۶ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۵۰۲
کنز العمال بحوالہ عب عن الحسن حدیث ۲۵۶۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۲۰۳

نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ مگر کہ شرک کرتے ہیں[1] اھ مختصراً

ان دافع البلا کے منکروں سے بھی اتنا پوچھ لیجئے کہ کسی کی پناہ یعنی اس کی دہائی دینی دفع بلا ہی کے لئے ہوتی ہے یا کچھ اور۔ ولکن الوھابیۃ قوم یعتدون (اور قوم وہابیہ حد سے بڑھنے والی ہے۔ ت)

حدیث ۹۰: ابن ماجہ حضرت تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال کنا جلوسا عند رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ اقبل بعیر تعدو احتی وقف علٰی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایھا البعیر اسکن فان تك صادقا فلك صدقك وان تك کاذبا فعلیك کذبك مع ان اللہ تعالٰی قد اٰمن عائذنا ولیس بخائب لائذنا فقلنا یا رسول اللہ ما یقول ھذا البعیر، فقال ھذا بعیر ھم اھلہ بنحرہ و اکل لحمہ فھرب منھم واستغاث بنبیکم فبینا نحن کذلك اذ اقبل صاحبہ او قال اصحابہ یتعادون فلما نظر الیھم البعیر عاد الٰی ھامۃ رسول اللہ صلی اللہ

یعنی ہم خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے ناگاہ ایک اونٹ دوڑتا آیا یہاں تک کہ حضور کے سر مبارک کے قریب آکر کھڑا ہوا، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے اونٹ! ٹھہر اگر تو سچا ہے تو تیرے سچ کا پھل تیرے لئے ہے اور جھوٹا ہے تو تیرے جھوٹ کا وبال تجھ پر ہے، اس کے ساتھ یہ بات بیشک کہ جو ہماری پناہ میں آئے اللہ تعالٰی نے اس کے لئے امان رکھی ہے اور جو ہمارے حضور التجا لائے وہ نامرادی سے بری ہے۔ صحابہ نے عرض کی: یا رسول اللہ! یہ اونٹ کیا عرض کرتا ہے؟ فرمایا: اس کے مالکوں نے اسے حلال کرکے کھا لینا چاہا تھا یہ ان کے پاس سے بھاگ آیا اور تمہارے نبی کے حضور فریاد لایا۔ ہم یوں ہی بیٹھے تھے کہ اتنے میں اس کا مالک یا کہا اس کے مالک دوڑتے آئے، اونٹ نے جب انھیں دیکھا پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید وشرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۷

تعالیٰ علیہ وسلم فلاذبھا فقالوا
یا رسول اللہ ھذا بعیرنا ھرب
منذ ثلاثۃ ایام فلم نلقہ الا بین
یدیک ، فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم اما انہ یشکو الحث فبئست
الشکایۃ ۔ فقالوا یا رسول اللہ ما
یقول ؟ قال یقول انہ ربی فی
امنکم احوالا وکنتم تحملون علیہ
فی الصیف الی مواضع الکلاء فاذا کان
الشتاء رحلتم الی موضع الدفاء فلما
کبر استفحلتم فرزقکم اللہ ابلا سائمۃ
فلما ادرکتہ ھذہ السنۃ الخصبۃ ھممتم
بذبحہ واکل لحمہ ۔ فقالوا
واللہ کان ذلک یا رسول اللہ ۔
فقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم
ما ھذا جزاء المملوک الصالح
من موالیہ ۔ قالوا یا رسول اللہ فانا
لا نبیعہ ولا ننحرہ ۔ فقال صلی
اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کذبتم قد استغاث بکم
فلم تغیثوہ وانا اولی بالرحمۃ
منکم فان اللہ نزع الرحمۃ من
قلوب المنافقین واسکنھا
فی قلوب المؤمنین ۔ فاشتراہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منھم بمائۃ
درھم وقال یا ایھا البعیر !

سرِ انور کے پاس آگیا اور حضور کی پناہ پکڑی ، اس کے
مالکوں نے عرض کی یا رسول اللہ ! ہمارا اونٹ تین
دن سے بھاگا ہوا ہے آج حضور کے پاس ملا ہے ۔
حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا ،
سنتے ہو اس نے میرے حضور نالش کی ہے اور
بہت ہی بُری نالش ہے ۔ وہ بولے ، یا رسول اللہ !
یہ کیا کہتا ہے ؟ فرمایا ، یہ کہتا ہے کہ وہ برسوں تمہاری
امان میں پلا ، گرمی میں اس پر اسباب لاد کر سبزہ
ملنے کی جگہ تک جاتے اور جاڑے میں گرم مقام
تک کوچ کرتے ، جب وہ بڑا ہوا تو تم نے اسے
سانڈ بنا لیا اللہ تعالیٰ نے اس کے نطفے سے تمہارے
بہت اونٹ کر دیے جو چرتے پھرتے ہیں ، اب
جو اسے یہ شاداب برس آیا تم نے اسے ذبح کر کے
کھا لینا چاہا ۔ وہ بولے ، یا رسول اللہ ! خدا کی
قسم ! یونہی ہوا ۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ
وسلم نے فرمایا نیک مملوک کا بدلہ اس کے مالکوں کی طرف
سے یہ نہیں ہے ۔ وہ بولے ، یا رسول اللہ ! تو
ہم اسے نہ بیچیں گے نہ ذبح کریں گے ۔ فرمایا ، غلط
کہتے ہو اس نے تم سے فریاد کی تو تم اس کی فریاد کو
نہ پہنچے اور میں تم سے زیادہ اس کا مستحق و لائق ہوں
کہ فریادی پر رحم فرماؤں اللہ عزوجل نے منافقوں
کے دلوں سے رحمت نکال لی اور ایمان والوں
کے دلوں میں رکھی ہے ۔ پس حضور اقدس صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے وہ اونٹ ان سے سو روپے کو
خرید لیا اور اس سے ارشاد فرمایا ، اے اونٹ !

انطلق فانت حرٌّ لوجه الله تعالیٰ۔ فرغیٰ علیٰ ھامة رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم فقال صلی الله تعالیٰ علیه وسلم اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغیٰ فقال اٰمین۔ ثم رغی الرابعة فبکی النبی صلی الله تعالیٰ علیه وسلم۔ فقلنا یا رسول الله ما یقول ھٰذا البعیر؟ قال قال جزاك الله ایھا النبی عن الاسلام والقراٰن خیرًا۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال سکّن الله رعب امتك یوم القیٰمة کما سکنت رعبی۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال حقن الله دماء امتك من اعدائھا کما حقنت دمی۔ فقلت اٰمین۔ ثم قال لاجعل الله باسٓ امتك بینھا فبکیت فانّ ھٰذہ الخصال سألت ربی فاعطانیھا ومنعنی ھٰذہ و اخبرنی جبریل علیه السلام عن الله عزّ و جلّ انّ فناء امتی بالسیف جری القلم بما ھو کائن۔ کذا اوردہ عاشیا

چلا جا کہ تُو اللہ عزوجل کے لئے آزاد ہے۔ یہ سُن کر اس نے سرِ اقدس پر اپنی بولی میں کچھ آواز کی۔ حضور صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے آمین کہی۔ اس نے دوبارہ آواز کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے سہ بارہ عرض کی حضور نے پھر آمین کہی۔ اس نے چوتھی بار کچھ آواز کی اس پر حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے گریہ فرمایا۔ صحابہ نے عرض کی: یارسول اللہ! یہ کیا کہتا ہے؟ فرمایا: اس نے کہا اے نبی اللہ! اللہ عزوجل حضور کو اسلام و قرآن کی طرف سے بہتر جزا عطا فرمائے میں نے کہا آمین، پھر اس نے کہا اللہ تعالےٰ قیامت کے دن حضور کی اُمت سے خوف دُور کرے جس طرح حضور نے میرا خوف دُور کیا میں نے کہا آمین، پھر اس نے کہا اللہ جل وعلا حضور کی اُمت کے خون ان کے دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے (کہ کفار کبھی انھیں استیصال نہ کرسکیں) جیسا حضور نے میرا خون بچایا، میں نے کہا آمین۔ پھر اس نے کہا اللہ سبحانہٗ اُمتِ والا کی سختی انکے آپس میں نہ رکھے (باہمی خونریزی سے دُور رہیں)، اس پر میں نے گریہ فرمایا کہ یہ سب مرادیں میں اپنے رب عزوجل سے مانگ چکا اور اس نے مجھے عطا فرمادیں مگر یہ پچھلی منع فرمائی اور مجھے جبرئیل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اللہ عزوجل کی طرف سے خبر کردی کہ میری اُمت کی فنا تلوار سے ہے۔ قلم چل چکا شُدنی پر۔

له الامام الحافظ ذکی الدین عبد العظیم المنذری رحمة الله تعالٰی علیه فی کتاب الترغیب والترهیب۔[1]

یوں ہی کتاب الترغیب والترہیب میں امام حافظ ذکی الدین عبدالعظیم منذری رحمۃ اللہ علیہ سے وارد ہے۔ (ت)

فقیر نے اس رسالہ میں بنظرِ اختصار اکثر احادیث کا خلاصہ لکھا یا صرف محلِ استدلال پر اقتصار کیا۔ یہ حدیث نفیس کہ ایک اعلٰی اعلامِ نبوت و معجزاتِ جلیلہ حضرت رسالت علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے تھی بتمامہٖ ذکر کرنی مناسب سمجھی، یہاں موضع استناد وہ پیاری پیاری اسناد ہے کہ جو ہماری پناہ لے اللہ عزوجل اُسے امان دیتا ہے اور جو ہم سے التجا کرے نامراد نہیں رہتا۔ الحمد للہ رب العٰلمین اور خدا جانے دافع البلاء کس شے کا نام ہے۔

حدیث ۹۱: عبداللہ بن سلام بن عمیر اسلمی صحابی ابن صحابی رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں،

تزوجت ابنة سراقة ابن حارثة النجاری وقتل ببدر فلم اصب شیئا من الدنیا کان احب الیّ من نکاحها واصدقتها مائتی درهم فلم اجد شیئا اسوقه الیها فقلت علی الله ورسوله المعوّل فجئت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم فاخبرته الحدیث۔

میں نے سراقہ بن حارثہ نجاری شہید غزوۂ بدر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی صاحبزادی سے نکاح کیا دُنیا کی کوئی چیز میں نے ایسی نہ پائی جو اُن کے ساتھ شادی ہونے سے مجھے زیادہ پیاری ہو میں نے دوسو ۲۰۰ روپے اُن کا مہر کیا تھا اور پاس کچھ نہ تھا جو انھیں بھیجوں، میں نے کہا اللہ اور اللہ کے رسول ہی پر بھروسہ ہے، پس میں خدمتِ انور حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور حال عرض کیا۔

حضور نے ایک جہاد پر انھیں بھیجا اور فرمایا،

ارجو ان یغنیک الله مهر زوجتک۔

میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل تمھیں اتنی غنیمت دلا دے گا کہ اپنی بیوی کا مہر ادا کردو۔

ایسا ہی ہوا، وللہ الحمد۔

الامام الثقة محمد بن عمر واقد[2]

امام ثقہ محمد بن عمر واقدی نے ابی حدرد

---

[1] الترغیب والترهیب الترغیب فی الشفقة علی خلق اللہ تعالٰی مصطفی البابی مصر ۳/ ۲۰۷

[2] کتاب المغازی سریۃ خضرۃ امیرہا ابوقتادہ مؤسسۃ الاعلمی للمطبوعات بیروت ۲/ ۷۷۷

عن ابی حدرد وھو اجب سلامۃ المذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما بسندہ الیہ وقد علی توثیقہ الامام المحقق علی الاطلاق فی الفتح و ذکرناہ فی منیر العین[1]

جو سلامہ مذکور رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں سے اس پر ان کی سند سے روایت کیا، اور امام محقق علی الاطلاق نے فتح میں اس کی توثیق فرمائی اور ہم نے اسے (اپنے رسالے) منیر العین میں بیان کیا۔(ت)

حدیث ۹۲ و ۹۳: غزوہ خیبر شریف میں خیبر کو جاتے وقت حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور میں رجز پڑھتے چلے ؎

(۱) اللھم لولا انت ما اھتدینا ولا تصدقنا ولا صلّینا

(۲) فاغفر فداءً لک ما ابقینا والقین سکینۃ علینا

(۳) و ثبت الاقدام ان لاقینا ونحن عن فضلک ما استغنینا

(۱) خدا گواہ ہے یا رسول اللہ! اگر حضور نہ ہوتے تو ہم ہدایت نہ پاتے، نہ زکوٰۃ دیتے نہ نماز پڑھتے۔

(۲) تو بخش دیجئے ہم حضور پر قربان جو گناہ ہمارے رہ گئے ہیں اور ہم پر حضور سکینہ اتاریں۔

(۳) اور جب ہم دشمنوں سے مقابل ہوں تو حضور ہمیں ثابت قدم رکھیں ہم حضور کے فضل سے بے نیاز نہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ حدیث صحیح بخاری و صحیح مسلم و سنن ابی داؤد و سنن نسائی و مسند امام احمد وغیرہا میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بطرق عدیدہ ہے اور پچھلا مصرعہ زیادات صحیح مسلم و امام احمد سے ہے۔

رواہ من طریق ایاس بن سلمۃ عن ابیہ سلمۃ بن الاکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ایاس بن سلمہ کے طریق پر ان کے والد سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ خیبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۶۰۳
صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر " " ۲/۱۱۱
سنن النسائی " باب من قاتل فی سبیل اللہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۶۰
مسند احمد بن حنبل عن سلمۃ بن الاکوع المکتب الاسلامی بیروت ۴/۵۰

ہم حدیث صحیح بخاری مع شرح امام احمد قسطلانی مسمّٰی بہ ارشاد الساری کے الفاظ کریمہ مختصر ذکر کریں:

(عن یزید بن ابی عبید عن سلمة بن الاکوع رضی الله تعالٰی عنه قال خرجنا مع النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الٰی خیبر فسرنا لیلاً فقال رجل من القوم) هو اُسید بن حُضیر رضی الله تعالٰی عنه (لعامر یا عامر الا تسمعنا من هنیهاتك) وعند ابن اسحٰق من حدیث نصر بن دهر الاسلمی رضی الله تعالٰی عنه انه سمع رسول الله صلی الله تعالٰی علیه

وسلم یقول فی مسیرة الی خیبر لعامر بن الاکوع رضی الله تعالٰی عنه انزل یا ابن الاکوع فاحد لنا من هنیهاتك ففیه انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم هو الذی امره بذٰلك وکان عامر رضی الله تعالٰی عنه رجلاً شاعراً فنزل یحدو بالقوم یقول ؎

اللّٰهم لولا انت ما اهتدینا
ولا تصدقنا ولا صلینا

فاغفر فداء لك، المخاطب بذٰلك النبی صلی الله تعالٰی

یعنی یزید بن ابو عبید اپنے مولٰی سیدنا سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہمراہ رکاب اقدس خیبر کو چلے، رات کا سفر تھا، حاضرین سے ایک صاحب حضرت اُسید بن حُضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ کے چچا حضرت عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا: اے عامر! ہمیں کچھ اشعار اپنے نہیں سناتے، اور ابن اسحٰق نے نصر بن دہر اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کیا کہ میں نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو عامر بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرماتے سنا: "اے ابن اکوع! اُتر کر کچھ اپنے اشعار رجائیہ لے شروع کرو"۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں اس امر کا امر فرمایا۔ عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ شاعر تھے اُترے اور قوم کے سامنے یوں حدی خوانی کرتے چلے کہ: یارب! اگر حضور نہ ہوتے ہم راہ نہ پاتے نہ زکوٰۃ و نماز بجا لاتے۔

ہم حضور پر بلاگرداں ف ہوں ہمارے جو گناہ باقی رہے ہیں بخش دیجئے۔ ان اشعار میں مخاطب

ف: قربان ہونے والا، دوسرے کی بلا اپنے اوپر لینے والا۔

عليه وسلم اى اغفر لنا تقصيرنا فى
حقك ونصرك اذ لايتصور ان يقال
مثل هٰذا الكلام للبارى تعالىٰ
وقوله اللّٰهم لم يقصد
بها الدعاء وانما افتتح
بها الكلام (ما ابقينا) اى
ما خلفنا وراءنا من الاٰثام
(والقين) اى اوصل ربك
ان يلقين (سكينةً علينا و
وثبت الاقدام) اى وان يثبت
الاقدام (ان لاقينا) العدو
(فقال رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم من هذا
السائق قالوا عامر بن
الاكوع قال يرحمه الله) و
عند احمد من رواية
اياس بن سلمة فقال
غفر لك ربك قال وما
استغفر رسول الله صلى الله
تعالىٰ عليه وسلم لانسان
يخصه الا استشهد قال
رجل من القوم هو عمر
بن الخطاب رضى الله تعالىٰ
عنه كما فى مسلم (وجبت)
له الشهادة بدعائك له

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں یعنی
حضور کے حقوق حضور کی مدد میں جو قصور ہم سے
ہوئے حضور معاف فرمادیں ۔ حضور کے لئے
خطاب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ اللہ عزوجل سے ایسا
خطاب کرنا معقول نہیں (ائمہ فرماتے ہیں کہ کسی پر
فدا ہونے کے معنے یہ ہیں کہ اس پر اگر کوئی بلاء یا
تکلیف آئی تو وہ اپنے اوپر لے لی جائے اس کی
محافظت میں اپنی جان دے دی جائے تو اللہ
عزوجل کو اس کلام کا مخاطب کیونکر بنا سکتے ہیں)
رہا یہ کہ ابتداء میں اَللّٰھُمَّ ہے اس سے مقصود
حضرت عزت جل جلالہ کو پکارنا نہیں (کہ یہ اللہ
عزوجل سے عرض قرار پائے) بلکہ اس کے نام
سے ابتدائے کلام ہے اور حضور ہم پر سکینہ اتاریں
مقابلۂ دشمن کے وقت اور ہمیں ثابت قدم رکھیں
یعنی اپنے رب جل وعلا سے ان مراعات کی دعا
فرمادیں ۔ یہ اشعار سن کر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ
علیہ وسلم نے دریافت فرمایا : یہ کون اونٹوں کو
رواں کرتا ہے ؟ صحابہ نے عرض کی : عامر بن
اکوع ۔ حضور نے فرمایا : اللہ اس پر رحمت کرے ۔
اور مسند احمد (وصحیح مسلم) میں بروایت ایاس
بن سلمہ (اپنے والد ماجد سلمہ بن اکوع رضی اللہ
تعالیٰ عنہ سے) ہے رسول اللہ صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم نے (عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے) فرمایا : تیرا رب تیری مغفرت فرمائے ۔
اور حضور (ایسی جگہ) جب کسی خاص شخص کا

(یانبی اللہ لولا امتعتنا بہ) ابقیتہ لنا لنتمتع بہ[1]

نام لے کر دعائے مغفرت فرماتے تھے وہ شہید ہوجاتا تھا (لہذا) حاضرین میں سے ایک صاحب

یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ جیسا کہ صحیح مسلم میں تصریح ہے عرض کی: یارسول اللہ! حضور کی دعا سے عامر کے لئے شہادت واجب ہوگئی حضور نے ہمیں ان سے نفع کیوں نہ لینے دیا یعنی حضور انہیں ابھی زندہ رکھتے کہ ہم ان سے بہرہ مند ہوتے۔ انتہی۔

یہ پچھلے لفظ بھی یاد رکھنے کے قابل ہیں کہ "حضور انہیں زندہ رکھتے" صلے اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم وسلم۔

یہ حدیث ابن اسحٰق نے اس سند سے روایت کی:

حدثنی محمد بن ابراھیم بن الحارث عن ابی الھیثم بن نصر بن دھر الاسلمی ان اباہ حدثہ انہ سمع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول فی مسیرہ الی خیبر لعامر بن الاکوع فذکرہ[2]

بیان کیا مجھ سے محمد بن ابراہیم بن الحارث نے انھوں نے ابی الہیثم بن نصر بن دہر اسلمی سے کہ ان کے والد نے سفر خیبر میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کو عامر بن اکوع کو یہ فرماتے ہوئے سنا۔ تو اس کا ذکر کردیا۔ (ت)

اسی میں ہے:

فقال عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ وجبت واللہ یارسول اللہ لو امتعتنا بہ، فقتل یوم خیبر شھیدا[3]

امیر المومنین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے عرض کی خدا کی قسم شہادت واجب ہوگئی، یارسول اللہ! کاش حضور ہمیں ان کی زندگی سے بہرہ یاب رکھتے۔ وہ روز خیبر شہید ہوئے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

نیز امام احمد نے مسند میں بطریق ابن اسحٰق روایت فرمائی:

حدثنا یعقوب ثنا ابی عن ابن اسحٰق ثنا محمد بن ابراھیم بن الحارث التیمی الحدیث سندا و متنا بیدانہ اقتصر[4]

ہمیں حدیث بیان کی یعقوب نے کہ ہمیں میرے باپ نے بحوالہ ابن اسحاق حدیث بیان کی کہ ہمیں محمد بن ابراہیم بن حارث تیمی نے سند و متن مذکور کے ساتھ

---

[1] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی حدیث ۴۱۹۶ دارالکتب العلمیہ بیروت ۹/ ۲۱۴ تا ۲۱۶
[2] السیرۃ النبویۃ لابن ہشام ذکر المسیر الی خیبر دار ابن کثیر بیروت الجزئین الثالث والرابع ص ۳۲۸ و ۳۲۹
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″ ۳۲۹
[4] مسند احمد بن حنبل حدیث نصر بن دہر رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۱

علی الاشعار ولم یذکر دعاء النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا قول عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وفیہ فاخذ لنا مکان قولہ فخذ لنا ولعل ھذا ھو الاصوب واللہ تعالٰی اعلم۔

حدیث بیان کی سوا اس کے کہ انھوں نے صرف اشعار پر اکتفا کیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعاء مبارک اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا قول مبارک ذکر نہیں کیا، اور اس روایت میں "فخذ لنا" کی جگہ لفظ "فاخذ لنا" ہے، شاید یہی زیادہ درست ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

حدیث ۹۴: صحیحین میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے کہ انھوں نے ایک تصویردار قالین خریدا، حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم باہر سے تشریف لائے دروازے پر رونق افروز رہے اندر قدم کرم نہ رکھا، ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے چہرۂ انور میں اثر ناراضی پایا (اللہ انھیں ناراض نہ کرے دونوں جہان میں) عرض کرنے لگیں:

یارسول اللہ اتوب الی اللہ والی رسولہ ماذا اذنبت[1]۔

یارسول اللہ! میں اللہ اور اللہ کے رسول کی طرف توبہ کرتی ہوں مجھ سے کیا خطا ہوئی۔

حدیث ۹۵: چالیس صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم باہم بیٹھے مسئلۂ قدر وجبر میں بحث کرنے لگے ان میں صدیق وفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی تھے روح الامین جبریل علیہ السلام نے خدمت اقدس حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی، یارسول اللہ! حضور اپنی امت کے پاس تشریف لے جائیں کہ انھوں نے نئی راہ نکالی۔ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایسے وقت باہر تشریف لائے کہ وہ وقت حضور کی تشریف آوری کا نہ تھا صحابہ سمجھے کوئی نئی بات ہے۔ آگے حدیث کے پیارے پیارے الفاظ دلکش و دلنواز یوں ہیں:

وخرج علیھم ملتمعا لونہ متوردۃ وجنتاہ کانما تفقأ

یعنی حضور پرنور صلوات اللہ تعالٰی وسلامہ علیہ ان پر اس حالت میں برآمد ہوئے کہ رنگ

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب من کرہ القعود علی الصور قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۸۱
صحیح مسلم کتاب اللباس والزینۃ باب تحریم تصویر صورۃ الحیوان " ۲/ ۲۰۱
مسند امام احمد عن عائشۃ صدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۲۴۶
مصنف عبدالرزاق باب التماثیل وما جاء فیہ حدیث ۱۹۴۸۳ المجلس العلمی ۱۰/ ۳۹۸

بحبت الی ثمان الی معض فنهضوا الی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاسرین۔ اذرعھم ترعد اکفھم واذرعھم فقالوا تبنا الی اللہ ورسولہ الحدیث۔ الطبرانی فی الکبیر عن ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ مولٰی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

چہرۂ اقدس کا (شدتِ جلال سے) دہک رہا ہے، دونوں رخسارۂ مبارک گلاب کی طرح سُرخ ہیں گویا انارِ ترش کے دانے پھوٹ نکلے ہیں، صحابہ کرام یہ دیکھتے ہی حضور کی طرف (عاجزی کے ساتھ) کلائیاں کھولے ہاتھ تھرتھراتے کانپتے کھڑے ہوئے اورعرض کی کہ ہم اللہ ورسول کی طرف توبہ کرتے ہیں۔ (طبرانی نے کبیر میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے غلام حضرت ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

ان احادیث سے ثابت کہ صدیقہ وصدیق وفاروق وغیرہم اکابر صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے توبہ کرنے میں اللہ قابل التوب جل جلالہ کے نام پاک کے ساتھ اس کے تائب اکبر نبی التوبہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک بھی ملایا اور حضور پُرنور خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمایا حالانکہ توبہ بھی اصل حق حضرت عزت عز جلالہ کا ہے۔ ولہٰذا حدیث میں ہے ایک قیدی گرفتار کرکے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لایا گیا وہ بولا:

اللّٰھم انی اتوب الیك ولا اتوب الی محمد۔

الٰہی! میری توبہ تیری طرف ہے نہ محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کی طرف۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

عرف الحق لاھلہ۔ احمد[2] والحاکم وصححہ وروی عن الاسود بن سریع رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حق کو حق والے کے لئے پہچان لیا۔ احمد وحاکم نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی اور اس کو اسود بن سریع سے روایت کیا۔(ت)

---

[1] المعجم الکبیر عن ثوبان رضی اللہ عنہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۹۵ و ۹۶

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث اسود بن سریع رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۳۵

کنز العمال حدیث ۸۴۲۵ مؤسسۃ الرسالہ " ۴/ ۲۲۶

" " ۱۱۶۱۲ " " " ۴/ ۵۴۶

کشف الخفاء " ۱۷۲۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۵

حدیث ۹۶: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حضرت کعب بن مالک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے جب اُن کی توبہ قبول ہوئی اُنھوں نے مولائے دوجہاں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی:

یارسول اللہ ان من توبتی ان انخلع من مالی صدقۃ الی اللہ والی رسولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

یارسول اللہ! میری توبہ کی تمامی یہ ہے کہ میں اپنے سارے مال سے نکل جاؤں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے صدقہ کرکے۔ جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ارشادالساری شرح صحیح بخاری میں ہے:

ای صدقۃ خالصۃ للہ ولرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فالی بمعنی اللام۔[2]

یعنی اس حدیث میں اللہ ورسول کی طرف صدقہ کرنے کے معنٰی اللہ ورسول کے لئے تصدق ہیں، تو حاصل یہ کہ اپنا سارا مال خاص خدا اور رسول کے نام پر تصدق کردوں تبارک وتعالٰی وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ چنانچہ اس میں الٰی بمعنی لام ہے۔ (ت)

حدیث ۹۷: یمن کی ایک بی بی اور ان کی بیٹی بارگاہِ بیکس پناہ محبوب الٰہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں، دختر کے ہاتھ میں بھاری بھاری کنگن سونے کے تھے، مولٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، تعطین زکوٰۃ ھذا اس کی زکوٰۃ دے گی۔ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ایسرك

---

[1] صحیح البخاری کتاب الزکوٰۃ ۱/ ۱۹۲ و کتاب الوصایا ۱/ ۳۸۶ و کتاب المغازی ۲/ ۶۳۶
صحیح مسلم کتاب التوبۃ باب حدیث توبہ ۔۔۔۔۔ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۶۰
سنن ابی داؤد کتاب الایمان والنذر باب من نذر ان یتصدق بمالہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۱۴
سنن النسائی ٭ باب اذا اھدی مالہ علٰی وجہ النذر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۴۲
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الزکوٰۃ ۴/ ۱۸۱ و کتاب السیر ۹/ ۳۵ و کتاب الایمان ۱۰/ ۶۸ دار صادر بیروت
مسند امام احمد حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۹
المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب المغازی حدیث ۳۶۹۹۲ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۷/ ۴۲۵

[2] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب المغازی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۹/ ۳۹۲

ان یسورك الله بهما یوم القیٰمة سوارین من نار؟ کیا تجھے یہ بھاتا ہے کہ اللہ تعالٰی قیامت کے دن ان کے بدلے تجھے آگ کے دو کنگن پہنائے؟ ان بی بی نے فورًا وہ کنگن اُتار کر ڈال دیے اور عرض کی:

هما لله ورسوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔ احمد[1] وابوداؤد والنسائی عن عبد الله بن عمرو رضی الله تعالٰی عنهما بسند لامقال فیه۔

یارسول اللہ! یہ دونوں اللہ اور اللہ کے رسول کے لئے ہیں جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ (احمد وابوداؤد ونسائی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند "اس میں کلام نہیں" روایت کیا۔ ت)

حدیث ۹۸: کہ جب حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی توبہ قبول ہوئی انھوں نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی:

یارسول الله انی اهجر دار قومی التی اصبت بها الذنب وانخلع من مالی صدقة الی الله والی رسوله صلی الله تعالٰی علیه وسلم۔

یارسول اللہ! میں اپنی قوم کا محلہ جس میں مجھ سے خطا سرزد ہوئی چھوڑتا ہوں اور اپنے مال سے اللہ ورسول کے نام پر تصدق کرکے باہر آتا ہوں جل جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے ابولبابہ! تہائی مال کافی ہے۔ انھوں نے ثلث مال اللہ ورسول کے لئے صدقہ کردیا عزّ جلالہٗ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر و ابونعیم عن ابن شهاب الزهری عن الحسین بن السائب بن ابی لبابة عن ابیه رضی الله تعالٰی عنه قال لما تاب الله علی جئت رسول الله صلی الله تعالٰی

طبرانی نے کبیر میں اور ابونعیم نے ابن شہاب زہری سے انھوں نے حسین بن سائب بن ابولبابہ سے بحوالہ اپنے باپ کے روایت کیا وہ فرماتے ہیں جب اللہ تعالٰی نے میری توبہ قبول فرمائی تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الکنز ما ھو وزکوٰۃ الحلی آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۱۸
سنن النسائی " باب زکوٰۃ الحلی نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۳۴۳
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۷۸، ۲۰۴، ۲۰۸
" " " عن اسماء بنت یزید " " " ۶/ ۴۶۱

علیہ وسلم فقلت لہ فذکرہ۔[1]
پھر پوری حدیث ذکر کی (ت)

یہ حدیثیں جانِ وہابیت پر صریح آفت ہیں کہ تصدق کرنے میں اللہ عزوجل کے ساتھ اللہ کے محبوب اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نام پاک ملایا جاتا اور حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم مقبول رکھتے ہیں، وللہ الحجۃ البالغۃ۔

اسی قبیل سے ہے افضل الاولیاء المحمدیین سیدنا صدیق اکبر امام المشاہدین رضی اللہ تعالٰے عنہ کی عرض کہ حضرت مولانا العارف باللہ القوی مولوی قدس سرہ المعنوی نے مثنوی شریف میں نقل کی کہ جب حضرت صدیق عتیق سیدنا بلال رضی اللہ تعالٰے عنہ کو آزاد کرکے حاضر بارگاہِ عالم پناہ ہوئے ؎

گفت ما دو بندگان کوئے تو　　کردمش آزاد ہم بر روئے تو[2]

(صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا ہم دونوں آپ کی بارگاہ کے غلام ہیں میں نے آپ کی خاطر اسکو آزاد کردیا ہے)

اور پہلے مصرع میں جو کچھ حضرت صدیق اکبر اپنے مالک و مولٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کررہے ہیں اس پر تو دیکھا چاہئے وہابیت کا جن کتنا مچلے، نجدیت کی آگ کہاں تک اُچھلے، مگر ہاں امیرالمومنین غیظ المنافقین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰے عنہ کا ارشاد بھی دکھایا چاہئے کہ بھوت بھاگے، اور شاہ ولی اللہ صاحب کے پانی کا چھینٹا دیجئے کہ آگ دبے، وہ کہاں؟ وہ اس حدیث آئندہ میں، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۹۹: شاہ صاحب ازالۃ الخفاء میں بحوالہ روایت ابوحذیفہ اسحٰق بن بشر و کتاب مستطاب الریاض النضرہ فی مناقب العشرہ ناقل کہ امیرالمومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اپنے ایک خطبے میں برسرِ منبر فرمایا:

کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکنت عبدہ	میں حضور پُرنور آقا و مولائے عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہ میں تھا پس میں حضور کا بندہ

---

[1] المعجم الکبیر عن ابی لبابۃ حدیث ۴۵۰۹ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۳۳
کنز العمال بحوالہ طب وابی نعیم عن الزہری حدیث ۳۳۰۱۷ مؤسسۃ الرسالہ ؍؍ ۶/۵۹۱
؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۳۶۱۰۶ ؍؍ ؍؍ ۱۶/۶۲۴

[2] مثنوی معنوی معاتبہ کردن حضرت رسول با صدیق الخ دفتر ششم نورانی کتب خانہ پشاور ص ۲۹

وخادمہٗ۔ | اور حضور کا خدمتی تھا۔

اقول یہ حدیث ابوحذیفہ مذکور نے فتوح الشام اور حسن بن بشران نے اپنی فوائد میں ابن شہاب زہری وغیرہ ائمہ تابعین سے نیز ابن بشران نے امالی ابواحمد دہقان نے جزء حدیثی، ابن عساکر نے تاریخ ولالکائی نے کتاب السنہ میں افضل التابعین سیدنا سعید بن المسیب بن حزن رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی جب امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خلیفہ ہوئے لوگوں پر ان کے شدتِ جلال سے عجب ہیبت چھائی یہاں تک کہ لوگوں نے باہر بیٹھنا چھوڑ دیا کہ جب تک امیر المومنین کا برتاؤ نہ معلوم ہو متفرق رہو، لوگ بولے کہ صدیق اکبر کی نرمی اس درجہ تھی کہ مسلمانوں کے بچے جب انھیں دیکھتے دوڑتے ہوئے باپ باپ کہتے ان کے پاس جاتے وہ اُن کے سروں پر ہاتھ پھیرتے، اور ان کی ہیبت کی یہ حالت ہے کہ مردوں نے اپنی مجالس چھوڑ دیں۔ جب امیر المومنین کو یہ خبر پہنچی حکم دیا کہ جماعت نماز کے لئے پکار دیں۔ لوگ حاضر ہوئے امیر المومنین منبر پر وہاں بیٹھے جہاں صدیق اکبر اپنے قدم مبارک رکھتے تھے اور فرمایا کہ مجھے کافی ہے صدیق کے قدموں کی جگہ بیٹھوں۔ جب سب جمع ہولئے امیر المومنین نے منبرِ اطہر سید ازہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر کھڑے ہوکر خطبہ فرمایا حمد وثنائے الٰہی و درود رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بعد کہا:

ایھا الناس انی قد علمت انکم کنتم تؤنسون منی شدۃ وغلظۃ وذٰلك انی کنت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وکنت عبدہٗ وخادمہٗ۔	لوگو! میں جانتا ہوں کہ تم مجھ میں سختی و درشتی پاتے تھے اور اس کا سبب یہ ہے کہ میں حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور میں حضور کا بندہ اور حضور کا خدمتگار تھا۔

حضور کی نرمی و رحمت وہ ہے جس کی نظیر نہیں، اللہ عزوجل نے خود اپنے اسمائے کریمہ سے دو نام حضور کو عطا فرمائے رؤف رحیم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، تو میں حضور کے سامنے شمشیر برہنہ تھا وہ چاہتے مجھے نیام میں فرماتے چاہتے چلنے دیتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ حضورِ اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مجھ سے راضی تشریف لے گئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، پھر صدیق مسلمانوں کے کام کے والی ہوئے، اُن کی نرمی و رحمت و کرم کی حالت تم سب پر روشن ہے

لے کنز العمال حدیث ۳۶۰۸۴ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۵۶۸

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الفصل التاسع دارالمعرفۃ ۲/ ۲۷۱

فکنتُ خادمہٗ وعونہٗ میں ان کا خادم اور ان کا سپاہی تھا۔ اپنی شدت اُن کی نرمی کے ساتھ ملاتا، اُن کے سامنے تیغ عُریاں تھا وہ چاہتے نیام میں کرتے خواہ رواں فرماتے، میں اسی حال پر رہا یہاں تک کہ وہ مجھ سے راضی ہوگئے، اور خدا کا شکر ہے اور میری سعادت، اب کہ میں تمہارا والی ہوا، جان لو کہ وہ شدت دُونی ہوگئی درچوں بڑھ گئی، مگر کس پر ہوگی، اُن پر جو مسلمانوں پر ظلم و تعدی کریں، اور دینداروں کے لئے تو میں خود اُن کے آپس سے بھی زیادہ نرم و مہربان ہُوں، جسے ظلم و زیادتی کرتے پاؤں گا اُسے نہ چھوڑوں گا اُس کا ایک گال زمین پر رکھ کر دوسرے گال پر اپنا پاؤں رکھوں گا یہاں تک کہ حق کو قبول کرلے۔

سعید بن مسیّب و ابو سلمہ بن عبدالرحمٰن نے فرمایا:

فوفی عمرؓ واللّٰہ بما قال وکان ابا العیال[1]۔ — خدا کی قسم عمر نے جو فرمایا پورا کر دکھایا، وہ رعیت کے لئے مہربان باپ تھے رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

ھذا مختصر وقد دخل حدیث بعضھم فی بعض۔ — یہ مختصر ہے، اور بعض کی حدیث بعض میں داخل ہوگئی ہے۔ (ت)

دیکھو امیر المومنین فاروق اعظم و اعلم افضل الاولیاء فی الامۃ رضی اللہ برملا بر سرِ منبر اپنے آپ کو رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ بتا رہا ہے اور مجمع عام صحابہ کرام سنتا اور برقرار رکھتا ہے وللّٰہ الحمد وللّٰہ الحجۃ السامیۃ (تعریف اللہ تعالٰی کے لئے ہے اور اسی کی حجت بلند ہے۔ ت)

امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بجرم ترویج تراویح جسے اس جناب فاروقیت مآب نے بدعت مان کر اچھا بتایا اور فرمایا:

نعم البدعۃ ھذہٖ[2] — یہ بدعت بہت خوب وحسن ہے۔

وہابی بیڑے کے بعض اچھوٹ بہادر مثل نواب بھوپالی قنوجی وغیرہ صراحۃً معاذ اللہ گمراہ بدعتی لکھ ہی چکے اب اپنے آپ کو نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بندہ ماننے پر شرک کا اطلاق کرتے انھیں کیا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۳۰۲ عمر بن الخطاب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۲۱۰ و ۲۱۱
کنز العمال بحوالہ ابن بشران وابی احمد دہقان واللالکائی حدیث ۱۴۱۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۶۸۱ تا ۶۸۳

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب فضل من قام رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۹

لگتا ہے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اِذَا لَمْ تَسْتَحْیِ فَاصْنَعْ مَا شِئْتَ۔[1] جب تُو بیحیا ہوجائے تو پھر جو چاہے کر۔ (ت)

ع بیحیا باش ہرچہ خواہی کن

(بیحیا ہوجا پھر جو چاہے کر۔ ت)

مگر صاحبو! ذرا سوچ سمجھ کر کہ شاہ ولی اللہ صاحب کا دامن زیرِ سنگِ خارا دبا ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

اے عبید الہوا! اے عبید الدرہم وعبید الدنیا! اب بھی عبد النبی، عبد الرسول، عبد المصطفٰی کو شرک کہنا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۰۰: بحمد اللہ تعالٰی ایک سے ایک زائد سُنتے جائیے:

ایک دن امیر المؤمنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضرت شہزادۂ گلگوں قبا امام حسین شہید کربلا رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بسرِ منبر گود میں لے کر فرمایا:

هَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ عَلٰی رُءُوْسِنَا اِلَّا اَبُوْكَ۔

ہمارے سروں پر بال کس نے اگائے ہیں، تمہارے ہی باپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اُگائے ہُوئے ہیں۔

یعنی جو کچھ عزّت، نعمت ودولت ہے سب حضور ہی کی عطا ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ابن سعد فی الطبقات[2] عن السید الحسین صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہٖ وابیہٖ وامہٖ واخیہٖ وعلیہٖ وبنیہٖ وبارك وسلم۔

ابن سعد نے طبقات میں سید امام حسین اللہ تعالٰی ان کے جدکریم، ان کے والد ماجد، ان کی والدہ ماجدہ، ان کے بھائی اور ان پر اور انکی بیٹیوں پر برکات وسلامتی نازل فرمائے، سے روایت کیا۔ (ت)

حدیث ۱۰۱: کہ ایک بار امیر المؤمنین حسن مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علٰی جدہ الکریم وعلیہ وسلم نے کاشانۂ

---

[1] المعجم الکبیر حدیث ۶۵۳، ۶۵۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۲۳۶ و ۲۳۷

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد

خلافت فاروقی پر اذن طلب کیا ابھی اجازت نہ آئی تھی کہ امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے صاحبزادے حضرت عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دروازے پر حاضر ہوکر اذن مانگا، امیر المومنین نے اجازت نہ دی، یہ حال دیکھ کر سیدنا امام مجتبٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی واپس آگئے، امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے انھیں بلا بھیجا، انھوں نے آکر کہا: یا امیر المومنین! میں نے خیال کیا کہ اپنے صاحبزادے کو تو اذن دیا نہیں مجھے کیوں دیں گے۔ فرمایا:

اَنْتَ اَحَقُّ بِالْاِذْنِ مِنْهُ وَهَلْ اَنْبَتَ الشَّعْرَ فِی الرَّاْسِ بَعْدَ اللّٰهِ اِلَّا اَنْتُمْ۔ رواہ الدارقطنی[1]

آپ ان سے زیادہ مستحق اذن ہیں اور یہ بال سر پر اللہ عزوجل کے بعد کس نے اگائے ہیں سوا تمھارے۔ (اس کو دارقطنی نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۲: سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھ سے کہا:

ای بُنَیّ لو جعلت تاتینا تغشانا۔

اے میرے بیٹے! میری تمنا ہے کہ آپ ہمارے پاس آیا کریں۔

ایک دن میں گیا تو معلوم ہوا کہ تنہائی میں معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے باتیں کررہے ہیں اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما دروازے پر رکے ہیں عبد اللہ پلٹے اُن کے ساتھ میں بھی واپس آیا، اس کے بعد امیر المومنین مجھے ملے، فرمایا: لم ار ک جب سے پھر میں نے آپ کو نہ دیکھا یعنی تشریف لائے۔ میں نے کہا: یا امیر المومنین! میں آیا تھا آپ معاویہ کے ساتھ خلوت میں تھے آپ کے صاحبزادے کے ساتھ واپس چلا گیا۔ امیر المومنین نے فرمایا:

انت احق من ابن عمر فانما انبت ما تری فی رء وسنا اللہ ثم انتم۔[2]

آپ ابن عمر سے مستحق تر ہیں یہ جو آپ ہمارے سروں پر دیکھتے ہیں یہ اللہ ہی نے تو اگائے ہیں۔

---

[1] الدارقطنی

[2] کنز العمال بحوالہ ابن سعد و ابن راہویہ حدیث ۳۷۶۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۶۵۵

الریاض النضرۃ فی مناقب العشرۃ الباب الثانی دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۳۴۱

پھر آپ سے ایک اور روایت میں ہے:

ھل انبت الشعر غیرکم۔

کیا سر پر بال کسی اور نے اگائے ہیں سوا تمھارے؟

الخطیب من طریق یحیٰی بن سعید[1] الانصاری عن عبید بن حنین ثنی الحسین ابن علی رضی اﷲ تعالٰی عنھما وکذا ابنا سعد وراھویہ والاخری رواھا الحافظ محب الدین الطبری فی الریاض النضرۃ من طریق عبید بن حنین لاحد الریحانتین رضی اﷲ تعالٰی عنھما۔

(خطیب نے یحیٰی بن سعید انصاری کے طریق سے عبید بن حنین سے روایت کی کہ مجھے حسین بن علی نے حدیث بیان کی۔ یونہی سعد اور راہویہ کے بیٹوں نے روایت کی۔ اور ایک اور حدیث جس کو محب الدین طبری نے ریاض النضرہ میں بطریق عبید بن حنین دونوں شہزادوں یعنی حسنین کریمین میں سے ایک کے بارے میں روایت کیا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ (ت)

حافظ الشان امام عسقلانی الاصابہ فی تمیز الصحابہ میں اسے بروایت خطیب ذکر کرکے فرماتے ہیں:

سندہ صحیح[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

میں ڈرتا ہوں کہ امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ان حدیثوں کا سننا کہیں تبرائی صاحبوں کو رافضی بھی نہ کردے۔

قل موتوا بغیظکم ان اﷲ علیم بذات الصدور[2]

تم فرما دو کہ مرجاؤ اپنی گھٹن میں، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات۔ (ت)

شاہزادوں سے امیر المومنین کے اس فرمانے کا مطلب بھی وہی ہے جو لفظ اول میں تھا کہ یہ بال تمھارے مہربان باپ ہی نے اگائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ جس طرح اراکین سلطنت اپنے آقازادوں سے کہتے ہیں کہ جو نعمت ہے تمھاری ہی دی ہوئی ہے یعنی تمھارے ہی گھر سے ملی ہے۔

حدیث ۱۰۳: کہ حضرت بتول زہرا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علٰی ابیہا وعلیہا وعلٰی بعلہا وابنیہا وبارک وسلم اپنے دونوں شاہزادوں کو لے کر خدمت انور سید اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئیں اور عرض کی، یا رسول اللہ انحلہما یارسول اللہ! ان دونوں کو کچھ عطا فرمائیے۔ قال نعم

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۷۲۰ حسین بن علی رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۱/ ۴۹۸

[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۱۹

فاسم نحرا بنی الہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : ہاں منظور۔ اما الحسن فقد نحلتہ حلمی و ھیبتی و اما الحسین فقد نحلتہ نجدتی و جودی حسن کو تو میں نے اپنا حلم اور ہیبت عطا کی اور حسین کو اپنی شجاعت اور اپنا کرم بخشا۔

ابن عساکر عن محمد بن عبید اللہ بن ابی رافع عن ابیہ وعمہ عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

ابن عساکر نے محمد بن عبید اللہ بن ابو رافع سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۱۰۴ : کہ جب حضرت خاتون فردوس رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی :

یا نبی اللہ انحلھما یا نبی اللہ ! ان دونوں کو کچھ عطا ہو۔

فرمایا :

نحلت ھذا الکبیر المھابۃ والحلم ونحلت ھذا الصغیر المحبۃ والرضا۔

میں نے اس بڑے کو ہیبت وبردباری عطا کی اور اس چھوٹے کو محبت و رضا کی نعمت دی۔

العسکری فی الامثال عن جابر بن سمرۃ عن ام ایمن برکۃ رضی اللہ عنھم۔[2]

(عسکری نے امثال میں جابر بن سمرہ سے انھوں نے ام ایمن برکہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۰۵ : کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جس مرض میں وصال مبارک ہوا ہے اس میں دوجہان کی شاہزادی اپنے دونوں شہزادوں کو لے اپنے پدر کریم علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے پاس حاضر ہوئیں اور عرض کی :

یا رسول اللہ ھذان ابنای فورثھما شیئا۔

یا رسول اللہ ! یہ میرے دونوں بیٹے ہیں انھیں اپنی میراث کریم سے کچھ عطا فرمائیے۔

ارشاد ہوا :

اما حسن فلہ ھیبتی وسوددی واما حسین

حسن کے لئے تو میری ہیبت اور سرداری ہے

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴ /۱۲۱

[2] کنز العمال بحوالہ العسکری فی الامثال حدیث ۳۷۷۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳ /۶۷۰

فلہ جرأتی وجودی۔ الطبرانی فی الکبیر[1] وابن مندۃ وابن عساکر عن البتول الزھراء رضی اللہ عنہا۔

اور حسین کے لئے میری جرأت اور میرا کرم۔ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن مندہ اور ابن عساکر نے بتول الزہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کیا۔ ت)

اقول وباللہ التوفیق حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا ومحبت کچھ اشیائے محسوسہ و اجسام ظاہرہ تو نہیں کہ ہاتھ میں اٹھا کر دے دئے جائیں اور بتول زہرا کا سوال بصیغہ عرض و درخواست تھا کہ حضور انہیں کچھ عطا فرمائیں جسے عرف نحاۃ میں صیغہ امر کہتے ہیں اور وہ زبان استقبال کے لئے خاص کہ جب تک یہ صیغہ زبان سے ادا ہوگا زمانہ حال منقضی ہو جائے گا اس کے بعد قبول ووقوع جو کچھ ہوگا زمانہ تکلم سے زمانہ مستقبل میں آئے گا اگرچہ بحالت فور واتصال اُسے عرفاً زمانہ حال کہیں بہر حال درخواست وقبول کو زمانہ ماضی سے اصلاً تعلق نہیں، اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا فرمایا نَعَمْ ہاں دوں گا۔ لاجرم یہ قبول زمانہ استقبال کا وعدہ ہوا فان السؤال معادٌ فی الجواب ای نعم انحلھما اس کے متصل ہی حضور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ میں نے اپنے اس شاہزادے کو یہ نعمتیں دیں اور اس شہزادے کو یہ دولتیں بخشیں۔ یہ صیغے بظاہر ماضی کے ہیں اور اس سے زمان وعدہ تھا اور زمان وعدہ عطا نہیں کہ وعدہ عطا پر مقدم ہوتا ہے۔ لاجرم یہ صیغے اخبار کے نہیں بلکہ انشا ہیں جس طرح بائع ومشتری کہتے ہیں بِعْتُ اِشْتَرَیْتُ میں نے بیچی میں نے خریدی۔ یہ صیغے کسی گزشتہ خرید وفروخت کی خبر دینے کے نہیں ہوتے بلکہ انہیں سے بیع وشرا پیدا ہوتی ہے انشا کی جاتی ہے یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس فرمانے ہی میں کہ میں نے اُسے یہ دیا اُسے یہ دیا حلم وہیبت وجود وشجاعت ورضا و محبت کی دولتیں شاہزادوں کو بخش دیں یہ نعمتیں خاص خزائن ملک السموٰت والارض جل جلالہٗ کی ہیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۵۹ حسین بن علی رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۱۴۰
المعجم الکبیر حدیث ۱۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۲/ ۴۲۳
کنز العمال بحوالہ ابن مندہ، کر حدیث ۱۸۸۴۹ مؤسسۃ الرسالہ " ۷/ ۲۶۸
" " طب وابن مندہ، کر حدیث ۳۴۲۷۲ " " " ۱۲/ ۱۱۷
" " ابن مندہ، طب، ابی نعیم، کر حدیث ۳۷۷۰۹ " " " ۱۳/ ۶۷۰

؎ این سعادت بزورِ بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ[1]

(یہ سعادت اپنی طاقت سے حاصل نہیں ہوتی جب تک عطا فرمانے والا اللہ تعالٰی عطا نہ فرمائے۔ ت)

تو وُہ جو زبان سے فرمادے کہ میں نے دیں اور اس فرمانے ہی سے وہ نعمتیں حاصل ہوجائیں قطعاً یقیناً وہی کرسکتا ہے جس کا ہاتھ اللہ وہاب رب الارباب جل جلالہ کے خزانوں پر پہنچتا ہے جسے اس کے رب جل وعلا نے عطا ومنع کا اختیار دیا ہے، ہاں وہ کون، ہاں واللہ وہ محمّد رسول اللہ ماذون ومختار حضرۃ اللہ قاسم ومتصرف خزائن اللہ جل جلالہ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، والحمد للہ رب العٰلمین۔

لاجرم امام اجل احمد بن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی کتاب مستطاب جوہر منظم میں فرماتے ہیں:

هو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلیفة اللہ الاعظم الذی جعل خزائن کرمه وموائد نعمه طوع یدیه وتحت ارادته یعطی من یشاء[2]

وہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ عزوجل کے وہ خلیفۂ اعظم ہیں کہ حق جل وعلا نے اپنے کرم کے خزانے، اپنی نعمتوں کے خوان سب ان کے ہاتھوں کے مطیع اُن کے ارادے کے زیرِ فرمان کردیے جسے چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ان مباحث قدسیہ کے جانفزا بیان فقیر کے رسالہ سلطنت المصطفٰی فی ملکوت کل الورٰی میں بکثرت ہیں وللہ الحمد۔

حدیث ۱۰۶: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان لی اسماء انا محمد وانا احمد وانا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر وانا الحاشر الذی یحشر علی قدمی (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

بیشک میرے متعدد نام ہیں، میں محمّد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی یعنی کفر وشرک کا مٹانے والا ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر مٹاتا ہے، میں حاشر یعنی مخلوق کو حشر دینے والا ہوں کہ میرے قدموں پر تمام لوگوں کا حشر ہوگا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

[1]

[2] الجوہر المنظم الفصل السادس المکتبۃ القادریۃ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۲

مالك واحمد وابوداؤد الطیالسی وابن سعد والبخاری[1] ومسلم والترمذی والنسائی والطبرانی والحاکم والبیہقی وابونعیم واٰخرون عن جبیر بن مطعم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

اس کو مالک، احمد، ابوداؤد طیالسی، ابن سعد، بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، طبرانی، حاکم، بیہقی، ابونعیم اور دیگر محدثین نے جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت فرمایا۔ (ت)

حدیث ۱۰۷ تا ۱۱۱: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا محمد واحمد والمقفی والحاشر ونبی التوبۃ ونبی الرحمۃ (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔

میں محمد ہوں اور احمد اور سب انبیاء کے بعد آنے والا اور خلائق کو حشر دینے والا اور توبہ کا نبی اور رحمت کا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

احمد ومسلم[2] والطبرانی فی الکبیر

اس کو روایت کیا احمد، مسلم اور طبرانی نے کبیر میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الصف قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۲۷
صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم " " ۲/ ۲۶۱
الشمائل مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول اللہ " " حدیث ۳۶۵ دارالفکر بیروت ۵/ ۵۴۲
مسند احمد بن حنبل عن جبیر بن مطعم المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۸۴
مؤطا الامام مالک ماجاء فی اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۷۳۴
الطبقات الکبری ذکر اسماء النبی صلی اللہ علیہ وسلم دارصادر بیروت ۱/ ۱۰۵
المستدرک للحاکم کتاب التاریخ ذکر اسماء النبی " " دارالفکر بیروت ۲/ ۶۰۴
دلائل النبوۃ للبیہقی باب ذکر اسماء رسول " " دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۱۵۲ تا ۱۵۵
مسند ابی داؤد طیالسی احادیث جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ الجزء الرابع ص ۱۲۷
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلۃ صلی اللہ علیہ وسلم باسمائہ عالم الکتب بیروت ۱/ ۱۲

[2] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فی اسمائہ صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۲۶۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی موسی الاشعری المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۳۹۵

(باقی بر صفحہ آئندہ)

عن ابی موسی الاشعری و نحوہ احمد وابنا سعد وابی شیبۃ والبخاری فی التاریخ والترمذی فی الشمائل عن حذیفۃ وابن مردویۃ فی التفسیر وابونعیم فی الدلائل وابن عدی فی الکامل وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن ابی الطفیل وابن عدی عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم و ابن سعد عن مجاھدٍ مرسلاً یزیدون وینقصون وکلھم علی الحاشر متفقون۔

ابوموسی اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور اس کی مثل احمد، ابن مسعود، ابن ابی شیبہ اور بخاری نے تاریخ میں اور ترمذی نے شمائل میں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن مردویہ نے تفسیر میں، ابونعیم نے دلائل میں، ابن عدی نے کامل میں، ابن عساکر نے تاریخ دمشق میں اور دیلمی نے مسند الفردوس میں حضرت ابوالطفیل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے۔ اور ابن عدی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے۔ اور ابن سعد نے مجاہد سے مرسلاً روایت کیا۔ اس میں راوی کمی بیشی کرتے رہے مگر حاشر پر سب متفق ہیں۔

(ت)

حدیث ۱۱۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک کنیسہ یہود میں تشریف لے جاکر دعوتِ اسلام فرمائی، کسی نے جواب نہ دیا، دوبارہ فرمائی، کوئی نہ بولا۔ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

ابیتم فواللّٰہ لانا الحاشر وانا

تم نے نہ مانا تو سُن لو خدا کی قسم میں ہی حشر دینے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شمائل الترمذی مع سنن الترمذی باب ماجاء فی اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار الفکر بیروت ۵/۵۷۲
الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر اسماء الرسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۰۴
المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الفضائل حدیث ۳۱۶۸۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/۳۵۱
دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثالث ذکر فضیلتہ صلی اللہ علیہ وسلم عالم الکتب ۱/۱۲
کنز العمال بحوالہ عد، وابن عساکر عن ابی الطفیل حدیث ۳۲۱۹۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۴۶۲ و ۴۶۳
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۹۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۴۲
الطبقات الکبرٰی ذکر اسماء رسول صلی اللہ علیہ وسلم دار صادر بیروت ۱/۱۰۵

العاقب وانا النبی المصطفی امنتم او کذبتم۔ الحاکم[1] وصححہ عن عوف بن مالك رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

والا ہوں، میں ہی خاتم الانبیاء ہوں، میں ہی نبی مصطفٰی ہوں، چاہے تم مانو یا نہ مانو (حاکم نے عوف بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا اور اس کی تصحیح کی۔ ت)

حدیث ۱۱۳: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

انا احمد وانا محمد وانا الحاشر الذی احشر الناس علٰی قدمی وانا الماحی الذی یمحو اللّٰہ بی الکفر۔[2]

میں احمد ہوں، میں محمد ہوں، میں حاشر ہوں کہ لوگوں کو اپنے قدموں پر حشر دوں گا، میں ماحی ہوں کہ اللہ تعالٰی میرے ذریعے سے کفر کی بلا محو فرماتا ہے، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

یہ اسم ماحی بھی ہمارے مقصود رسالہ سے ہے نیز بجہت اسناد اور نیز یوں کہ معاذ اللہ کفر سے بدتر اور کیا بلا ہے، تو جو پیارا ماحی کفر ہے اس سے بڑھ کر کون دافع البلاء ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، مگر اس نام پاک حاشر کی اسناد کو وہابی صاحب بتائیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ کیا فرمارہے ہیں کہ میں حشر دینے والا ہوں اپنے قدموں پر خلائق کو حشر دوں گا تم نے تو قرآن مجید سے یہ سنا ہوگا کہ لشکر کرنا حشر دینا خدا کی شان ہے، یہاں بھی تمہارا امام الطائفہ یہی کہے گا کہ نبی نے اپنے آپ کو خدا کی شان میں ملا دیا، خدا کی شان تم مدعیان علم وایمان ابھی خدا کی شان ہی کے معنے نہ سمجھے، نبی کی سب شانیں خدا کی شان ہیں، تو خدا کی بعض شانیں ضرور نبی کی شان ہیں کہ موجبہ کلیہ کو اس کا عکس موجبہ جزئیہ لازم ہے، ہاں وہ شان جس سے خدائی لازم آئے نبی کے لئے نہیں ہوسکتی، دفع بلا یا سماع ندا یا فریاد کو پہنچنا یا مراد کا دینا وغیرہ وغیرہ امور نزاعیہ کہ بعطائے رحمانی و وساطت فیض ربانی سے مانے جاتے ہیں لزوم الوہیت سے کیا تعلق رکھتے ہیں ومن لم یجعل اللّٰہ لہ نوراً فما لہ من نور (لیکن جسے اللہ تعالٰی نور عطا نہ فرمائے اس کے لئے کوئی نور نہیں۔ ت)

حدیث ۱۱۴: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: میرا نام قرآن میں محمد اور انجیل میں

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ قصہ ذکر رؤیا عبداللہ بن سلام دارالفکر بیروت ۳/ ۴۱۵

[2] المعجم الکبیر عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۱۷۵۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۱۸۴

الکامل لابن عدی وہب بن وہب الخ دارالفکر بیروت ۷/ ۲۵۲۶

احمد اور توراۃ میں اُحید ہے وانما سمیت احید لانی احید عن امتی نار جھنم اور میرا نام اُحید اس لئے ہوا کہ میں اپنی امت سے آتش دوزخ کو دفع فرماتا ہوں۔

فلوجہ ربك الحمد وعلیك الصلٰوۃ والسلام یا احید یا نبی الحمد۔ ابنا عدی وعساکر عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

آپ کے رب کے لئے حمد اور آپ پر درود وسلام ہو اے احید، اے نبی حمد۔ اس کو ابن عدی اور ابن عساکر نے سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

وہابی صاحبو! تمھارے نزدیک اُحید پیارا صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا تو ہے ہی نہیں، کہ دُور کرو وہ تم سے نارِ جہنم بھی دفع نہ فرمائیں اور بظاہر امید تو ایسی ہی ہے کہ جو جس نعمتِ الٰہی کا منکر ہوتا ہے اُس نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے،

انا عند ظن عبدی بی۔

میں اپنے بندے سے اس کے گمان کے موافق معاملہ فرماتا ہوں۔

جب تمھارا گمان یہ ہے کہ محمد مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم دافع البلا نہیں تو تم اسی کے مستحق ہو کہ وہ تمھارے لئے دافع البلا۔۔۔ ایک بار فقیر کے یہاں اس امر کا ذکر تھا کہ رافضی دیدار الٰہی کے منکر ہیں اور وہابی شفاعتِ نبوی کے۔ فقیر نے کہا ایک یہی مسئلہ نزاعیہ ہے جس میں ہم اور وہ دونوں راست گو ہیں ہم کہتے ہیں دیدار الٰہی ہوگا اور ہم حق کہتے ہیں ان شاء اللہ الغفار ہمیں ہوگا، رافضی کہتے ہیں نہ ہوگا وہ سچ کہتے ہیں ان شاء اللہ القہار انھیں نہ ہوگا، ہم کہتے ہیں شفاعت مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق ہے اور ہم قطعاً حق پر ہیں اُن کے کرم سے ہمارے لئے ہوگی، وہابی کہتے ہیں کہ شفاعت محال مطلق ہے اور وہ ٹھیک کہتے ہیں امید ہے کہ ان کے لئے نہ ہوگی ع

گر بر تو حرام ست حرامت بادا

(اگر تجھ پر حرام ہے تو حرام ہے۔ ت)

۱؎ تاریخ دمشق الکبیر باب معرفۃ اسمائہ الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/۲۱

الکامل لابن عدی ترجمہ اسحٰق بن بشر دار الفکر بیروت ۱/۳۳۱

۲؎ مسند احمد بن حنبل المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۱۵

الترغیب والترہیب الترغیب فی الاکثار من ذکر اللہ حدیث ۱ مصطفٰی البابی مصر ۲/۳۹۳

حاضراں گفتند کاے صدر الورٰی ٭ راست گوگفتی دو ضد گو راچرا
گفت من آئینہ ام مصقول دوست ٭ ترک وہندو در من آں بیند کہ اوست [1]

(حاضرین نے عرض کی کہ اے سرورِ کائنات صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم! آپ نے دو متضاد بات کرنے والوں کو کیسے درست قرار دیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں دوست کا صیقل کیا ہوا آئینہ ہوں، ترک اور ہندو مجھ میں وہی دیکھتا ہے جیسا وہ خود ہے۔ ت)

خود حضور پرنور شافع یوم النشور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

شفاعتی یوم القیٰمۃ حق فمن لم یؤمن بہا لم یکن من اھلہا۔ ابن منیع فی معجمہ [2] عن زید بن ارقم و بضعۃ عشر من الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

روزِ قیامت میری شفاعت حق ہے تو جو اس پر یقین نہ لائے وہ اس کے لائق نہیں (ابن منیع نے اپنی معجم میں زید بن ارقم اور دس سے زائد صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی تیسیر میں لکھتے ہیں :

اُطلِقَ علیہ التواتر [3] اس حدیث کو متواتر کہا گیا۔

بالجملہ وہ تمھارے دافع البلا ہی سہی مگر ہمارا ٹھکانا تو ان کی بارگاہِ بیکس پناہ کے سوا نہیں ؎

منکر اپنا اور حامی ڈھونڈلیں
آپ ہی ہم پر تو رحمت کیجئے

بلکہ لا واللہ اگر بفرضِ غلط بفرضِ باطل عالم میں ان سے جدا کوئی دوسرا حامی بن کر آئے بھی تو ہمیں اس کا احسان لینا منظور نہیں وہ اپنی حمایت اٹھا رکھے ہیں ہمارے مولائے کریم جل جلالہ نے بے ہمارے استحقاق بے ہماری لیاقت کے اپنے محبوب کا کرلیا اور اسی کی وجہ کرم کو حد قدیم ہے اب ہم دوسرے کا بننا نہیں چاہتے جس کا کھانے اسی کا گائیے۔

---

[1]

[2] کنزالعمال بحوالہ ابن منیع حدیث ۳۹۰۵۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۳۹۹

[3] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث شفاعتی یوم القیٰمۃ حق مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/ ۷۸

؎ چو دل با دلبرے آرام گیرد ز وصلِ دیگرے کے کام گیرد

(جب ایک محبوب سے دل آرام پاتا ہے تو دوسرے کے وصل سے اسے کیا کام۔ ت)

یا تو یوں ہی تڑپ کے جائیں یا وہی دام سے چھڑائیں

منتِ غیر کیوں اٹھائیں کوئی ترس جتائے کیوں

رباعی: اے وادہ حبیب را کلید ہمہ کار باران درود بر رُخِ پاکش بار

دستے کہ بدامان کرمیش زدہ ایم زنہار بدست دیگرانش مسپار

(اے اللہ! اُس حبیب کو ہر معاملے کی چابی عطا فرما اس کے رُخِ زیبا پر درود کی بارش برسا، جس ہاتھ سے ہم نے اس کا دامنِ کرم تھاما ہے ہرگز ہم کو دوسروں کا دست نگر نہ بنا۔ ت)

؎ تیرے ٹکڑوں سے پلے غیر کی ٹھوکر پہ نہ ڈال

جھڑکیاں کھائیں کہاں چھوڑ کے صدقہ تیرا

صلی اللہ تعالٰی علیك وسلم وعلٰی اٰلك وصحبك وبارك وکرم، والحمد للہ رب العٰلمین۔

خیر، ان اہلِ شر کے منہ کیا لگئے، مسلمان نظر فرمالیں کہ عیاذًا باللہ نارِ جہنم سے سخت تر کون سی بلا ہوگی مگر اُس کا دافع دافع البلا نہیں ہے یہ کہ وہابیہ کے پاس نہ عقل ہے نہ دین، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

حدیث ۱۱۵: صحیح بخاری وصحیح مسلم ومسند امام احمد میں سیدنا عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے انھوں نے حضور اقدس رحمتِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور نے اپنے چچا ابوطالب کو کیا نفع دیا خدا کی قسم وہ حضور کی حمایت کرتا حضور کے لئے لوگوں سے لڑتا جھگڑتا تھا۔ فرمایا:

وجدتہ فی غمرات من النار فاخرجتہ الٰی ضحضاح[1]۔

میں نے اُسے سراپا آگ میں ڈوبا پایا تو اُسے میں نے کھینچ کر پاؤں تک کی آگ میں کردیا۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وسلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب بنیان الکعبۃ قصۃ ابی طالب ۱/ ۵۴۸ و کتاب الادب المشرک ۲/ ۹۱۷
صحیح مسلم کتاب الایمان باب شفاعۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم لابی طالب قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۱۵
مسند احمد بن حنبل عن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۰۶ و ۲۰۷

حدیث ۱۱۶: کہ حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی گئی: ھَل نَفَعْتَ اباطالب حضور نے ابوطالب کو کچھ نفع دیا؟ فرمایا:

اخرجتہ من غمرۃ جھنم الی ضحضاح منھا۔ البزار[1] و ابویعلٰی و ابن عدی و تمام عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

میں اسے دوزخ کے غرق سے پاؤں تک کی آگ میں نکال لایا۔ (اس کو بزار، ابویعلٰی، ابن عدی اور تمام نے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

وہابی صاحبو! مصطفٰی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم تو ایک کافر کے باب میں فرما رہے ہیں کہ اُسے میں نے غرقِ آتش سے کھینچ لیا اسے میں نکال لایا۔ اور تم حضور کو مسلمانوں کے لئے بھی دافع البلاء نہیں مانتے، یہ تمہارا ایمان ہے۔ مسلمان اپنے محبوب صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے تصرف، قدرتیں، اختیار دیکھیں، دنیا کیا بلا ہے آخرت کے کارخانوں کی باگیں اُن کے ہاتھ میں سپرد ہوئی ہیں ورنہ بغیر اللہ عزوجل کے ماذون و مختار کئے کس کی مجال ہے کہ اللہ کے قیدی کی سزا بدل دے جس عذاب میں اُسے رکھا ہو وہاں سے اُسے نکال لے یہ وہی پیارا ہے جس کی عزت و وجاہت جس کی محبوبیت نے دوجہاں کے اختیارات اُسے دلوائے آخر حدیث سن چکے:

الکرامۃ والمفاتیح یومئذ بیدی۔[2]

عزت دنیا اور تمام کاروبار کی کنجیاں اُس دن میرے ہاتھ ہوں گی۔

توراتِ شریف کا ارشاد سن چکے:

یدہٗ فوق الجمیع و ید الجمیع مبسوطۃ الیہ

اس کا ہاتھ سب ہاتھوں پر بلند ہے سب کے ہاتھ اس کی طرف پھیلے ہیں عاجزی

---

[1] مسند ابی یعلٰی عن جابر رضی اللہ عنہ حدیث ۲۰۴۳ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/۳۹۹
الکامل لابن عدی ترجمہ اسمٰعیل بن مجاہد دار الفکر بیروت ۱/۳۱۳
مجمع الزوائد کتاب صفۃ النار تفاوت اہل فی العذاب دار الکتاب العربی بیروت ۱۰/۳۹۵

[2] سنن الدارمی باب ما اعطی النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الفضل حدیث ۴۹ دار المحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۳۰
مشکوٰۃ المصابیح باب فضائل سید المرسلین قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۵۱۴
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ اول من تنشق عنہ الارض مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/۲۱۸

بالخشوع[1] اور گڑگڑانے میں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۱۷: صحیح مسلم شریف میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ھٰذہ القبور مملوۃ علٰی اھلھا ظلمۃ وانی انورھا بصلاتی علیھم۔[2]

بیشک یہ قبریں ان کے ساکنوں پر اندھیرے سے بھری ہیں اور بے شک میں اپنی نماز سے انھیں روشن کردیتا ہوں۔

صلی اللہ تعالٰی وبارك وسلم قدر نورہ وجمالہ وجودہ ونوالہ علیہ وعلٰی اٰلہ اٰمین۔ ھو وابن[3] حبان عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اللہ تعالٰی آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے نور، جمال اور جُود وعطاء کے مطابق درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔ اس نے اور ابن حبان نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ اس کو روایت کیا ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۸: ام المومنین سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کہ پہلے حضرت ابوسلمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کے نکاح میں تھیں جب اُن کی وفات ہُوئی اور اُن کی عدت گزری سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں پیامِ نکاح دیا، انھوں نے عرض کی: یارسول اللہ! مجھ میں تین باتیں ہیں، انا امرأۃ کبیرۃ میری عمر زائد ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا، انا اکبر منك میں تم سے بڑا ہوں۔ عرض کی، وانا امرأۃ غیورۃ میں رشکناک عورت ہوں (یعنی ازواجِ مطہرات کے ساتھ شکررنجی کا اندیشہ ہے) فرمایا، ادعوا اللہ عزّوجل فیذھب عنكِ غیرتكِ میں اللہ عزوجل سے دُعا کروں گا وُہ تمھارا رشک دُور فرمائے گا۔ عرض کی: یارسول اللہ! وانا امرأۃ مُصبیۃ یارسول اللہ اور میرے بچّے ہیں (یعنی ان کی پرورش کا خیال ہے)۔ فرمایا، ھم الی اللہ والٰی رسولہ بچّے اللہ اور رسول کے سپرد ہیں۔

احمد[3] فی المسند حدثنا وکیع ثنا اسمٰعیل احمد نے مسند میں کہا ہمیں حدیث بیان کی وکیع نے

[1] تحفہ اثنا عشریۃ باب ششم در بحث نبوت وایات سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۹

[2] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی الصلوٰۃ علی القبر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۱۰
السنن الکبرٰی " باب الصلوٰۃ علی القبر الخ دار صادر بیروت ۴/ ۴۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن ام سلمہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۲۱
المعجم الکبیر عن ام سلمہ حدیث ۴۹۹ و ۵۸۵ و ۹۶۴ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲۳/ ۲۴۸ و ۲۶۳ و ۴۰۶

بن عبد الملك بن ابی الصغیراء ثنی عبد العزیز بن بنت ام سلمة عن ام سلمة رضی اللہ تعالٰی عنہما والحدیث فی السنن النسائی[1] وغیرہ۔

ہمیں حدیث بیان کی اسمٰعیل بن عبد الملک بن ابو الصغیراء نے، مجھے حدیث بیان کی عبد العزیز بن بنت ام سلمہ نے سیدہ ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے۔ اور یہ حدیث سنن نسائی وغیرہ میں مذکور ہے۔ (ت)

حدیث ۱۱۹: کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ذکر مسیح کذاب میں فرمایا:

اَبشروا فان یخرج وانا بین اظھرکم فاللہ کافیکم ورسولہ۔

خوش ہو کہ اگر وہ نکلا اور میں تم میں تشریف فرما ہُوا تو اللہ تمہیں کافی ہے اور اللہ کا رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الطبرانی فی الکبیر[2] عن اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

(طبرانی نے کبیر میں اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہاں سخت ترین اعداء کے مقابلے میں اللہ و رسول کو کفایت فرمانے والا بتایا کہ خوش ہو بے خوف رہو اللہ و رسول کے ہوتے تمہیں کچھ اندیشہ نہیں۔ اللہ اللہ ایسی جلیل حاجت روائیوں مشکلکشائیوں میں اللہ عزوجل کے نام اقدس کے ساتھ حبیب صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نامِ پاک ملنا وہابیہ کے زخمی کلیجوں پر خدا جانے کہاں تک نمک چھڑکے گا وللہ الحمد۔

حدیث ۱۲۰: امیر المومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں ایک دن حضور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں صدقہ دینے کا حکم فرمایا، اتفاق سے اُن دنوں مَیں کافی مالدار تھا میں نے اپنے جی میں کہا اگر کبھی میں ابوبکر سے سبقت لے جاؤں گا تو وہ دن آج ہی ہے میں اپنا آدھا مال حاضر لایا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ما ابقیت لاھلك تم نے اپنے گھر والوں کے لئے کیا باقی رکھا؟ میں نے عرض کیا، ابقیت لھم ان کے لئے بھی باقی چھوڑ آیا ہوں۔ فرمایا: ما ابقیت لھم آخران کے لئے کتنا چھوڑ آئے ہو؟ عرض کی، مثلہ اتنا ہی۔ اور صدیق اکبر اپنا سارا مال تمام و کمال لے کر حاضر ہوئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: یا ابا بکر

---

[1] الاصابۃ بحوالہ النسائی ترجمہ ۱۲۰۵ ام سلمہ بنت ابی امیۃ دار الفکر بیروت ۷/ ۳۲۶، ۳۲۷

[2] المعجم الکبیر حدیث ۴۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۱۷۰

ما ابقیت لاھلک اے ابوبکر! گھروالوں کیلئے کیا باقی رکھا؟ عرض کی: ابقیت لھم اللہ ورسولہٗ میں نے گھروالوں کے لئے اللہ ورسول کو باقی رکھا ہے جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ عمر نے کہا: میں ابوبکر سے کبھی سبقت نہ لے جاؤں گا۔

الدارمی وابوداؤد والترمذی وقال حسن صحیح والشاشی وابن ابی عاصم وابن شاھین فی السنۃ والحاکم فی المستدرک وابونعیم فی الحلیۃ والبیھقی فی السنن والضیاء فی المختارۃ کلھم عن امیرالمؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

دارمی، ابوداؤد، ترمذی، شاشی، ابن ابی عاصم اور ابن شاہین نے سنۃ میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابونعیم نے حلیہ میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں سب نے امیرالمومنین (عمرفاروق) رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ دارمی، ابوداؤد اور ترمذی نے اسے حسن صحیح کہا۔ (ت)

حدیث ۱۲۱: کہ حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سیدنا وابن سیدنا اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کے حق میں فرمایا:

احب اھلی من قد انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ۔ الترمذی عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے اپنے گھروالوں میں سب سے پیارا وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے نعمت دی اور میں نے نعمت دی۔ (ترمذی نے حضرت عمرفاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

مولانا علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ میں فرماتے ہیں:

لم یکن احد من الصحابۃ الا وقد انعم اللہ علیہ ورسولہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی سب صحابہ ایسے ہی تھے جنھیں اللہ نے نعمت بخشی اور اللہ کے رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

---

[۱] سنن الترمذی کتاب المناقب باب فی مناقب ابی بکر وعمر رضی اللہ عنہما دارالفکر بیروت ۵/۳۸۰
سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب الرخصۃ فی ذالک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۳۶
سنن الدارمی باب الرجل یتصدق بجمیع ماعندہ حدیث ۱۶۶۷ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/۳۲۹
کنزالعمال حدیث ۳۵۶۱۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۴۹۱
[۲] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب اسامہ بن زید حدیث ۳۸۴۵ دارالفکر بیروت ۵/۴۴۴

وسلم الآلات۔ المراد المنصوص علیہ فی الکتاب وھو قولہ تعالٰی و اذ تقول للذی انعم اللہ علیہ وانعمت علیہ وھو زید لاخلاف فی ذلک ولا شک[1] الخ۔

نے نعمت بخشی، مگر یہاں مراد وہ ہے کہ جس کی تصریح قرآن عظیم میں ارشاد ہوئی ہے کہ جب فرماتا تھا تو اس سے جسے اللہ تعالٰی نے نعمت دی اور اے نبی! تُو نے اُسے نعمت دی اور وہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ہیں، اس میں کسی کا خلاف نہ اصلاً شک، اور آیت اگرچہ زید رضی اللہ تعالٰی عنہ کے حق میں اُتری مگر سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس کا مصداق اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما کو ٹھہرایا کہ پسر تابع پدر ہے، افادہ فی المرقاۃ۔

اقول نہ صرف صحابہ بلکہ تمام اہلِ اسلام اوّلین و آخرین سب ایسے ہی ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے نعمت دی اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نعمت دی۔ پاک کردینے سے بڑھ کر اور کیا نعمت ہوگی جس کا ذکر آیاتِ کریمہ میں سن چکے کہ یزکیھم یہ نبی انھیں پاک اور ستھرا کردیتا ہے بلکہ لاواللہ تمام جہان میں کوئی شے ایسی نہیں جس پر اللہ کا احسان نہ ہوا اللہ کے رسول کا احسان نہ ہو۔ فرماتا ہے:

وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین[3] ہم نے نہ بھیجا تمھیں مگر رحمت سارے جہان کیلئے۔

جب وہ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو قطعاً سارے جہان پر ان کی نعمت ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اہلِ کفر و اہلِ کفران اگر نہ مانیں تو کیا نقصان ہے

راست خواہی ہزار چشم چناں	کور بہتر کہ آفتاب سیاہ

(اگر سچ چاہے تو ایسی ہزار آنکھوں کا اندھا ہونا بہتر ہے نہ کہ آفتاب کا سیاہ ہونا۔ ت)

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب المناقب الفضائل باب اہلِ بیت النبی تحت الحدیث ۶۱۷۷ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱۰/۵۴۶

[2] القرآن الکریم ۲/۱۲۹

[3] " " ۲۱/۱۰۷

حدیث ۱۲۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من استعملناہ علٰی عمل فرزقناہ رزقًا الحدیث۔ ابوداؤد والحاکم بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جسے ہم نے کسی کام پر مقرر کیا پس ہم نے اسے رزق دیا۔ (ابوداؤد اور حاکم نے بسند صحیح بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

پہلی حدیث میں حضور نے فرمایا تھا: "ہم نے غنی کر دیا"۔ احادیثِ عطیۂ حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما میں تھا کہ فرمایا: "حسن کو مہابت ہم نے دی، علم ہم نے دیا۔ حسین کو شجاعت ہم نے دی، کرم ہم نے دیا، محبت کا مرتبہ، رضا کا مقام ہم نے عطا کیا"۔ حدیثِ اُسامہ میں تھا: "اُسے نعمت ہم نے بخشی"۔ یہاں ارشاد ہوتا ہے: "رزق ہم نے دیا"۔ صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی اٰلک قدر جودک ونوالک وبارک وسلم۔

حدیث ۱۲۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لقد جاءکم رسول[2] لیس بوھن ولاکسل لیحی قلوبًا غلفًا ویفتح اعینًا عمیًا ویسمع اٰذانًا صمًا ویقیم السنۃ عوجًا حتی یقال لاالٰہ الا اللہ وحدہ۔ الدارمی فی سننہ عن جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک تشریف لایا تمہارے پاس وہ رسول تمہاری طرف بھیجا ہوا جو ضعف و کاہلی سے پاک ہے تاکہ وہ رسول زندہ فرما دے غلاف چڑھے دل، اور وہ رسول کھول دے اندھی آنکھیں، اور وہ رسول شنوا کر دے بہرے کانوں کو، اور وہ رسول سیدھی کر دے ٹیڑھی زبانوں کو، یہاں تک کہ لوگ کہہ دیں کہ ایک اللہ کے سوا کسی کی پرستش نہیں۔ (دارمی نے اپنی سنن میں جبیر بن نفیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

اقول صحیح اذقال اخبرنا حیوۃ بن شریح ثقۃ شیخ البخاری

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والفیئ باب فی ارزاق العمال آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۵۲
المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دارالفکر بیروت ۱/ ۴۰۶
کنزالعمال حدیث ۱۱۰۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۳۹۳

[2] سنن الدارمی باب ماکان علیہ الناس قبل مبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم حدیث ۹ دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۱/ ۱۵

فی صحیحه وابوداؤد والترمذی بل واحمد وابن معین وهما من اقرانه ثنا بقیّة بن الولید ثقة من الاعلام من رجال مسلم وقد زال ما یُخشٰی من لبسه بقوله ثنا بُحَیر بن سعید ثقة ثبت عن خالد بن مَعدان ثقة عابدٌ من رجال الستة عن جبیر بن نفیرٌ الحضرمی رضی الله تعالٰی عنهما ثقة جلیل مخضرم من الثانیة وقد رَوٰی ابن السکن والباوردی وابن شاهین مُطوّلاً عن عبدِ الرحمٰن عن جُبیر بن نُفَیرٍ عن ابیه قال ادرکتُ الجاهلیة واتانا رسولُ رسولِ الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم بالیمن فاسلمنا فمرسله کمراسیل سعید بن المسیّب اوفوق علا انّ المرسل حجّة عندنا وعند الجمهور والحدیث مسلسل بالحمصیین حیوة الٰی جبیر کلّهم اهل حمص۔

حدیث ۴۳ ۔ دو اونٹ مست ہو کر بگڑ گئے تھے، کسی کو پاس نہ آنے دیتے، مالکوں نے باغ میں بند کر دئے تھے، باغ اُجاڑتے تھے، سیّدِ عالم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حضور شکایت آئی، حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف فرما ہوئے، دروازہ کھولنے کا حکم دیا، مامور نے اندیشہ کیا مبادا حضور کو ایذا دیں۔ فرمایا: خوف نہ کر کھول دے۔ کھول دیا ایک دروازے ہی کے پاس کھڑا تھا حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑا۔ حضور نے مہار ڈال کر حوالے کیا۔ دوسرا انتہائے باغ پر تھا، جب وہاں تشریف لے گئے اس نے بھی حضور کو دیکھتے ہی سجدہ کیا، حضور نے اُسے بھی باندھ کر سپرد فرمایا۔ صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے یہ حال دیکھ کر عرض کی:

یا نبی الله تسجد لك البهائم فما لله عندنا بك احسن من هذا اَجَرتنا من الضلالة واستنقذتنا من المهلكة افلا تأذن لنا بالسجود۔ ابن قانع وابو نعیم[1] عن غیلان بن سلمة الثقفی رضی الله

یارسول اللہ! چوپائے تک حضور کو سجدہ کرتے ہیں تو اللہ کے لئے حضور کے ذریعے سے ہمارے پاس جو کچھ ہے وہ تو اس سے بہت بہتر ہے، حضور نے ہمیں گمراہی سے پناہ دی، حضور نے ہمیں ہلاکت سے نجات بخشی تو کیا حضور ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ ہم حضور کو سجدہ کریں (ابن قانع وابو نعیم نے غیلان بن سلمہ الثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے

---

[1] دلائل النبوۃ لابی نعیم الفصل الثانی والعشرون ذکر سجود البہائم عالم الکتب بیروت الجزء الثانی ص ۱۳۶-۱۳۷

تعالٰی عنہ ولہ طرق وقد دخل بعضہا فی بعض۔

سے روایت کیا۔ اس کے متعدد طرق ہیں جو کہ بعض بعض میں داخل ہیں۔ (ت)

وہابیہ کہ گمراہی پسند و ہلاکت دوست ہیں ان سخت ترین بلیات کو بلا کیوں سمجھیں گے کہ ان سے پناہ دینے والے نجات بخشنے والے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دافع البلاء جانیں۔

حدیث ۱۲۵: جب وفد ہوازن خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوا اور اپنے اموال و اہل و عیال کہ مسلمان غنیمت میں لائے تھے حضور سے مانگے اور طالبِ احسانِ والا ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا صلیتم الظہر فقولوا انا نستعین برسول اللہ علی المؤمنین او المسلمین فی نسائنا وابنائنا۔ النسائی[1] عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب ظہر کی نماز پڑھ چکو تو کھڑے ہونا اور یوں کہنا ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں مومنین پر اپنی عورتوں اور بچوں کے باب میں (نسائی نے عمرو بن شعیب سے انھوں نے اپنے باپ سے انھوں نے اپنے دادا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث فرماتی ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بنفسِ نفیس تعلیم فرمائی کہ ہم سے مدد چاہنا نماز کے بعد یوں کہنا کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت کرتے ہیں۔

وہابی صاحبو! اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ[2] کے معنے تھے استعانت تو خدا ہی کے ساتھ خاص تھی، یہ ارشاد کیسا ہے کہ ہم سے استعانت کرنا۔ اور زمان حیات دنیاوی اور اس کے بعد کا تفرقہ وہابیہ کی جہالت ہی نہیں بلکہ سراسر ضلالت ہے قطع نظر اس بات سے کہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام سب بحیاتِ حقیقی دنیاوی جسمانی زندہ ہیں، حیات خدا کے لئے

---

[1] سنن النسائی کتاب الھبۃ ھبۃ المشاع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۱۳۶

[2] القرآن الکریم ۱/ ۴

خاص ہو چکی غیر خدا کے ساتھ شرک ٹھہر چکی، اس میں حیات و موت، قُرب و بُعد، ملکیت و بشریت خواہ کسی وجہ کا تفرقہ کیسا کیا بعد موت ہی شرکت خدا کی صلاحیت نہیں رہتی بحال حیات شریک ہو سکتے ہیں یہ جنون وہابیہ کو ہر جگہ جاگتا ہے جس نے انھیں حمایت توحید کے زعم میں الٹا مشرک بنا دیا ہے ایک بات کو کہیں گے شرک ہے پھر کبھی موت و حیات کا فرق کریں گے کبھی قرب و بُعد کا کبھی کسی اور وجہ کا جس کا صاف حاصل یہ نکلے گا کہ یہ انوکھے موحد بعض قسم مخلوق خدا کا شریک جانتے ہیں جب تو وہ بات کہ غیر کے لئے اُس کا اثبات شرک تھا ان کے لئے ثابت مانتے ہیں۔ اب کھلا کہ اُن کے امام نے تقویۃ الایمان میں ان وہابی صاحبوں ہی کی نسبت کہا تھا کہ:

"اکثر لوگ شرک میں گرفتار ہیں اور دعوٰی مسلمانی کا کئے جاتے ہیں، سبحان اللہ یہ مُنہ اور یہ دعوٰی، سچ فرمایا اللہ صاحب نے کہ نہیں مسلمان ہیں اکثر لوگ، مگر شرک کرتے ہیں۔"[1]

یہ نکتہ یاد رکھنے کا ہے کہ ان کی بہت فاحشہ جہالتوں کی پردہ دری کرتا ہے وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۶: طبرانی معجم اوسط میں بسندِ حسن سیّدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امر الشمس فتاخرت ساعۃ من نہار۔[2]	سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے آفتاب کو حکم دیا کہ کچھ دیر چلنے سے باز رہ۔ وہ فوراً ٹھہر گیا۔

اقول اس حدیث حسن کا واقعہ اُس حدیث صحیح کے واقعہ عظیمہ سے جدا ہے جس میں ڈوبا ہوا سورج حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) کے لئے پلٹا ہے یہاں تک کہ مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم نے نمازِ عصر کی خدمت گزاریِ محبوبِ باری صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں قضا ہوتی تھی ادا فرمائی۔ امام اجل طحاوی وغیرہ اکابر نے اس حدیث کی تصحیح کی۔ الحمدللہ اسے خلافتِ ربّ العزت کہتے ہیں کہ ملکوت السمٰوٰت والارض میں اُن کا حکم جاری ہے تمام مخلوقِ الٰہی کو

---

[1] تقویۃ الایمان پہلا باب توحید و شرک کے بیان میں مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴

[2] المعجم الاوسط حدیث ۴۰۵۱ مکتبۃ المعارف ریاض ۵/۳۳
مجمع الزوائد کتاب علامات نبوت باب حبس الشمس لہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۸/۲۹۶

اُن کے لئے حکمِ اطاعت وفرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔ وہ محبوب اجل واکرم وخلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب دُودھ پیتے تھے گہوارہ میں چاند ان کی غلامی بجالاتا، جدھر اشارہ فرماتے اُسی طرف جُھک جاتا۔ حدیث میں ہے سیدنا عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما عمّ مکرم سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضور سے عرض کی: مجھے اسلام پر باعث حضور کے ایک معجزے کا دیکھنا ہوا،

رأیتك فی المھد تناغی القمر وتشیر الیہ باصبعك فحیث اشرت الیہ مال۔

میں نے حضور کو دیکھا کہ حضور گہوارے میں چاند سے باتیں فرماتے جس طرف انگشت مبارک سے اشارہ کرتے چاند اُسی طرف جُھک جاتا۔

سیدعالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

انی کنتُ اُحَدِّثُہٗ ویُحَدِّثُنی ویُلھینی عن البکاء واسمع وجبتہ حین یسجد تحت العرش۔

ہاں میں اُس سے باتیں کرتا تھا وہ مجھ سے باتیں کرتا اور مجھے رونے سے بہلاتا، میں اس کے گرنے کا دھماکا سُنتا تھا جب وہ زیرِ عرش سجدے میں گرتا۔

البیھقی فی الدلائل والامام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبد الرحمٰن الصابونی فی المائتین والخطیب وابن عساکر فی تاریخ بغداد ودمشق رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1]

بیہقی نے دلائل میں اور امام شیخ الاسلام ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمٰن صابونی نے مائتین میں اور خطیب وابن عساکر نے تاریخ بغداد ودمشق میں بیان کیا رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ (ت)

امام شیخ الاسلام صابونی فرماتے ہیں:

فی المعجزات حسن یہ حدیث معجزات میں حسن ہے۔

جب دُودھ پیتوں کی یہ حکومتِ قاہرہ ہے تو اب کہ خلافۃ الکبرٰی کا ظہور عین شباب پر ہے آفتاب کی کیا جان کہ اُن کے حکم سے سرتابی کرے آفتاب وماہتاب درکنار، واللہ العظیم، ملائکہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ البیہقی والصابونی وغیرہ باب مناغاۃ للقمر الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۱/۵۳
کنز العمال بحوالہ الصابونی فی المائتین والبیہقی فی الدلائل وغیرہ حدیث ۳۱۸۰۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۳۸۳

مدبرات الامر کہ تمام نظم و نسق عالم جن کے ہاتھوں پر ہے محمد رسول اللہ خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دائرہ حکم سے باہر نہیں نکل سکتے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ارسلت الی الخلق کافۃ۔[1] رواہ مسلم عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تمام مخلوقِ الٰہی کی طرف رسول بھیجا گیا۔ (اس کو مسلم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

قرآن فرماتا ہے:

تبٰرک الذی نزل الفرقان علٰی عبدہ لیکون للعٰلمین نذیرا۔[2]

برکت والا ہے وہ جس نے اتارا قرآن اپنے بندے پر کہ تمام اہلِ عالم کو ڈرسنانے والا ہو۔

اہلِ عالم میں جمیع ملائکہ بھی داخل ہیں علیہم الصلٰوۃ والسلام۔

سیدنا سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کی نمازِ عصر گھوڑوں کے ملاحظہ میں قضا ہوئی حتّٰی توارت بالحجاب[3] یہاں تک کہ سورج پردے میں جا چھپا۔ فرمایا: ردوھا علیّ[4] پلٹا لاؤ میری طرف۔ امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم اس آیت کریمہ کی تفسیر میں مروی کہ سلیمان علیہ الصلٰوۃ والسلام کے اس قول میں ضمیر آفتاب کی طرف ہے اور خطاب اُن ملائکہ سے جو آفتاب پر متعین ہیں یعنی نبی اللہ سلیمان نے اُن فرشتوں کو حکم دیا کہ ڈوبے ہوئے آفتاب کو واپس لے آؤ۔ وہ حسب الحکم واپس لائے یہاں تک کہ مغرب ہو کر پھر عصر کا وقت ہوگیا اور سیدنا سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام نے نماز ادا فرمائی۔ معالم التنزیل شریف میں ہے: حُکی عن علی رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ قال معنی قولہ ردوھا علیّ یقول سلیمٰن علیہ الصلٰوۃ والسلام بامر اللہ عزّ وجلّ للملٰئکۃ الموکلین بالشمس ردوھا علیّ یعنی الشمس فردوھا علیہ حتّٰی صلی العصر فی وقتہا۔[5]

---

[1] صحیح مسلم کتاب المساجد و موضع الصلٰوۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۹

[2] القرآن الکریم ۲۵/۱

[3] " " ۳۸/۳۲

[4] " " ۳۸/۳۳

[5] معالم التنزیل (تفسیر البغوی) تحت الآیۃ ۳۸/۳۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۴/۵۲

سیدنا سلیمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نوابانِ بارگاہِ رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے ایک جلیل القدر نائب ہیں پھر حضور کا حکم تو حضور کا حکم ہے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی بے شمار رحمتیں امام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی پر کہ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ میں فرماتے ہیں :

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانۃ السر وموضع نفوذ الامر فلاینفذ امر الامنہ ولاینقل خیر الاعنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؎

یعنی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم خزانہ رازِ الٰہی و جائے نفاذِ امر ہیں، کوئی حکم نافذ نہیں ہوتا مگر حضور کے دربار سے، اور کوئی نعمت کسی کو نہیں ملتی مگر حضور کی سرکار سے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

اَلَا بِاَبِیْ من کان مَلِکًا و سیّدًا
وَاٰدم بین الماء والطّین واقفٌ
اذا رام امرًا لَایکونُ خِلَافُہٗ
ولیسَ لِذٰلکَ الاَمْرِ فی الکونِ صارِفٌ [1]

یعنی خبردار ہو میرے ماں باپ قربان اُن پر جو بادشاہ وسردار ہیں اس وقت سے کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام ابھی آب وگِل کے اندر ٹھہرے ہوئے تھے وہ جس بات کا ارادہ فرمائیں اس کا خلاف نہیں ہوتا تمام جہان میں کوئی ان کا حکم پھیرنے والا نہیں۔

اقول اور ہاں کیونکر کوئی اُن کا حکم پھیر سکے کہ حکمِ الٰہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔

لا راد لقضائہ ولا معقب لحکمہ۔

اس کی قضاء کو رَد کرنے والا اور اس کے حکم کو پھیرنے والا کوئی نہیں۔ (ت)

یہ جو کچھ چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ صحیحین بخاری و مسلم ونسائی وغیرہا میں حدیث صحیح جلیل ہے کہ ام المومنین صدیقہ اپنے پیارے محبوب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کرتی ہیں :

ما اری ربک الا یسارع ھواک [2]

یارسول اللہ! میں حضور کے رب کو نہیں دیکھتی مگر حضور کی خواہش میں جلدی و شتابی کرتا ہوا۔

مسلمانو! ذرا دیکھنا کوئی وہابی ناپاک اِدھر اُدھر ہو تو اُسے باہر کردو، اور کوئی چھوٹا متصوف

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول توطئۃ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۵۶
[2] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب قولہ ترجی من تشاء الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۰۶

نصاریٰ کی طرح غلو وافراط والا دیا چھپا ہو تو اُسے بھی دُور کر دو اور تم عبدہٗ ورسولہٗ کی سچی معیار پر کانٹے کی تول مستقیم ہو کر یہ حدیث سنو کہ انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :

مَرِضَ ابوطالب فعادہ النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فقال یا ابن اخی ادع ربک الذی بعثک یعافینی فقال اللھم اشف عمی فقام کانما نشط من عقال فقال یا ابن اخی ان ربک الذی تعبدہٗ لیطیعک فقال وانت یا عماہ لو اطعتہٗ لیطیعنک۔ ابن عدی[1] من طریق الھیثم البکاء عن ثابت البنانی عن انس ابن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

یعنی ابوطالب بیمار پڑے سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم عیادت کو تشریف لے گئے ابوطالب نے عرض کی : اے بھتیجے میرے ! اپنے رب سے جس نے حضور کو بھیجا ہے میری تندرستی کی دعا کیجئے۔ حضور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے دعا کی : الٰہی ! میرے چچا کو شفا دے۔ یہ دُعا فرماتے ہی ابوطالب اٹھ کھڑے ہوئے جیسے کسی نے بندش کھول دی ، حضور سے عرض کی : اے میرے بھتیجے ! بیشک حضور کا رب جس کی تم عبادت کرتے ہو حضور کی اطاعت[عہ] کرتا ہے۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے (اس کلمہ پر انکار نہ فرمایا بلکہ اور تاکیدًا وتائیدًا) ارشاد کیا کہ اے چچا ! اگر تُو اُس کی اطاعت کرے تو وہ تیرے ساتھ بھی یُونہی معاملہ فرمائے گا۔ (ابن عدی)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صحیح البخاری	کتاب النکاح باب الشغار	قدیمی کتب خانہ کراچی	۲/۷۶۶
صحیح مسلم	کتاب الرضاع باب جواز ھبتہا نوبتہا لضرتہا	" " "	۱/۴۷۳
سنن النسائی	ذکر امر رسول اللہ فی النکاح	نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی	۲/۶۷
مسند احمد بن حنبل	عن عائشہ رضی اللہ عنہا	المکتب الاسلامی بیروت	۶/۱۳۴
[1] الکامل لابن عدی	ترجمہ الھیثم بن جماز	دار الفکر بیروت	۷/۲۵۶۱

عہ یہاں اطاعت کے معنے ہیں ہر مرادِ محبوب حسب مرادِ محبوب فوراً موجود فرمادے ۱۲ منہ

نے بطریق ہیثم البکا ما تھوں نے ثابت بنانی سے انھوں نے
انس ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

اور حدیث سُنئے کہ سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں بیشک بالیقین میں روزِ قیامت تمام جہان کا سیّد ہوں میرے ہاتھ میں لواء الحمد ہوگا، کوئی شخص ایسا نہ ہوگا جو میرے نشان کے نیچے نہ ہو کشاکش کا انتظار کرتا ہوا۔ میں چلوں گا اور لوگ میرے ساتھ ہوں گے یہاں تک کہ دروازۂ جنت پر تشریف فرما ہو کر دروازہ کھلواؤں گا سوال ہوگا کون ہیں؟ میں فرماؤں گا محمد (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)۔ کہا جائے گا مرحبا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو۔ پھر جب میں اپنے رب عزوجل کو دیکھوں گا اس کے لئے سجدۂ شکر میں گروں گا اس پر کہا جائے گا:

ارفع راسك وقل تطاع واشفع تشفع۔ اپنا سر اٹھاؤ اور جو کہنا ہو کہو تمھاری اطاعت کی جائے گی اور شفاعت کرو کہ تمھاری شفاعت قبول ہوگی۔

پس جو لوگ جل چکے تھے وہ اللہ کی رحمت اور میری شفاعت سے دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔[1]

الحاکم فی المستدرك و ابن عساکر عن عُبادة بن الصامت رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے مستدرک میں اور ابن عساکر نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس کو روایت کیا۔(ت)

اسی باب سے ہے حدیث کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان ربّی استشارنی فی امتی ماذا افعل بھم بیشک میرے رب نے میری امت کے باب میں مجھ سے مشورہ طلب فرمایا کہ میں ان کے ساتھ کیا کروں۔ فقلتُ ما شئتَ یا رب ھم خلقك و عبادك میں نے عرض کیا کہ اے رب میرے! جو تُو چاہے کہ وہ تیری مخلوق اور تیرے بندے ہیں۔ فاستشارنی الثانیة اس نے دوبارہ مجھ سے مشورہ پوچھا۔ فقلت لہٗ کذالك میں نے اب بھی وہی عرض کی۔ فاستشارنی الثالثة اس نے سہ بارہ مجھ سے مشورہ لیا۔ فقلت لہ کذالك میں نے پھر وہی عرض کی۔ فقال تعالٰی انّی لن اخزیك فی اُمّتك

---

[1] اتحاف السادة المتقین بحوالہ الحاکم و ابن عساکر صفة الشفاعة دار الفکر بیروت ۱/ ۳۰
کنز العمال بحوالہ ك و ابن عساکر حدیث ۳۹۰۳۸ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۳۴

یا احمد! تو رب عزوجل نے فرمایا: اے احمد! بیشک میں ہرگز تجھے تیری اُمت کے معاملہ میں رُسوا نہ کروں گا۔ وبشرنی أنّ اول من یدخل الجنۃ معی من أمتی سبعون الفا مع کل الف سبعون الفا لیس علیھم حساب[1] اور مجھے بشارت دی کہ میرے ستّر ہزار امتی سب سے پہلے میرے ساتھ داخلِ بہشت ہونگے ان میں ہر ہزار کے ساتھ ستّر ہزار ہونگے جن سے حساب تک نہ لیا جائیگا۔

آگے حدیث اور طویل وجلیل ہے جس میں اپنے اور اپنی امت مرحومہ کے فضائل جلیلہ ارشاد فرمائے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیھم وبارک وسلم آمین!

الامام احمد[1] وابن عساکر عن حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ امام احمد اور ابن عساکر نے حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ (ت)

بحمد اللہ یہی معنی ہیں اس حدیث کے کہ رب العزۃ روزِ قیامت حضرت رسالت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ سے مجمع اولین وآخرین میں فرمائے گا:

کُلّھم یطلبون رضائی وانا اطلب رضاك یا محمد[2] یہ سب میری رضا چاہتے ہیں اور میں تیری رضا چاہتا ہوں اے محمد!

میں نے اپنا ملک عرش سے فرش تک تجھ پر قربان کردیا صلی اللہ علیك وعلٰی اٰلك وبارك وسلم۔

اے مسلمان! اے سُنّی بھائی! اے مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی شانِ ارفع کے فدائی! آفتاب وماہتاب پر اُن کا حکم جاری ہونا کیا بات ہے آفتاب طلوع نہیں کرتا جب تک اُن کے نائب اُن کے وارث اُن کے فرزند اُن کے دلبند، غوث الثقلین، غوث الکونین حضور پرنور سیدنا ومولانا امام ابومحمد شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالٰی عنہ پر سلام عرض نہ کرلے۔

امام اجل سیدی نورالدین ابوالحسن علی شطنوفی قدس سرہ الروفی (جنھیں امام جلیل

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن حذیفہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۹۳
کنز العمال بحوالہ حم وابن عساکر حدیث ۳۲۱۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۴۴۸
الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بان امتہ وضع عنھم الاصر مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۱۰
[2] مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۲/ ۱۴۴ دار الکتب العلمیہ بیروت ۴/ ۹۷

عارف باللہ سیدی عبداللہ بن اسعد مکی یافعی شافعی رحمہ اللہ تعالٰی نے مرآۃ الجنان میں الشیخ الامام الفقیہ المقرادی[1] سے وصف کیا کتاب مستطاب بہجۃ الاسرار شریف میں خود روایت فرماتے ہیں :

اخبرنا ابومحمد عبد السلام بن ابی عبد اللہ محمد بن عبد السلام بن ابراھیم بن عبد السلام البصری الاصل البغدادی المولد والدار بالقاھرۃ سنۃ احدٰی وسبعین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخ ابوالحسن علی بن سلیمان البغدادی الخباز ببغداد سنۃ ثلٰث وثلٰثین وستمائۃ قال اخبرنا الشیخان الشیخ ابوالقاسم عمر بن مسعود البزار والشیخ ابوحفص عمر الکیماتی ببغداد وسنۃ احدٰی وتسعین وخمسمائۃ قالا کان شیخنا الشیخ عبد القادر رضی اللہ تعالٰی عنہ یمشی فی الھواء علٰی رؤس الاشھاد فی مجلسہ و یقول ما تطلع الشمس حتی تسلم علیّ وتجیئ السنۃ الیّ وتسلم علیّ وتخبرنی بما یجری فیھا و یجیئ الشھر ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الاسبوع ویسلم علیّ ویخبرنی بما یجری فیہ ویجیئ الیوم ویسلم علیّ

یعنی امام اجل حضرت ابوالقاسم عمر بن مسعود بزار اور حضرت ابوحفص عمر کیمائی رحمہما اللہ تعالٰی فرماتے ہیں ہمارے شیخ حضور سیدنا عبدالقادر رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی مجلس میں برملا زمین سے بلند ہوا پر مشی فرماتے اور ارشاد کرتے آفتاب طلوع نہیں کرتا یہاں تک کہ مجھ پر سلام کرلے نیا سال جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے نیا ہفتہ جب آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے ، نیا دن جو آتا ہے مجھ پر سلام کرتا اور مجھے خبر دیتا ہے جو کچھ اس میں ہونے والا ہے ، مجھے اپنے رب کی عزت کی قسم کہ تمام سعید و شقی مجھ پر پیش کئے جاتے ہیں میری آنکھ لوحِ محفوظ پر لگی ہے یعنی لوحِ محفوظ میرے پیشِ نظر ہے ، میں اللہ عزوجل کے علم و مشاہدہ کے دریاؤں میں غوطہ زن ہوں، میں تم سب پر حجتِ الٰہی ہوں ، میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نائب اور زمین میں حضور (صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم)

---

[1] مرآۃ الجنان

ویخبرونی بما یجری فیہ و عزۃ ربی ان السعداء والاشقیاء لیعرضون علی عینی فی اللوح المحفوظ انا غائص فی بحار علوم اللہ ومشاھدتہ انا حجۃ اللہ علیکم جمیعکم انا نائب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ووارثہ فی الارض۔ صدقت یا سیدی واللہ فانما انت کلمت عن یقین لا شك فیہ و ولا وھم یعتریہ انما تنطق فتنطق وتعطی فتفرق وتؤمر فتفعل والحمد للہ رب العالمین۔

کا وارث ہوں۔ سچ فرمایا ہے آپ نے اے میرے آقا، بخدا آپ یقین پر مبنی کلام فرماتے ہیں جس میں کوئی شک اور وہم راہ نہیں پاتا۔ بے شک آپ سے کوئی بات کہی جاتی ہے تو آپ کہتے ہیں اور آپ کو عطا ہوتا ہے تو آپ تقسیم فرماتے ہیں۔ آپ کو امر کیا جاتا ہے تو آپ عمل کرتے ہیں۔ اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔(ت)

اس حدیث کے متعلق کلام نے قدرے طول پایا مگر الحمد للہ کہ مقصود رسالہ سے باہر نہ آیا، وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۲۷: صحیح مسلم شریف وسنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومعجم کبیر طبرانی میں سیدنا ربیعہ بن کعب اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

قال کنت ابیت مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاتیتہ بوضوئہ وحاجتہ فقال لی سل (ولفظ الطبرانی فقال یومًا یا ربیعۃ سلنی فاعطیك رجعنا الی لفظ مسلم) قال فقلت اسألك مرافقتك فی الجنۃ

میں حضور پُرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس رات کو حاضر رہتا ایک شب حضور کے لئے آبِ وضو وغیرہ ضروریات لایا (رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا بحرِ رحمت جوش میں آیا) ارشاد فرمایا: مانگ کیا مانگتا ہے کہ ہم تجھے عطا فرمائیں۔ میں نے عرض کی: میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں

---

[1] بہجۃ الاسرار ذکر کلمات اخبربہا عن نفسہ الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ص ۵۰

فقال اَوغیر ذٰلک قلت ھو ذاک قال فاعنی علٰی نفسک بکثرۃ السجود[1]۔

اپنی رفاقت عطا فرمائیں۔ فرمایا: کچھ اور؟ میں نے عرض کی، میری مراد تو صرف یہی ہے۔ فرمایا: تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے۔

شعر
کہ حیف باشد ازو غیر او تمنائے
(کہ حیف ہے اُس سے اُس کے غیر کی تمنا کرنا۔ ت)

سائل ہوں ترا مانگتا ہوں تجھ سے تجھی کو
معلوم ہے اقرار کی عادت تری مجھ کو

سیّدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "تو میری اعانت کر اپنے نفس پر کثرتِ سجود سے"۔

الحمدللہ یہ جلیل و نفیس حدیث صحیح اپنے ہر ہر جملے سے وہابیت کُش ہے۔ حضور اقدس خلیفۃ اللہ الاعظم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مطلقاً بلاقید و بلاتخصیص ارشاد فرمانا سَل مانگ کیا مانگتا ہے، جانِ وہابیت پر کیسا پہاڑ ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ حضور ہر قسم کی حاجت روا فرما سکتے ہیں دنیا و آخرت کی سب مرادیں حضور کے اختیار میں ہیں جب تو بلاتقیید ارشاد ہوا: مانگ کیا مانگتا ہے یعنی جو جی میں آئے مانگو کہ ہماری سرکار میں سب کچھ ہے ؎

گر خیریت دُنیا و عقبیٰ آرزو داری
بدرگاہش بیا و ہر چہ میخواہی تمنا کن
(اگر تُو دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے تو اس کی بارگاہ میں آ اور جو چاہتا ہے مانگ لے۔ ت)

شیخ شیوخ علماء الہند عارف باللہ عاشق رسول اللہ برکۃ المصطفٰی فی ھذہ الدیار سیّدی شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ القوی شرح مشکوٰۃ شریف میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

از اطلاق سوال کہ فرمودش بخواہ تخصیص مطلق سوال سے کہ آپ نے فرمایا (مانگ)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب فضل السجود والحث علیہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۳
سنن ابی داؤد ؍ باب وقت قیام النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اللیل آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۷
کنز العمال حدیث ۱۹۰۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۳۰۶
المعجم الکبیر عن ربیعہ ؍ ۴۵۷۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۵/۵۷ و ۵۸

نگر د بطلوبے خاص معلوم میشود کہ کار ہمہ بدست ہمت وکرامت اوست صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم ہرچہ خواہد وکرا خواہد باذن پروردگار خود دہد[1]۔

مانگ ۔ اور کسی خاص شئے کو مانگنے کی تخصیص نہیں فرمائی ۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمام معاملہ آپ کے دستِ اقدس میں ہے جو چاہیں جسے چاہیں اللہ تعالٰے کے اذن سے عطا فرمادیں ۔ (ت)

فان من جودك الدنيا وضرتها ومن علومك علم اللوح والقلم[2]

یہ شعر قصیدۂ بردہ شریف کا ہے جس میں سیدی امام اجل محمد بوصیری قدس سرہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے عرض کرتے ہیں: "یارسول اللہ! دنیا و آخرت دونوں حضور کے خوانِ جود وکرم سے ایک حصہ ہیں اور لوح وقلم کے تمام علوم جن میں ماکان ومایکون جو کچھ ہوا اور جو کچھ قیامِ قیامت تک ہونے والا ہے ذرہ ذرہ بالتفصیل مندرج ہے حضور کے علوم سے ایک پارہ ہیں"۔

اور پہلا شعر کہ" اگر خیریت دنیا وعقبٰے" الخ حضرت شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی کا ہے کہ قصیدۂ نعتیہ حضور پُر نور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں عرض کیا ہے۔

الحمدُ للہ یہ عقیدے ہیں ائمۂ دین کے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی جناب عالم تاب میں، برخلاف اُس سرکش طاغی شیطان لعین کے بندہ داغی جو کہ ایمان کی آنکھ پر کفران کی ٹھیکری رکھ کر کہتا ہے "جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں"[3]۔

الا صلّ ربّ محمد علٰی محمد و اٰلہ وسلم واُخرٰی منتقصیہ واعاذنا من حالھم وشرّھم وسلّم اٰمین۔

درود وسلام نازل فرمائے ربّ محمد محمد مصطفٰے پر اور آپ کی آل پر، اور دوسرا گروہ آپ کی شان میں تنقیص کرنے والا ہے، اللہ تعالٰی ہمیں ان کے حال اور ان کے شر سے بچائے اور سلامت رکھے آمین (ت)

علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

یؤخذ من اطلاقہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم الامر بالسؤال ان

یعنی حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مانگنے کا حکم مطلق دیا اس سے مستفاد ہوتا ہے

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۳۹۶

[2] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدہ بردہ) الفصل العاشر مرکز اہلسنت گجرات الہند ص ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الرابع فی ذکر رد الاشراک فی العبادۃ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۸

اللہ تعالیٰ مکنہ من اعطاء کل ما اراد من خزائن الحق[1] | کہ اللہ عزوجل نے حضور کو عام قدرت بخشی ہے کہ خدا کے خزانوں سے جو چاہیں عطا فرمادیں۔

والحمد للہ رب العالمین ؎

مالک کونین ہیں گو پاس کچھ رکھتے نہیں
دو جہاں کی نعمتیں ہیں اُن کے خالی ہاتھ میں[2]

پھر اس حدیث جلیل میں سب سے بڑھ کر جان وہابیت پر کیسی آفت کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اس ارشاد پر حضرت ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ خود حضور سے جنت مانگتے ہیں کہ اسئلك مرافقتك فی الجنۃ یارسول اللہ! میں حضور سے سوال کرتا ہوں کہ جنت میں رفاقتِ والا عطا ہو۔

وہابی صاحبو! یہ کیسا کھلا شرکِ وہابیت ہے جسے حضور مالکِ جنت علیہ افضل الصلوٰۃ والتحیۃ قبول فرمارہے ہیں وللہ الحجۃ السامیۃ۔

حدیث ۱۲۸: حدیث صحیح وجلیل وعظیم سخت وہابیت کش جسے نسائی وترمذی وابن ماجہ وابن خزیمہ وطبرانی وحاکم وبیہقی نے سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام ترمذی نے حسن غریب صحیح اور طبرانی وبیہقی نے صحیح اور حاکم نے برشرطِ بخاری ومسلم صحیح کہا اور امام حافظ الحدیث زکی الدین عبدالعظیم منذری وغیرہ ائمہ نقد وتنقیح نے اس کی تصحیح کو مسلّم وبرقرار رکھا جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز کہے:

اللّٰھم انی اسئلك واتوجہ الیك بنبیك محمد نبی الرحمۃ یامحمد انی اتوجہ بك الٰی ربی فی حاجتی ھٰذہٖ لیقضٰی لی اللّٰھم | الٰہی! میں تجھ سے مانگتا اور تیری طرف توجہ کرتا ہوں تیرے نبی محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسیلے سے جو مہربانی کے نبی ہیں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف اپنی اس حاجت میں توجہ کرتا ہوں تاکہ میری حاجت روائی

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الصلوٰۃ باب السجود وفضلہ الفصل الاول تحت حدیث ۸۹۶ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۱۵

[2] ؎

فشفعه فیّ [۱] ہو، الٰہی! انھیں میرا شفیع کر ان کی شفاعت میرے حق میں قبول فرما۔

یہ حدیث خود ہی بیمار دلوں پر زخم کاری تھی جس میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حاجت کے وقت ندا بھی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے استعانت والتجا بھی مگر حصن حصین شریف کی بعض روایات نے سر سے پانی تیر دیا۔ اس میں لِیَقْضِیَ لِیْ بصیغۂ معروف ہے یعنی یارسول اللہ! حضور میری حاجت روا فرمادیں۔ [۲]

مولانا فاضل علی قاری علیہ رحمۃ الباری حرز ثمین شرح حصن حصین میں فرماتے ہیں:

وفی نسخۃ بصیغۃ الفاعل ای لیتقضی الحاجۃ لی والمعنی تکون سببا لحصول حاجتی ووصول مرادی فالاسناد مجازی [۳] اور ایک نسخہ میں بصیغہ فاعل (فعل معروف) ہے، یعنی آپ میری حاجت روائی فرمائیں۔ مطلب یہ ہے کہ آپ میری حاجت روائی ومقصد برآری میں سبب ووسیلہ بن جائیں۔ چنانچہ اسناد مجازی ہوگا۔ (ت)

اب دافع البلاء کو شرک ... (کتاب)

---

[۱] سنن الترمذی کتاب الدعوات حدیث ۳۵۸۹ دارالفکر بیروت ۵/۳۳۶
سنن ابن ماجۃ ابواب اقامۃ الصلوٰۃ باب ماجاء فی صلوٰۃ الحاجۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰۰
صحیح ابن خزیمۃ باب صلوٰۃ الترغیب والترہیب حدیث ۱۲۱۹ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۲۶
المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/۱۸
المستدرک للحاکم کتاب صلوٰۃ التطوع دعاء رد البصر دارالفکر بیروت ۱/۳۱۳
دلائل النبوۃ للبیہقی باب فی تعلیم الضریر ماکان فیہ شفاء الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۶/۱۶۶ تا ۱۶۸
عمل الیوم واللیلۃ للنسائی حدیث ۶۵۷ دار ابن حزم بیروت ص ۵۹ و ۶۰
الترغیب والترہیب الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/۴۷۳ تا ۴۷۵

[۲] الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

[۳] حرز ثمین شرح الحصن الحصین مع الحصن الحصین منزل یوم الاثنین صلوٰۃ الحاجۃ افضل المطابع ص ۱۲۵

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے زمانۂ اقدس میں نابینا کو دعا تعلیم فرمائی کہ بعد نماز یُوں عرض کرو ہمارا نامِ پاک لے کر ندا کرو ہم سے استمداد والتجا کرو، شرکِ وہابیت کو قعرِ جہنم میں پہنچانے کو بس یہی تھا کہ،

اوّلاً جو شرک ہے اس میں تفرقۂ زمانۂ حیات وبعدِ وفات یا تفرقۂ قُرب وبُعد یا غیبت وحضور سب مردود ومقہور، جس کا بیان اوپر مذکور۔

ثانیاً حاصلِ تعلیم یہ نہ تھا کہ دو رکعت نماز پڑھ کر دعا کا بالائی ٹکڑا تو اللہ عزوجل سے عرض کرنا پھر ہمارے پاس حاضر ہو کر یا محمد سے اخیر تک عرض کرنا، اور دعا میں سنت اخفا ہے اور آہستہ کہنے میں وہابیت کی عقلِ ناقص پر غیبت وحضور یکساں ہے، عادی طور پر دونوں ندا بالغیب ہوں گی، مگر قیامت تو سیدنا عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پُوری کر دی کہ زمانۂ خلافتِ امیر المومنین عثمانِ غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ میں یہی دُعا ایک صاحب حاجتمند کو تعلیم فرمائی اور ندا بعد الوصال سے جانِ وہابیت پر آفتِ عظمٰی ڈھائی۔ معجم کبیر امام طبرانی میں یہ حدیث یوں ہے کہ ایک شخص امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کی بارگاہ میں اپنی کسی حاجت کے لئے حاضر ہوا کرتے امیر المومنین ان کی طرف التفات نہ فرماتے نہ ان کی حاجت پر غور کرتے، ایک دن عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے اُن سے شکایت کی، عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

ائتِ المیضاۃ فتوضأ ثم ائت المسجد فصلّ فیہ رکعتین ثم قل اللّٰھم انی اسئلک واتوجہ الیک بنبینا محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی الرحمۃ یامحمد انی اتوجہ بک الٰی ربی فیقضی حاجتی وتذکر حاجتک وُرح الیّ حتّی اروح معک۔

وضو کی جگہ جاکر وضو کر و پھر مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھو پھر یُوں دُعا کرو کہ الٰہی! میں تجھ سے سوال کرتا اور تیری طرف ہمارے نبی محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نبی رحمت کے ذریعے سے متوجہ ہوتا ہوں، یارسول اللہ! میں حضور کے وسیلے سے اپنے رب کی طرف توجہ کرتا ہوں کہ میری حاجت روا فرمائیے۔ اور اپنی حاجت کا ذکر کرو شام کو پھر میرے پاس آنا کہ میں بھی تمہارے ساتھ چلوں۔

صاحبِ حاجت نے جاکر ایسا ہی کیا، پھر امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے دروازے پر حاضر ہوئے، دربان آیا ہاتھ پکڑ کر امیر المومنین کے حضور لے گیا، امیر المومنین (عثمان غنی) نے

اپنے ساتھ مسند پر بٹھایا اور فرمایا کیسے آئے ہو؟ انھوں نے اپنی حاجت عرض کی، امیر المومنین نے فوراً روا فرمائی، پھر ارشاد کیا: اتنے دنوں میں تم نے اس وقت اپنی حاجت کہی۔ اور فرمایا: جب کبھی تمھیں کوئی حاجت پیش آئے ہمارے پاس آنا۔ اب یہ صاحب امیر المومنین کے پاس سے نکل کر حضرت عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملے اُن سے کہا: اللہ تعالٰی آپ کو جزائے خیر دے امیر المومنین نہ میری حاجت میں غور فرماتے تھے نہ میری طرف التفات لاتے یہاں تک کہ آپ نے میری سفارش اُن سے کی۔ عثمان بن حنیف نے فرمایا:

واللہ ما کلمتہ ولکن شھدت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واتاہ رجل ضریر فشکٰی الیہ ذھاب بصرہ فقال لہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایت المیضاۃ فتوضأ ثم صل رکعتین ثم ادع بھذہ الدعوات فقال عثمان بن حنیف فواللہ ماتفرقنا وطال بنا الحدیث حتی دخل علینا الرجل کانہ لم یکن بہ ضر قط۔[1]

خدا کی قسم میں نے تو تمھارے بارے میں امیر المومنین سے کچھ بھی نہ کہا مگر ہے یہ کہ میں نے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور کی خدمت اقدس میں ایک نابینا حاضر ہوا اور اپنی نابینائی کی شکایت حضور سے عرض کی، حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: موضع وضو پر جا کر وضو کرکے دو رکعت نماز پڑھ پھر یہ دعائیں پڑھ۔ عثمان بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہم اٹھنے بھی نہ پائے تھے باتیں ہی کر رہے تھے کہ وہ نابینا ہمارے پاس انکھیارے ہو کر آئے گویا کبھی اُن کی آنکھوں میں کچھ نقصان نہ تھا۔

امام طبرانی اس حدیث کی متعدد اسنادیں ذکر کرکے فرماتے ہیں، والحدیث صحیح[2] یہ حدیث صحیح ہے۔ والحمد للہ رب العالمین۔

حدیث ۱۲۹: کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اہل مدینہ طیبہ سے ارشاد فرمایا:

اصبروا وابشروا فانی قد بارکت — صبر کرو اور شاد ہو کہ بیشک میں نے تمھارے

---

[1] المعجم الکبیر عن عثمان بن حنیف حدیث ۸۳۱۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۹/ ۱۸

[2] الترغیب والترھیب بحوالہ الطبرانی الترغیب فی صلوٰۃ الحاجۃ مصطفی البابی مصر ۱/ ۴۷۶

علیٰ صاعکم و مُدِّکم - البزار فی مسندہ[1] عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ رزق کے پیمانوں پر برکت کر دی ہے۔ (بزار نے اپنی مسند میں امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث نے بتایا کہ اہلِ مدینہ کے رزق میں برکت رکھنے کو حضور صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی طرف نسبت فرمایا۔

○ (رسالہ ضمنی) منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب ۱۳۱۲

(عقلمند کا مقصد کہ بے شک احکامِ شرع حبیب اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے اختیار میں ہیں)

احادیثِ تحریمِ حرمِ مدینہ طیبہ بحکمِ احکم حضور سیّد عالم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

حدیث ۱۳۰: صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے عرض کی:

اللھم ان ابراھیم حرّم مکّۃ وانی احرّم ما بین لابتیھا۔ ھما واحمد[2] و الطحاوی فی شرح معانی الآثار عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ الٰہی! بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم کر دیا اور میں دونوں سنگستان مدینہ طیبہ کے درمیان جو کچھ ہے اُسے حرم بناتا ہوں۔ (بخاری، مسلم اور احمد اور طحاوی نے شرح معانی الآثار میں حضرت انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۱: نیز صحیحین میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ ابراھیم حرّم مکّۃ ودعا لاھلھا وانی حرمت المدینۃ کما حرّم ابراھیم مکۃ وانی بیشک ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے مکہ معظمہ کو حرم بنا دیا اور اس کے ساکنوں کے لئے دعا فرمائی اور بیشک میں نے مدینہ طیبہ کو حرم

---

[1] کنز العمال بحوالۃ البزار حدیث ۳۸۱۲۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲۵/۱۴

[2] صحیح البخاری کتاب الانبیاء باب یزفون النسلان قدیمی کتب خانہ کراچی ۴۷۷/۱

" کتاب المغازی غزوۂ احد " " " ۵۸۵/۲

" کتاب الاعتصام باب ما ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱۰۹۰/۲

صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ " " " ۴۴۱/۱

مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱۴۹/۳

شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳۴۳/۲

دعوتُ فی صاعہا و مُدّہا بمثلَی ما دعا ابراھیم لاھل مکۃ۔ ھم جمیعًا عن عبداللہ بن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کر دیا جس طرح انھوں نے مکّے کو حرم کیا اور میں نے اُس کے پیمانوں میں اس سے دُونی برکت کی دُعا کی جو دُعا انھوں نے اہل مکہ کے لئے کی تھی (ان سب نے عبداللہ ابن زید بن عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۲: نیز صحیحین میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عرض کی، الٰہی! بیشک ابراہیم تیرے خلیل اور تیرے نبی ہیں اور تُو نے اُن کی زبان پر مکہ معظمہ کو حرم کیا اللّٰھم و انا عبدك و نبیك و انی اُحرّمُ ما بین لابتیھا الٰہی! اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہُوں میں مدینہ طیبہ کی دونوں حدوں کے اندر ساری زمین کو حرم بناتا ہوں۔[۲]

امام طحاوی نے اس کے قریب روایت کی اور یہ زائد کیا:

ونھی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یعضد شجرھا او یخبط او یؤخذ طیرھا۔[۳]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ اس کا پیڑ کاٹیں یا پتّے جھاڑیں یا اس کے پرندوں کو پکڑیں۔

حدیث ۱۳۳: صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انی اُحرِّمُ ما بین لابتی المدینۃ ان یقطع عضاھھا او یقتل

بیشک میں حرم بناتا ہوں دو سنگلاخ مدینہ کے درمیان کو کہ اس کی ببولیں نہ کاٹی جائیں

---

[۱] صحیح البخاری کتاب البیوع باب برکۃ صاع النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ ودعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم " " " ۱/ ۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳
[۲] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ و دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فضل المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۲
کنز العمال حدیث ۳۴۸۰۲ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱۲/ ۲۴۵
[۳] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۳

صیدھا۔ ھو واحمد[1] والطحاوی عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

اور اس کا شکار نہ مارا جائے۔ (مسلم اور احمد اور طحاوی نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۴: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انّ ابراھیم حرم مکۃ وانی احرم مابین لابتیھا۔ ھو[2] والطحاوی عن رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرم کردیا اور میں مدینہ کے دونوں سنگلاخ کے درمیان کو حرم کرتا ہوں (مسلم اور طحاوی نے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۵: نیز صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللّٰھم انّ ابراھیم حرم مکۃ فجعلھا حرما وانی حرمت المدینۃ حراما مابین مازمیھا ان لا یھراق فیھا دم ولا یحمل سلاح لقتال ولا یخبط فیھا شجرۃ الا بعلف[3]۔

الٰہی! بیشک ابراہیم نے مکہ معظمہ کو حرام کرکے حرم بنادیا اور بیشک میں نے مدینہ کے دونوں کناروں میں جو کچھ ہے اسے حرم بناکر حرام کردیا کہ اس میں کوئی خون نہ گرایا جائے نہ لڑائی کے لئے اسلحہ اٹھایا جائے نہ کسی پیڑ کے پتّے جھاڑیں مگر جانور کو چارہ دینے کے لئے۔

حدیث ۱۳۶: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عرض کرتے ہیں:

اللّٰھم انی قد حرمت ما بین لابتیھا

الٰہی! بیشک میں نے تمام مدینہ کو حرم کردیا

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضائل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰
مسند احمد بن حنبل عن سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۱

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۳

کما حرمت علی لسان ابراھیم الحرم۔ ھو[1] واحمد والرّویانی عن ابی قتادۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جس طرح تُونے زبانِ ابراہیم پر حرم محترم کو حرم بنایا (مسلم، احمد اور رویانی نے ابی قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۷: نیز صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان ابراھیم حرّم بیت اللہ و اٰمنہ و انّی حرّمت المدینۃ ما بین لابتیھا لایقطع عضاھھا ولا یصاد صیدھا۔ ھو[2] والطحاوی عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

بیشک ابراہیم نے بیت اللہ کو حرم بنادیا اور امن والا کردیا اور میں نے مدینہ طیبہ کو حرم کیا کہ اس کے خاردار درخت بھی نہ کاٹے جائیں اور اس کے جانور شکار نہ کئے جائیں (مسلم اور طحاوی نے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۳۸: صحیحین میں ہے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا:

حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ما بین لابتی المدینۃ وجعل اثناعشر میلاً حول المدینۃ حمی۔ ھما[3] واحمد وعبد الرزاق فی مصنفہ۔

تمام مدینہ طیبہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حرم کردیا اور اس کے آس پاس بارہ بارہ میل تک سبزہ و درخت کو لوگوں کے تصرف سے اپنی حمایت میں لے لیا۔ بخاری اور مسلم اور عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں روایت کیا۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۰ تا ۴۴۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۰۹
کنز العمال بحوالہ حم والرویانی " " " " حدیث ۳۴۸۵۵ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۴۴

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۲
کنز العمال بحوالہ مسلم حدیث ۳۴۸۱۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۳۲

[3] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرم المدینۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱
صحیح المسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۴۸۶
المصنف لعبد الرزاق کتاب حرمۃ المدینہ حدیث ۱۷۱۴۵ المجلس العلمی بیروت ۹/ ۲۶۰ و ۲۶۱

ابن جریر کی روایت یوں ہے:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شجرھا ان یعضد او یُخبط۔ رواہ عن خبیبؓ الہذلی[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے پیڑ کاٹنا یا ان کے پتّے جھاڑنا حرام فرمایا۔ (اس کو خبیب ہذلی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت)

حدیث ۱۳۹: صحیح مسلم شریف میں ہے رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

انّ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم مابین لابتی المدینۃ۔ ھو[2] والطحاوی[3] فی معانی الاٰثار۔

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینہ طیبہ کو حرم بنادیا۔ (مسلم اور طحاوی نے معانی الآثار میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۴۰: نیز صحیح مسلم و معانی الآثار میں عاصم احول سے ہے:

قلت لانس بن مٰلک احرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم المدینۃ قال نعم الحدیث۔ زاد ابوجعفر[4] فی روایۃ لایعضد شجرھا ولمسلم[5] فی اخرٰی نعم ھی حرام لایُختلٰی خلاھا فمن فعل ذٰلک فعلیہ لعنۃ اللہ والملٰئکۃ والناس اجمعینؓ۔

یعنی میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا کیا مدینہ کو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حرم بنادیا؟ فرمایا: ہاں، اس کا پیڑ نہ کاٹا جائے اس کی گھاس نہ چھیلی جائے، جو ایسا کرے اس پر لعنت ہے اللہ اور فرشتوں اور آدمیوں سب کی۔ والعیاذ باللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۴۱: سنن ابی داؤد میں ہے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا:

---

[1]

[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴۲

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۴۴۳

[5] صحیح مسلم کتاب الحج فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۱

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ھذا الحرم۔[1]

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حرم محترم کو حرم بنادیا۔

حدیث ۱۴۲: شرجیل کہتے ہیں ہم مدینہ طیبہ میں کچھ جال لگارہے تھے زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ تشریف لائے جال پھینک دئے اور فرمایا:

تعلموا ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم صیدھا۔ الامام ابوجعفر فی شرح الطحاوی۔[2]

تمھیں خبر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کا شکار حرام قرار دیا ہے (امام ابوجعفر نے شرح طحاوی میں اس کو بیان کیا ہے۔ ت)

ابوبکر بن ابی شیبہ نے زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یوں روایت کی:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ما بین لابتیھا۔[3]

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینے کے دونوں سنگلاخ کے مابین کو حرم کردیا۔

حدیث ۱۴۳: ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرّم ما بین لابتی المدینۃ ان یعضد شجرھا او یخبط۔[4]

بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے تمام مدینے کو حرم بنادیا ہے کہ اس کے پیڑ نہ کاٹے جائیں نہ پتے جھاڑیں۔

حدیث ۱۴۴: ابراہیم بن عبدالرحمٰن بن عوف فرماتے ہیں میں نے ایک چڑیا پکڑی تھی اسے لئے ہوئے باہر گیا میرے والد ماجد حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ نے شدت سے میرا کان مل کر چڑیا کو چھوڑ دیا اور فرمایا:

حرّم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صید ما بین لابتیھا۔[5]

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینے کا شکار حرام فرمادیا ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۷۹

[2] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[3]

[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

[5] " " " " " " " " " " "

حدیث ۱۴۵: صعب بن جثامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اِنَّ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم حرم البقیع وقال لاحمی الّا للّٰہ ورسولہ[1]۔ بیشک رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بقیع کو حرم بنادیا اور فرمایا: چراگاہ کو کوئی اپنی حمایت میں نہیں لے سکتا سوا اللہ و رسول کے جل جلالہ و صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

روی الثلثۃ الامام الطحاوی (تینوں احادیث امام طحاوی نے روایت کیں۔ت)

یہ سولہ[16] حدیثیں ہیں، پہلی آٹھ میں خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہم نے مدینہ طیبہ کو حرم کردیا، اور پچھلی آٹھ میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے کہا کہ حضور کے حرم کردینے سے مدینہ طیبہ حرم ہوگیا حالانکہ یہ صفت خاص اللہ عزوجل کی ہے۔ پہلی آٹھ سے پانچ میں اپنے پدر کریم سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی طرف بھی یہی نسبت ارشاد ہوئی کہ مکہ معظمہ کو حرم محترم انھوں نے حرم کردی انھوں نے امن والی بنادی حالانکہ خود ارشاد فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اِنّ مکۃ حرمھا اللّٰہ تعالٰی ولم یحرمھا الناس۔ البخاری[2] والترمذی[3] عن ابی شُریح البغدادی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ بیشک مکہ معظمہ کو اللہ تعالٰی نے حرم کیا ہے آدمی نے نہیں کیا۔ (بخاری اور ترمذی نے ابی شریح بغدادی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ت)

یہ اسنادیں خاص ہمارے رسالے کی مقصود ہیں مگر یہاں جانِ وہابیت پر ایک آفت اور سخت و شدید تر ہے، مدینہ طیبہ کے جنگل کا حرم ہونا نہ فقط انھیں سولہ بلکہ ان کے سوا اور بہت احادیث کثیرہ میں وارد ہے۔

حدیث صحیحین: انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم من کذا الی کذا مدینہ یہاں سے یہاں تک حرم ہے اس کا

---

[1] شرح معانی الآثار باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۷۵

[2] صحیح البخاری ابواب العمرۃ باب لایعضد شجر الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

[3] سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۸۰۹ دار الفکر بیروت ۲/ ۲۱۷

لا یقطع شجرھا۔ ھما[1] و احمد و الطحاوی واللفظ للجامع الصحیح۔

پیڑ نہ کاٹا جائے۔ امام بخاری اور مسلم اور احمد اور طحاوی نے روایت کیا اور لفظ جامع الصحیح کے ہیں۔ ت)

حدیث[2] صحیحین: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم الحدیث ھما[3] والطحاوی وابن جریر واللفظ للمسلم۔

مدینہ حرم ہے (بخاری ومسلم اور طحاوی اور ابن جریر نے روایت کیا اور لفظ مسلم کے ہیں۔ ت)

حدیث[19] صحیحین: مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

المدینۃ حرم ما بین عیر الٰی کذا و لمسلم والطحاوی ما بین عیر الٰی ثور الحدیث[4] زاد احمد و ابوداؤد فی روایۃ لا یختلٰی خلاھا ولا ینفر صیدھا[5]۔

مدینہ کوہ عیر سے جبلِ ثور تک حرم ہے۔ احمد اور ابوداؤد نے ایک روایت میں یہ اضافہ کیا کہ اس کی گھاس نہ کاٹی جائے اور اس کا شکار نہ بھڑکایا جائے۔

---

[1] صحیح البخاری فضائل المدینہ باب حرمۃ المدینہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۱
کنز العمال بحوالہ حم وغیرہ حدیث ۳۴۸۰۳ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۳۱
مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی " ۳/ ۲۴۲
[2] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینہ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۴۲
[3] صحیح البخاری فضائل مدینہ باب حرمۃ المدینہ " " " ۱/ ۲۵۱
صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل مدینہ الخ " " " ۱/ ۴۴۲
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۸۱
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۴۱
[4] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۱۹
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب فی تحریم المدینہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۷۸

حدیث۲۰: صحیح مسلم: سہل بن حنیف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دست مبارک سے مدینہ طیبہ کی طرف اشارہ کرکے فرمایا:

انّھا حرم اٰمن، ھو لہ واحمد والطحاوی وابو عوانۃ۔ بیشک یہ امن والی حرم ہے (مسلم، احمد، طحاوی اور ابوعوانہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث۲۱: امام احمد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لکل نبی حرم وحرمی المدینۃ۔[2] ہر نبی کے لئے ایک حرم ہوتی ہے اور میری حرم مدینہ ہے۔

حدیث۲۲: عبدالرزاق حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے:

انّ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حرم کل دافۃ اقبلت علی المدینۃ من العضۃ الحدیث۔[3] بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہر گروہ مردم کو کہ حاضر مدینہ ہو اس کے خاردار درختوں سے ممنوع فرمادیا۔

حدیث۲۳: امام طحاوی بطریق مالک عن یونس بن یوسف عن عطا بن یسار کہ لڑکوں نے ایک روباہ کو گھیر کر ایک گوشے میں کردیا تھا، ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ نے لڑکوں کو دور کردیا، امام مالک فرماتے ہیں اور مجھے اپنے یقین سے یہی یاد ہے کہ فرمایا:

اَفی حرم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یُصنع ھذا۔[4] کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی حرم میں ایسا کیا جاتا ہے؟

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فضل المدینۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۴۳
مسند احمد بن حنبل عن سہل بن حنیف المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۸۶
کنز العمال بحوالہ ابی عوانہ حدیث ۳۴۸۰۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۲۳۰
شرح معانی الآثار کتاب الصید باب صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲
[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۱۸
[3] المصنف لعبد الرزاق باب حرمۃ المدینۃ حدیث ۱۷۱۴۳ المجلس العلمی بیروت ۹/۲۶۱
[4] شرح معانی الآثار کتاب الصید صید المدینۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۳۴۲

حدیث ۲۴: مسند الفردوس میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

یبعث اللہ عزوجل من ھٰذہ البقیعۃ ومن ھذا الحرم سبعین الفا یدخلون الجنۃ بغیر حساب یشفع کل واحد منھم فی سبعین الفا وجوھھم کالقمر لیلۃ البدر[1]۔

اللہ تعالٰی روزِ قیامت اس بقیع اور اس حرم سے ستر ہزار شخص ایسے اٹھائے گا کہ بے حساب جنت میں جائیں گے اور ان میں ہر ایک ستر ہزار کی شفاعت کرے گا ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔

اور اگر وہ حدیثیں گنی جائیں جن میں مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ کو حرمین فرمایا تو عدد کثیر ہیں، بالجملہ حدیثیں اس باب میں حدِ تواتر پر ہیں، تو بالیقین ثابت کہ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ کے جنگل کا بتاکیدِ تام واہتمام تمام وہی ادب مقرر فرمادیا جو مکہ معظمہ کے جنگل کا ہے، بایں ہمہ طائفہ تالفہ وہابیہ کا امام بدفرجام بکمال دریدہ دہنی صاف صاف لکھ گیا:

"گردوپیش کے جنگل کا ادب کرنا یعنی وہاں شکار نہ کرنا، درخت نہ کاٹنا یہ کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے بتائے ہیں پھر جو کوئی کسی پیغمبر یا بھوت و پری کے مکانوں کے گردوپیش کے جنگل کا ادب کرے تو اس پر شرک ثابت ہے۔"[2]

کیوں ہم نہ کہتے تھے کہ یہ ناپاک مذہب ملعون مشرب اسی لئے نکلا ہے کہ اللہ و رسول تک شرک کا حکم پہنچائے پھر اور کسی کی کیا گنتی۔ تف ہزار تف بر روئے بددینی۔ اب دیکھنا ہے کہ اس امام بے لگام کے مقلد کہ بڑے موحد بنے پھرتے ہیں اپنے امام کا ساتھ دیتے ہیں یا محمد رسول اللہ پڑھنے کی کچھ لاج رکھتے ہیں۔ اللہ کی بے شمار درودیں محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور ان کے ادب والے غلاموں پر۔

تنبیہ نبیہ: مسلمانو! صرف یہی نہ سمجھنا کہ اس گمراہ امام الطائفہ کے نزدیک حرم محترم حضور پُرنور مالک الارض صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ادب ہی شرک ہے، نہیں نہیں بلکہ اس کے مذہب

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۸۱۲۳ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۲۶۰
کنز العمال " ۳۴۹۶۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۶۲

[2] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸

میں جو شخص حضور اکرم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی زیارت سراپا طہارت کے لئے مدینہ طیبہ کو چلے اگرچہ چار پانچ ہی کوس کے فاصلے سے (کہ کہیں وہابیت کے شرک شدالرحال کا ماتھا نہ ٹھٹکے) اس پر راستے میں بے ادبیاں بیہودگیاں کرتے چلنا فرض عین وجزو ایمان ہے یہاں تک کہ اگر اپنے مالک و آقا صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے عظمت وجلال کے خیال سے باادب مہذب بن کر چلے گا اس کے نزدیک مشرک ہوجائے گا۔ اسی کتاب ضلالت مآب کے اسی مقام میں "رستے میں نامعقول باتیں کرنے سے بچنا بھی انھیں امور میں گنادیا جنھیں خدا پر افتراءً کہتا ہے" یہ سب کام اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتاتے ہیں جو کوئی کسی پیر و پیغمبر کے لئے کرے اس پر شرک ثابت ہے"۔[۲]
سبحان اللہ! نامعقول باتیں کرنا بھی جزو ایمانِ نجدیہ ہے بلکہ سچ پوچھو تو اُن کا تمام ایمان اسی قدر ہے وہ تو خیریہ ہوگئی کہ مجتہد الطائفہ کو یہ عبارت لکھتے وقت آیہ کریمہ فلا رفث ولا فسوق ولا جدال فی الحج[۳] (تو نہ عورتوں کے سامنے صحبت کا تذکرہ ہو نہ کوئی گناہ نہ کسی سے جھگڑا حج کے وقت۔ ت) پوری یاد نہ آئی ورنہ راہِ مدینہ طیبہ میں فسق وفجور کرتے چلنا بھی فرض کہہ دیتا وہ بھی ایسا کہ جو وہاں فسق سے باز آئے مشرک ہوجائے' ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی العظیم۔

لطیفہ حقہ: حضرات نجدیہ بعد ارشادات نیازاعمال عبادت سے بچنا انبیاء و اولیاء ہی کے معاملے سے خاص ہے آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ شرک کے کام جائز، نہیں نہیں جو شرک ہے ہر غیر خدا کے ساتھ شرک ہے، تو آپ حضرات جب اپنے کسی نذیر بشیر یا پیر فقیر یا مرید رشید یا دوست عزیز کے یہاں جایا کیجئے تو راستے میں لڑتے جھگڑتے ایک دوسرے کا سر پھوڑتے ماتھا رگڑتے چلا کیجئے ورنہ دیکھو کھلم کھلا مشرک ہوجاؤ گے ہرگز مغفرت کی بُو نہ پاؤ گے کہ تم نے غیر حج کی راہ میں ان باتوں سے بچ کر وہ کام کیا جو اللہ نے اپنی عبادت کے لئے اپنے بندوں کو بتایا تھا اور اس جوتی پیزار میں یہ نفع کیسا ہے کہ ایک کام میں تین مزے، جدال ہونا تو خود ظاہر اور جب بلا وجہ ہے تو فسوق بھی حاضر اور رفث کے معنے ہر معقول بات کے ٹھہرے تو وہ بھی حاصل۔ ایک ہی بات میں ایمانِ نجدیت کے تینوں رُکن کامل۔ ولاحول ولاقوۃ الّا باللہ العلی

---

[۱] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۷
[۲] " " " " " " " " ۸
[۳] القرآن الکریم ۲/ ۱۹۷

العظیم۔ الحمدللہ خامہ برق بار رضا خرمن سوزی نجدیت میں سب سے نرالا رنگ رکھتا ہے، والحمد للہ رب العالمین۔

تذییل وتکمیل

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ت)

احکامِ الٰہی دو قسم ہیں:

تکوینیہ مثل احیاء واماتت وقضائے حاجت و دفعِ مصیبت وعطائے دولت ورزق ونعمت و فتح وشکست وغیرہا عالم کے بندوبست۔

دوسرے تشریعیہ کہ کسی فعل کو فرض یا حرام یا واجب یا مکروہ یا مستحب یا مباح کردینا مسلمانوں کے سچے دین میں ان دونوں حکموں کی ایک ہی حالت ہے کہ غیرِ خدا کی طرف بروجہ ذاتی احکام تشریعی کی اسناد بھی شرک۔

قال اللہ تعالٰی ام لھم شرکٰؤا شرعوا لھم من الدین ما لم یاذن بہ اللہ[1]

اللہ تعالٰی نے فرمایا: کیا اُن کے لئے خدا کی الوہیت میں کچھ شریک ہیں جنھوں نے اُن کے واسطے دین میں اور راہیں نکال دی ہیں جن کا خدا نے انھیں حکم نہ دیا۔

اور بروجہ عطائی امورِ تکوین کی اسناد بھی شرک نہیں۔ قال اللہ تعالٰی:

فالمدبرٰت امرا[2]

قسم اُن مقبول بندوں کی جو کاروبارِ عالم کی تدبیر کرتے ہیں۔

مقدمہ رسالہ میں شاہ عبدالعزیز کی شہادت سُن چکے کہ:

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ اورا تمام اُمت برمثال پیران و مرشدان می پرستند و امور تکوینیہ را بایشاں وابستہ میدانند[3]

حضرت امیر (مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم) اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور امورِ تکوینیہ کو ان سے وابستہ جانتی ہے۔(ت)

---

[1] القرآن الکریم ۴۲/ ۲۱ [2] القرآن الکریم ۷۹/ ۵

[3] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

مگر کچے وہابی ان دو قسموں میں فرق کرتے ہیں اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ بات فرض کی یا فلاں کام حرام کر دیا تو شرک کا سودا نہیں اُچھلتا، اور اگر کہئے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے نعمت دی یا غنی کر دیا تو شرک سُوجھتا ہے۔ یہ اُن کا نرا تحکم ہی نہیں خود اپنے مذہب نامہذب میں کچاپن ہے۔ جب ذاتی اور عطائی کا تفرقہ اٹھا دیا پھر احکام میں فرق کیسا، سب کا یکساں شرک ہونا لازم، آخر ان کا امام مطلق و عام کہہ گیا کہ:

"کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے اور نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔"[1]

نیز کہا:

"کسی کام کو روا یا ناروا کر دینا اللہ ہی کی شان ہے۔"[2]

صاف تر کہا:

"کسی کی راہ و رسم کو ماننا اور اسی کے حکم کو اپنی سند سمجھنا یہ بھی انھیں باتوں میں سے ہے کہ خاص اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے ٹھہرائی ہیں تو جو کوئی یہ معاملہ کسی مخلوق سے کرے تو اس پر بھی شرک ثابت ہے۔"[3]

اور آگے اس کا قول:

"سو اللہ کے حکم پہنچنے کی راہ بندوں تک رسول ہی کا خبر دینا ہے۔"[4]

اس میں وہ رسول کو حاکم نہیں مانتا صرف مخبر و پیغام رساں مانتا ہے اور اس سے پہلے حصہ کے ساتھ تصریح کر چکا ہے کہ:

"پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے۔"[5]

نیز کہا کہ:

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۰

[2]

[3] " الفصل الرابع " " " " " " " " ۲۸

[4] " " " " " " " " " " "

[5] " الفصل الثانی " " " " " " " " ۱۷

"انبیاء اولیاء کو جو اللہ نے سب لوگوں سے بڑا بنایا سو ان میں بڑائی یہی ہوتی ہے کہ اللہ کی راہ بتاتے ہیں اور برے بھلے کاموں سے واقف ہیں سو لوگوں کو سکھلاتے ہیں[1] صرف بتانے جاننے پہچاننے پر یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ حکم ان کے ہیں فرائض کو انھوں نے فرض کیا محرمات کو انھوں نے حرام کر دیا۔

آخر ہمیں جو احکام معلوم ہوتے اپنے بزرگوں سے آئے انھیں ان کے اگلوں نے بتائے، یونہی طبقہ بطبقہ تبع کو تابعین، تابعین کو صحابہ، صحابہ کو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، تو کیا کوئی یوں کہے گا کہ نماز میرے باپ نے فرض کی ہے یا زنا کو میرے استاد نے حرام کر دیا۔ نبی کی نسبت اگر یوں کہے گا تو وہی ذاتی عطائی کا فرق مان کر، اور وہ کسی کی راہ ماننے اور اس کا حکم سند جاننے کو ان افعال سے گن چکا جو اللہ تعالٰی نے اپنی تعظیم کے لئے خاص کئے ہیں اور انھیں غیر کے لئے کرنے کا نام اشراک فی العبادۃ رکھا، اور اس قسم میں بھی مثل دیگر اقسام تصریح کی کہ:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ آپ ہی اس تعظیم کے لائق ہیں یا یوں سمجھے کہ ان کی اس طرح کی تعظیم سے اللہ خوش ہوتا ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے[2]۔"

تو ذاتی وعطائی کا تفرقہ دینِ نجدی میں قیامت کا تفرقہ ڈال دے گا۔ وہ صاف کہہ چکا:

"نہیں حکم کسی کا سوائے اللہ کے اس نے تو یہی حکم کیا ہے کہ کسی کو اس کے سوا مت مانو[3]۔"

جب رسول کو ماننے ہی کی نہ ٹھہری تو رسول کو حاکم ماننا اور فرائض و محرمات کو رسول کے فرض و حرام کر دینے سے جاننا کیونکر شرک نہ ہوگا، غرض وہ اپنی دُھن کا پکا ہے، ولہٰذا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کس قدر تاکید شدید سے مدینہ طیبہ کے گرد و پیش کے جنگل کا ادب فرض کیا اور اس میں شکار و غیرہ منع فرمایا، مگر یہ جو ارشاد ہوا کہ "مدینے کو حرم میں کرتا ہوں"۔ اس چوٹی کے موحد نے کہ جا بجا کہتا ہے کہ "خدا کے سوا کسی کو نہ مانو" صاف صاف حکم شرک جڑ دیا اور اللہ واحد قہار کے غضب کا کچھ خیال نہ کیا وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸
[2] ؍؍ مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸
[3] ؍؍ الفصل الرابع ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۲۹

ینقلبون[1] (اور اب جان جائیں گے ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت) تو مناسب ہوا کہ بعض احادیث وُہ بھی ذکر کی جائیں جن میں احکام تشریعیہ کی اسناد صریح ہے اور اب اس قسم کی خاص دو آیتوں کا ذکر بھی محمود، اگرچہ آیاتِ گزشتہ سے بھی دو آیتوں میں یہ مطلب موجود، اور ان کے ذکر سے جب عدد آیات انصاف عقود سے متجاوز ہوگا تو تکمیل عقد کے لئے تین آیتوں کا اور بھی اضافہ ہو کہ پچاس کا عدد پورا ہو جس طرح احادیث میں بعونہٖ تعالٰی پانچ خمسین یعنی ڈھائی سو کا عدد کامل ہوگا، ورنہ استیعاب آیات[عہ] میں منظور نہ احادیث میں مقدور، واللہ الہادی الی منار النور، ہم پہلے وہ تین آیتیں تلاوت

عہ مثلاً یہی احکام تشریعیہ کی آیات بکثرت ہیں جن سے دو ہی یہاں مذکور، یونہی اس مضمون میں کہ خلائق کو موت فرشتے دیتے ہیں، صرف دو آیتیں اوپر گزریں، قرآن پاک میں پانچ آیتیں اس مضمون کی اور ہیں، ہم ان پانچ کو یہاں ذکر کردیں کہ اول پانچ آیتیں کتب سابقہ سے مذکور ہوتی ہیں ان کے سبب پچاس پوری صرف قرآن عظیم سے ہوجائیں۔

آیت ۱: ان الذین توفّٰھم الملٰئکۃ[2]	بیشک وہ لوگ جنھیں موت دی فرشتوں نے۔
آیت ۲: جاءتھم رسلنا یتوفونھم[3]	ہمارے رسول ان کے پاس آئے انھیں موت دینے کو۔
آیت ۳: ولو تریٰ اذ یتوفی الذین کفروا الملٰئکۃ[4]	کاش تم دیکھو جب کافروں کو موت دیتے ہیں فرشتے۔
آیت ۴: ان الخزی الیوم والسوء علی الکٰفرین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ ظالمی انفسھم[5]	بیشک آج کے دن رسوائی اور مصیبت کافروں پر ہے جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں اس حال میں کہ وہ اپنی جانوں پر ستم ڈھائے ہوئے ہیں۔
آیت ۵: وکذٰلک یجزی اللہ المتقین الذین تتوفّٰھم الملٰئکۃ طیّبین[6]	ایسا ہی بدلہ دیتا ہے اللہ پرہیزگاروں کو جنھیں موت فرشتے دیتے ہیں پاکیزہ حالت میں۔

جعلنا اللہ منھم بفضلہ ورحمتہ اٰمین (اللہ تعالٰی ہمیں اپنے فضل ورحمت سے انھیں میں سے کردے۔ آمین)

---

[1] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷
[2] القرآن الکریم ۴/ ۹۷
[3] ؎ ؎ ۷/ ۳۷
[4] ؎ ؎ ۸/ ۵۰
[5] ؎ ؎ ۱۶/ ۲۷ و ۲۸
[6] ؎ ؎ ۱۶/ ۳۱ و ۳۲

کریں کہ پھر احکامِ تشریعیہ کا بیان آیات و احادیث سے مسلسل رہے و باللہ التوفیق۔

آیت ۴۶: ان کل نفس لما علیہا حافظ[1] — کوئی جان نہیں جس پر ایک نگہبان متعین نہ ہو۔

یعنی ملائکہ ہر شخص کے حافظ و نگہبان رہتے ہیں۔

آیت ۴۷: الر کتٰب انزلنٰہ الیک لتخرج الناس من الظلمٰت الی النور باذن ربھم الیٰ صراط العزیز الحمید[2] — یہ کتاب ہم نے تمہاری طرف اتاری تاکہ تم اے نبی! لوگوں کو اندھیریوں سے نکال لو روشنی کی طرف اُن کے رب کی پروانگی سے غالب سراہے گئے کی راہ کی طرف۔

آیت ۴۸: ولقد ارسلنا موسٰی بایٰتنا ان اخرج قومک من الظلمٰت الی النور[3] — اور بیشک بالیقین ہم نے موسٰی کو اپنی نشانیوں کے ساتھ بھیجا کہ اے موسٰی! تو نکال لے اپنی قوم کو اندھیریوں سے روشنی کی طرف۔

اقول اندھیریاں کفر و ضلالت ہیں اور روشنی ایمان و ہدایات جسے غالب سراہے گئے کی راہ فرمایا۔ اور ایمان و کفر میں واسطہ نہیں ایک سے نکالنا قطعاً دوسرے میں داخل کرنا ہے۔ تو آیات کریمہ صاف ارشاد فرما رہی ہیں کہ بنی اسرائیل کو موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے کفر سے نکالا اور ایمان کی روشنی دے دی اس امت کو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کفر سے چھڑاتے ایمان عطا فرماتے ہیں، اگر انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا یہ کام نہ ہوتا انھیں اس کی طاقت نہ ہوتی تو رب عزوجل کا انھیں یہ حکم فرمانا کہ کفر سے نکال لو معاذ اللہ تکلیف مالا یطاق تھا۔

الحمدللہ! قرآن عظیم نے کیسی تکذیب فرمائی امام وہابیہ کے اس حصر کی کہ:

"پیغمبر خدا نے بیان کر دیا کہ مجھ کو نہ قدرت ہے نہ کچھ غیب دانی، میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے نفع و نقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا تو کیا کر سکوں۔ غرض کہ کچھ قدرت مجھ میں نہیں فقط پیغمبری کا مجھ کو دعوٰی ہے اور پیغمبر کا اتنا ہی کام ہے۔"

---

[1] القرآن الکریم ۸۶/۴
[2] " ۱۴/۱
[3] " ۱۴/۵

کہ بُرے کام پر ڈرا دیوے اور بھلے کام پر خوشخبری سُنا دیوے دل میں یقین ڈال دینا میرا کام نہیں انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو کہ مرادیں پوری کر دیویں یا فتح و شکست دے دیویں یا غنی کر دیویں یا کسی کے دل میں ایمان ڈال دیویں ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں عاجز اور بے اختیار[1] اھ ملخصاً۔

مسلمانو! اس گمراہ کے ان الفاظ کو دیکھو اور ان آیتوں اور حدیثوں سے کہ اب تک گزریں ملاؤ دیکھو یہ کس قدر شدت سے خدا و رسول کو جھٹلا رہا ہے، خیر اُسے اس کی عاقبت کے حوالے کیجئے، شکر اُس اکرم الاکرمین کا بجا لائیے جس نے ہمیں ایسے کریم اکرم دائم اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ سے ایمان دلوایا ان کے کرم سے امید واثق ہے کہ بعونہٖ تعالٰی محفوظ بھی رہے ؎

تو نے اسلام دیا تو نے جماعت میں لیا
تو کریم اب کوئی پھرتا ہے عطیہ تیرا[2]

ہاں یہ ضرور ہے کہ عطائے ذاتی خاصہ خدا ہے انک لا تھدی من احببت[3] (بیشک یہ نہیں کہ تم جسے اپنی طرف سے چاہو ہدایت کردو۔ ت) وغیرہا میں اسی کا تذکرہ ہے کچھ ایمان کے ساتھ خاص نہیں پیسہ کوڑی بھی بے عطائے خدا کوئی بھی اپنی ذات سے نہیں دے سکتا۔ ع

تا خدا ندہد سلیماں کے دہد
(جب تک خدا نہ دے سلیمان کیسے دے سکتا ہے۔ ت)

یہی فرق ہے جسے گم کر کے تم ہر جگہ بہکے اور افتؤمنون ببعض الکتٰب وتکفرون ببعض[4] (اور خدا کے کچھ حکموں پر ایمان لاتے ہو اور کچھ سے انکار کرتے ہو۔ ت) میں داخل ہوئے۔

نسأل اللہ العافیۃ وتمام العافیۃ ودوام العافیۃ والحمد للہ رب العٰلمین۔
(ہم اللہ تعالٰی سے کامل دائمی عافیت کا سوال کرتے ہیں، اور تمام تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت)

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۵
[2] حدائق بخشش وصل اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۳
[3] القرآن الکریم ۲۸ / ۵۶
[4] " ۲ / ۸۵

آیت ۴۹ : قاتلوا الذین لایؤمنون باللہ ولا بالیوم الاٰخر ولا یحرمون ما حرم اللہ و رسولہ[1]

لڑو ان سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ اور نہ پچھلے دن پر اور حرام نہیں مانتے اس چیز کو جسے حرام کر دیا ہے اللہ اور اس کے رسول محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے۔

آیت ۵۰ : ماکان لمؤمن ولا مؤمنۃ اذا قضی اللہ ورسولہ امرًا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم ومن یعص اللہ ورسولہ فقد ضل ضلٰلاً مبینا۔[2]

نہیں پہنچتا کسی مسلمان مرد نہ کسی مسلمان عورت کو کہ جب حکم کریں اللہ و رسول کسی بات کا کہ انھیں کچھ اختیار ہے اپنی جانوں کا اور جو حکم نہ مانے اللہ و رسول کا وہ صریح گمراہی میں بہکا۔

یہاں سے ائمہ مفسرین فرماتے ہیں حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے قبل طلوعِ آفتابِ اسلام زید بن حارثہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو مول لے کر آزاد فرمایا اور متبنّٰی بنایا تھا، حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی پھوپھی امیہ بنت عبد المطلب کی بیٹی تھیں سید عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں حضرت زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے نکاح کا پیغام دیا اول تو راضی ہوئیں اس گمان سے کہ حضور اپنے لئے خواستگاری فرماتے ہیں، جب معلوم ہوا کہ زید رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے لئے طلب ہے انکار کیا اور عرض کر بھیجا کہ یارسول اللہ! میں حضور کی پھوپھی کی بیٹی ہوں ایسے شخص کے ساتھ اپنا نکاح پسند نہیں کرتی، اور ان کے بھائی عبد اللہ بن جحش رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسی بنا پر انکار کیا، اس پر یہ آیہ کریمہ اتری، اسے سن کر دونوں بہن بھائی رضی اللہ تعالےٰ عنہما تائب ہوئے اور نکاح ہو گیا۔[3]

ظاہر ہے کہ کسی عورت پر اللہ عزوجل کی طرف سے فرض نہیں کہ فلاں سے نکاح پر خواہی نخواہی راضی ہو جائے خصوصًا جبکہ وہ اس کا کفو نہ ہو خصوصًا جبکہ عورت کی شرافتِ خاندان کو اکب ثریا سے بھی بلند و بالاتر ہو، بایں ہمہ اپنے حبیب صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا دیا ہوا پیام نہ ماننے پر رب العزۃ جل جلالہ نے بعینہٖ وہی الفاظ ارشاد فرمائے جو کسی فرض الٰہی کے ترک پر فرمائے جاتے

---

[1] القرآن الکریم ۹/ ۲۹

[2] " " ۳۳/ ۳۶

[3] الجامع لاحکام القرآن (امام قرطبی) تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار الکتاب العربی بیروت ۱۴/ ۱۸۵
الدر المنثور تحت الآیۃ ۳۳/ ۳۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/ ۵۳۷ و ۵۳۸

اور رسول کے نام پاک کے ساتھ اپنا نامِ اقدس بھی شامل فرمایا یعنی رسول جو بات تمہیں فرمائیں وہ اگر ہمارا فرض نہ تھی تو اب اُن کے فرمانے سے فرض قطعی ہوگئی مسلمانوں کو اس کے نہ ماننے کا اصلاً اختیار نہ رہا جو نہ مانے گا صریح گمراہ ہو جائے گا دیکھو رسول کے حکم دینے سے کام فرض ہو جاتا ہے اگرچہ فی نفسہٖ خدا کا فرض نہ تھا ایک مباح وجائز امر تھا، ولہٰذا ائمۂ دین خدا و رسول کے فرض میں فرق فرماتے ہیں کہ خدا کا کیا ہوا فرض اُس فرض سے اقوی ہے جسے رسول نے فرض کیا ہے۔ اور ائمۂ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ احکامِ شریعت حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو سپرد ہیں جو بات چاہیں واجب کردیں جو چاہیں ناجائز فرمادیں، جس چیز یا جس شخص کو جس حکم سے چاہیں مستثنٰی فرمادیں۔ امام عارف باللہ سید عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو میں حضرت سیدی علی خواص رضی اللہ تعالٰے عنہ سے نقل فرماتے ہیں:

كان الامام ابوحنيفة رضى الله تعالٰى عنه من اكثر الائمة ادبًا مع الله تعالٰى ولذالك لم يجعل النية فرضا وسمى الوتر واجبًا لكونهما ثبتتا بالسنة لا بالكتاب فقصد بذلك تميز ما فرضه الله تعالٰى وتمييز ما اوجبه رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم فان ما فرضه الله تعالٰى اشد مما فرضه رسول الله صلى الله تعالٰى عليه وسلم من ذات نفسه حين خيره الله تعالٰى ان يوجب ماشاء او لا يوجب[1]

یعنی امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰے عنہ اُن اکابر ائمہ میں ہیں جن کا ادب اللہ عزوجل کے ساتھ بہ نسبت اور ائمہ کے زائد ہے اسی واسطے انہوں نے وضو میں نیت کو فرض نہ کیا اور وتر کا نام واجب رکھا، یہ دونوں سنت سے ثابت ہیں نہ کہ قرآنِ عظیم سے، تو امام نے ان احکام سے یہ ارادہ کیا کہ اللہ تعالٰی کے فرض اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے فرض میں فرق و تمیز کردیں اس لئے کہ خدا کا فرض کیا ہوا اس سے زیادہ مؤکد ہے جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خود اپنی طرف سے فرض کردیا جبکہ اللہ عزوجل نے حضور کو اختیار دے دیا تھا کہ جس بات کو چاہیں واجب کردیں جسے نہ چاہیں نہ کریں۔

اُس میں بارگاہ وحی و تصریعِ احکام کی تصویر دکھا کر فرمایا:

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی باب الوضو دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۱۴۷

کان الحق تعالٰی جعل لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یشرع من قبل نفسہ ماشاء کما فی حدیث تحریم شجر مکۃ فانّ عمّہ العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ لمّا قال لہ یا رسول اللہ الّا الاذخر فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الّا الاذخر ولو ان اللہ تعالٰی لم یجعل لہ ان یشرع من قبل نفسہ لم یتجرأ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یستثنی شیئا ممّا حرمہ اللہ تعالٰی[1]

یعنی حضرت عزت جل جلالہٗ نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو یہ منصب دیا تھا کہ شریعت میں جو حکم چاہیں اپنی طرف سے مقرر فرمادیں جس طرح حرم مکہ کے نباتات کو حرام فرمانے کی حدیث میں ہے کہ جب حضور نے وہاں کی گھاس وغیرہ کاٹنے سے ممانعت فرمائی حضور کے چچا حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی یارسول اللہ! گیاہ اذخر کو اس حکم سے نکال دیجئے۔ فرمایا: اچھا نکال دی، اس کا کاٹنا جائز کردیا۔ اگر اللہ سبحانہٗ نے حضور کو یہ رتبہ نہ دیا ہوتا کہ اپنی طرف سے جو شریعت چاہیں مقرر فرمائیں تو حضور ہرگز جرأت نہ فرماتے کہ جو چیز خدا نے حرام کی اس میں سے کچھ مستثنٰی فرمادیں۔

اقول یہ مضمون متعدد احادیث صحیحہ میں ہے:

حدیث ۱: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما صحیحین میں:

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الّا الاذخر لصاغتنا وقبورنا فقال الّا الاذخر[2]

یعنی عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یارسول اللہ! مگر اذخر کہ وہ ہمارے سناروں اور قبروں کے کام آتی ہے۔ فرمایا: مگر اذخر۔

حدیث ۲: ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ نیز صحیحین میں:

قال رجل من قریش الّا الاذخر

ایک مرد قریش نے عرض کی: مگر اذخر

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان جملۃ من الامثلۃ المحسوسۃ الخ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۶۱

[2] صحیح البخاری کتاب العمرۃ باب لاینفر صید الحرم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۴۷

صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ " " " ۱/ ۴۳۸ و ۴۳۹

یارسول اللہ فانا نجعلہ فی بیوتنا و قبورنا۔ فقال النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر الا الاذخر[1]

یارسول اللہ کہ ہم اسے اپنے گھروں اور قبروں میں صرف کرتے ہیں۔ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مگر اذخر مگر اذخر۔

حدیث ۳: صفیہ بنت شیبہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے سنن ابن ماجہ میں،

فقال العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ الا الاذخر فانہ للبیوت والقبور فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا الاذخر[2]

عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: مگر اذخر کہ وہ گھروں اور قبروں کے لئے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا مگر اذخر۔

نیز میزان مبارک میں شریعت کی کئی قسمیں کیں، ایک وہ جس پر وحی وارد ہوتی،

الثانی ما اباح الحق تعالٰی لنبیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یسنہ علٰی رایہ ھو کتحریم لبس الحریر علی الرجال وقولہ فی حدیث تحریم مکۃ الا الاذخر ولو لا ان اللہ تعالٰی کان یحرم جمیع نبات الحرم لم یستثن صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الاذخر ونحو حدیث لو لا ان اشق علٰی امتی لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل ونحو حدیث لو قلت نعم لوجبت ولم تستطیعوا فی جواب من

یعنی شریعت کی دوسری قسم وہ ہے جو مصطفٰے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان کے رب عزوجل نے ماذون فرمادیا کہ خود اپنی رائے سے جو راہ چاہیں قائم فرمادیں، مردوں پر ریشم کا پہننا حضور نے اسی طور پر حرام فرمایا اور اسی حرمت مکہ سے گیاہ اذخر کو استثناء فرمادیا۔ اگر اللہ عزوجل نے مکہ معظمہ کی ہر جڑی بوٹی کو حرام نہ کیا ہوتا تو حضور کو اذخر کے مستثنٰی فرمانے کی کیا حاجت ہوتی۔ اور اسی قبیل سے ہے حضور کا ارشاد کہ اگر امت پر مشقت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی رات تک ہٹادیتا۔ اور اسی باب سے ہے کہ جب حضور نے فرض حج بیان فرمایا کسی نے عرض کی، یارسول اللہ!

---

[1] صحیح البخاری کتاب العلم باب کتابۃ العلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب تحریم مکۃ الخ ۱/ ۴۳۹

[2] سنن ابن ماجہ ابواب المناسک فضل المدینہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۱

قال لہ فی فریضۃ الحج اکل عام یارسول اللہ قال لا ولو قلت نعم لوجبت وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یخفف علی امتہ وینھاھم عن کثرۃ السؤال ویقول اترکونی ما ترکتکم اھ باختصار۔

کیا حج ہر سال فرض ہے؟ فرمایا: نہ، اور اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہوجائے اور پھر تم سے نہ ہوسکے۔ اور یہی وجہ ہے کہ حضور اپنی اُمت پر تخفیف و آسانی فرماتے اور مسائل زیادہ پُوچھنے سے منع کرتے اور فرماتے مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں۔

اقول یہ مضمون بھی کہ "میں نمازِ عشا کو مؤخر فرمادیتا" متعدد احادیث صحیحہ میں ہے۔

حدیث ۱۲: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما معجم کبیر طبرانی میں کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم لاخرت صلٰوۃ العتمۃ۔[2]

اگر ضعیف کے ضعف اور مریض کے مرض کا پاس نہ ہوتا تو میں نمازِ عشا کو پیچھے ہٹا دیتا۔

حدیث ۱۳: ابی سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ مسند احمد وسنن ابی داؤد وابن ماجہ وغیرہا میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ضعف الضعیف وسقم السقیم وحاجۃ ذی الحاجۃ لاخرت ھذہ الصلٰوۃ الٰی شطر اللیل۔[3]

اگر کمزور کی ناتوانی اور بیمار کے مرض اور کامی کے کام کا خیال نہ ہوتا تو میں اس نماز کو آدھی رات تک مؤخر فرما دیتا۔

ورواہ ابن ابی حاتم بلفظ لولا ان یثقل علی امتی لاخرت صلٰوۃ العشاء الی ثلث اللیل۔[4]

ابن ابی حاتم نے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: اگر میں اپنی امت پر بوجھ محسوس نہ کرتا تو میں عشا کو تہائی رات تک ہٹا دیتا (ت)

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل شریف فی بیان الذم من الائمۃ الخ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/۲۶

[2] المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۱۹۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۴۰۹

[3] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۶۱

سنن ابن ماجہ " " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰

مسند احمد بن حنبل عن ابی سعید الخدری المکتب الاسلامی بیروت ۳/۵

[4]

حدیث ۱ ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ احمد وابن ماجہ و محمد بن نصر کی روایت میں یوں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علٰی امتی لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل او نصف اللیل[1] — اگر اپنی امت کو مشقت میں ڈالنے کا لحاظ نہ ہوتا تو میں عشاء کو تہائی یا آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

واخرجہ ابن جریر فقال الٰی نصف اللیل[2] (ابن جریر نے روایت کیا، فرمایا: آدھی رات تک۔ ت)

اور ان کے سوا احادیث صحیحہ عنقریب اسی معنٰی میں آتی ہیں ان شاء اللہ تعالٰی۔ نیز یہ مضمون کہ "میں ہاں فرمادوں تو حج ہر سال فرض ہوجائے" متعدد احادیث صحاح میں ہے۔

حدیث ۱ ابی ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ عند احمد ومسلم[3] والنسائی (امام احمد، مسلم اور نسائی کے نزدیک۔ ت)

حدیث ۲ امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لا ولو قلت نعم لوجبت — نہیں، اور میں ہاں کہہ دوں تو فرض ہوجائے۔ (اس کو احمد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت کیا۔ ت)

احمد والترمذی[4] وابن ماجۃ۔

---

[1] سنن ابن ماجۃ کتاب الصلوٰۃ وقت العشاء آفتاب عالم پریس لاہور ص ۵۰
کنز العمال بحوالہ حم و محمد بن نصر حدیث ۱۹۴۸۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/۳۹۹

[2]

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۵۰۸

[4] سنن الترمذی کتاب الحج باب ما جاء کم فرض الحج حدیث ۸۱۴ دار الفکر بیروت ۲/۲۲۰
" کتاب التفسیر باب ومن سورۃ المائدۃ حدیث ۳۰۶۶ " " " ۵/۴۰
سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳
مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۱۱۳

حدیث[۹] ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ثم اذا لاتسمعون ولاتطیعون۔ رواہ احمد[۱] والدارمی والنسائی۔

میں ہاں فرمادوں تو فرض ہوجائے پھر تم نہ سنو نہ بجالاؤ۔ (اس کو احمد، دارمی اور نسائی نے روایت کیا۔ت)

حدیث[۱۰] انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے:

لوقلت نعم لوجبت ولو وجبت لم تقوموا بھا ولو لم تقوموا بھا عذبتم۔ رواہ ابن[۲] ماجۃ۔

اگر میں ہاں فرمادوں تو واجب ہوجائے اور اگر واجب ہوجائے تو بجا نہ لاؤ اور اگر بجا نہ لاؤ تو عذاب کئے جاؤ (اس کو ابن ماجہ نے روایت کیا۔ت)

اور مضمون اخیر کہ "مجھے چھوڑے رہو" یہ بھی صحیح مسلم وسنن نسائی میں اسی حدیث ابی ہریرہ کے ساتھ ہے کہ فرمایا:

لوقلت نعم لوجبت ولما استطعتم۔

اگر میں فرماتا ہاں، تو ہر سال واجب ہوجاتا اور بیشک تم نہ کرسکتے۔

پھر فرمایا:

ذرونی ماترکتکم فانما ھلک من کان قبلکم بکثرۃ سؤالھم واختلافھم علٰی انبیائھم فاذا امرتکم بشیئ فأتوامنہ مااستطعتم واذا نھیتکم

مجھے چھوڑے رہو جب تک میں تمھیں چھوڑوں کہ اگلی امتیں اسی کثرت سوال اور اپنے انبیاء کے خلاف مراد چلنے سے ہلاک ہوئیں تو جب میں تمھیں کسی بات کا حکم فرماؤں تو جتنی ہوسکے

---

[۱] سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱

سنن الدارمی " " باب کیف وجوب الحج دارالمحاسن للطباعۃ القاہرۃ ۲/۳۶۱

مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس المکتب الاسلامی بیروت ۱/۲۵۵

[۲] سنن ابن ماجۃ ابواب المناسک باب فرض الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۳

عن شیئ فدعوہ۔ رواہ ابن ماجۃ[1] | بجالاؤ اور جب بات سے منع فرماؤں تو اسے
مفردًا۔ | چھوڑ دو۔ (اس کو تنہا ابن ماجہ نے ہی روایت کیا۔ ت)

یعنی جس بات میں میں تم پر وجوب یا حرمت کا حکم نہ کروں اُسے کھود کھود کر نہ پوچھو کہ پھر واجب حرام کا حکم فرمادوں تو تم پر تنگی ہوجائے۔

یہاں سے یہ بھی ثابت ہُوا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جس بات کا نہ حکم دیا نہ منع فرمایا وہ مباح و بلاحرج ہے۔ وہابی اسی اصل اصیل سے جاہل ہوکر ہر جگہ پوچھتے ہیں خدا و رسول نے اس کا کہاں حکم دیا ہے۔ ان احمقوں کو اتنا ہی جواب کافی ہے کہ خدا و رسول نے کہاں منع کیا ہے، جب حکم نہ دیا نہ منع کیا تو جواز رہا، تم جو ایسے کاموں کو منع کرتے ہو اللہ و رسول پر افترا کرتے بلکہ خود شارع بنتے ہو کہ شارع صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے منع کیا نہیں اور تم منع کر رہے ہو۔ مجلس میلاد مبارک و قیام و فاتحہ و سوم وغیرہا مسائل بدعتِ وہابیہ سب اسی اصل سے طے ہوجاتے ہیں۔ اعلحضرت حجۃ الخلف بقیۃ السلف خاتمۃ المحققین سیدنا الوالد قدس سرہ الماجد نے کتاب مستطاب اصول الرشاد لقمع مبانی الفساد میں اس کا بیان اعلٰی درجہ کا روشن فرمایا ہے، فنوّر اللہ منزلہ واکرم عندہ نزلہ اٰمین۔

امام احمد قسطلانی مواہب لدنیہ شریف میں فرماتے ہیں،

من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[2] | سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص کریمہ سے ہے کہ حضور شریعت کے عام احکام سے جسے چاہتے مستثنٰی فرمادیتے۔

علامہ زرقانی نے شرح میں بڑھایا، من الاحکام وغیرھا کچھ احکام ہی کی خصوصیت نہیں حضور جس چیز سے چاہیں جسے چاہیں خاص فرمادیں[3] صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب فرض الحج مرۃ فی العمر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۴۳۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب وجوب الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱
سنن ابن ماجۃ باب اتباع سنۃ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۸۹
[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الرابع دار المعرفۃ بیروت ۵/۳۲۲

امام جلیل جلال الدین سیوطی علیہ الرحمۃ نے خصائص کبرٰی شریف میں ایک باب وضع فرمایا:

باب اختصاصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ یخص من شاء بما شاء من الاحکام[1]

باب اس بیان کا کہ خاص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہی کو یہ منصب حاصل ہے کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

امام قسطلانی نے اس کی نظیر میں پانچ واقعے ذکر کئے اور امام سیوطی نے دس، پانچ وہ اور پانچ اور۔ فقیر نے ان زیادات سے تین واقعے ترک کر دئے اور پندرہ اور بڑھائے، اور ان کی احادیث بتوفیق اللہ تعالٰی جمع کیں کہ جملہ بائیس ۲۲ واقعے ہوئے وللہ الحمد ان کی تفصیل اور ہر واقعے پر حدیث سے دلیل سُنئے:

حدیث ۱: صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ان کے ماموں ابوبُردہ بن نیار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کرلی تھی جب معلوم ہوا یہ کافی نہیں عرض کی، یارسول اللہ! وہ تو میں کرچکا اب میرے پاس چھ مہینے کا بکری کا بچہ ہے مگر سال بھر والے سے اچھا ہے۔ فرمایا:

اجعلھا مکانھا ولن تجزئ عن احد بعدک[2]

اس کی جگہ اسے کردو اور ہرگز اتنی عمر کی بکری تمہارے بعد دوسروں کی قربانی میں کافی نہ ہوگی۔

ارشاد الساری شرح صحیح بخاری میں اس حدیث کے نیچے ہے:

خصوصیۃ لہ لاتکون لغیرہ اذ کان لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یخص من شاء بما شاء من الاحکام[3]

یعنی نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک خصوصیت ابوبُردہ کو بخشی جس میں دوسرے کا حصہ نہیں اس لئے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار تھا کہ جسے چاہیں جس حکم سے چاہیں خاص فرمادیں۔

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب اختصاصہ صلی اللہ علیہ وسلم بانہ یخص من شاء الخ مرکز اہلسنت گجرات الہند ۲/ ۲۶۲

[2] صحیح البخاری کتاب العیدین باب الخطبۃ بعد العید قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳۲

صحیح مسلم کتاب الاضاحی باب وقتہا " " " ۲/ ۱۵۴

[3] ارشاد الساری شرح صحیح البخاری کتاب العیدین حدیث ۹۶۵ دارالکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۶۵۷

نیز حدیث صحیحین میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو قربانی کے لیے جانور عطا فرمائے ان کے حصے میں ششماہہ بکری آئی حضور سے حال عرض کیا۔ فرمایا، ضَحِّ بِهَا تم اسی کی قربانی کر دو۔[1]
سنن بیہقی میں بسند صحیح اتنا اور زائد ہے:

ولا رخصة فیها لاحد بعدك[2] — تمہارے بعد اور کسی کے لئے اس میں رخصت نہیں۔

شیخ محقق اشعۃ اللمعات شرح مشکوۃ میں اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں:

احکام مفوض بود بوے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بر قول صحیح[3] — قول صحیح کے مطابق احکام حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سپرد تھے (ت)

حدیث صحیح مسلم میں اُم عطیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب بیعتِ زنان کی آیت اُتری اور اس میں ہر گناہ سے بچنے کی شرط تھی کہ لا یعصینك فی معروف، اور مُردے پر بین کرکے رونا چیخنا بھی گناہ تھا میں نے عرض کی:

یا رسول اللہ الّا اٰل فلان فانہم کانوا اسعدونی فی الجاھلیۃ فلابُدّ لی من ان اسعدھم۔ — یارسول اللہ! فلاں گھر والوں کو استثناء فرما دیجئے کہ انھوں نے زمانۂ جاہلیت میں میرے ساتھ ہو کر میری ایک میت پر نوحہ کیا تھا تو مجھے ان کی میت پر نوحے میں ان کا ساتھ دینا ضرور ہے۔

فقال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الّا اٰل فلان[4] — سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اچھا وہ مستثنٰی کر دے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاضاحی باب قسمۃ الاضاحی بین الناس قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۳۲
صحیح مسلم " باب سن الاضحیۃ " " " ۲/ ۱۵۵
[2] السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الضحایا باب لایجزیٔ الجذع الخ دار صادر بیروت ۹/ ۲۷۰
کنز العمال حدیث ۱۲۲۵۴ موسسۃ الرسالہ " ۵/ ۱۰۵
[3] اشعۃ اللمعات شرح المشکوٰۃ باب الاضحیۃ الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۶۰۹
[4] صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

اور سنن نسائی میں ارشاد فرمایا:

إذھبی فاسعدیھا۔ جا ان کا ساتھ دے آ۔

یہ گئیں اور وہاں نوحہ کرکے پھر واپس آکر بیعت کی[1]

ترمذی کی روایت میں ہے:

فاذن لھا[2] سیدعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں نوحہ کی اجازت دے دی۔

مسند احمد میں ہے، فرمایا:

إذھبی فکافیھم[3] جاؤ اُن کا بدلا اتار آؤ۔

امام نووی اس حدیث کے نیچے فرماتے ہیں یہ حضور نے خاص رخصت ام عطیہ کو دے دی تھی خاص آلِ فلاں کے بارے میں وللشارع ان یخص من العموم ماشاء[4]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اختیار ہے کہ عام حکموں سے جو چاہے خاص فرما دیں۔

یہی مضمون حدیث ابن مردویہ میں عبداللہ ابن عباس سے خولہ بنت حکیم رضی اللہ عنہا سے ہے:

انھا قالت یارسول اللہ کان ابی واخی ماتا فی الجاھلیۃ وان فلانۃ اسعدتنی وقد مات اخوھا الحدیث	اس نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم زمانہ جاہلیت میں میرا باپ اور بھائی فوت ہوئے تو فلاں عورت نے میرا ساتھ دیا تھا اور اب اس کا بھائی فوت ہوا ہے۔(ت)

حدیث ترمذی میں اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے انھوں نے بھی ایک نوحے کا بدلہ اتارنے کی اجازت مانگی حضور نے انکار فرمایا،

قالت فراجعتہ مرارا فاذن لی ثم لم انح بعد ذلک[5]	میں نے کئی بار حضور سے عرض کی، آخر حضور نے اجازت دے دی، پھر میں نے کہیں نوحہ نہ کیا۔

---

[1] سنن النسائی کتاب البیعۃ باب بیعۃ النساء نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۸۳

[2] سنن الترمذی کتاب التفسیر تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۳

[3] مسند احمد بن حنبل ۶/ ۴۰۷ و ۴۰۸ و الدر المنثور تحت الآیۃ ۶۰/ ۱۲ ۸/ ۱۴۳

[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجنائز فصل فی نہی النساء عن النیاحۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۰۴

[5] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الممتحنۃ حدیث ۳۳۱۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۰۲

حدیث ۱۳۲: احمد طبرانی میں مصعب بن نوح سے ہے ایک بڑی بی نے وقتِ بیعت نوحے کا بدلہ اتارنے کا اذن چاہا، فرمایا:

اِذھبی فکافیھم[۱] جاؤ عوض کرآؤ۔

اقول فظاھر ان کل رخصۃ تختص بصاحبتھا لاشرکۃ فیھا لغیرھا فلا یتکربما ذکرنا علٰی قول النووی ان ھذا محمول علی الترخیص لام عطیۃ فی اٰل فلان خاصۃ وبمثلہ یندفع ما استشکلوا من التعارض فی حدیث التضحیۃ لابی بُردۃ وعقبۃ لاسیما مع زیادۃ البیھقی المذکورۃ فانہ حکم لاخبر ولاشک ان الشارع اذا خص ابا بُردۃ کان کُل من سواہ داخلاً فی عموم عدم الاجزاء وکذا حین خص عقبۃ فصدق فی کل مرۃ لن تجزی احدًا بعدک فافھم فقد خفی علٰی کثیر من الاعلام۔

میں کہتا ہوں ظاہر ہے کہ ہر رخصت صاحبِ رخصت کے ساتھ مختص ہوتی ہے۔ اس میں کسی غیر کی شرکت نہیں ہوتی۔ چنانچہ جو ہم نے ذکر کیا اس کی وجہ سے امام نووی کے قول کا انکار نہیں ہوتا کہ بیشک یہ بطورِ خاص آلِ فلاں کے بارے میں ام عطیہ کو رخصت دینے پر محمول ہے۔ اور اسکی مثل سے قربانی کے بارے میں ابوبردہ اور عقبہ کی حدیثوں میں واقع تعارض کا اشکال بھی مندفع ہوجاتا ہے خصوصاً اس زیادتی کے ساتھ جو بیہقی میں مذکور ہے کہ بیشک یہ حکم ہے خبر نہیں ہے اور اس میں شک نہیں کہ شارع علیہ السلام نے جب ابوبردہ کو مختص فرمایا تو ان کے ماسوا ہر ایک عدمِ اجزاء کے عموم میں داخل ہوگیا۔ اسی طرح جب عقبہ کو خاص فرمادیا تو ہر مرتبہ یہ بات صادق آئی کہ تیرے بعد ہرگز یہ کسی کے لئے کفایت نہیں کرے گا، تو سمجھ لے، تحقیق بہت سے علماء پر یہ بات مخفی رہی۔ (ت)

حدیث ۱۳۳: طبقات ابن سعد میں اسماء بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے جب ان کے

عہ محتمل ہے کہ یہ بی بی اُم عطیہ ہوں لہٰذا واقعہ جدا گانہ شمار ہوا ۱۲ منہ۔

---

[۱] الدرالمنثور بحوالہ احمد وغیرہ الآیۃ ۶۰/۱۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۸/۱۳۳

شوہر اول جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ شہید ہوئے سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا:

تسلبی ثلثا ثم اصنعی ما شئت[1] — تین دن سنگار سے الگ رہو پھر جو چاہو کرو۔

یہاں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کو اس حکم عام سے استثناء فرمادیا کہ عورت کو شوہر پر چار مہینے دس دن سوگ واجب ہے۔

حدیث[۱۸] ابن السکن میں ابو نعمان ازدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے ایک عورت کو پیام نکاح دیا سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مہر دو۔ عرض کی: میرے پاس کچھ نہیں۔ فرمایا:

اما تحسن سورۃ من القراٰن فاصدقہا السورۃ ولا یکون لاحد بعدك مهرا[2] رواہ سعید بن منصور مختصرا۔ — کیا تجھے قرآن عظیم کی کوئی سورت نہیں آتی، وہ سورۃ سکھا نا ہی اس کا مہر کر، اور تیرے بعد یہ مہر کسی اور کو کافی نہیں۔ (اس کو سعید بن منصور نے مختصراً روایت کیا۔ ت)

حدیث[۱۸] ابی داؤد و نسائی و طحاوی و ابن ماجہ و خزیمہ میں عم عمارہ بن خزیمہ بن ثابت انصاری اور **حدیث[۱۹]** مصنف ابن ابی شیبہ و تاریخ بخاری و مسند ابی یعلٰی و صحیح ابن خزیمہ و معجم کبیر طبرانی میں حضرت خزیمہ اور **حدیث[۲۰]** حارث بن اسامہ بن نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے گھوڑا خریدا وہ بیچ کر مکر گیا اور گواہ مانگا، جو مسلمان آتا اعرابی کو جھڑکتا کہ خرابی ہو تیرے لئے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حق کے سوا کیا فرمائیں گے (مگر گواہی نہیں دیتا کہ کسی کے سامنے کا واقعہ نہ تھا) اتنے میں خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حاضر بارگاہ ہوئے گفتگو سن کر بولے: انا اشهد انك قد بايعته۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تُو نے حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ہاتھ بیچا ہے۔

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۴۱
کنز العمال حدیث ۴۲۸۲۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۶۵۵
[2] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ ترجمہ ۱۰۶۳۹ ابو النعمان الازدی دار الفکر " ۶/ ۲۹۷

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا، تم موجود تو تھے ہی نہیں تم نے گواہی کیسے دی؟ عرض کی،

بتصدیقك یارسول اللہ (وفی الشافی) صدقتك بما جئت به وعلمت انك لاتقول الاحقا (وفی الثالث) انا اصدقك علی خبر السماء والارض الا اصدقك علی الاعرابی۔[1]

یارسول اللہ! میں حضور کی تصدیق سے گواہی دے رہا ہوں میں حضور کے لائے ہوئے دین پر ایمان لایا اور یقین جانا کہ حضور حق ہی فرمائیں گے میں آسمان وزمین کی خبروں پر حضور کی تصدیق کرتا ہوں کیا اس اعرابی کے مقابلے میں تصدیق نہ کروں۔

اس کے انعام میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ہمیشہ ان کی گواہی دو مرد کی شہادت کے برابر فرمادی اور ارشاد فرمایا:

من شھد له خزیمة او شھد علیه فحسبه۔[2]

خزیمہ جس کسی کے نفع خواہ ضرر کی گواہی دیں ایک انھیں کی شہادت بس ہے۔

ان احادیث سے ثابت کہ حضور نے قرآن عظیم کے حکم عام واشھدوا ذوی عدل منکم[3] (اور اپنے میں دو ثقہ کو گواہ کرلو۔ت) سے خزیمہ رضی اللہ تعالٰے عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

حدیث ۵: صحاح ستہ میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ ایک شخص نے بارگاہ اقدس میں

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب القضاء باب اذا علم الحاکم صدق الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۱۵۲
شرح معانی الآثار کتاب القضاء والشہادات حدیث کفایۃ شہادۃ خزیمۃ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۱۰

[2] کنز العمال بحوالہ ح حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۷۹
المعجم الکبیر " ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
اسد الغابۃ ترجمہ ۱۴۶۹ خزیمہ بن ثابت دار الفکر بیروت ۱/ ۶۹۷

[3] کنز العمال حدیث ۳۷۰۳۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۸۰

[4] المعجم الکبیر عن خزیمہ حدیث ۳۷۳۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۴/ ۸۷
کنز العمال بحوالہ مسند ابی یعلٰی وغیرہ حدیث ۳۷۰۳۸ مؤسسۃ الرسالہ ۱۳/ ۳۸۰
التاریخ الکبیر حدیث ۲۳۸ دار الباز للنشر والتوزیع مکۃ المکرمۃ ۱/ ۸۷

[5] القرآن الکریم ۶۵/ ۲

حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! میں ہلاک ہو گیا۔ فرمایا: کیا ہے؟ عرض کی: میں نے رمضان میں اپنی عورت سے نزدیکی کی۔ فرمایا: غلام آزاد کر سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: لگاتار دو مہینے کے روزے رکھ سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ فرمایا: ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتا ہے؟ عرض کی: نہ۔ اتنے میں خرمے خدمتِ اقدس میں لائے گئے حضور نے فرمایا: انھیں خیرات کر دے۔ عرض کی: کیا اپنے سے زیادہ کسی محتاج پر؟ مدینے بھر میں کوئی گھر ہمارے برابر محتاج نہیں۔

فضحك النبي صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی بدت نواجذہ وقال اذھب فاطعمہ اھلک[1]

رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ سن کر ہنسے یہاں تک کہ دندانِ مبارک ظاہر ہوئے، اور فرمایا: جا اپنے گھر والوں کو کھلا دے۔

مسلمانو! گناہ کا ایسا کفارہ کسی نے بھی سنا ہوگا سوا دو من خرمے سرکار سے عطا ہوتے ہیں کہ آپ کھالو، کفارہ ہو گیا۔ واللہ! یہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی بارگاہِ رحمت ہے کہ سزا کو انعام سے بدل دے، ہاں ہاں یہ بارگاہِ بیکس پناہ فاولٰئک یبدل اللہ سیاٰتھم حسنٰت[2] (تو ایسوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا۔ ت) کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۵۹
صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب اذا وھب ھبۃ الخ 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۵۴
صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نھار الخ 〃 〃 〃 〃 ۱/۳۵۴
سنن الترمذی کتاب الصوم باب ما جاء فی کفارۃ الفطر الخ حدیث ۷۲۴ 〃 〃 〃 ۲/۱۷۵
سنن ابی داود کتاب الصیام باب کفارۃ من اتی اھلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۲۵
سنن ابن ماجۃ ابواب ما جاء فی الصیام باب ما جاء فی کفارۃ من افطر الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۱ و ۲۸۱
مسند الدارمی کتاب الصیام باب الذی یقع علی امرأتہ فی شہر رمضان دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۳۴۳ و ۳۴۴
سنن الدارقطنی 〃 〃 باب القبلۃ للصائم حدیث ۲۲۱، ۴۹/۲ دار المعرفۃ بیروت ۲/۲۰۹ و ۲۱۰
〃 〃 〃 〃 حدیث ۲۳۶۳/۲۴ تا ۲۳۶۸/۲۶ 〃 〃 ۲/۲۳۶ تا ۲۴۱
السنن الکبرٰی 〃 〃 باب کفارۃ من اتی اھلہ فی نھار رمضان دار صادر بیروت ۴/۲۲۱ و ۲۲۲

[2] القرآن الکریم ۲۵/۷۰

خلافتِ کبریٰ ہے، اُن کی ایک نگاہِ کرم کبائر کو حسنات کردیتی ہے جب تو ارحم الراحمین جل جلالہ نے گنہگاروں، خطاواروں، تباہ کاروں کو اُن کا دروازہ بتایا کہ:

ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاءوک[1] الاٰیۃ — گنہگار تیرے دربار میں حاضر ہوکر معافی چاہیں اور تو شفاعت فرمائے تو خدا کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پائیں۔

والحمد للہ رب العٰلمین۔

یہی مضمون حدیث[2] مسلم میں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا اور حدیث[3] مسند بزار ومعجم اوسط طبرانی میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے۔

حدیث[4] دارقطنی میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے ہے، ارشاد فرمایا:

کُلہ انت وعیالک فقد کفر اللہ عنک[4] — تو اور تیرے اہل وعیال یہ خُرمے کھالیں کہ اللہ تعالٰی نے تیری طرف سے کفارہ ادا کردیا۔

ہدایہ میں ہے، فرمایا:

کل انت وعیالک تجزئک ولاتجزی احدا بعدک[5] — تو اور تیرے بچے کھالیں تجھے کفارے سے کفایت کرے گا اور تیرے بعد اور کسی کو کافی نہ ہوگا۔

سُنن ابی داؤد میں امام شہاب زہری تابعی سے ہے:

انما کان ھٰذہ رخصۃ لہ خاصۃ ولو ان رجلا فعل ذٰلک الیوم لم یکن لہ بُدٌّ من التکفیر[6] — یہ خاص اُسی شخص کے لئے رخصت تھی آج کوئی ایسا کرے تو کفارہ سے چارہ نہیں۔

---

[1] القرآن الکریم ۴/ ۶۴

[2] صحیح مسلم کتاب الصیام باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۵

[3] مجمع الزوائد بحوالہ ابویعلٰی کتاب الصیام باب فی من افطر الخ دارالکتاب بیروت ۳/ ۱۶۷ و ۱۶۸

[4] سنن الدارقطنی کتاب الصیام باب السواک للصائم حدیث ۲۳۶۱ ۲/ ۲۱ دارالمعرفۃ بیروت ۲/ ۲۳۸

[5] الہدایۃ کتاب الصوم باب مایوجب القضاء والکفارۃ المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/ ۲۰۰

[6] سنن ابی داؤد کتاب الصیام باب من اتی اہلہ فی رمضان آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۳۲۵

امام جلال الدین سیوطی وغیرہ علماء نے بھی اسے خصائص مذکورہ سے گنا وفی الحدیث وجوہ اُخر۔

حدیث ۱۲: صحیح مسلم وسنن نسائی وابن ماجہ ومسند امام احمد میں زینب بنت ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے اُم المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے فرمایا ابوحذیفہ کی بی بی رضی اللہ تعالٰی عنہا نے عرض کی یارسول اللہ! سالم (غلام آزاد کردہ ابوحذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما) میرے سامنے آتا جاتا ہے اور وہ جوان ہے ابوحذیفہ کو یہ ناگوار ہے۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ارضعیہ حتّٰی یدخل علیك تم اُسے دُودھ پلادو کہ بے پردہ تمہارے پاس آنا جائز ہوجائے۔ اُم المومنین ام سلمہ وغیرہا باقی ازواج مطہرات رضی اللہ تعالٰی عنہن نے فرمایا:

ما نری ھذہ الّا رخصة ارخصھا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسالم خاصّة۔[1]	ہمارا یہی اعتقاد ہے کہ یہ رخصت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خاص سالم کے لئے فرمادی تھی۔

حدیث ۱۳: ابن سعد وحاکم میں بطریق عمرہ بنت عبدالرحمٰن خود سہلہ زوجہ ابی حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مضمون مذکور مروی کہ انھوں نے جب حالِ سالم عرض کیا فرمایا: ارضعیہ[2] حضور نے دُودھ پلادینے کا حکم فرمایا، اُنھوں نے دُودھ پلادیا اور سالم اُس وقت مرد جوان تھے جنگِ بدر شریف میں شریک ہوچکے تھے۔ جوان آدمی کو اوّل تو عورت کا دُودھ پینا ہی کب حلال ہے اور پئے تو اس سے پسر رضاعی نہیں ہوسکتا مگر حضور نے ان حکموں سے سالم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو مستثنٰی فرمادیا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الرضاع فصل رضاعة الکبیر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۴۶۹
سنن النسائی کتاب النکاح باب رضاع الکبیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۸۳
سنن ابن ماجہ ابواب النکاح ” ” ” ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۴۱
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۹ و ۱۷۴ و ۲۴۹
” ” حدیث سہلة امرأۃ حذیفہ رضی اللہ عنہا ” ” ” ۶/ ۳۵۶

[2] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر سالم مولٰی ابی حذیفہ دار صادر بیروت ۳/ ۸۶ و ۸۷
المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة الرضاع فی الکبیر الخ دار الفکر بیروت ۳/ ۹۱

حدیث [۲۹] صحاح ستہ انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے:

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رخص لعبد الرحمٰن بن عوف والزبیر فی لبس الحریر لحکۃ کانت بہما۔[1]

یعنی عبدالرحمٰن بن عوف اور زبیر بن العوام رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بدن میں خشک خارشں تھی حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت دے دی۔

حدیث ترمذی وابی یعلٰی وبیہقی میں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے کہ حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیرالمومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے فرمایا:

یا علی لا یحل لاحد ان یجنب فی ھذا المسجد غیری وغیرک۔[2]

اے علی! میرے اور تمھارے سوا کسی کو حلال نہیں کہ اس مسجد میں بحالِ جنابت داخل ہو۔

امام ترمذی فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔[3]

حدیث [۳۰] مستدرک حاکم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے امیرالمومنین عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: علی کو تین باتیں وہ دی گئیں کہ اُن میں سے میرے لئے ایک ہوتی تو مجھے سُرخ اونٹوں سے زیادہ پیاری تھی (سرخ اونٹ نفیس ترین اموالِ عرب ہیں) کسی نے کہا: امیرالمومنین! وہ کیا ہیں؟ فرمایا: دخترِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب اللباس باب مایرخص للرجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۶۸
صحیح مسلم " باب اباحۃ لبس الحریر للرجل الخ " " ۲/ ۱۹۳
سنن ابی داؤد " باب لبس الحریر لعذر آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۰۵
سنن ابن ماجہ " باب من رخص لہ فی لبس الحریر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۶۵
سنن النسائی کتاب الزینۃ باب الرخصۃ فی لبس الحریر نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۹۶
مسند احمد بن حنبل عن انس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۲۲، ۱۲۷، ۱۹۲، ۲۱۵، ۲۵۲، ۲۵۵

[2] سنن الترمذی کتاب المناقب باب مناقب علی بن ابی طالب دار الفکر بیروت ۵/ ۴۰۸
مسند ابی یعلٰی عن ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۳۸ موسسۃ علوم القرآن " ۲/ ۱۳
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب النکاح باب دخول المسجد جنبا دار صادر " ۷/ ۶۶

[3] سنن الترمذی کتاب المناقب حدیث ۳۷۴۸ دار الفکر " ۵/ ۴۰۹

شادی وسکناہ المسجد مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحل لہ ما یحل لہ اور اُن کا مسجد میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ رہنا کہ انھیں مسجد میں روا تھا جو حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو روا تھا (یعنی بحالتِ جنابت رہنا) اور روزِ خیبر کا نشان[1]۔

حدیث [2] معجم کبیر طبرانی وسنن بیہقی وتاریخ ابن عساکر میں ام المومنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

الا ان ھذا المسجد لا یحل لجنب ولا لحائض الا للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وازواجہ وفاطمۃ بنت محمد وعلی الابینت لکم ان تضلوا۔ ھذا روایۃ الطبرانی[2]۔

سُن لو یہ مسجد کسی جنب کو حلال نہیں ہے نہ کسی حائض کو، مگر سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم اور حضور کی ازواجِ مطہرات و حضرت بتول زہرا اور مولا علی کو، صلی اللہ تعالٰی علی الحبیب وعلیہم وسلم۔ سُن لو میں نے تم سے صاف بیان فرما دیا کہ کہیں بہک نہ جاؤ (یہ طبرانی کی روایت ہے۔ ت)

حدیث [3] صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

نھانا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن خاتم الذھب[3]۔

ہمیں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہننے سے منع فرمایا۔

بایں ہمہ خود براء رضی اللہ تعالٰی عنہ انگشتری طلائی پہنتے۔ ابن ابی شیبہ نے بسندِ صحیح ابواسحٰق اسفرائنی سے روایت کی:

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ سدوا ھذہ الابواب الا باب علی دارالفکر بیروت ۳/ ۱۲۵

[2] المعجم الکبیر عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا حدیث ۸۸۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۳/ ۳۷۳
السنن الکبرٰی کتاب النکاح باب دخول المسجد جنبا دارصادر بیروت ۷/ ۶۵
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۰۲۹ علی بن ابی طالب داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۱۰۹

[3] صحیح مسلم کتاب اللباس باب تحریم استعمال اناء الذھب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۸۹
صحیح البخاری " " خواتیم الذھب الخ " " ۲/ ۸۷۱

قال رأیت علی البراء خاتما من ذهب[1] وروی نحوہ البغوی فی الجعدیات عن شعبۃ عن ابی اسحٰق۔

فرمایا: میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا۔ (ایسے ہی بغوی نے جعدیات میں شعبہ سے انھوں نے ابی اسحٰق سے روایت کیا۔ ت)

امام احمد مسند میں فرماتے ہیں:

حدثنا ابو عبدالرحمٰن ثنا ابو رجاء ثنا محمد بن مالك قال رأیت علی البراء خاتما من ذھب وکان الناس یقولون لہ لم تختم بالذھب وقد نھی عنہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبین یدیہ غنیمۃ یقسمھا سبی وخرثی قال فقسمھا حتی بقی ھذا الخاتم فرفع طرفہ فنظر الی اصحابہ ثم خفض ثم رفع طرفہ فنظر الیھم ثم خفض ثم طرفہ فنظر الیھم ثم قال ای براء فجئتہ حتی قعدت بین یدیہ فاخذ الخاتم فقبض علی کرسوعی ثم قال خذ البس ما کساك اللہ ورسولہ۔

یعنی محمد بن مالک نے کہا میں نے براء رضی اللہ تعالٰی عنہ کو سونے کی انگوٹھی پہنے دیکھا لوگ ان سے کہتے تھے آپ سونے کی انگوٹھی کیوں پہنتے ہیں حالانکہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس سے ممانعت فرمائی ہے۔ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا ہم حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے حضور کے سامنے اموال غنیمت غلام و متاع حاضر تھے حضور تقسیم فرمارہے تھے سب اونٹ بانٹ چکے یہ انگوٹھی باقی رہی حضور نے نظر مبارک اٹھا کر اپنے اصحاب کرام کو دیکھا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر ملاحظہ فرمایا پھر نگاہ نیچی کرلی پھر نظر اٹھا کر دیکھا اور مجھے بلایا اے براء۔ میں حاضر ہوکر حضور کے سامنے بیٹھ گیا سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انگوٹھی لے کر میری کلائی تھامی، پھر فرمایا: پہن لے جو کچھ تجھے اللہ و رسول پہناتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

براء رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے، تم لوگ کیونکر مجھے کہتے ہو کہ میں وہ چیز اتار ڈالوں جسے مصطفٰی صلی اللہ

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب اللباس الخ نمبر ۹۲ حدیث ۲۵۱۴۲ دارالکتب العلمیہ بیروت ۵/ ۱۹۵
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث البراء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ المکتب الاسلامی ۴/ ۲۹۴

تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ لے پہن لے جو کچھ اللہ و رسول نے پہنایا، جل جلالہٗ و صلی اللہ تعالٰی علیہ و آلہ وسلم۔

حدیث۲۲: دلائل النبوۃ بیہقی میں بطریق الحسن مروی، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

کیف بك اذا لبست سواری کسرٰی۔

وہ وقت تیرا کیسا وقت ہوگا جب تجھے کسرٰی بادشاہِ ایران کے کنگن پہنائے جائیں گے۔

جب ایران زمانۂ امیر المومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فتح ہوا اور کسرٰی کے کنگن، کمربند، تاج خدمتِ فاروقی میں حاضر کئے گئے امیر المومنین نے انھیں پہنائے اور اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا،

اللّٰہ اکبر الحمد للہ الذی سلبھما کسرٰی بن ھرمز والبسھما سُراقۃ الاعرابی۔[۱]

اللہ بہت بڑا ہے سب خوبیاں اللہ کو جس نے یہ کنگن کسرٰی بن ہرمز سے چھینے اور سراقہ دیہاتی کو پہنائے۔

قال العلامۃ الزرقانی لیس فی ھذا استعمال الذھب وھو حرام لانہ انما فعلہ تحقیقاً لمعجزۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من غیر ان یقرھما فانہ روی انہ امرہ فنزعھما وجعلھما فی الغنیمۃ ومثل ھذا لا یعد استعمالاً۔[۲]

علامہ زرقانی نے فرمایا اس سے سونے کو استعمال کرنا لازم نہیں آیا حالانکہ وہ حرام ہے، کیونکہ امیر المومنین کا یہ فعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزہ کی تحقیق کے لئے تھا، اس فعل کو برقرار نہیں رکھا۔ مروی ہے کہ آپ نے سراقہ کو حکم دیا انھوں نے وہ کنگن اتار دیئے اور آپ نے انھیں مالِ غنیمت میں شامل فرمادیا اور اس کو استعمال شمار نہیں کیا جاتا۔

اقول رحمك اللہ من فاضل کبیر الشان انما المعجزۃ

میں کہتا ہوں اے فاضل کبیر الشان اللہ تعالٰی آپ پر رحم فرمائے، معجزہ تو رسول اللہ صلی اللہ

---

[۱] دلائل النبوۃ للبیہقی باب قول اللہ عزوجل وعد اللہ الذین اٰمنوا الخ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۲۵ و ۳۲۶

[۲] شرح الزرقانی علی المواہب المقصد الثامن الفصل الثالث دار المعرفۃ بیروت ۷/ ۲۰۸

اخبارہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بانہ سواری کسرٰی فانما تحقیقا بلبسہ وانما حرام اللبس ومن شرط الحرمۃ اللبث فالواضح ما جنحت الیہ من ان ھذا ترخیص وتخصیص من النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لسراقۃ ولم یکن فی الحدیث مایدل علی التملیک ففعل امیرالمؤمنین ما ارشد الیہ الحدیث ثم ردھما مردھما۔

تعالٰی علیہ وسلم کا اس بات کی خبر دینا ہے کہ سراقہ کسرٰی کے کنگن پہنے گا۔ چنانچہ اس کا تحقق تو ان کے کنگن پہننے سے ہوگیا، اور بے شک حرام پہننا ہے اور حرمت کی شرط لبث ہے۔ پس واضح ہے کہ یہ سراقہ کے لئے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف رخصت وتخصیص ہے۔ اور حدیث میں تملیک پر دلالت نہیں چنانچہ امیرالمؤمنین نے وہ کام کیا جس کی طرف حدیث نے راہنمائی فرمائی، پھر ان کنگنوں کو ان کی جگہ کی طرف لوٹا دیا۔ (ت)

حدیث ۳۳: طبقات ابن سعد میں منذر ثوری سے ہے امیرالمؤمنین علی وحضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہما میں کچھ گفتگو ہوئی طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا آپ نے اپنے بیٹے محمد بن حنفیہ (ابوالقاسم) کا نام بھی نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک رکھا اور کنیت بھی حضور کی، حالانکہ سید عالم صلی اللہ

ع: شیخ محقق اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں:

علماء را دریں مسئلہ اقوال ست وقول صواب ازیں مقالات آنست کہ تسمیہ بنام شریف وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جائز بلکہ مستحب ست وتکنی بکنیت وے اگرچہ بعد از زمان وی قوی تر وسخت تر بود وہمچنیں جمع کردن میان نام وکنیت آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ممنوع بطریق اولٰی وآنکہ علی مرتضٰی کرد مخصوص بود بوے رضی اللہ تعالٰی عنہ وغیر او را جائز نبود[1] اھ لکن ق

اس مسئلہ میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، درست قول اس سلسلہ میں یہ ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نام پر نام رکھنا جائز بلکہ مستحب ہے۔ اور آپ کی کنیت کے ساتھ کنیت رکھنا اگرچہ آپ کے وصال کے بعد ہو سخت منع ہے اور اسی طرح آپ کے نام اور کنیت کو جمع کرنا بطریق اولٰی ممنوع ہے۔ اور وہ جو حضرت علی مرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کیا ہے وہ انکی خصوصیت ہے، انکے غیر کو ایسا کرنا جائز نہیں اھ (باقی برصفحہ آئندہ)

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الاول مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۴۴، ۴۵

تعالیٰ علیہ وسلم نے اُن کے جمع کرنے سے منع فرمایا ہے امیر المومنین کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے ایک جماعت قریش کو بلا کر گواہی دلوائی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امیر المومنین سے ارشاد فرمایا تھا :

سیولد لك بعدی غلام فقد نحلته اسمی وکنیتی ولا تحل لاحد من امتی بعدہ۔

عنقریب میرے بعد تمہارے ہاں ایک لڑکا ہوگا میں نے اُسے اپنے نام وکنیت دونوں عطا فرما دئے اور اس کے بعد میرے کسی اور امتی کو حلال نہیں۔

مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں :

قلت یا رسول اللہ ان ولد لی

میں نے عرض کی : یا رسول اللہ ! حضور کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

التنویر من کان اسمہ محمد لاباس بان یکنی ابا القاسم اھ وعللہ فی الدر بنسخ النھی محتجا بفعل علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اقول وکیف یفید النسخ مع نص الحدیث نفسہ ان ذلك کان رخصة من النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لعلی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کما سیأتی والمرام یحتاج الی زیادۃ تحریر لایرخص فیہ غرابة المقام واللہ تعالیٰ اعلم ۱۲ منہ۔

لیکن تنویر میں ہے کہ جس کا نام محمد ہو اس کے لئے ابو القاسم کنیت رکھنے میں کوئی حرج نہیں اھ اور دُر میں نسخ نہی کے ساتھ اسکی علت بیان کی گئی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فعل سے استدلال کرتے ہوئے۔ میں کہتا ہوں کہ کیسے مفید ہے نسخ خود نص حدیث کے ہوتے ہوئے کہ بیشک یہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت علی مرتضےٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لئے رخصت ہے جیسا کہ عنقریب آئیگا۔ اگرچہ مقصود زیادہ تفصیل کا مقتضی ہے مگر غرابت اس مقام کی اجازت نہیں دیتی۔ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الدرالمختار شرح تنویر الابصار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبع مجتبائی دہلی ۲/۲۵۲

[2] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

ولد بعدك اُسَمّیه باسمك واکنّیه بکنیتك فقال نعم۔ فکانت رخصة من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم لعلیٍ[1]۔ احمد[2] وابوداؤد والترمذی وصححه وابویعلٰی والحاکم فی الکنٰی والطحاوی والحاکم فی المستدرك والبیهقی فی السنن والضیاء فی المختارة عنه رضی اللہ تعالٰی عنه۔

بعد اگر میرے کوئی لڑکا پیدا ہوا تو میں حضور کا نام پاک اس کا نام رکھوں اور حضور کی کنیت اس کی کنیت۔ فرمایا: ہاں۔ یہ مولٰی علی کے لئے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رخصت تھی۔ (امام احمد و ابوداؤد و ترمذی نے اسے روایت کیا اور اس کی تصحیح کی۔ اور ابویعلٰی و حاکم نے کُنٰی میں اور طحاوی اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں اور ضیاء نے مختارہ میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۴۳: صحیح بخاری و ترمذی و مسند احمد میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے غزوہ بدر میں حضرت رقیہ بنت رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم زوجۂ امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہما بیمار تھیں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انہیں مدینہ طیبہ میں شہزادی کی تیمارداری کے لئے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

انّ لك اجر رجل ممن شهد | بیشک تمہارے لئے حاضرانِ بدر کے برابر ثواب

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ومن هذه الطبقة ممن روی عن عثمان وعلی الخ دار صادر بیروت ۵/ ۹۱ و ۹۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۵

سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الرخصة فی الجمع بینهما آفتاب عالم پریس ۲/ ۳۲۳

سنن الترمذی " " باب ما جاء فی کراهیة الجمع بین اسم النبی وکنیته حدیث ۲۸۵۲ دار الفکر بیروت ۴/ ۳۸۹

المستدرك للحاکم " " قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم تسموا باسمی ولا تکنوا بکنیتی دار الفکر بیروت ۴/ ۲۷۸

السنن الکبرٰی کتاب الضحایا باب ما جاء من الرخصة الخ دار صادر بیروت ۹/ ۳۰۹

شرح معانی الآثار کتاب الکراهیة باب التکنی بابی القاسم الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۳۳۲

مسند ابویعلٰی عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۲۹۸ موسسة علوم القرآن بیروت ۱/ ۱۸۴

الضیاء المختارة ۲/ ۳۴۳

بدراً او سهمهٗ [1] اور حاضری کے مثل غنیمت کا حصہ ہے۔

یہ خصوصیت حضرت عثمان کو عطا فرما دی حالانکہ جو حاضرِ جہاد نہ ہو غنیمت میں اس کا حصہ نہیں۔

سنن ابی داؤد میں انھیں سے ہے:

فضرب لہٗ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بسہم ولم یضرب لاحدٍ غاب غیرہ [2] رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ان کے لئے حصہ مقرر فرمایا اور ان کے سوا کسی غیر حاضر کو حصہ نہ دیا۔

حدیث ۴۳: کتاب الفتوح میں ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے جب معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰے عنہ کو یمن پر صوبہ دار کرکے بھیجا ان سے ارشاد فرمایا، میں نے تمھارے لئے رعایا کے ہدایا طیب کردئے اگر کوئی چیز تمھیں ہدیہ دی جائے قبول کرلو۔ عبید بن صخر کہتے ہیں جب معاذ رضی اللہ تعالٰے عنہ واپس آئے تیس غلام لائے کہ انھیں ہدیہ دئے گئے، حالانکہ عاملوں کو رعایا سے ہدیہ لینا حرام ہے [3]۔

مسند ابویعلٰی میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھدایا العمّال حرامٌ کلّھا [4] عاملوں کے سب ہدیے حرام ہیں۔

مسند احمد و سنن بیہقی میں ابوحمید ساعدی رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم مناقب عثمان قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۲۳
سنن الترمذی کتاب المناقب باب عثمان بن عفان حدیث ۳۷۲۶ دارالفکر بیروت ۵/۳۹۵
مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۰۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب فی من جاء بعد الغنیمۃ الخ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸

[3] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ سیف فی الفتوح، ترجمہ ۸۰۳۷ معاذ بن جبل دارالفکر بیروت ۵/۱۵۴

[4] کنز العمال بحوالہ ع عن حذیفہ حدیث ۱۵۰۶۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/۱۱۲

هدایا العمال غلول۔[1] عاملوں کے ہدیے خیانت ہیں۔

حدیث ۳۳: صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے کہ ایک شخص (یعنی حبان بن منقذ بن عمرو انصاری یا ان کے والد منقذ رضی اللہ تعالٰی عنہما نے) سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ میں فریب کھا جاتا ہوں (یعنی لوگ مجھ سے زیادہ قیمت لے لیتے ہیں) فرمایا:

من بایعت فقل لا خلابۃ۔[2] زاد الحمیدی فی مسندہ ثم انت بالخیار ثلثا۔[3] جس سے خریداری کرو کہہ دیا کرو فریب کی نہیں سہی۔ حمیدی نے اپنی مسند میں اتنا اضافہ کیا: پھر تمہیں تین دن تک اختیار ہے (اگر ناموافق پاؤ بیع رد کردو)

حدیث ۳۴: یہی مضمون حدیث سنن اربعہ میں انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے وذکر قصۃ و لم یذکر الزیادۃ (قصے کا ذکر کیا گیا اور زیادتی کا ذکر نہ کیا گیا۔ ت)

امام نووی شرح مسلم شریف میں فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ و امام شافعی اور روایت اصح میں امام مالک وغیرہم ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک غبن باعث خیار نہیں کتنا ہی غبن کھائے بیع کو رد نہیں کرسکتا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس حکم سے خاص انھیں کو نوازا تھا اوروں کے لئے نہیں، یہی قول صحیح ہے۔[4]

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی حمید الساعدی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۴۲۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب آداب القاضی باب لایقبل منہ ہدیۃ دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۳۸
کنز العمال حدیث ۱۵۰۶۷ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۱۱
[2] صحیح البخاری کتاب البیوع باب مایکرہ الخداع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۴
" کتاب فی الاستقراض باب ماینہی عن اضاعۃ المال " " ۱/ ۳۲۴
" کتاب فی الخصومات باب من رد امر السفیہ والضعیف العقل " " ۱/ ۳۲۵
صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع " " ۲/ ۷
کنز العمال عن عبداللہ بن عمر حدیث ۹۹۶۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۴/ ۱۵۵
[3] المصنف لابن ابی شیبہ کتاب الرد علی ابی حنیفہ حدیث ۳۷۲۱۷ دار الکتب العلمیہ بیروت ۷/ ۲۰۵
مسند حمیدی ۲/ ۲۴
[4] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب البیوع باب من یخدع فی البیع قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷

حدیث[۱] مشہور میں ہے کہ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے نمازِ عصر کے بعد نماز سے ممانعت فرمائی۔

فیہ عن عمر وعن ابی ھریرۃ وعن ابی سعید[۱] الخدری کلھا فی الصحیحین[۲] وعن معاویۃ فی صحیح البخاری[۳] وعن عمرو بن عنبسۃ فی صحیح مسلم[۴] رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

اس بارے میں حضرت عمر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابوسعید خدری سے صحیحین میں مروی ہے اور حضرت معاویہ سے صحیح بخاری میں اور حضرت عمرو بن عنبسہ سے صحیح مسلم میں مروی ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

خود ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا بھی اس ممانعت کو حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں رواہ ابوداؤد فی سننہ[۵] (ابوداؤد نے اپنی سنن میں اس کو روایت کیا۔ت) با اینہمہ ام المومنین عصر کے بعد دو رکعتیں پڑھا کرتیں۔

رواہ الشیخان عن کریب عن ابن عباس وعبدالرحمٰن بن ازھر والمسور بن مخرمۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم انھم ارسلوہ الی عائشۃ زوج النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقالوا اقرء علیھا السلام منا جمیعا وسلھا عن الرکعتین بعد العصر وقل لھا بلغنا انک تصلیھما وان رسول اللہ صلی اللہ

اس کو بخاری ومسلم نے بحوالہ کریب حضرت ابن عباس، عبدالرحمٰن بن ازھر اور مسور بن مخرمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا، ان تینوں نے کریب کو ام المومنین زوجہ رسول سیدہ عائشہ صدیقہ کے پاس بھیجا کہ انھیں ہمارا سلام کہیں اور ان سے نمازِ عصر کے بعد والی دو رکعتوں کے بارے میں پوچھو اور ان سے عرض کرو کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ آپ وہ پڑھتی ہیں حالانکہ رسول اللہ

---

[۱] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد الفجر قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۲
" " " " باب لاتتحری الصلٰوۃ قبل غروب الشمس " " ۱/۸۲
" " " " باب من یکرہ الصلٰوۃ الا بعد العصر والفجر " " ۱/۸۳
صحیح مسلم کتاب صلٰوۃ المسافرین باب الاوقات التی نھی عن الصلٰوۃ " " ۱/۲۷۵

[۲] صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب لاتتحری الصلٰوۃ بعد غروب الشمس " " ۱/۸۳

[۳] صحیح مسلم کتاب المسافرین باب الاوقات التی نھی عن الصلٰوۃ " " ۱/۲۷۶

[۴] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ باب الصلٰوۃ بعد العصر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۸۱

تعالٰی علیہ وسلم نہی عنہما[1]۔ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے منع فرمایا ہے۔(ت)

علماء فرماتے ہیں یہ ام المومنین کی خصوصیت تھی سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کےلئے جائز کردیا تھا۔

قالہ الامام الجلیل خاتم الحفاظ السیوطی فی انموذج اللبیب ثم الزرقانی فی شرح المواھب[2]۔ امام جلیل خاتم الحفاظ سیوطی علیہ الرحمۃ نے انموذج اللبیب میں پھر زرقانی نے شرح المواہب میں بیان کیا۔(ت)

حدیث صحیحین و مسند احمد و سنن نسائی و صحیح ابن حبان میں ام المومنین صدیقہ[3] اور حدیث احمد و مسلم و ابوداؤد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و ابن حبان میں حضرت عبداللہ بن عباس[4] اور حدیث

---

[1] صحیح البخاری کتاب التہجد باب اذا کلم وھو یصلی الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶۴ و ۱۶۵
صحیح مسلم کتاب صلوۃ المسافرین باب الاوقات ان نہی عن الصلوۃ " " " ۱/۲۷۶
مشکوۃ المصابیح بحوالہ متفق علیہ کتاب الصلوۃ باب اوقات النہی " " " ص ۹۴

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ

[3] صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۷۶۲
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل " " " ۱/۳۸۵
مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/۲۰۲
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹
موارد الظمآن کتاب الحج باب الاشتراط فی الاحرام حدیث ۹۷۳ المطبعۃ السلفیہ ص ۲۴۲

[4] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۳۷
صحیح مسلم کتاب الحج باب اشتراط المحرم التحلل قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۸۵
سنن الترمذی کتاب الحج حدیث ۹۴۹ دارالفکر بیروت ۲/۲۶۹
سنن ابی داؤد کتاب المناسک باب الاشتراط فی الحج آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۴۶
سنن النسائی کتاب مناسک الحج الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/۱۹
سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط " " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

احمد و ابن ماجہ و ابن خزیمہ و ابونعیم و بیہقی میں ضباعہ بنت زبیر اور حدیث بیہقی و ابن مندہ میں بطریق ہیثم عن ابی الزبیر حضرت جابر بن عبداللہ اور حدیث احمد و ابن ماجہ و طبرانی میں جدہ ابی بکر بن عبداللہ بن زبیر یعنی اسماء بنت صدیق یا سعدی بنت عوف اور حدیث طبرانی میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی چچازاد بہن ضباعہ بنت زبیر بن عبدالمطلب کے پاس تشریف لے گئے اور فرمایا: حج کا ارادہ ہے؟ عرض کی: یا رسول اللہ! واللہ میں تو اپنے آپ کو بیمار پاتی ہوں (یعنی گمان ہے کہ مرض کے باعث ارکان ادا نہ کرسکوں پھر احرام سے کیونکر باہر آؤں گی)۔ فرمایا:

اَھِلّی واشترطی انّ مَحِلّی حیث حبستنی۔

احرام باندھ اور نیت میں یہ شرط لگالے کہ جہاں تو مجھے روکے گا وہیں میں احرام سے باہر ہوں۔

نسائی نے زائد کیا:

فانّ لک علٰی ربّک ما استثنیت ؎

تمہارا یہ استثناء تمہارے رب کے یہاں مقبول رہے گا۔

؎ مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعۃ بنت الزبیر المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۶۰ و ۴۲۰

سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

صحیح ابن خزیمہ کتاب المناسک باب اشتراط من بہ علۃ الخ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۶۳

السنن الکبرٰی کتاب الحج باب استثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۱ و ۲۲۲

کنز العمال بحوالہ م، د، ت، ن حب حدیث ۱۲۳۲۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۵/ ۱۲۲

؎ السنن الکبرٰی کتاب الحج باب الاستثناء فی الحج دار صادر بیروت ۵/ ۲۲۲

؎ مسند احمد بن حنبل عن اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۴۹

سنن ابن ماجہ ابواب المناسک باب الشرط فی الحج ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۱۷

المعجم الکبیر عن اسماء بنت ابی بکر حدیث ۲۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۸۷

؎ المعجم الکبیر عن ضباعۃ بنت الزبیر المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۴/ ۳۳۲ تا ۳۳۷

مجمع الزوائد بحوالہ ابن عمر کتاب الحج باب الاشتراط فی الحج دار الکتاب بیروت ۳/ ۲۱۵

؎ سنن النسائی کتاب مناسک الحج باب الاشتراط فی الحج نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۹

ضباعہ نے زائد کیا کہ فرمایا:

فان حبست او مرضت فقد حللت من ذٰلك بشرطك علی ربك عزو جل[1]

اب اگر تم حج سے روکی گئیں یا بیمار پڑیں تو اس شرط کے سبب جو تم نے اپنے رب عزوجل پر لگائی ہے احرام سے باہر ہو جاؤگی۔

ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں: یہ ایک اجازت تھی کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں عطا فرمادی ورنہ نیت میں ایسی شرط اصلاً مقبول ومعتبر نہیں۔

بل وافقنا علی اختصاصه بها بعض الشافعية كالخطابی ثم الرویانی كما فی عمدة القاری[2] للامام العینی من باب الاحصار۔

بلکہ اس حکم کے اُس صحابیہ کے ساتھ مختص ہونے پر بعض شوافع بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں مثلاً خطابی پھر رویانی جیسا کہ عمدۃ القاری نے باب الاحصار میں امام عینی نے ذکر فرمایا۔ (ت)

حتّٰی کہ حدیث مسند امام احمد میں بسند ثقات رجال صحیح مسلم ہے:

حدثنا محمد بن جعفر ثنا شعبة عن قتادة عن نصر بن عاصم عن رجل منهم رضی اللّٰه تعالٰی عنه انه اتی النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم فاسلم علی انه لایصلی الا صلوتین فقبل ذٰلك منه[3]

یعنی ایک صاحب خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر اس شرط پر اسلام لائے کہ صرف دو ہی نمازیں پڑھا کروں گا، نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے قبول فرمالیا۔

ان کے سوا امام جلیل جلال سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے کتاب مستطاب انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ایک مجمل فہرست میں فوائد قوں کے اور پتے دئے ہیں کہ فقیر نے اُن تین کی طرح یہ بھی ترک کر دئے لوجوہ یطول ایرادها وللّٰه الحمد علی تواتر آلائه (بعض ایسی وجوہ کی بنا پر کہ انکا ذکر طوالت کا باعث ہے اور اللہ ہی کیلئے تمام تعریف اس کی متواتر نعمتوں کی) سوسو حدیثیں ہیں اور ۸ حدیثیں درباره تحریم مدینہ طیبہ جملہ اکاون احادیث ہیں جن میں بہت از روئے

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث ضباعہ بنت الزبیر رضی اللہ تعالٰی عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۴۲۰

[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری باب الاحصار فی الحج تحت الحدیث ۱۸۱۰ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱۰/ ۲۰۶

[3] مسند احمد بن حنبل حدیث رجال من اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۲۵ و ۳۶۳

اسناد بھی خاص مقصود رسالہ کے مناسب تھیں اور بحیثیت تذلیل وہابیہ وتضلیل وتجہیل امام الوہابیہ تو سب ہی مقصود عالم رسالہ کے ملائم ہیں انھیں بھی گنئے تو شمار احادیث یہاں تک ایک سوچھیانوے[۱۹۶] ہو۔ مگر ہمارے نبی کریم رؤف ورحیم علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم نے ارشاد فرمایا ہے:

ان اللّٰہ کتب الاحسان علٰی کل شیئ فاذا قتلتم فاحسنوا القتلۃ واذا ذبحتم فاحسنوا الذبحۃ۔ احمد[۱] والستۃ الا البخاری عن شداد بن اوس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بیشک اللہ تعالٰی نے ہر چیز پر احسان کرنا مقرر فرمادیا ہے تو جب تم کسی کو قتل کرو تو قتل میں بھی احسان برتو اور ذبح کرو تو ذبح میں بھی احسان برتو۔ (احمد اور صحاح ستہ نے (علاوہ بخاری کے) شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

ولہذا امیر خامہ تیغبار نجدی شکار اپنے مقتولین مخذولین مذبوحین مقبوحین حضرات وہابیہ پر احسان کے لئے یہ بچا سا شمار سے الگ رکھتا اور بتوفیق اللہ تعالٰی آگے صرف وہ بعض احادیث کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف جلائل احکام تشریعیہ کی صریح اسنادوں پر مشتمل اور وہ کہ ان اکابر تفویض احکام بحضور سید الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی مؤید و مکمل ہیں لکھتا ہے ان میں مؤیدات تفویض کی تقویم کیجئے کہ اس مبحث کا سلسلہ مسلسل رہے وباللہ التوفیق۔

حدیث ۱۴۶: حدیث صحیح جلیل سنن ابی داؤد وسنن ابن ماجہ ومسند امام طحاوی ومعجم طبرانی ومعرفت بیہقی کلہم بطریق منصور بن المعتمر عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللّٰہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت الا ابن ماجۃ فعن سفیٰن عن ابیہ عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن خزیمۃ کہ حضرت ذوالشہادتین خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الصید باب الامر باحسان الذبح قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۵۲
سنن النسائی کتاب الضحایا باب حسن الذبح نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۲/ ۲۰۹
سنن الترمذی کتاب الدیات حدیث ۱۴۱۴ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۵
سنن ابن ماجہ ابواب الذبائح باب اذا ذبحتم فاحسنوا الذبح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۳۶
سنن ابی داؤد کتاب الضحایا باب فی الدفق بالذبیحۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۲
مسند احمد بن حنبل، حدیث شداد بن اوس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۲۳ تا ۱۲۵

جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم للمسافر ثلثًا ولو مضی السائل علی مسألتہ لجعلہا خمسًا[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسافر کے لئے مسح موزہ کی مدت تین رات مقرر فرمائی، اور اگر مانگنے والا مانگتا رہتا تو ضرور حضور پانچ راتیں کر دیتے۔

یہ ابن ماجہ کی روایت ہے۔

اور روایت ابی داؤد اور ایک روایت معانی الآثار ابی جعفر اور ایک روایت بیہقی میں ہے۔ فرمایا:

وَلَوِ اسْتَزَدْنَاہُ لَزَادَنَا[2]

اور اگر ہم حضور سے زیادہ مانگتے تو حضور مدت اور بڑھا دیتے۔

دوسری روایت طحاوی میں ہے:

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ جعل المسح علی الخُفَّین للمسافر ثلثۃ ایام ولیالیھن وللمقیم یومًا ولیلۃً ولو اطنب لہ السائل فی مسألتہ لزادہ[3]

بیشک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مسح موزہ کی مدت مسافر کے لئے تین رات دن اور مقیم کے لئے ایک رات دن کر دی، اور اگر مانگنے والا مانگے جاتا تو حضور اور زیادہ مدت عطا فرماتے۔

بیہقی کی روایت اُخرٰی یوں ہے:

وایم اللہ لو مضی السائل فی مسألتہ لجعلہا خمسًا[4]

اگر سائل عرض کئے جاتا تو حضور مدت کے پانچ دن کر دیتے۔

یہ حدیث بلاشبہہ صحیح السند ہے اس کے سب رواۃ اجلّہ ثقات ہیں۔ لاجرم امام ترمذی نے اسے روایت کرکے فرمایا:

---

[1] سنن ابی ماجہ ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی التوقیت فی المسح للمقیم والمسافر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۴۲

[2] سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب التوقیت فی المسح آفتاب عالم پریس لاہور ص ۲۱
شرح معانی الآثار ″ باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱
السنن الکبرٰی للبیہقی ″ باب ما ورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/۲۷۷

[3] شرح معانی الآثار ″ باب المسح علی الخفین الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۱

[4] السنن الکبرٰی للبیہقی ″ باب ما ورد فی ترک التوقیت دار صادر بیروت ۱/۲۷۷

ھذا حدیث حسن صحیح[1] یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

نیز امام الشان یحیٰی بن معین سے نقل کیا کہ حدیث صحیح ہے۔

وھو وان لم یذکر الزیادۃ فانما المخرج المخرج والطریق الطریق حیث قال حدثنا قتیبۃ ثنا ابوعوانۃ عن سعید بن مسروق عن ابراھیم التیمی عن عمرو بن میمون عن ابی عبداللہ الجدلی عن خزیمۃ بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم[2] وقد اطال الامام ابن دقیق العید الکلام فی تقویۃ ھذا الحدیث والذب عنہ فی کتابہ الامام

امام ترمذی نے اگرچہ زیادت کو ذکر نہیں کیا لیکن مخرج بھی وہی ہے اور طریق بھی وہی ہے، اس لئے کہ فرمایا ہمیں حدیث بیان کی قتیبہ نے انھوں نے ہمیں حدیث بیان کی ابوعوانہ سے انھوں نے سعید بن مسروق سے انھوں نے ابراہیم تیمی سے انھوں نے عمرو بن میمون سے انھوں نے ابوعبداللہ جدلی سے انھوں نے خزیمہ بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے۔ امام ابن دقیق العید نے اس حدیث کی تقویت میں اپنی کتاب الامام میں خوب

ھو اعظم مایرتاب بہ فیہ روایۃ البیہقی عن الترمذی عن البخاری لایصح عندی لانہ لایعرف لابی عبداللہ الجدلی سماع من خزیمۃ[3] وتلک شکاۃ ظاھر عنک عارھا فان مبناہ علٰی ماذھب الیہ ھو رحمۃ اللہ من اشتراط ثبوت

اس میں سب سے بڑا شبہہ اُس روایت سے کیا جاتا ہے جو بیہقی نے امام ترمذی سے اور انھوں نے امام بخاری سے کی ہے کہ میرے نزدیک یہ حدیث نہیں کیونکہ ابوعبداللہ جدلی کا خزیمہ سے سماع ثابت نہیں۔ یہ وہ شکوی ہے جس کا عار تجھ سے دور ہے کیونکہ امام بخاری علیہ الرحمہ کے موقف کے مطابق اس بات پر ہے کہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی المسح علی الخفین حدیث ۹۵ دارالفکر بیروت ۱/ ۱۵۲

[2] " " " " " " " " "

[3] الجوہر النقی حواشی علی السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ باب ماورد فی ترک التوقیت دارصادر بیروت ۱/ ۲۷۹، ۲۷۸

واثرہ الامام الزیلعی فی نصب الرایۃ[1]

لمبی گفتگو فرمائی ہے اور امام زیلعی نے نصب الرایہ میں

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

السماع ولو مرۃ للاتصال والصحیح الاجتزاء بالمعاصرۃ ھو المنصوص علیہ الجمھور کما افادہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر وقد اطال مسلم فی مقدمۃ صحیحہ فی الرد علی ھذا المذھب لاجرم ان لم یکترث بہ تلمیذہ الترمذی وحکم بانہ حسن صحیح وکذا حکم بصحتہ شیخ البخاری بامام الناقدین یحیٰی بن معین۔

راوی کا مروی عنہ سے سماع شرط ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہو اتصال کے لئے۔ صحیح یہ ہے کہ معاصرت ہی کافی ہے۔ جمہور کا موقف یہی ہے جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں اس کا افادہ فرمایا ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم کے مقدمہ میں اس مذہب کے رد پر طویل بحث کی ہے۔ امام بخاری کے شاگرد امام ترمذی نے بھی امام بخاری کی تائید نہیں کی اور اس حدیث کے صحیح ہونے کا حکم لگایا ہے۔ یونہی امام بخاری کے استاذ امام الناقدین یحیٰی بن معین نے اسکی صحت کا حکم لگایا ہے۔

اقول علاانہ لو سلم فقصواہ الانقطاع ولیس بقادح عندنا وعند سائر قابلی المراسیل وھم الجمھور ثم علیك من دندنۃ ابن حزم ان الجدلی لایعتمد علی روایتہ فان الرجل فی الجرح والوقیعۃ کالاعمیین السیل الھجوم والبعیر الصئول حتی عند الترمذی من المجاھیل والجدلی فقد وثقہ الامامان المرجوع الیھما احمد بن

میں کہتا ہوں اگر امام بخاری کی بات تسلیم بھی کر لی جائے تو اس سے زیادہ سے زیادہ انقطاع لازم آتا ہے اور وہ ہمارے نزدیک اور مراسیل کو قبول کرنیوالے دیگر حضرات جو کہ جمہور ہیں کے نزدیک قادح نہیں ہے پھر تم پر ابن حزم کی گنگناہٹ کا سننا لازم ہے کہ جدلی کی روایت پر اعتماد نہیں کیا جاتا، کیونکہ آدمی جرح وتصادم میں دو اندھوں کی شکل ہوتا ہے یعنی بڑھتا ہوا سیلاب اور حملہ کرنیوالا مست اونٹ۔ یہاں تک کہ ترمذی کے ہاں مجاہیل میں سے ہے اور جدلی کی توثیق ان دو اماموں نے کی ہے

(باقی برصفحہ آئندہ)

[1] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین المکتبۃ النوریۃ رضویہ پبلشنگ لاہور ۱/ ۲۳۲ تا ۲۳۵

فراجعه ان شئت۔ ان کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اقول یہ حدیث صحیح حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تفویض واختیار میں نص صریح ہے ورنہ یہ کہنا اور کہنا بھی کیسا مؤکد بقسم کہ واللہ سائل مانگے جاتا تو حضور پانچ دن کر دیتے اصلاً گنجائش نہ رکھتا تھا کما لایخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اور یہاں جزم خصوص بے جزم عموم نہ ہوگا کہ اس خاص کی نسبت کوئی خبر خاص تخییر ارشاد نہ ہوئی تھی تو جزم کا منشا وہی کہ حضرت خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو معلوم تھا کہ احکام سپرد اختیار حضور سید الانام ہیں علیہ وعلٰی آلہ افضل الصلوۃ والسلام۔

حدیث ۴۷: مالک واحمد وبخاری ومسلم ونسائی وابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک عند کل — اگر مشقتِ امت کا خیال نہ ہوتا تو میں ان پر فرض فرما دیتا کہ ہر نماز کے وقت

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

حنبل وابن معین فما ھو ابن حزم والتش ابن حزم بعد ھذین وھو متفرد فیه لم یسبقه احد بھذا القول الاتری ان البخاری انما اعله اذ اعله بانه لم یعرف سماع الجدلی لا بانها روایة الجدلی وقد صححه له الترمذی وقال فی التقریب[1] ثقة۔ واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منه۔

جن کی طرف رجوع کیا جاتا ہے، اور وہ امام احمد بن حنبل اور یحیٰی بن معین ہیں۔ ان دو اماموں کے مقابلے میں ابن حزم وابن حزم کیا شئے ہے درانحالیکہ وہ اس میں تنہا ہے۔ اس سے پہلے کسی نے یہ قول نہیں کیا۔ کیا تُو دیکھتا نہیں کہ امام بخاری نے اس کو اس وجہ سے معلل قرار دیا کہ جدلی کا سماع معروف نہیں نہ اس وجہ سے کہ یہ جدلی کی روایت ہے۔ امام ترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا اور تقریب میں کہا کہ وہ ثقہ ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] تقریب التہذیب ترجمہ ابی عبداللہ الجدلی ۸۲۴۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲/ ۴۲۸

صلوٰۃ [1] مسواک کریں۔

علماء فرماتے ہیں یہ حدیث متواتر ہے قالہ فی التیسیر وغیرہ (تیسیر وغیرہ میں اسے بیان کیا گیا۔ ت)۔ احمد و نسائی نے انھیں سے بسند صحیح یوں روایت کی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لولا ان اشق علی امتی لامرتھم عند کل صلوٰۃ بوضوء او مع کل وضوء بسواک [2] — امت پر دشواری کا لحاظ نہ ہو تو میں اُن پر فرض کردوں کہ ہر نماز کے وقت وضو کریں اور ہر وضو کے ساتھ مسواک کریں۔

اقول امر دو قسم ہے حتمی جس کا حاصل ایجاب اور اس کی مخالفت معصیت،

وذٰلك قولہ تعالٰی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ [3]۔ — اور وہ اللہ تعالٰی کا ارشاد کہ اللہ تعالٰی کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو ڈرنا چاہیے۔ (ت)

دوسرا ندبی جس کا حاصل ترغیب اور اس کے ترک میں وسعت،

وذٰلك قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امرت بالسواك حتی خشیت ان یکتب علی [4] احمد عن واثلۃ بن — اور وہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد کہ مجھے مسواک کا حکم دیا گیا ہے یہاں تک کہ مجھے ڈر ہوا کہ کہیں مجھ پر فرض نہ ہوجائے۔ اس کو امام احمد

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجمعۃ باب المسواک یوم الجمعۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۲ و ۲۵۹
صحیح مسلم کتاب الطہارۃ باب السواک قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۲۸
سنن النسائی ” الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب ” ۱/۶
سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۴۵، ۲۵۰، ۲۵۹، ۲۸۷، ۳۹۹، ۴۰۰
مؤطا امام مالک کتاب الطہارۃ ما جاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰
[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث لولا ان اشق علی امتی الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۳۱۴
[3] سنن النسائی کتاب الطہارۃ الرخصۃ فی السواک نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۵۹
[4] القرآن الکریم ۲۴/۶۳
[5] مسند احمد بن حنبل حدیث واثلۃ بن الاسقع المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴۹۰

الاسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند حسن۔ — نے واثلہ بن اسقع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ (ت)

امر ندبی تو یہاں قطعاً حاصل ہے تو ضرور نفی حتمی کی ہے، امر حتمی بھی دو قسم ہے ظنی جس کا مفاد وجوب اور قطعی جس کا مقتضٰی فرضیت، ظنیت خواہ من جہۃ الرویۃ یا من جہۃ الدلالۃ ہمارے حق میں ہوتی ہے حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علوم سب قطعی یقینی ہیں جن کے سراپردہ عزت کے گرد ظنوں کو اصلاً بار نہیں تو قسم واجب اصطلاحی حضور کے حق میں متحقق نہیں وہاں یا فرض ہے یا مندوب، نص علیہ الامام المحقق حیث اطلق فی الفتح (اس پر محقق امام علیہ الرحمہ نے فتح میں نص فرمائی ہے۔ ت)

اب واضح ہوگیا کہ ان ارشاداتِ کریمہ کے قطعاً یہی معنی ہیں کہ میں چاہتا تو اپنی امت پر ہر نماز کے لئے تازہ وضو اور ہر وضو کے وقت مسواک کرنا فرض فرمادیتا مگر اُن کی مشقت کے لحاظ سے میں نے فرض نہ کئے۔ اور اختیارِ احکام کے کیا معنی ہیں۔ وللہ الحمد۔

حدیث ۱۴۸: مالک وشافعی وبیہقی اُن سے اور طبرانی اوسط میں امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے بسندِ حسن راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک مع کل وضوء[1] — مشقتِ اُمت کا پاس ہے ورنہ میں ہر وضو کے ساتھ مسواک اُن پر فرض کردوں۔

حدیث ۱۴۹: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ مسواک کرو مسواک منہ کو پاکیزہ اور رب عزوجل کو راضی کرتی ہے، جبریل جب میرے پاس حاضر ہوئے مجھے مسواک کی وصیت کی حتی لقد خشیت ان یفرضہ علیّ وعلٰی اُمتی ولولا انی اخاف ان اشق علٰی امتی لفرضتہ علیھم۔ — یہاں تک کہ مجھے اندیشہ ہوا کہ جبریل مجھ پر اور میری اُمت پر فرض کردیں گے اور اگر مشقت امت کا خوف نہ ہوتا تو اُن پر فرض کردیں گے۔

---

[1] مؤطا الامام مالک کتاب الطہارۃ ماجاء فی السواک میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۵۰
السنن الکبرٰی " باب الدلیل علی ان السواک سنۃ دارصادر بیروت ۱/ ۳۵
کنز العمال بحوالہ مالک والشافعی حدیث ۲۶۱۹۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵
المعجم الاوسط حدیث ۱۲۶۰ مکتبۃ المعارف ریاض ۲/ ۱۳۸

ابن ماجۃ عن ابی امامۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔[1] (ابن ماجہ نے ابی امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

یہاں جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی طرف بھی فرض کردینے کی اسناد ہے۔

حدیث ۱۵۰: طبرانی و بزار و دارقطنی و حاکم[2] حضرت عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیہم السواک عند کل صلٰوۃ[3] (زاد غیر الدارقطنی) کما فرضت علیہم الوضوء[4]۔ مشقتِ اُمت کا لحاظ نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت مسواک اُن پر فرض کردوں جس طرح میں نے وضو اُن پر فرض کردیا ہے۔

یہاں وضو کو بھی فرمایا گیا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنی امت پر فرض کردیا۔

حدیث ۱۵۱ و ۱۵۲: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علی امتی لامرتہم بالسواک والطیب عند کل صلٰوۃ۔ ابونعیم فی کتاب السواک عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما بسند حسن وسعید بن منصور فی سننہ عن مکحول مرسلاً۔[5] مشقتِ اُمت کا خیال نہ ہو تو اپنی اُمت پر ہر نماز کے وقت مسواک کرنا اور خوشبو لگانا فرض کردوں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسندِ حسن اور سعید بن منصور نے اپنی سنن میں مکحول سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

یہاں خوشبو کی فرضیت بھی زائد فرمادی۔

---

[1] سنن ابن ماجۃ ابواب الطہارۃ باب السواک ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۵

[2] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۲

[3] المستدرک للحاکم کتاب الطہارۃ لولا ان اشق علی امتی دارالفکر بیروت ۱/ ۱۴۶

البحر الزخار عن ابن عباس حدیث ۱۳۰۲ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۴/ ۱۳۰

مجمع الزوائد بحوالہ العباس کتاب الطہارۃ باب فی السواک دارالکتاب بیروت ۱/ ۲۲۱

[4] " " کتاب الصلٰوۃ باب ماجاء فی السواک " " ۲/ ۹۷

[5] کنز العمال بحوالہ ص عن مکحول مرسلاً حدیث ۲۶۱۹۵ مؤسسۃ الرسالہ " ۹/ ۳۱۶

حدیث ۱۵۳ [1]: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم ان یستاکوا بالاسحار۔ ابونعیم فی السواک عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما۔

مشقتِ اُمت کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں اُن پر فرض فرما دیتا کہ ہر سحر پچھلے پہر اُٹھ کر مسواک کریں۔ (ابونعیم نے کتاب السواک میں عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۴ و ۱۵۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم بالسواک عند کل صلٰوۃ و لاخرت العشاء الٰی ثلث اللیل۔

مشقتِ اُمت کا خیال نہ ہو تو میں ہر نماز کے وقت ان پر مسواک فرض کردوں اور نمازِ عشاء کو تہائی رات تک ہٹادوں۔

احمد [2] والترمذی والضیاء عن زید بن خالد الجھنی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح والبزار عن امیر المؤمنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ وروی عن زید احمد وابوداؤد والنسائی کحدیث ابی ھریرۃ الاول بالاقتصار علی السطر الاول والحاکم والبیھقی بسند صحیح عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کحدیث زید ھذا وفیہ لفرضت علیھم السواک مع الوضوء ولاخرت صلٰوۃ العشاء الاخرۃ الٰی نصف اللیل [3] یعنی میں وضو میں مسواک کرنا فرض کردیتا اور نمازِ عشاء آدھی رات تک ہٹا دیتا۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم فی کتاب السواک حدیث ۲۶۱۹۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۶
الدر المنثور " " تحت الآیۃ ۲/ ۱۲۴ داراحیاء التراث العربی " ۱/ ۲۵۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی " ۴/ ۱۱۴
سنن الترمذی ابواب الطہارۃ باب ماجاء فی السواک حدیث ۲۳ دار الفکر " ۱/ ۱۰۰
کنز العمال بحوالہ حم، ت والضیاء حدیث ۲۶۱۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۵
البحر الزخار عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۷۲۸ مکتبۃ العلوم والحکم مدینۃ المنورۃ ۲/ ۱۲۱
مسند احمد بن حنبل عن زید بن خالد المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۱۱۶
سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب السواک آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۷

[3] المستدرک للحاکم " فضیلۃ السواک دار الفکر بیروت ۱/ ۱۴۶
السنن الکبرٰی " باب الدلیل علی ان السواک سنۃ الخ " دار صادر " ۱/ ۳۶
کنز العمال بحوالہ ک وھق عن ابی ہریرۃ حدیث ۲۶۱۹۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۶

وللنسائی عن ابی ھریرۃ بلفظ لامرتھم بتاخیر العشاء وبالسواك عند کل صلٰوۃ۔[1]

نسائی نے ابوہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا: میں اُن پر فرض کردیتا کہ عشاء دیر کرکے پڑھیں اور نماز کے وقت مسواک کریں۔

حدیث ۱۵۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی امتی لامرتھم ان یصلوھا ھکذا یعنی العشاء نصف اللیل۔ احمد[2] والبخاری ومسلم والنسائی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں ان پر فرض کردیتا کہ عشاء آدھی رات کو پڑھیں۔ (احمد، بخاری، مسلم اور نسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۵۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ضعف الضعیف وسُقم السقیم لَاَمَرْتُ بھٰذہ الصلٰوۃ ان تُؤَخَّر الٰی شطر اللیل۔ النسائی عن ابی سعید[3] الخدری رضی اللہ تعالٰی و مرّت روایۃ احمد وابی داؤد وابن ماجۃ وابی حاتم بلا لفظ الامر۔

اگر ناتواں اور بیماروں کا لحاظ نہ ہوتا تو میں فرض کردیتا کہ یہ نماز آدھی رات تک مؤخر کریں (اس کو نسائی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابوحاتم کی روایت گزر چکی ہے جو لفظ امر کے بغیر ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۸: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لولا ان اشق علٰی اُمتی

مشقتِ امت کا اندیشہ نہ ہو تو میں اُن پر

---

[1] سنن النسائی کتاب المواقیت باب ما یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۲ و ۹۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۳۶۶
صحیح البخاری کتاب مواقیت الصلٰوۃ باب النوم قبل العشاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۸۱
صحیح مسلم کتاب المساجد باب وقت العشاء وتاخیرھا " " " ۱/۲۲۹
سنن النسائی کتاب المواقیت باب یستحب من تاخیر العشاء نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۹۲

[3] " " " " " " " " " " " ۱/۹۳

عن سبب ھٰذا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اخر ذات لیلۃ صلٰوۃ العشاء حتی ابھار اللیل او ذھب عامۃ اللیل و نام النساء والصبیان فجاء فصلی و ذکرہ کما ورد مبینا فی احادیث ابن عباس و ابی سعید و ابن عمر و انس وغیرھم رضی اللہ تعالٰی عنھم، وسبب حدیث السواک اتیان ناس عندہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قلحا فقال استاکوا استاکوا لا تاتونی قلحا لولا ان اشق علی امتی لفرضت علیھم السواک عند کل صلٰوۃ کما بیّنہ الدارقطنی من حدیث العباس رضی اللہ تعالٰی عنہ فھما حدیثان ربما افرزھما ابوھریرۃ ومن بما جمع وکذلک غیرہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وان اتفق ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ھو الذی قال مرۃ ھٰکذا واخرٰی ھٰکذا و

اس کا سبب یہ ہے کہ ایک رات نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے عشاء کی نماز مؤخر فرمادی یہاں کہ آدھی رات یا زیادہ گزر گئی۔ عورتیں اور بچے سو گئے تو آپ تشریف لائے اور نماز پڑھائی جیسا کہ ابن عباس، ابو سعید، ابن عمر اور انس وغیرہ کی احادیث میں واضح طور پر وارد ہوا ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم۔ حدیث مسواک کا سبب یہ ہے کہ لوگ میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا مسواک کیا کرو اور میرے پاس میلے کچیلے دانتوں کے ساتھ مت آیا کرو اگر مجھے امت کی مشقت کا لحاظ نہ ہوتا تو میں ان پر ہر نماز کے وقت فرض کردیتا۔ جیسا کہ اس کو دارقطنی نے بحوالہ حدیث[1] ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ بیان کیا ہے۔ ان دونوں حدیثوں کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کبھی الگ الگ بیان فرمایا ہے اور کبھی دونوں کو جمع کیا یونہی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غیر نے کیا ہے، اگرچہ اس پر سب کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم نے کبھی اس طرح بیان فرمایا ہے اور کبھی اس طرح اور کبھی

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] کنز العمال بحوالہ قط عن ابن عباس حدیث ۲۶۱۷۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۹/ ۳۱۲

ثلث اللیل او نصفہ۔ احمد[1] والترمذی وصححہ وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ومرّت اُخرٰی لابن ماجۃ کاحمد وابی داؤد ومحمد بن نصر خالیۃ عن الامر۔

یا آدھی رات تک تاخیر کریں (اس کو امام احمد وترمذی نے اس کو صحیح قرار دیا۔ اور ابن ماجہ نے اس کو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور دوسری روایت ابن ماجہ کی احمد وابوداؤد ومحمد بن نصر کی طرح گزر چکی ہے جو امر سے خالی ہے۔ (ت)

حدیث ۱۵۹: صحیح بخاری میں زید بن ثابت انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ایک آیت سورہ احزاب کی نسبت ہے:

وجدتھا مع خزیمۃ الذی جعل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شھادتہ بشھادتین[2]۔

وہ میں نے لکھی ہوئی خزیمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس پائی جن کی گواہی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو گواہوں کے برابر فرمائی۔

حدیث ۱۶۰: کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے معاذ بن جبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کو یمن پر صوبیدار بنا کر بھیجتے وقت ان سے ارشاد فرمایا:

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تارۃ جمع فالتعدد اظھر واکثر واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ دامت فیوضہ۔

دونوں کو جمع فرمایا۔ چنانچہ تعدد اظہر و اکثر ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۴۳ و ۵۰۹
سنن الترمذی ابواب الصلوٰۃ باب ماجاء فی تاخیر صلوٰۃ العشاء الخ حدیث ۱۶۷ دارالفکر بیروت ۱/ ۲۱۴
سنن ابن ماجۃ کتاب الصلوٰۃ باب وقت صلوٰۃ العشاء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۵۰
کنزالعمال عن ابی ہریرۃ حدیث ۱۹۴۶۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۷/ ۳۹۵
[2] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب قول اللہ تعالٰی من المؤمنین رجال الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۹۴
" " کتاب التفسیر سورۃ احزاب " " ۲/ ۷۰۵

قد عرفت بلاءك فی الدین والذی قد رکبک من الدین وقد طیبت لک الهدیة فانت اھدعت لک شیٔ فاقبل۔ سیف فی کتاب الفتوح عن عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

مجھے معلوم ہے جو تمہاری آزمائشیں دین میں ہو چکیں اور جو کچھ دیون تم پر ہوگئے ہیں بریت کے تحفے میں نے تمہارے لئے حلال طیب کرنے جو تمہیں کچھ تحفہ دے لے لو (سیف نے کتاب الفتوح نے عبید بن صخر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶۱: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:[عہ]

قد عفوت عن الخیل والرقیق فھاتوا صدقت الرقة من کل اربعین درھما درھم۔ احمد[2] وابوداؤد والترمذی عن امیر المؤمنین المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔

گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ تو میں نے معاف کردی روپوں کی زکوٰۃ دو ہر چالیس درہم میں سے ایک درہم (احمد اور ابوداؤد اور ترمذی نے امیر المؤمنین علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ ت)

سواری کے گھوڑوں خدمت کے غلاموں میں زکوٰۃ جو واجب نہ ہوئی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: "یہ میں نے معاف فرمادی ہے۔" ہاں کیوں نہ ہو کہ حکم ایک رؤف و رحیم کے ہاتھ میں ہے بحکم رب العالمین جل جلالہ وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

حدیث ۱۶۲: حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم سے فرمایا:

ما تقولون فی الزنا، قالوا حرام حرمہ اللہ ورسولہ فھو حرام الی یوم القیٰمة۔

زنا کو کیسا سمجھتے ہو؟ عرض کی: حرام ہے اسے اللہ و رسول نے حرام کردیا تو وہ قیامت تک

عہ یہاں تک اٹھاون حدیثیں تفویض امر کی مفیدات و مؤیدات مذکور ہوئیں آگے صرف استادات جلیلہ ہیں ۱۲۔

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطب عن عبید بن صخر — المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۱۱۵

[2] سنن ابی داؤد کتاب الزکوٰۃ باب زکوٰۃ السائمة آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۲۲۱

سنن الترمذی " باب ماجاء فی زکوٰۃ الذھب الخ حدیث ۶۲۰ دار الفکر بیروت ۲/ ۱۲۳

مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۹۲

احمد[1] بسند صحیح والطبرانی فی الاوسط والکبیر عن المقداد بن الاسود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

حرام ہے۔ (احمد نے بسند صحیح اور طبرانی نے اوسط اور کبیر میں مقداد بن اسود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۶۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

إِنِّیْ أُحَرِّمُ علیکم حقَّ الضعیفین الیتیم والمرأۃ۔ الحاکم[2] علی شرطِ مسلم والبیہقی فی الشعب واللفظ لہ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

میں تم پر حرام کرتا ہوں دو کمزوروں کی حق تلفی، یتیم اور عورت۔ (حاکم شرط مسلم پر اور بیہقی نے بحوالہ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ شعب الایمان میں اسکو روایت کیا ہے، اور لفظ بیہقی کے ہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۴: صحیحین میں جابر بن عبداللہ تعالٰی عنہما سے ہے انھوں نے سالِ فتح میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا:

انّ اللہ ورسولہٗ حرّم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام[3]۔

بیشک اللہ اور اس کے رسول نے حرام کردیا شراب اور مردار اور سُوَر اور بُتوں کا بیچنا۔

حدیث ۱۶۵: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

لا تشرب مسکرًا فانی حرّمت کل مُسْکِرٍ۔ النسائی[4] بسند حسن

نشہ کی کوئی چیز نہ پی کہ بیشک نشہ کی ہر شئے میں نے حرام کردی ہے۔ نسائی نے بسندِ حسن

عہ **فائدہ:** ابوالشیخ ابن حبان نے کتاب الثواب میں روایت کی حدثنا ابن ابی عاصم ثنا عمر بن حفص الوصافی ثنا سعید بن موسٰی ثنا رباح بن زید عن معمر

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] مسند احمد بن حنبل بقیہ حدیث مقداد بن اسود المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۹
المعجم الکبیر عن مقداد بن اسود حدیث ۶۰۵ المکتبۃ الفیصلیۃ " ۲۰/ ۲۵۶

[2] المستدرک للحاکم کتاب الایمان انی احرج علیکم حق الضعیفین دار الفکر بیروت ۱/ ۶۳
کنز العمال بحوالہ ک، حب عن ابی ہریرۃ حدیث ۶۰۰۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۳/ ۱۷۱

[3] صحیح البخاری کتاب البیوع باب بیع المیتۃ والاصنام قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۹۸
صحیح مسلم " باب تحریم الخمر والمیتۃ الخ " " ۲/ ۲۳

[4] سنن النسائی کتاب الاشربۃ تفسیر نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۳۲۵

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ ابی موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا ت۱

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

عن الزھری عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انی فرضت علیٰ اُمتی قِرأۃ یٰس کل لیلۃ فمن داوم علیٰ قرأتھا کل لیلۃ ثم مات مات شہیدًا یعنی اس سند سے آیا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے اپنی اُمت پر یٰس شریف کی ہر رات تلاوت فرض کی جو ہمیشہ ہر شب اسے پڑھے پھر مرے شہید مرے

اقول وسعید وان اتھم فالمحقق عند المحققین ان الوضع لا یثبت بمجرد تفرد کذاب فضلاً عن متھم مالم ینضم الیہ شیئ من القرائن الحاکمۃ بہ کمخالفۃ نص او اجماع قطعیین او الحس او اقرار الواضع بوضعہ الیٰ غیر ذٰلک کما نص علیہ السخاوی فی فتح المغیث واثبتنا علیہ عرش التحقیق فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" واجمع العلماء ان الضعیف غیر الموضوع یعمل بہ فی الفضائل وقد بیّناہ فی "الھاد الکاف فی حکم الضعاف"۔

میں کہتا ہوں سعید اگرچہ متہم ہے مگر محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ بیشک وضع حدیث محض ایک کذاب کے تفرد سے ثابت نہیں ہوتا چہ جائیکہ متہم سے ثابت ہو جب تک اس کے ساتھ قرائن وضع منضم نہ ہوں، جیسے نص قطعی کی مخالفت اور اجماع قطعی کی مخالفت اور حس کی مخالفت اور خود واضع کا اقرار وغیرہ، جیسا کہ امام سخاوی نے فتح المغیث میں اس پر نص فرمائی ہے اور ہم نے "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں اس کی تحقیق کو حدِ کمال تک پہنچایا ہے۔ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ جو حدیث ضعیف موضوع نہ ہو وہ فضائل میں قابلِ عمل ہے اور ہم نے اس کو "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" میں بیان کیا ہے۔ (ت) (باقی برصفحہ آئندہ)

ف۱ رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" فتاویٰ رضویہ جلد پنجم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور کے صفحہ ۴۲۹ پر مرقوم ہے۔

ف۲ اعلیحضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" میں افادہ شانزدہم ۱۶ سے افادہ بست وسوم ۲۳ تک آٹھ افادات کا نام "الھاد الکاف فی حکم الضعاف" ۱۲ رکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور جلد پنجم صفحہ ۴۷۷ تا ۵۳۷۔

ت۱ تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ بحوالہ ابی الشیخ فی الثواب حدیث ۳۲ دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۹۰

حدیث ۱۶۶: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:
سُن لو مجھے قرآن کے ساتھ اس کا مثل ملا یعنی حدیث دیکھو کوئی پیٹ بھرا اپنے تخت پر بیٹھا یہ نہ کہے کہ یہی قرآن لئے رہو جو اس میں حلال ہے اُسے حلال جانو جو اس میں حرام ہے اُسے حرام مانو،

وان ما حرم رسول الله مثل ما حرم الله۔ احمد والدارمی و ابو داؤد والترمذی وابن ماجة عن المقدام بن معدیکرب رضی الله تعالٰی عنه بسند حسن۔

جو کچھ اللہ کے رسول نے حرام کیا وہ بھی اسی کی مثل ہے جسے اللہ عزوجل نے حرام کیا' جل جلالہٗ وصلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم (احمد اور دارمی اور ابوداؤد اور ترمذی اور ابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بسندِ حسن روایت کیا۔ ت)

یہاں صراحۃً حرام کی دو قسمیں فرمائیں، ایک وہ جسے اللہ عزوجل نے حرام فرمایا اور دوسرا وہ جسے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے حرام کیا۔ اور فرمادیا کہ وہ دونوں برابر و یکساں ہیں۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

اس حدیث اور اس کی فرضیت کے متعلق فقیر کے پاس سوال آیا تھا جس کا جواب فتاوٰی فقیر العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ کے مجلد پنجم کتاب مسائل شتّٰی میں مذکور واللہ الھادی الٰی معالی الامور ۱۲ منہ۔

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۷۶

[2] سنن الترمذی کتاب العلم حدیث ۲۶۷۲ دار الفکر بیروت ۴/۳۰۲

[3] سنن ابن ماجۃ باب تعظیم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳

[4] سنن الدارمی باب السنۃ قاضیۃ علٰی کتاب اللہ حدیث ۵۹۲ دار المحاسن للطباعۃ قاہرۃ ۱/۱۱۶

[5] مسند احمد بن حنبل عن مقدام بن معدیکرب المکتب الاسلامی بیروت ۴/۱۳۱ و ۱۳۲

اقول مراد واللہ اعلم نفس حرمت میں برابری ہے تو اس ارشاد کے منافی نہیں کہ خدا کا فرض رسول کے فرض سے اشد واقوٰی ہے۔

حدیث ۱۶۷: جیش بن اوس نخعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مع اپنے چند اہل قبیلہ کے بارگاہ خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوئے قصیدہ عرض کیا از انجملہ یہ اشعار ہیں:

الا یا رسول اللہ انت مصدق　　فبورکت مھدیا وبورکت ھادیا
شرعت لنا دین الحنیفۃ بعد ما　　عبدنا کامثال الحمیر طواغیا

یارسول اللہ! حضور تصدیق لے گئے ہیں حضور اللہ عزوجل سے ہدایت پانے میں بھی مبارک اور خلق کو ہدایت عطا فرمانے میں بھی مبارک حضور ہمارے لئے دین اسلام کے شارع ہوئے بعد اس کے کہ ہم گدھوں کی طرح بتوں کو پوج رہے تھے۔

مندۃ[1] من طریق عمار بن عبد الجبار عن عبد اللہ بن المبارک عن الاوزاعی عن یحیٰی بن ابی سلمۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ حدیث طویل۔

منِدہ نے عمار بن عبد الجبار کے طریق سے عبد اللہ بن مبارک سے انھوں نے اوزاعی سے انھوں نے یحیٰی بن ابی سلمہ سے انھوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا حدیث لمبی ہے۔(ت)

یہاں صراحۃً تشریع کی نسبت حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف ہے کہ شریعت اسلامی حضور کی مقرر کی ہوئی ہے ولہذا قدیم سے عرف علمائے کرام میں حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہتے ہیں۔ علامہ زرقانی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

قد اشتھر اطلاقہ علیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لانہ شرع الدین والاحکام[2]۔

سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شارع کہنا مشہور ومعروف ہے اس لئے کہ حضور نے دین متین واحکام دین کی شریعت نکالی۔

اسی قدر پر بس کیجئے کہ اس میں سب کچھ آگیا ایک لفظ شارع تمام احکام تشریعیہ کو جامع ہوا، میں نے یہاں وہ احادیث نقل نہ کیں جن میں حضور کی طرف امرونہی وقضا و

---

[1] الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ بحوالہ ابن مندۃ ترجمہ ۱۲۵۱ جیش بن اوس دار الفکر بیروت ۱/ ۳۸۵
[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثانی الفصل الاول دار المعرفۃ ″ ۳/ ۱۳۴

امثالہا کی اسناد دے کر،

امر رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے امر فرمایا۔
قضٰی رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم۔	رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا۔(ت)

اتنی حدیثوں میں وارد جن کے جمع کو ایک مجلد کبیر بھی کافی نہ ہو، اور خود قرآن عظیم ہی نے جو ارشاد فرمایا:

وما اٰتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا۔[1]	جو کچھ رسول تمھیں دے وہ لو اور جس سے منع فرمائے اس سے باز رہو،

کہ امر و نہی و قضا اوروں کی طرف بھی اسناد کرتے ہیں۔

قال اللہ تعالٰی،

اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم[2]	حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول کا اور ان کا جو تم میں حکومت والے ہیں۔(ت)

مجھے تو یہ ثابت کرنا تھا کہ حضور اقدس کو احکام شرعیہ سے فقط آگاہی وواقفیت کی نسبت نہیں جس طرح وہ سرکشی طاغی آخر تقویۃ الایمان میں سید المرسلین صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم پر صریح افترا کرکے کہتا،

"انھوں نے فرمایا کہ سب لوگوں سے امتیاز مجھ کو یہی ہے کہ اللہ کے احکام سے میں واقف ہوں اور لوگ غافل۔"[3]

مسلمانو! للہ انصاف، یہ اس کس ناکس نے محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی کے فضائل جلیلہ وخصائص جمیلہ وکمالات رفیعہ و درجات منیعہ جن میں زید و عمر کی کیا گنتی انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقربین علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کا بھی حصہ نہیں سب یک لخت اڑا دیے سب لوگوں سے حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا امتیاز صرف درباره احکام رکھا اور وہ بھی اتنا کہ حضور

---

[1] القرآن الکریم ۵۹ / ۷

[2] ؍؍ ؍؍ ۴ / ۵۹

[3] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۶

واقف ہیں اور لوگ غافل، تو انبیاء سے تو کچھ امتیاز رہا ہی نہیں کہ وہ بھی واقف ہیں غافل نہیں اور اتیوں سے بھی امتیاز اتنی ہی دیر تک ہے کہ وہ غافل رہیں واقف ہوجائیں تو کچھ امتیاز نہیں کہ اب وقوف و غفلت کا تفاوت نہ رہا اور امتیاز اسی میں منحصر تھا اناللہ وانا الیہ راجعون۔

مسلمانو! دیکھا یہ حاصل ہے اس شخص کے دین کا، یہ پچھلا کلمہ ہے محمد رسول اللہ پر اس کے ایمان کا جس پر اس نے خاتمہ کیا، حالانکہ واللہ دربارۂ احکام بھی صرف اتنا ہی امتیاز نہیں بلکہ حضور حاکم ہیں صاحبِ فرمان ہیں، مالکِ افتراض ہیں، والیٔ تحریم ہیں، دشمن او سرکش! احکام سے اپنے نزدیک واقف تو تو بھی ہے پھر تجھے کوئی مسلمان کہے گا کہ شریعت کے فرائض تیرے فرض کئے ہوئے ہیں شرع کے محرمات تو نے حرام کردئے ہیں جن پر زکوٰۃ نہیں انھیں تو نے معاف کردیا ہے شریعت کا راستہ تیرا مقرر کیا ہے شرائع میں تیرے احکام بھی ہیں اور وہ احکامِ خدا کے مثل مساوی ہیں مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں یہ سب باتیں کی جاتی ہیں خود محمد رسول اللہ نے ارشاد فرمائی ہیں لہٰذا فقیر نے صرف اسی قسم احادیث پر اقتصار کیا اور بفضلہ تعالٰی اپنا نیزۂ خار اگزار و آہن گزار ان گستاخانِ چشم بند و دہن باز کے دل و جگر کے پار کردیا وللہ الحمد۔ اللہ تعالٰی کی بے شمار رحمتیں علامہ شہاب خفاجی پر کہ نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں قصیدۂ بردہ شریف کے اس شعر؎

نبینا الآمر الناھی فلا احدٌ ابر فی قولِ لا منہ ولا نعمٖ[1]

ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم صاحبِ امر و نہی، تو ان سے زیادہ ہاں اور نہ کے فرمانے میں کوئی سچا نہیں۔

کی شرح میں فرماتے ہیں:

معنی نبینا الآمر انہ لا حاکم سواہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو حاکم غیر محکومٍ[2] الخ۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے صاحبِ امر و نہی ہونے کے یہ معنٰی ہیں کہ حضور حاکم ہیں حضور کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں، نہ وہ کسی کے محکوم، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ذکرہٗ فی فصل جودہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اسکو صاحب نسیم نے فصل فی وجودہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ذکر فرمایا ہے۔ ت)

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ الفصل الثالث مرکز اہل سنت برکات رضا گجرات الہند ص ۲۱
[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما الجود والکرم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۵

الحمدُ للہ یہ تذییلِ جلیل اپنے باب میں فردِ کامل ہوئی احادیثِ تحریمِ مدینہ طیبہ بھی اسی باب سے تھیں کہ امام الوہابیہ کے اس خاص حکمِ شرک کے سبب جدا شمار میں رہیں اگر کوئی چاہے انھیں اور اس بیان تذییل کو ملا کر احکامِ تشریعیہ کے بارے میں سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اقتدار و اختیار کا ظاہر کرنے والا ایک مستقل رسالہ بنائے اور بنام "**منیۃ اللبیب ان التشریع بید الحبیب**" (۱۳۱۱ھ) موسوم ٹھہرائے۔ و آخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلوۃ والسلام علٰی سید المرسلین محمد و اٰلہ وصحبہ اجمعین، اٰمین!

مسک الختام: اب فقیر غفرلہ المولی القدیر سات حدیثیں اس وصل مبارک میں اور ذکر کرے جن سے امام الوہابیہ کا سخت کور و کر ہونا شمس و امس کی طرح ظاہر ہو کہ جن احادیث سے جن باتوں کو شرک بتانا چاہا تھا خود وہی اور اُن کے نظائر صاف گواہ ہیں کہ وہ ہرگز شرک نہیں مگر بیچارے معذور کی داد نہ فریاد، ومن یضلل اللہ فمالہ من ھاد[1] (اور جسے اللہ گمراہ کرے اس کا کوئی راہ دکھانے والا نہیں۔ ت)

حدیث ۱۶۸: صحیح بخاری و مسند احمد و سنن ابی داؤد و ترمذی و ابن ماجہ رُبیّع بنت معوذ بن عفراء رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری شادی میں تشریف لائے چھوکریاں دف بجا کر میرے باپ چچا جو بدر میں شہید ہوئے تھے اُن کے اوصاف گاتی تھیں اس میں کوئی بولی ع

وفینا نبیٌّ یعلم ما فی غدٍ

ہم میں وہ نبی ہیں جنھیں آئندہ کا حال معلوم ہے

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اس پر سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

دعی ھٰذا وقولی بالذی کنت تقولین[2]۔ اسے رہنے دے اور جو کچھ پہلے کہہ رہی تھی وہی کہے جا۔

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۲۳

[2] صحیح البخاری کتاب النکاح باب ضرب الدف فی النکاح والولیمۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۷۷۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب فی الغناء آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۸

(باقی بر صفحہ آئندہ)

اقول وباللہ التوفیق امام الوہابیہ اس حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا جسے کہا:

"اس فصل میں اُن آیتوں حدیثوں کا ذکر ہے جس سے اشراک فی العلم کی بُرائی ثابت ہوتی ہے۔"[1]

تو وہ اس حدیث سے یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف آئندہ بات جاننے کی اسناد مطلقاً شرک ہے اگرچہ بعطائے الٰہی جانے کہ اس نے صاف کہہ دیا:

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات اُن کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے ہر طرح شرک ہے۔"[2]

اور خود مصرع مذکور کا مطلب ہی یُوں بتایا کہ:

"چھوکریاں گانے لگیں اور اس میں پیغمبر خدا کی تعریف یہ کہی ان کو اللہ نے ایسا مرتبہ دیا ہے کہ آئندہ کی باتیں جانتے ہیں۔"[3]

بایں ہمہ حدیث کو شرک فی العلم کی فصل میں لایا مگر جب حدیث میں حکم شرک کی بُو اصلاً نہ پائی تو خود ہی اپنے دعوے سے تنزل پر آیا اور صرف اتنا لکھنے پر بس کی:

"اس حدیث سے معلوم ہوا کہ انبیاء کی جناب میں یہ عقیدہ نہ رکھے کہ وہ غیب کی باتیں جانتے ہیں، پیغمبرِ خدا نے اس قسم کا شعر اپنی تعریف کا انصار کی چھوکریوں کو گانے بھی نہ دیا چہ جائیکہ عاقل مرد اس کو کہے یا سُن کر پسند کرے۔"[4]

اللہ اللہ، اللہ کے دئے سے بھی ایسا مرتبہ ماننا اس کے نزدیک شرک ہو تو شکایت نہیں کہ اُس کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

سنن الترمذی کتاب النکاح حدیث ۱۰۹۲ دارالفکر بیروت ۲/۳۴۴

سنن ابن ماجۃ ابواب النکاح باب الغناء والدف ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۳۸

مسند احمد بن حنبل حدیث الربیع بنت معوذ المکتب الاسلامی بیروت ۶/۳۵۹

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] " " پہلا باب " " " " " " " " ۷

[3] " " الفصل الثانی " " " " " " " " ۱۸

[4] " " " " " " " " " " ۱۸

دھرم میں اُس کا معبود خود ہی کسی کو آئندہ باتیں جاننے کا مرتبہ دینے پر قادر نہیں کیا اپنا شریک کسی کو بنا سکے گا یونہی یہ امر بھی اُسے مضر نہیں کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو بعطائے الٰہی بھی اطلاع علی الغیب کا مرتبہ نہ ملنا صریح مخالفِ قرآن ہے۔ قال اللہ تعالیٰ:

وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء[1]

اللہ اس لئے نہیں کہ تمہیں غیب پر اطلاع کا منصب دے ہاں اپنے رسولوں سے چن لیتا ہے جسے چاہے۔

وقال تعالیٰ:

علم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدًا الا من ارتضی من رسول[2]

غیب کا جاننے والا تو کسی کو اپنے غیب پر غالب مسلط نہیں کرتا مگر اپنے پسندیدہ رسولوں کو۔

یہاں لایُظہرُ غیبہٗ علیٰ احدٍ نہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنا غیب کسی پر ظاہر نہیں فرماتا کہ اظہارِ غیب تو اولیائے کرام قدست اسرارھم پر بھی ہوتا ہے اور بذریعہ انبیاء و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہم پر بھی، بلکہ فرمایا: لایظہر علیٰ غیبہ احدًا اپنے غیب خاص پر کسی کو ظاہر و غالب ومسلط نہیں فرمایا مگر رسولوں کو۔ ان دونوں مرتبوں میں کیسا فرق عظیم ہے اور یہ اعلیٰ مرتبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والثناء کو عطا ہونا قرآن عظیم سے کیسا ظاہر ہے مگر اُسے کیا مضر کہ جب اس کے نزدیک اللہ عزوجل کا کذب ممکن جیسا کہ اس کے رسالہ "یکروزی" سے ظاہر، اور فقیر کے رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح"ف میں اس کا رد ظاہر و باہر، تو قرآن کی مخالفت اس پر کیا مؤثر، واللہ المستعان علیٰ کل غویّ فاجر (ہر گمراہ فاجر کے خلاف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے) اس سب سے گزر کر ہوشیار عیار سے اتنا پوچھے کہ بالفرض اگر حدیث سے ثابت ہے بھی تو صرف ممانعت کہ انبیاء کی جناب میں ایسا عقیدہ نہ رکھے وہ شرک کا جبروتی حکم جس کے لئے اس فصل اور ساری

ف: رسالہ "سبحان السبوح عن عیب کذب مقبوح" فتاویٰ رضویہ جلد ۱۵ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور کے صفحہ ۳۱۱ پر مرقوم ہے۔

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۷۹

[2] " ۷۲/ ۲۶ و ۲۷

کتاب کی وضع ہے کہاں سے نکلا کیا اسی کو اتمام تقریب کہتے ہیں اور یہ اُس کا قدیم داب ہے کہ دعوٰی کہتے وقت آسمان سے بھی اونچا اڑے گا اور دلیل لاتے وقت تحت الثرٰی میں جا چھپے گا اور پیچھا کیجئے تو وہاں سے بھی بھاگ جائے گا، ایسے ہی ناتمام اٹکل بازیوں سے عوام کو چھلا اور کاغذ کا چہرہ اپنے دل کی طرح سیاہ کیا۔

ثم **اقول** اور انصاف کی نگاہ سے دیکھئے تو بحمد اللہ تعالٰی حدیث نے شرک کا تسمہ بھی لگا نہ رکھا، او شرک پسند! او شرک کی حقیقت وشناخت سے غافل! کیا شرک کوئی ایسی ہلکی چیز ہے کہ اللہ کا رسول اور رسولوں کا سردار صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنی مجلس میں اپنے حضور اپنی امت کو شرک بکتے کفر بولتے سُنے اور یونہی سہل دو حرفوں میں گزار دے کہ اسے رہنے دو وہی پہلی بات کہے جاؤ۔ اب یاد کر وحدیث ابی داؤد ویحک انہ لایستشفع باللہ علٰی احد[۱] (تجھ پر افسوس ہے مخلوق میں سے کسی کے پاس اللہ تعالٰی سے سفارش نہیں کرائی جاتی) کے متعلق اپنی بد لگامی کی تقریر کہ:

"عرب میں قحط پڑا تھا ایک گنوار نے آکر پیغمبر کے روبرو اس کی سختی بیان کی اور دعا طلب کی اور کہا تمہاری سفارش ہم اللہ کے پاس چاہتے ہیں اور اللہ کی تمہارے پاس، یہ بات سُن کر پیغمبر خدا بہت خوف اور دہشت میں آگئے اور اللہ کی بڑائی ان کے منہ سے نکلنے لگی اور ساری مجلس کے چہرے اللہ کی عظمت سے متغیر ہوگئے پھر اس کو سمجھایا کہ اللہ کی شان بہت بڑی ہے سب انبیاء و اولیاء اس کے روبرو ذرّہ ناچیز سے کمتر ہیں وہ کس کے روبرو سفارش کرے"[۲]

سبحان اللہ! اشرف المخلوقات محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی اُس کے دربار میں یہ حالت ہے کہ ایک گنوار کے منہ سے اتنی بات سنتے ہی مارے دہشت کے بے حواس ہوگئے اور عرش سے فرش تک جو اللہ کی عظمت بھری ہوئی ہے بیان کرنے لگے۔

اقول انبیاء و اولیاء کو ذرّہ ناچیز سے کمتر کہنے کی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی طرف نسبت کرنا کہ حضور نے اسے یوں سمجھایا یہ تیرا افترا ہے حدیث میں اس کا وجود نہیں، اور محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو بے حواس کہنا یہ تیری بے دینی کا ادنٰی کرشمہ اور افترا پر افترا ہے حدیث میں اس کا

---

[۱] سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی الجہمیۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۹۴

[۲] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۸

بھی نشان نہیں اور اللہ عزوجل کی عظمت اس کی صفتِ پاک اس کی ذاتِ اقدس سے قائم ہے مکان و محل سے منزہ ہے، کیا جانئے تو کس چیز کو خدا سمجھا ہے جس کی عظمت مکانوں میں بھری ہوئی ہے، خیر یہ تو تیرے بائیں ہاتھ کے کھیل ہیں ؎

تیر بر جاہ انبیا انداز — طعن در حضرتِ الٰہی کن
بے ادب باش وانچہ دانی گو — بیحیا باش و ہرچہ خواہی کن[1]

(انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبہ پر تیر اندازی کر اور بارگاہِ الٰہی میں طعن کر، بے ادب بن جا اور جو کچھ چاہتا ہے کہتا جا، بے حیا بن جا اور جو چاہتا ہے کرتا جا۔ ت)

مگر آنکھوں کی پٹی اُتروا کر ذرا یہ سوچ کر جو بات عظمتِ شانِ الٰہی کے خلاف ہو اُسے سُن کر رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کا یہ برتاؤ ہوتا ہے حالانکہ سفارشی ٹھہرانے کو یہ بات کہ اس کا مرتبہ اُس سے کم ہے جس کے پاس اس کی سفارش لائی گئی ایسی صریح لازم نہیں جسے عام لوگ سمجھ لیں ولہذا وہ صحابی اعرابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ باآنکہ اہلِ زبان تھے اس نکتے سے غافل رہے تو کیا ممکن ہے کہ صریح شرک و کفر کے کلمے حضور سُنیں اور اصلاً کوئی اثرِ غضب وجلال چہرۂ اقدس پر نمایاں نہ ہو، نہ حضور دیر تک سبحان اللہ الٰہی، نہ اہلِ مجلس کی حالت بدلے، نہ ان کے کہنے والیوں پر کوئی مواخذہ ہو، ایک آسان سی بات پر قناعت فرمائیں کہ اسے رہنے دو، کیوں نہیں فرماتے کہ اری! تم کُفر بک رہی ہو، اری! تقویۃ الایمان کے حکم سے تم مشرکہ ہوگئیں تمہارا دین جاتا رہا تم مرتد ہوئیں از سرِ نو ایمان لاؤ کلمہ پڑھو نکاح ہوگیا ہے تو تجدیدِ نکاح کرو۔ غرض ایک حرف بھی ایسا نہ فرمایا جس سے شرک ہونا ثابت ہو، کہنے والیوں کو اپنا حال اور اہلِ مجلس کو اس لفظ کا حکم معلوم ہو حالانکہ وقتِ حاجت بیانِ حکم فرض ہے اور تاخیر اصلاً روا نہیں، تو خود اس حدیث سے صاف ظاہر ہُوا کہ نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کی طرف اطلاع علی الغیب کی نسبت ہرگز شرک نہیں۔ رہا ممانعت فرمانا، وہ بھی یہ بتائے کہ انبیائے کرام وخود سیّد الانام علیہ وعلیہم افضل الصلوٰۃ والسلام کی جناب میں اس کا اعتقاد فی نفسہٖ باطل ہے، یہ منہ دھو رکھئے منع لفظ بطلانِ معنیٰ ہی میں منحصر نہیں بلکہ اس کے لئے وجوہ ہیں اور عقل و نقل کا قاعدہ مسلّمہ ہے کہ اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال (جب احتمال آجائے تو استدلال باطل

---

[1]

ہوجاتا ہے۔ ت) **اقولاً** ممکن ہے کہ لہو ولعب کے وقت اپنی نعت اور وہ بھی زنانے گانے اور وہ بھی دف بجانے میں پسند نہ فرمائی، لہذا ارشاد ہوا، اسے رہنے دو اور وہی پہلے گیت گاؤ۔ ارشاد الساری، لمعات و مرقات وغیرہ میں اس احتمال کی تصریح ہے۔

ثانیاً اقول ممکن کہ مجلس عورتوں، کنیزوں، کم فہم لوگوں کی تھی اُن میں منع فرمایا کہ توہّم ذاتیت کا سدّ باب ہو، شرع حکیم ہے اور امام الوہابیہ کی مت اوندھی جو محتمل ذو وجوہ بات جس میں بُرے پہلو کی طرف لے جانے کا احتمال ہو چھوکریوں کو منع کی جائے دانشمند مردوں کے لئے اس کی ممانعت بدرجۂ اَولٰی جانتا ہے حالانکہ معاملہ صاف الٹا ہے ایسی بات سے کم علموں کم فہموں کو روکتے ہیں کہ غلط نہ سمجھ بیٹھیں، عاقلوں دانشمندوں کو منع کیا ضرور کہ ان سے اندیشہ نہیں۔ صحیح مسلم و مسند احمد و سنن ابی داؤد و سنن نسائی میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے خطبہ پڑھا اور اس میں یہ لفظ کہے:

ومن یطع اللہ ورسولہ فقد رشد ومن یعصہما فقد غوٰی۔

جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی اس نے راہ پائی اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

بئس الخطیب انت، قل ومن یعص اللہ ورسولہ فقد غوٰی[1]

کیا بُرا خطیب ہے تُو، یوں کہہ کہ جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔

ابوداؤد کی روایت میں ہے:

قال قم او قال اذھب فبئس الخطیب انت[2]

سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا اُٹھ، یا فرمایا، چلا جا کہ تُو بُرا خطیب ہے۔

امام قاضی عیاض وغیرہ ایک جماعتِ علماء کا ارشاد ہے:

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ واطالۃ الصلوٰۃ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶
سنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الطہارۃ ۱/۸۶ و کتاب الجمعۃ ۳/۲۱۶ دار صادر بیروت
مسند احمد بن حنبل حدیث عدی بن حاتم المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۵۶

[2] سنن ابی داؤد کتاب الصلوٰۃ باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۵۶

انما انکر علیہ تشریکہ فی الضمیر المقتضی للتسویۃ وامرہ بالعطف تعظیما للہ

یعنی سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس خطیب کا اللہ و رسول کو ایک ضمیر تثنیہ میں جمع کرنا عیب کیا۔

عہ **اقول** ھذا ھو الصحیح علۃ و منافاتہ حدیث ابی داؤد الاٰتی مندفعۃ بما ذکر العبد الضعیف عفی اللہ تعالٰی لہ اما ما استصوب الامام الاجل النووی رحمہ اللہ تعالٰی فی المنہاج ان سبب النھی ان الخطب شانہا البسط والایضاح و اجتناب الاشارات والرموز و مثل ھذا الضمیر قد تکرر فی الاحادیث الصحیحۃ من کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یکون اللہ ورسولہ احب الیہ مما سواھما وانما ثنی الضمیر ھہنا لانہ لیس خطبۃ وعظ وانما ھو تعلیم حکم فکلما قل لفظا کان اقرب الی حفظہ بخلاف خطبۃ الوعظ فانہ لیس المراد حفظہا وانما یراد الاتعاظ بہا[1] اھ **فاقول** انما حداہ رحمہ اللہ

اقول (میں کہتا ہوں) یہی علت درست ہے اور اس کی منافات حدیث ابو داؤد کے ساتھ جو کہ عنقریب آرہی ہے، عبد ضعیف (اللہ تعالٰی اس کی مغفرت فرمائے) کے بیان مذکور کے ساتھ مندفع ہے۔ امام اجل نووی علیہ الرحمہ نے منہاج میں جو خیال ظاہر فرمایا ہے کہ نہی کا سبب یہ ہے کہ خطبات کی شان یہ ہے کہ ان میں تفصیل و توضیح سے کام لیا جائے اور اشارات و رموز سے اجتناب کیا جائے حالانکہ اس قسم کی ضمیر کا استعمال کلام رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں متعدد احادیث صحیحہ میں وارد ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے "اللہ و رسول کی محبت اس کے دل میں ان دونوں کے ماسوا سے زیادہ ہو" یہاں ضمیر تثنیہ اس لئے آپ نے استعمال فرمائی کہ یہ خطبہ وعظ نہیں بلکہ حکم شرعی کی تعلیم ہے چنانچہ لفظوں کی قلت انھیں حفظ کرنے کے زیادہ قریب ہے بخلاف خطبہ کے کہ اس میں حفظ الفاظ مقصود نہیں ہوتا بلکہ ان سے نصیحت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے اھ۔

فاقول (تو میں کہتا ہوں) امام نووی علیہ الرحمہ کو

(باقی برصفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم کتاب الجمعۃ فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۸۶

تعالٰی بتقدیمہ اسمہ[1] کہ جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی کو پسند نہ فرمایا کہ اس میں برابری کا وہم نہ ہو جائے اور حکم دیا کہ یوں کہے کہ جس نے اللہ و رسول کی نافرمانی کی جس میں اللہ عزوجل کا نام اقدس نام پاک رسول سے تعظیماً مقدم رہے۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تعالٰی علٰی ھذا التکلف السعید ما رأی من التنافی بین نھیہ الخطیب وثبوتہ عن نفسہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد علمت ان لاتنافی ولیس من واجبات الخطبۃ ترک الاضمار لامن شریطۃ الایضاح وضع المظھر موضع المضمر وانما کان الاضمار یخل بالاظھار حیث یخشی الالتباس وھھنا لالبس فکیف یکون ھذا امقتضیا لان یواجھہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بالذم ویقول لہ اذھب او قم وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یحب الایجاز فی الکلام بحیث لایخل بالافھام وکان یقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان طول

اس تکلف سعید پر اس بات نے برانگیختہ کیا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خطیب کو ضمیر تثنیہ کے استعمال سے منع کرنے اور خود اس کو استعمال فرمانے میں منافات سمجھی حالانکہ تُو جان چکا ہے کہ کوئی منافات نہیں۔ اور ضمائر کو ترک کرنا خطبہ کے واجبات میں سے نہیں اور نہ ہی ضمیر کی جگہ اسم ظاہر کو رکھنا شرطِ توضیح ہے۔ ضمیر کو استعمال کرنا وہاں مخلِ اظہار ہوتا ہے جہاں التباس کا ڈر ہو جبکہ یہاں ایسا نہیں ہے۔ پھر یہ بات اس امر کی مقتضی کیسے ہُوئی کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰے اُس خطیب کی مذمت فرمائیں اور حکم دیں کہ یہاں سے چلا جا یا اٹھ جا، حالانکہ آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم کلام میں ایسے اختصار کو پسند فرماتے تھے جو مخلِ فہم نہ ہو۔ اور آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ مرد کا نماز کو لمبا کرنا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] شرح صحیح مسلم للقاضی عیاض کتاب الجمعۃ حدیث ۸۷۰ دارالوفاء ۳/ ۲۷۵

[2] شرح صحیح مسلم مع صحیح مسلم للنواوی " فصل فی ایجاز الخطبۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۸۶

حالانکہ حدیث شریف میں ہے خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خطبے میں یوں فرمایا کرتے:

من یطع اللہ ورسولہ فقد رشد و من یعصہما فانہ لایضر الا نفسہ۔ ابوداؤد عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صحیح۔[1]

جس نے اللہ و رسول کی اطاعت کی وہ راہ یاب ہوا اور جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی وہ اپنا ہی نقصان کرے گا۔ (ابوداؤد نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سندِ حسن کے ساتھ روایت کیا۔ ت)

نیز ابن شہاب زہری نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خطبہ جمعہ روایت کیا اس میں بعینہٖ وہی الفاظ ہیں کہ:

ومن یعصہما فقد غوی۔ رواہ ایضا عنہ مرسلا۔[2]

جس نے ان دونوں کی نافرمانی کی گمراہ ہوا۔ (نیز اس کو عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مرسلاً روایت کیا گیا۔ ت)

---

www.alahazratnetwwork.org (بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

صلٰوۃ الرجل وقصر خطبتہ مئنۃ من فقہہ فاطیلوا الصلٰوۃ واقصروا الخطبۃ وان من البیان لسحرا ثم ثبوت مثلہ عنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی الخطبۃ کما ستسمع من حدیثی ابی داؤد لایدع لھذا الوجہ وجہ قبول اصلاً فانما المحیص الی ماذکر العبد الضعیف والحمد للہ علی التوفیق ۱۲ منہ۔

اور خطبہ کو مختصر کرنا اس کی فقاہت کی دلیل ہے لہذا نماز لمبی اور خطبہ مختصر کیا کرو۔ اور بعض بیان جادو ہوتے ہیں۔ پھر خود رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس جیسے کلام کا خطبہ میں ثبوت جیسا کہ ابوداؤد کی دو حدیثوں سے تو سنے گا، اس وجہ کو قابلِ قبول نہیں رہنے دیتا۔ لہذا مخلص اسی وجہ میں ہے جس کو عبد ضعیف (مصنف علیہ الرحمہ) نے ذکر کیا ہے۔ اس سُوجھ بُوجھ کی عطا پر تمام تعریف اللہ تعالٰی کیلئے ہے۔ (ت)

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الصلٰوۃ (ابواب الجمعۃ) باب الرجل یخطب علی قوس آفتاب عالم پریس لاہور ۱/ ۱۵۶

[2]

حدیث آئندہ سے بتوفیق اللہ تعالٰی اس فقیر کی عمدہ تائید و تقریر ہوتی ہے فانتظر۔
ثالثاً وجہ ممانعت علم غیب کی اسناد مطلق بے ذکر تعلیم الٰہی عزّوجل ہے۔ شیخ محقق رحمہ اللہ تعالٰی نے لمعات میں اس طرف ایما فرمایا۔
اقول اور وہ بے شک وجیہ ہے جس طرح بغیر اللہ عزّوجل کی مشیت کو ملائے یوں کہنا کہ میں یوں کروں گا، مکروہ ہے۔ قال اللہ تعالٰی:

ولا تقولن لشایئ انی فاعل ذٰلك غدًا الّا ان یشاء اللہ [1]
ہرگز نہ کہنا کسی چیز کو کہ میں کل ایسا کرنے والا ہوں مگر یہ کہ خدا چاہے۔

علم غیب بالذّات اللہ عزّوجل کے لئے خاص ہے کفار اپنے معبودانِ باطل وغیرہم کے لئے مانتے تھے لہذا مخلوق کو "عالم الغیب" کہنا مکروہ، اور یوں کوئی حرج نہیں کہ اللہ تعالٰی کے بتانے سے امورِ غیب پر انھیں اطلاع ہے۔ یہ دوسرا احتمال ہے کہ علماء نے اس حدیث میں ذکر فرمایا اس تقدیر پر بھی ممانعت ادبِ کلام کی طرف ناظر ہے نہ یہ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو بتعلیم الٰہی غیب پر اطلاع کا عقیدہ ممنوع ہو شرک تو درکنار جو اس طاغی کا مقصود ہے ھکذا ینبغی التحقیق واللہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق یونہی مناسب ہے اور اللہ تعالٰی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

حدیث ۱۶۹: محمد بن اسحٰق تابعی ثقہ امام السیر والمغازی نے ابو وجزہ یزید بن عبید سعدی سے روایت کی، جب (غزوہ حنین میں) مشرکین بھاگ گئے مالک بن عوف (کہ اس لڑائی میں سردارِ کفارِ ہوازن تھے) بھاگ کر طائف میں پناہ گزیں ہوئے رحمتِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اگر وہ ایمان لاکر حاضر ہو تو ہم اس کے اہل و مال اُسے واپس دیں۔ یہ خبر مالک بن عوف کو پہنچی، خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے جب کہ حضور مقامِ جعرانہ سے نہضت فرما چکے تھے، سید اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن کے اہل و مال واپس دئے اور سَو اونٹ اپنے خزانہ کرم سے عطا کئے: فقال مالك بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنه یخاطب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم من قصیدۃ (تو مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اپنے قصیدہ سے مخاطب ہوئے۔ ت): ؎

---

[1] القرآن الکریم ۱۸/ ۲۳

مَا اِنْ رَأَیْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِوَاحِدٍ فِی النَّاسِ کُلِّھِمْ کَمِثْلِ مُحَمَّدٍ
اَوْفٰی وَاَعْطٰی لِلْجَزِیْلِ لِمُجْتَدٍ وَمَتٰی تَشَاءُ یُخْبِرْكَ عَمَّا فِیْ غَدٍ

میں نے تمام جہان کے لوگوں میں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے مثل نہ کوئی دیکھا نہ سنا، سب سے زیادہ وفا فرمانے والے اور سب سے فزوں تر سائلِ نفع کو کثیر عطا بخشنے والے اور جب تُو چاہے تجھے کل کی خبر بتا دیں۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے انھیں ان کی قوم ہوازن اور قبائل ثمالہ وسلمہ وفہم پر سردار فرمایا۔[1]

حدیث ۱۷۰: معافی نے کتاب الجلیس والانیس میں بطریق حرازی ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، مالک بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ رئیس ہوازن اسلام لا کر خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنا وہ قصیدہ نعتیہ سنایا (جس میں اسی مضمون کے شعر ذکر کئے) فَقَالَ لَہٗ خَیْرًا وَکَسَاہُ حُلَّۃً حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان کے حق میں کلمۂ خیر فرمایا اور انھیں خلعت پہنایا۔ ذکرھما الحافظ فی الاصابۃ (ان دونوں روایتوں کو حافظ نے اصابہ میں بیان کیا۔ ت)۔[2]

اقول رضوانِ الٰہی کے بے شمار باران یارانِ مصطفٰی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر برسیں یوں نہ کہا کہ مَتٰی یَشَاءُ جب وہ چاہیں تجھے غیب کی خبر دے دیں۔ اس میں اُس صورت پر بھی صادق آسکنے کا احتمال رہتا، جب بتانے والے کو کوئی اختیار نہ دیا جائے بلکہ سال دو سال میں ایک آدھ بات پر اطلاع عطا ہوا کیا جاننے والا ایسی توریہ و ایہام کے طور پر کہہ سکتا ہے کہ جب چاہوں گا تمھیں غیب کی خبر دے دوں گا کہ وُہ اُس وقت چاہے گا جب اُسے اتفاق سے کوئی خبر ملے گی تو شرطیہ سچا ہے بلکہ یوں فرمایا کہ جب تُو چاہے وہ تجھے غیب کی خبر دے دیں گے، یہاں سائل مطلق مخاطب ہے کہیں باشد نہ وہ معیّن نہ اس کے پُوچھنے کا وقت محدود نہ غیب معرفہ بلکہ نکرہ غیر مخصوص، تو حاصل یہ ٹھہرے گا کہ جو شخص چاہے جس وقت چاہے جس آئندہ بات کو چاہے

---

[1] الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ بحوالہ ابن اسحٰق ترجمہ ۷۶۴۲ مالک بن عوف دارالفکر بیروت ۵/ ۴۴ و ۴۵
[2] " " " الجلیس والانیس للمعافی ترجمہ ۷۶۴۲ " " " " ۵/ ۴۵

حضور بتا دیں گے، یہ اُسی کی شان ہو سکتی ہے جو بالفعل تمام آئندہ باتوں کو جانتا ہو یا اطلاعِ غیب اس کے ارادہ و خواہش پر کردی گئی ہو کہ جب چاہے معلوم کرلے ورنہ یہ اطلاق ہرگز صادق نہیں آسکتا، اسے ایک نظیر محسوس میں دیکھئے۔ زید فقیر ہے نہ پاس کچھ رکھتا ہے نہ بادشاہی خزانوں پر اس کا ہاتھ پہنچتا ہے مگر بادشاہ کبھی کبھی اُسے دو چار توڑے بخشش دیتا ہے وہ شخص پہلو رکھ کر یہ کہے تو کہہ لے کہ میں جب چاہوں ایک توڑا خیرات کردوں کہ وہ آپ ہی اُسی وقت چاہے گا جب پائے گا مگر عام فقیروں کو اشتہار دے کہ تم جس وقت چاہو میں توڑا عطا کردوں، تو ضرور غلط کہا اور دم بھر میں اس کا دروغ کھل سکتا ہے فقیر مانگیں اور نہ مال ہے نہ خزانے پر اختیار، تو کہاں سے دے گا، ہاں اگر بادشاہ نے بالفعل ایسے خزانے دے دئے کہ جب کوئی کچھ مانگے یہ دے اور کمی نہ ہو، یا بالفعل نہ سہی تو خزانوں پر اختیار ہی دیا ہو کہ جس وقت جو چاہے لے لے تو وہ بیشک ایسی بات کہہ سکتا ہے۔ اب یہ حدیثیں فرما رہی ہیں کہ صحابی یہ صفت کریم حضور کی نعتِ اقدس میں عرض کرتے ہیں اور حضور انکار نہیں فرماتے بلکہ خلعت و انعام بخشتے ہیں، تو صراحۃً یہ ثابت ہوا کہ اللہ تعالٰی نے اطلاعِ غیب حضور کے ارادہ و اختیار پر رکھ دی ہے، اور واقعی انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ایسی ہی ہے، امام حجۃ الاسلام محمد محمد غزالی قدس سرہ العالی فرماتے ہیں:

النبوة عبارة عما يختص به النبي ويفارق به غيره وهو يختص بانواع من الخواص، احدها انه يعرف حقائق الامور المتعلقة بالله تعالٰى وصفاته وملٰئكته والدار الاٰخرة علماً مخالفاً لعلوم غيره بكثرة المعلومات وزيادة الكشف والتحقيق، ثانيها ان له في نفسه صفة بها تتم الافعال الخارقة للعادة كما ان لنا صفة تتم بها الحركات المقرونة بارادتنا

یعنی نبوت وہ چیز ہے جو نبی کے ساتھ خاص ہے اور نبی اس کے سبب اوروں سے ممتاز ہے اور وہ کئی قسم کے خاصے ہیں جن سے نبی مختص ہوتا ہے ایک یہ کہ جو امور اللہ عزوجل کی ذات و صفات اور ملائکہ و آخرت سے متعلق ہیں نبی ان کے حقائق کا ایسا علم رکھتا ہے کہ اوروں کے علم زیادتِ معلومات و فزونیِ تحقیق و انکشاف میں اُن سے نسبت نہیں رکھتے۔ دوم یہ کہ نبی کے لئے اس کی ذات میں ایک وصف ہوتا ہے جس سے افعالِ خلافِ عادت (جنھیں معجزہ کہتے ہیں) انصرام پاتے ہیں جس طرح ہمارے لئے ایک صفت ہے کہ اس سے ہماری حرکاتِ ارادیہ

وهی القدرۃ، ثالثہا ان لہ صفۃ بہا یبصر الملئکۃ ویشاھدھم کما ان للبصیر صفۃ بہا یفارق الاعمٰی، رابعہا ان لہ صفۃ بہا یدرک ما سیکون فی الغیب۔ نقلہ عنہ العلامۃ الزرقانی فی صدر شرح المواھب۔[1]

پوری ہوتی ہیں جسے قدرت کہتے ہیں۔ سوم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتا ہے جس طرح انکھیارے کے پاس ایک صفت ہوتی ہے جس کے باعث وہ اندھے سے ممتاز ہے۔ چہارم یہ کہ نبی کے لئے ایک صفت ہوتی ہے جس سے وہ آئندہ غیب کی باتیں جان لیتا ہے۔ (علامہ زرقانی علیہ الرحمۃ نے شرح المواہب کے آغاز میں اسے امام غزالی علیہ الرحمۃ سے نقل کیا۔ت)

اقول مسلمانو! اس حدیث شریف اور ان امام با عظمت ان حکیم اُمت قدس سرہ المنیف کے ارشاد لطیف کو امام الوہابیہ کے قول کثیف سے ملا کر دیکھو کہ حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں اہل حق و اہل باطل کے عقائد کا فرق ظاہر ہو، یہ فرماتے ہیں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی ذات میں رب عزوجل نے ایک صفت ایسی رکھی ہے جس سے وہ خرقِ عادت کرتے ہیں جس طرح ہم اپنے ارادے سے چلتے پھرتے ہیں، حرکت کرتے ہیں، ایک صفت رکھی ہے جس سے وہ ملائکہ کو دیکھتے ہیں، ایک صفت دی ہے جس سے وہ غیب کی آئندہ باتیں جانتے ہیں ــــــ یہ کہتا ہے: "ان کو کسی نوع کی قدرت نہیں، کسی کام میں نہ بالفعل اُن کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ ایضاً کچھ اس بات میں بھی اُن کو بڑائی نہیں کہ اللہ صاحب نے غیب دانی ان کے اختیار میں دی ہو کہ جس آئندہ بات کو جب ارادہ کریں تو دریافت کرلیں کہ فلانے کی اولاد ہوگی یا نہ ہوگی یا اس سوداگری میں اس کو فائدہ ہوگا یا نہ ہوگا یا اس لڑائی میں فتح پاوے گا یا شکست کہ ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے یکساں بے خبر ہیں اور نادان۔ ایضاً جو کچھ اللہ اپنے بندوں سے معاملہ کرے گا دنیا خواہ قبر خواہ آخرت میں اس کی حقیقت کسی کو معلوم نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو، نہ اپنا حال نہ دوسرے کا، اور اگر کچھ بات اللہ نے کسی مقبول بندے کو وحی یا الہام سے بتائی کہ فلانے کام کا انجام بخیر ہے یا بُرا، سو وہ مجمل ہے اور اس سے زیادہ معلوم کرلینا اور اس کی تفصیل دریافت کرنی اُن کے اختیار سے باہر ہے۔"[2]

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ الغزالی مقدمۃ الکتاب دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۹ و ۲۰

[2] تقویۃ الایمان الفصل الثانی فی رد الاشراک فی العلم مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۶

اقول اتنا لفظ سچ ہے کہ اللہ عزّ وجل کے بتانے سے زیادہ کوئی معلوم نہیں کر سکتا۔ ہمارے اختیاری افعال کب عطائے الٰہی و ارادۂ الٰہیہ سے بڑھ کر ہو سکتے ہیں مگر کلمۃُ حقٍّ اُرِیۡدَ بِہَا بَاطِلٌ (کلمہ حق ہے جس سے باطل کا ارادہ کیا گیا ہے۔ت) خوارج کی طرح یہ سچا لفظ اس نے باطل ارادے سے کہا ہے وہ اس سے اُن کے اختیار عطائی کا بھی سلب چاہتا ہے یعنی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کو خدا کا دیا ہوا اختیار بھی نہیں بلکہ عاجز و مجبور محض ہیں۔ اُس نے صاف تصریح کی ہے کہ:

"ظاہر کی چیزوں کو دریافت کرنا لوگوں کے اختیار میں ہے جب چاہیں کریں جب چاہیں نہ کریں، سو اس طرح غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے دریافت کر لیجیے یہ اللہ صاحب ہی کی شان ہے، کسی نبی و ولی کو بھوت و پری کو اللہ صاحب نے یہ طاقت نہیں بخشی، اللہ صاحب اپنے ارادے سے کبھی کسی کو جتنی بات چاہتا ہے خبر دیتا ہے سو یہ اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر۔[1]"

اسی کے اِس اعتقاد باطل کا حدیث مذکور و قول مسطور امام مشہور میں رَدِّ صریح ہے۔

بالجملہ فرق یہ ہے کہ حدیث کے ارشاد اور اُن کے مطابق اہل حق کے اعتقاد میں انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اظہارِ خوارق و ادراکِ غیب میں انسان مختار بعطائے قادر جلیل الاقتدار ہیں کہ جس طرح عام آدمیوں کو ظاہری حرکات و ظاہری ادراکات کے اختیارات حضرت واہب العطیات نے بخشے ہیں کہ جب چاہیں دست و پا کو جنبش دیں چاہیں نہ دیں، جب چاہیں آنکھ کھول کر چیز دیکھ لیں چاہیں نہ دیکھیں، اگرچہ بے خدا کے چاہے وہ کچھ نہیں چاہ سکتے، اور وہ چاہیں خدا نہ چاہے تو ان کا چاہا کچھ نہیں ہو سکتا اور وہ عطائی اختیارات اس کے حقیقی ذاتی اختیار کے حضور کچھ نہیں چل سکتے بعینہٖ یہی حالت حضرات انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی در بارۂ معجزات و ادراک مغیبات ہے کہ رب عزّ وجل نے انھیں ظاہری جوارح و سمع و بصر کی طرح باطنی صفات وہ عطا فرمائی ہیں کہ جب چاہیں خرق عادات فرما دیں مغیبات کو معلوم فرما لیں چاہیں نہ فرمائیں اگرچہ بے خدا کے چاہے نہ وہ چاہ سکتے ہیں نہ بے ارادۂ الٰہیہ ان کا ارادہ کام دے سکتا ہے، اور امام الوہابیہ کے نزدیک ایسا نہیں بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پتھر کی طرح عاجز محض و مجبور مطلق ہیں کہ ہلانے والا محض اپنے قسری ارادے سے بے اُن کے توسط اختیار عطائی کے اپنے ارادے کے موافق نہ اُن کی خواہش پر ہلا دے تو ہل

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۲۱

جائیں ورنہ مجبور پڑے رہیں یہ کس ناکس اپنے اس خیال پر یہ دلیل لایا کہ،

"چنانچہ پیغمبر کو بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ بعض بات دریافت کرنے کی خواہش ہوئی اور وہ بات نہ معلوم ہوئی پھر جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو ایک آن میں بتادی چنانچہ منافقوں نے حضرت عائشہ پر تہمت کی اور حضرت کو بڑا رنج ہوا اور کئی دن تک بہت تحقیق کیا کچھ حقیقت نہ معلوم ہوئی، جب اللہ صاحب کا ارادہ ہوا تو بتادیا کہ منافق جھوٹے ہیں اور عائشہ پاک۔"[1]

اقول اگر اختیار ذاتی وعطائی میں فرق کی تمیز ہوتی تو جان لیتا کہ ایسے اتفاقات اختیار عطائی کے اصلاً منافی نہیں، مراد کا اختیار سے متخلف نہ ہوسکنا قدرت ذاتیہ الٰہیہ کا خاصہ ہے، قدرتِ عطائیہ انسانیہ میں لاکھ بار ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک کام کیا چاہتا ہے اور اللہ نہیں چاہتا نہیں بن پڑتا اس سے نہ انسان پتھر ہوگیا نہ اس کا اختیار عطائی مسلوب، عطائی کی شان ہی یہ ہے کہ جب تک ارادہ ذاتیہ حقیقیہ الٰہیہ مساعدت نہ فرمائے کام نہیں دیتا۔ طرفہ قہر بر قہر یہ ہے کہ ادھر تو تُو نے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو عیاذاً باللہ پتھر بنایا تھا اُدھر اپنے معبود کو ایک آدمی کے برابر کر چھوڑا کہ:

"غیب کی بات دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کرلیجے یہ اللہ صاحب کی شان ہے۔"[2]

او اللہ عزوجل کو سخت عیب لگانے والے بے ادب گستاخ! یہ ہرگز ہرگز اللہ تعالٰی کی شان نہیں، وہ اس بیہودہ مہمل شان سے پاک ومنزہ ہے اُس کا علم اس کی صفت ذاتیہ ہے اُس کے اختیار سے نہیں اس کا علم مخلوق نہیں ازلی ابدی ہے حادث نہیں۔ او بدعقل بدزبان! غیب کا دریافت کرنا اختیار میں ہونے کے یہی معنی یا کچھ اور کہ بالفعل تو معلوم نہیں مگر چاہے تو معلوم کرسکتا ہے، تُف بر رُوئے بے دینی، یہ تیرا موہوم خدا جاہل بالفعل محلِ حوادث ہوگا سچا خدا تیری یہ صریح گالی سے بے نہایت متعالی ہے تعالی اللہ عما یقول الظّٰلمون عُلوًّا کبیرا (اللہ تعالٰی بہت بلند وبرتر ہے ان باتوں سے جو ظالم کہتے ہیں۔ ت)

مسلمانو! دیکھا تم نے، یہ ایمان ہے اس گمراہ کا انبیاء اور خود حضرت عزت کی جناب میں،

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۴
[2] " " " " " "

انا للہ وانا الیہ راجعون ، ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ خیر اس کی ضلالتیں کہاں تک لکھئے ماعلیٰ مثلہ یُعَدُّ الخطاء (اس جیسے کی خطاؤں کا شمار نہیں کیا جاتا ۔ ت) حدیث دکھا کر اتنا پُوچھئے کہ کیوں صاحب ! وہاں تو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے غضب فرمایا نہ حکمِ شرک لگایا مگر انصار کی چھوکریوں کو اتنا ارشاد ہوا کہ اسے رہنے دو ۔ یہاں جو یہ مردِ عاقل یہ صحابی فاضل نعت حضور میں اُس سے بھی زیادہ عظیم بات کر رہے ہیں اور حدیث فرماتی ہے کہ حضور منع نہیں کرتے بلکہ اور انعام اکرام بخشتے ہیں ۔ یہ شرکِ وہابیت پر کیسی آفت ہے ، اب یا د کرو وہ اپنی اوندھی مت اُلٹی کھوپڑی کہ "چہ جائیکہ عاقل مرد کہے یا سُن کر پسند کر لے" ۔ کچھ یہ بھی سُوجھا کہ کہنے والے کون تھے اور سُن کر پسند کرنیوالے کون

بل نقذف بالحق علی الباطل فیدمغہ فاذاھو زاھق ط ولکم الویل مما تصفون[2] — بلکہ ہم حق کو باطل پر پھینک مارتے ہیں تو وہ اس کا بھیجہ نکال دیتا ہے تو جبھی وہ مٹ کر رہ جاتا ہے ، اور تمھاری خرابی ہے ان باتوں سے جو بناتے ہو ۔ (ت)

حدیث ۱۷۱ : اور بڑھ کر سُنئے ، شرک فی العادۃ کے بیان میں لکھا :

"اللہ صاحب نے اپنے بندوں کو سکھایا ہے کہ دنیا کے کاموں میں اللہ کو یاد رکھیں اور اُس کی کچھ تعظیم کرتے رہیں جیسے اولاد کا نام عبداللہ ، خدا بخش رکھنا جس چیز کو فرمایا اس کو برتنا جو منع کیا اُس سے دُور رہنا اور یُوں کہنا کہ اللہ چاہے تو ہم فلانا کام کریں گے اور اس کے نام کی قسم کھانی اس قسم کی چیزیں اللہ نے اپنی تعظیم کے واسطے بتائی ہیں پھر کوئی کسی انبیاء ، اولیاء ، بھوت پری کی اس قسم کی تعظیم کرے جیسے اولاد کا نام عبدالنبی امام بخش رکھنے کھانے پینے پہننے میں رسموں کی سند پکڑے یا یُوں کہے کہ اللہ و رسول چاہے گا تو میں آؤں گا یا پیغمبر کی قسم کھاوے سو ان سب باتوں سے شرک ثابت ہوتا ہے اس کو اشراک فی العادۃ کہتے ہیں"[3]

پھر اسی شرک کی فصل میں اس مدعا کے ثبوت کو مشکوٰۃ کے باب الاسامی سے شرح السنہ کی

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۸

[2] القرآن الکریم ۲۱/ ۱۸

[3] تقویۃ الایمان مقدمۃ الکتاب مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۸ و ۹

حدیث بروایت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ لایا کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء محمدٌ وقولوا ماشاء اللہ وحدہٗ [1] — نہ کہو جو چاہے اللہ اور محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یوں کہو کہ جو چاہے ایک اللہ۔

اور اس پر یہ فائدہ چڑھایا:

"یعنی جو کہ اللہ کی شان ہے اور اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں سو اس میں اللہ کے ساتھ کسی مخلوق کو نہ ملا دے گو کیسا ہی بڑا ہو مثلاً یوں نہ بولو کہ اللہ ورسول چاہے گا تو فلاں کام ہو جائے گا کہ سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔" [2]

اقول وباللہ التوفیق **اوّلاً** وہی قدیم لت وہی پرانی علت کہ دعوے کے وقت آسمان نشین اور دلیل لانے میں اسفل السافلین۔ حدیث میں تو اتنا ہے کہ "یوں نہ کہو" وہ شرک کا حکم کدھر گیا۔

ثانیاً سخت عیاری ومکاری کی چال چلا، مشکوٰۃ شریف کے باب مذکور میں حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ یوں مذکور تھی کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لاتقولوا ماشاء اللہ وشاء فلانٌ ولکن قولوا ماشاء اللہ ثم شاء فلانٌ [3] — نہ کہو جو چاہے اللہ اور چاہے فلاں بلکہ یوں کہو جو چاہے اللہ پھر چاہے فلاں۔

مشکوٰۃ میں اسے مسند امام احمد وسنن ابی داؤد کی طرف نسبت کرکے فرمایا: وفی روایۃٍ منقطعًا اور ایک روایت منقطع یعنی جس کی سند نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تک متصل نہیں یوں آئی ہے یہاں وہ روایت شرح السنہ ذکر کی ہوشیار عیار نے دیکھا کہ اصل حدیث تو اس کے دعوٰی شرک کو داخل جہنم کئے دیتی ہے اُسے صاف الگ اُڑا گیا اور فقط یہ منقطع روایت

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص۴۲

[2] " " " " " " " " "

[3] مشکوٰۃ المصابیح کتاب الادب باب الاسامی قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۴۰۸

[4] " " " " " " " " ص ۴۰۸ و ۴۰۹

نقل کرلیا۔ کیا یہ سمجھتا تھا کہ مشکوٰۃ اہلِ علم کی نظر سے نہاں ہے، نہیں نہیں، خوب جانتا تھا کہ مبتدی طالب علم حدیث میں پہلے اسی کو پڑھتا ہے مگر اسے تو اُن بیچارے عوام کو چھلنا مقصود تھا جنھیں علم کی ہوا نہ لگی سمجھ لیا کہ ان پر اندھیری ڈال ہی لوں گا' اہلِ علم نے اور کون سی مانی ہے کہ اسی پر معترض ہونگے۔

مصرع: اس آنکھ سے ڈریے جو خدا سے نہ ڈرے آنکھ

ثالثاً امام الوہابیہ کا تو مبلغ علم یہی مشکوٰۃ ہے، ہم اس مطلب کی احادیث اول ذکر کریں پھر بتوفیقہٖ تعالےٰ ثابت کر دکھائیں کہ یہی حدیثیں اُس کے شرک کا کیسا سر توڑتی ہیں۔ اول تو یہی حدیثِ حذیفہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی (حدیث ۱۸۱) احمد و ابی داؤد نے یوں مختصراً اور ابن ماجہ نے بسندِ حسن اس طرح مطولاً روایت کی:

حدثنا ھشام بن عمار ثنا سفین بن عیینہ عن عبد الملك بن عمیر عن ربعی بن حراش عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالٰی عنہما ان رجلا من المسلمین رای فی النوم انہ لقی رجلا من اھل الکتاب فقال نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون تقولون ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وذکر ذلك للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال اما واللہ ان کنت لاعرفہا لکم قولوا ماشاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

یعنی اہلِ اسلام سے کسی صاحب کو خواب میں ایک کتابی ملا وہ بولا: تم بہت خوب لوگ ہو اگر شرک نہ کرتے تم کہتے ہو جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ اُن مسلم نے یہ خواب حضور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے عرض کی، فرمایا: سُنتے ہو خدا کی قسم تمھاری اس بات پر مجھے بھی خیال گزرتا تھا یوں کہا کرو جو چاہے اللہ پھر جو چاہیں محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث حذیفۃ بن الیمان - المکتب الاسلامی بیروت ۵/۳۹۳
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب سنہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۲۴
سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النھی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۴

یہ حدیث ابن ابی شیبہ و طبرانی و بیہقی وغیرہم نے بھی روایت کی۔[1]

حدیث ۱۷۲: ابن ماجہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حلف احدکم فلا یقل ماشاء اللہ وشئت ولکن لیقل ماشاء اللہ ثم شئت[2]۔

جب تم میں سے کوئی شخص قسم کھائے تو یوں نہ کہے کہ جو چاہے اللہ اور میں چاہوں، ہاں یوں کہے کہ جو چاہے اللہ پھر میں چاہوں۔

حدیث ۱۷۳: نیز ابن ماجہ و احمد و بغوی و ابن قانع وغیرہم نے یہی مضمون طفیل بن سخبرہ برادر مادری ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

بید انہ اعنی ابن ماجۃ احالہ علٰی حدیث حذیفۃ فقال نحوہ ولم یسق لفظہ۔

سوائے اس کے کہ ابن ماجہ نے اسکو حدیث حذیفہ کی طرف پھیرتے ہوئے نحوہ کہا ہے اس کے الفاظ ذکر نہیں کیے۔(ت)

اور مسند امام احمد بسند حسن صحیح کہ حدثنا بھز و عفان ثنا حماد بن سلمۃ عن عبدالملک بن عمیر عن ربعی بن حراش عن طفیل بن سخبرۃ اخی عائشۃ لامھا رضی اللہ تعالٰی عنہما یوں ہے کہ انھیں خواب میں کچھ یہودی ملے انھوں نے ابنیت عزیر علیہ الصلوۃ والسلام ماننے کا ان پر اعتراض کیا انھوں نے کہا تم خاص کامل لوگ ہو اگر یوں نہ کہو کہ جو چاہے اللہ اور چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم، پھر کچھ نصارٰی ملے ان سے بھی ابنیت مسیح کے جواب میں یہی سنا حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے خواب عرض کیا، حضور نے خطبے میں بعد حمد وثنائے الٰہی فرمایا:

انکم کنتم تقولون کلمۃ کان یمنعنی

تم لوگ ایک بات کہا کرتے تھے مجھے تمہارا

---

[1] اتحاف السادۃ بحوالہ ابن ابی شیبۃ الآفۃ التاسعۃ عشر دار الفکر بیروت ۷/ ۵۷۴
المعجم الکبیر ″ ″ ″ ″ ″ ″ ″
الاسماء والصفات باب قول اللہ عزوجل وما تشاؤن الخ المکتبۃ الاثریۃ سانگلہ ہل ۱/ ۲۳۷ و ۲۳۸

[2] سنن ابن ماجۃ ابواب الکفارات باب النہی ان یقال ماشاء اللہ الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵۲

الحیاء منکو ان انہٰکم عنہا لا تقولوا ماشاء اللہ و ماشاء محمد[1]

لحاظ روکتا تھا کہ تمہیں اُس سے منع کروں یوں نہ کہو جو چاہے اللہ اور جو چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ واصحابہ وسلم۔

حدیث ۴۷ : سنن نسائی میں بسند صحیح بطریق مسعر عن معبد بن خالد عن عبد اللہ بن یسار، قتیلہ بنت صیفی جہنیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے ہے :

اَنّ یہودیا اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال انکم تُنَدِّدون وانکم تُشرکون تقولون ماشاء اللہ وشئت وتقولون والکعبۃ فامرھم النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا ارادوا اَن یحلفوا ان یقولوا ورب الکعبۃ ویقول احدھم ماشاء اللہ ثم شئت[2]۔

یعنی ایک یہودی نے خدمت اقدس حضور سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم حاضر ہو کر عرض کی : بیشک تم لوگ اللہ کا برابر والا ٹھہراتے ہو بیشک تم لوگ شرک کرتے ہو یُوں کہتے ہو جو چاہے اللہ اور چاہو تم، اور کعبے کی قسم کھاتے ہو۔ اس پر سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کو فرمایا کہ قسم کھانا چاہیں تو یوں کہیں "رب کعبہ کی قسم" اور کہنے والا یوں کہے "جو چاہے اللہ اور پھر جو چاہو تم"۔

یہ حدیث سنن بیہقی[3] میں بھی ہے، نیز ابن سعد نے طبقات اور طبرانی معجم کبیر میں بطریق مذکور مسعر اور ابن مندہ نے بطریق المسعودی عن معبد[4] الجدلی عن ابن یسار[5] الجہنی عن قتیلۃ الجُھنیۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا روایت کی اور امام احمد نے مسند میں اس طریق مسعودی سے بسند صحیح یوں روایت فرمائی :

حدثنا یحیی بن سعید ثنا یحیی المسعودی ثنی معبد بن خالد عن عبد اللہ بن یسار

---

[1] مسند احمد بن حنبل حدیث طفیل بن سخبرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۷۲

[2] سنن النسائی کتاب الایمان والنذور الحلف بالکعبۃ نور محمد کارخانہ کراچی ۲/ ۱۴۳

[3] السنن الکبرٰی کتاب الجمعۃ باب ما یکرہ من الکلام فی الخطبۃ دار صادر بیروت ۳/ ۲۱۶

[4] الطبقات الکبرٰی لابن سعد تسمیۃ غرائب نساء العرب دار صادر بیروت ۸/ ۳۰۹

[5] المعجم الکبیر عن قتیلۃ بنت صیفی الجہنیۃ حدیث ۵ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲۵/ ۱۴ و ۱۵

عن قُتَیْلَۃ بنت صیفی الجُھَنِیّۃ،

قالت اتی خیر من الاحبار رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فقال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تشرکون قال سبحان اللّٰہ وما ذاک قال تقولون اذا حلفتم والکعبۃ قالت فامھل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا ثم قال انہ قد قال فمن حلف فلیحلف برب الکعبۃ قال یا محمد نعم القوم انتم لولا انکم تجعلون للّٰہ ندا قال سبحان اللّٰہ وما ذاک قال تقولون ماشاء اللّٰہ وشئت قالت فامھل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم شیئا قال انہ قد قال ماشآء اللّٰہ فلیفصل بینھما ثم شئت[1]

یعنی یہود کے ایک عالم نے خدمتِ اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر شرک نہ کیجئے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کعبہ کی قسم کھاتے ہیں۔ اس پر سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کچھ مہلت دی یعنی ایک مدت تک کچھ ممانعت نہ فرمائی پھر فرمایا: یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو قسم کھائے وہ ربِ کعبہ کی قسم کھائے۔ یہودی نے عرض کی: اے محمد! آپ بہت عمدہ لوگ ہیں اگر اللہ کا برابر نہ ٹھہرائیے۔ فرمایا: سبحان اللہ! یہ کیا۔ کہا: آپ کہتے ہیں جو چاہے اللہ اور چاہو تم۔ اس پر بھی سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایک مہلت تک کچھ نہ فرمایا، بعدہٗ فرمادیا: اس یہودی نے ایسا کہا ہے تو اب جو کہے کہ جو چاہے اللہ تعالٰی تو دوسرے کے چاہنے کو جُدا کرکے کہے کہ پھر چاہو تم۔

بحمد اللہ یہ احادیثِ کثیرہ صحیحہ جلیلہ متصلہ کتبِ صحاح سے ہیں۔ امام الوہابیہ نے ان سب کو بالائے طاق رکھ کر شرح السنہ کی ایک روایت منقطع دکھائی اور بحمد اللہ اس میں بھی کہیں اپنے حکمِ شرک کی بُو نہ پائی۔

اقول وباللہ التوفیق اب بفضلہٖ تعالٰی ملاحظہ کیجئے کہ یہی حدیثیں اسکے دعوٰیٔ شرک کو کس کس طرح جہنم رسید فرماتی ہیں،

اولًا ان احادیث سے ثابت کہ صحابہ کرام میں یہ قول کہ اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہوجائیگا

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن قتیلہ بنت صیفی حدیث قتیلہ المکتب الاسلامی بیروت ۶/ ۳۷۱

یا اللہ اور تم چاہو تو یوں ہوگا شائع و ذائع تھا اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس پر مطلع تھے اور انکار نہ فرماتے تھے بلکہ اس عالم ہوشکے ظاہر الفاظ تو یہ ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود بھی ایسا فرمایا کرتے تھے، امام الوہابیہ اسے شرک کہتا ہے، تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم شرک کرتے تھے اور سید عالم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم منع نہ فرماتے تھے۔

ثانیاً حدیث طفیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لفظ دیکھو کہ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس لفظ کا خیال مجھے بھی گزرتا تھا مگر تمہارے لحاظ سے منع نہ کرتا تھا" جب یہ لفظ امام الوہابیہ کے نزدیک شرک ٹھہرا تو معاذ اللہ نبی نے دانستہ شرک کو گوارا کیا اور اس سے ممانعت پر اپنے یاروں کے لحاظ پاس کو غلبہ دیا امام الوہابیہ کے یہاں یہ نبوت کی شان ہے، والعیاذ باللہ رب العالمین۔

ثالثاً ایک یہودی نے آکر اعتراض کیا اس کے بعد حکم ممانعت ہوا، تو امام الوہابیہ کے نزدیک صحابہ کرام بلکہ سید انام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سچی توحید اور اس پر استقامت کی تاکید ایک یہودی نے سکھائی ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

رابعاً قتیلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث صحیح دیکھو، اس یہودی کی عرض پر بھی فوراً حضور نے ممانعت نہ فرمائی بلکہ ایک زمانہ کے بعد خیال آیا اور فرمایا، وہ یہودی اعتراض کرگیا ہے اچھا یوں نہ کہا کرو۔ تو امام الوہابیہ کے نزدیک اللہ کے رسول نے آپ تو شرک سے نہ روکا یا شرک کو شرک نہ جانا جب ایک کافر نے بتایا اس پر بھی ایک مدت تک شرک کو روا رکھا پھر ممانعت بھی کی تو یوں نہیں کہ شرک کی برائی ہے، بلکہ یوں کہ ایک مخالف اعتراض کرتا ہے لہٰذا چھوڑ دو۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

خامساً ان سب دقتوں کے بعد جو تعلیم فرمائی وہ بھی یہاں اس درکا سرلائی ارشاد ہوا کہ یوں کہا کرو "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد" صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم۔ تو یہ کام ہوگا، امام الوہابیہ کے لفظ یاد کیجئے:

"یہ خاص اللہ کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کو دخل نہیں رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔"[1]

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الخامس مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۴۰

مسلمانو! لِلّٰہ انصاف، جو بات خاص شانِ الٰہی عزوجل ہے جس میں کسی مخلوق کو کچھ دخل نہیں اُس میں دوسرے کو خدا کے ساتھ "اور" کہہ کر ملایا تو کیا اور "پھر" کہہ کر ملایا تو کیا، شرک سے کیونکر نجات ہوجائے گی، مثلاً آسمان و زمین کا خالق ہونا اپنی ذاتی قدرت سے، تمام اولین و آخرین کا رازق ہونا خاص خدا کی شانیں ہیں۔ کیا اگر کوئی یُوں کہے کہ اللہ و رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ و رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ عالم ہیں جبھی شرک ہوگا۔ اور اگر کہے کہ اللہ پھر رسول خالق السمٰوٰت والارض ہیں، اللہ پھر رسول اپنی ذاتی قدرت سے رازقِ جہاں ہیں تو شرک نہ ہوگا۔

مسلمانو! گمراہوں کے امتحان کے لئے ان کے سامنے یونہی کہہ دیکھو کہ اللہ پھر رسول عالم الغیب ہیں، اللہ پھر رسول ہماری مشکلیں کھول دیں، دیکھو تو یہ حکمِ شرک جڑتے ہیں یا نہیں۔ اسی لئے تو عیار مشکوٰۃ کی اُس حدیث متصل صحیح ابوداؤد کی میر بجری بچا گیا تھا جس میں لفظ "پھر" کے ساتھ اجازت ارشاد ہوئی تو ثابت ہُوا کہ اس مردک کے نزدیک رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے یہودی کا اعتراض پا کر بھی جو تبدیلی کی وُہ خود شرک کی شرک ہی رہی۔

مسلمانو! یہ حاصل ہے رسولوں کی جناب میں اس گستاخ کے اعتقاد کا۔ وسیعلم الذین ظلموا اَیَّ منقلب ینقلبون[1] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)

یہ تو اُن کے طور پر نتیجۂ احادیث تھا ہم اہلِ حق کے طور پر پوچھو تو **اقول** وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) بحمد اللہ تعالٰی نہ صحابہ نے شرک کیا نہ معاذ اللہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شرک سُن کر گوارا فرمایا، کسی کے لحاظ و پاس کو کام میں لانا ممکن نہ تھا، نہ یہودی مردک تعلیم توحید کرسکتا تھا، بلکہ حقیقتِ امر یہ ہے کہ مشیت حقیقیہ ذاتیہ مستقلہ اللہ عزوجل کے لئے خاص ہے اور مشیت عطائیہ تابعہ لمشیۃ اللہ تعالٰی اللہ تعالٰی نے اپنے عباد کو عطا کی ہے، مشیت محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کائنات میں جیسا کچھ دخل عظیم بعطائے ربِ کریم جل جلالہٗ ہے وہ اُن تقریرات جلیلہ سے کہ ہم نے زیرِ حدیث ذکر کیں واضح و آشکار ہے، محمد رسول اللہ تو محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے ایک نائب و خادم سیدنا علی مرتضٰے مشکلکشا کرم اللہ تعالٰے وجہہ الاسنٰی کی نسبت اُمتِ مرحومہ کا جو اعتقاد ہے وہ شاہ عبدالعزیز صاحب کی عبارت مذکورۂ مقدمہ سے اظہار ہے کہ:

---

[1] القرآن الکریم ۲۶ /۲۲۷

حضرت امیر و ذریۂ طاہرہ او را تمام امت بر مثال پیران می پرستند و امورِ تکوینیہ را بایشان وابستہ میدانند۔[1]

حضرت امیر یعنی حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ اور ان کی اولاد کو تمام امت اپنے مرشد جیسا سمجھتی ہے اور تکوینی امور کو ان حضرات کے ساتھ وابستہ جانتی ہے۔ (ت)

اور خود امام الوہابیہ اس تقویۃ الایمان کے کفری ایمان سے پہلے جو ایمان صراط المستقیم میں رکھتا تھا وہ بھی یہی تھا جہاں کہتا تھا:

مقاماتِ ولایت بل سائر خدمات مثل قطبیت و غوثیت و ابدالیت وغیرہا ہمہ از عہد کرامت مہد حضرت مرتضٰی تا انقراض دنیا ہمہ بواسطہ ایشان ست و در سلطنت سلاطین و امارتِ امرا ہمت ایشان را دخلے ست کہ بر سیاحین عالم ملکوت مخفی نیست۔[2]

مقاماتِ ولایت بلکہ تمام خدمات مثل قطبیت، غوثیت و ابدالیت وغیرہ سب رہتی دنیا تک حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے واسطے سے ملتے ہیں اور بادشاہوں کی سلطنت اور امیروں کی امارت میں بھی آنجناب کی ہمت کا دخل ہے، یہ سیاحانِ عالمِ ملکوت پر پوشیدہ نہیں۔ (ت)

اب کہ تقویۃ الایمان نے بحکم:

قل بئسما یامرکم بہ ایمانکم ان کنتم مؤمنین[3]

تم فرمادو کیا برا حکم دیتا ہے تم کو تمہارا ایمان اگر ایمان رکھتے ہو۔

اسے تمام امتِ مرحومہ کے خلاف ایک نیا ایمان سخت برا ایمان نام کا ایمان اور حقیقت میں پرلے سرے کا کفران سکھایا یہ اسفل السافلین پہنچا، اب وہ بات کہ سیاحانِ عالم پر ظاہر تھی اسے کیونکر سجھائی دے،

ومن لم یجعل اللہ لہ نورا فمالہ من نور[4]

اور جسے اللہ نور نہ دے اس کے لئے کہیں نور نہیں۔ (ت)

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] صراط المستقیم باب دوم فصل اول المکتبۃ السلفیۃ لاہور ص ۵۸

[3] القرآن الکریم ۲/ ۹۳

[4] القرآن الکریم ۲۴/ ۴۰

دس مشیت مبارکہ عطائیہ کے باعث صحابہ کرام نامِ الٰہی عزجلالہ کے ساتھ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک ملا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ و رسول چاہیں تو یہ کام ہو جائے گا مگر از انجا کہ طریق ادب سے اقرب و انسب یہ ہے کہ مشیت ذاتیہ و مشیت عطائیہ میں فرق مراتب نفس کلام سے اضح ہو کہ کسی احمق کو توہم مساوات نہ گزرے سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس کلمہ پر خیال گزرتا تھا پھر ملاحظہ فرماتے کہ یہ اہلِ توحید ہیں معنی حق و صدق انھیں ملحوظ ہیں محبت خدا اور رسول اور نام پاک خلیفۃ اللہ الاعظم جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے تبرک و توسل انھیں اس قول پر باعث ہے اور بات فی نفسہٖ شرعاً ممنوع نہیں کہ واو مطلق جمع کے لئے ہے نہ مساوات نہ معیت کے واسطے، لہٰذا

عہ اقول وھذا النکتۃ غفل عنہا بعض الجلۃ فجوز ماشاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ومنع ان یؤتی بالواو لکان شرکا جلیا فانما یتم ان کانت الواو المستویۃ وھو باطل قطعًا قال تعالٰی ان اللہ وملئکتہ یصلون علی النبی[1] وقال تعالٰی اغنٰھم اللہ ورسولہ[2] الٰی غیر ذٰلک مما لا یحصی ومع ذٰلک بحمد اللہ لیس ملحظہ ملحظ ھٰؤلاء الاٰبغاض الجاعلۃ اثبات المشیۃ للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

اقول (میں کہتا ہوں) اس نکتہ کی طرف بعض بزرگوں کی توجہ نہ ہوئی، چنانچہ انھوں نے یوں کہنے کو تو جائز قرار دیا کہ "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم" مگر گمان کیا کہ اگر ثم کی جگہ واو ہو تو شرک جلی ہوگا۔ لیکن یہ استدلال تو تب تام ہوتا اگر واو مقتضی مساوات ہوتی، حالانکہ یہ قطعًا باطل ہے۔ اللہ تعالٰی نے فرمایا: بے شک اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے نبی کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ اور فرمایا: اللہ اور اس کے رسول نے غنی کردیا۔ اس کے علاوہ بھی متعدد مقامات پر ایسا ہی ہے۔ مگر باوجود اس عدم توجہ کے ان بزرگوں کا مطمح نظر بحمداللہ وہ نہیں جو ان کمینے وہابیوں کا ہے جو نبی کریم صلی اللہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] القرآن الکریم ۳۳/ ۵۶

[2] ؍ ؍ ۹/ ۷۴

منع نہ فرماتے تھے۔

حکمت: جب اُس یہودی خبیث نے جس کے خیالات امام الوہابیہ سے مثل تھے اعتراض کیا اور معاذ اللہ شرک کا الزام دیا، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رائے کریم کا زیادہ رُجحان اسی طرف ہوا کہ ایسے لفظ کو جس میں احمق بدعقل مخالف جائے طعن جانے دوسرے سہل لفظ سے بدل دیا جائے کہ صحابہ کرام کا مطلب تبرک و توسل برقرار رہے اور مخالف کج فہم کو گنجائش نہ ملے مگر یہ بات طرزِ عبارت کے ایک گونہ آداب سے تھی معنًا تو قطعاً صحیح تھی لہذا اُس کافر کے بکنے کے بعد بھی چنداں لحاظ نہ فرمایا گیا یہاں تک کہ طفیل بن سخبرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے وہ خواب دیکھا اور رؤیائے صادقہ القائے ملک ہوتا ہے اب اس خیال کی زیادہ تقویت ہوئی اور ظاہر ہوا کہ بارگاہِ عزت میں یہی ٹھہرا ہے کہ یہ لفظ مخالفوں کا جائے پناہ ٹھہرا ہے بدل دیا جائے جس طرح رب العزۃ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

شرکا بنفسہ کما سمعت من امامھم السحیق ان ذا شان یختص باللہ عزوجل وان لامدخل فیہ لمخلوق ومشیتہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایأتی بشیئ فلوکان یذھب مذھب ھٰؤلاء والعیاذ باللہ لجعل ذکر مشیتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم شرکا مطلقا سواء فیہ الواو وثم کما علمت وھو قد صرح بجواز ما شاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فتثبت ولاتزل ۱۲ منہ۔

تعالٰی علیہ وسلم کے لئے مشیت کے محض اثبات کو ہی شرک قرار دیتے ہیں جیسا تو ان کے ذلیل امام کی بات سُن چکا ہے کہ یہ خاص اللہ تعالٰی کی شان ہے اس میں کسی مخلوق کا کوئی دخل نہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ اگر ان بزرگوں کا نظریہ وہی ہوتا جو ان وہابیوں کا ہے تو العیاذ باللہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کے ذکر کو مطلقاً شرک قرار دیتے چاہے اس میں واؤ مذکور ہو یا ثُمّ، جیسا کہ تُو جان چکا ہے حالانکہ انھوں نے تصریح فرمائی ہے کہ یوں کہنا جائز ہے "جو چاہے اللہ پھر چاہیں محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" ثابت قدم رہ مت ڈگمگا۔ ۱۲ منہ (ت)

جل جلالہٗ نے رَاعِنَا کہنے سے منع فرمایا تھا کہ یہود و عنود اُسے اپنے مقصد مردود کا ذریعہ کرتے ہیں اور اس کی جگہ اُنظُرنَا کہنے کا ارشاد ہوا تھا ولہذا خواب میں کسی بندۂ صالح کو اعتراض کرتے نہ دیکھا کہ یوں تو بات فی نفسہٖ محلِ اعتراض نہ ٹھہرتی بلکہ خواب بھی دیکھا تو انھیں یہود و نصارٰی اس امام الوہابیہ کے خیالوں کو معترض دیکھا تاکہ ظاہر ہو کہ صرف دہن دوزی مخالفان کی مصلحت داعی تبدیل لفظ ہے۔ اب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے خطبہ فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ یُوں نہ کہو کہ اللہ و رسول چاہیں تو کام ہوگا بلکہ یوں کہو کہ اللہ پھر اللہ کا رسول چاہے تو کام ہوگا۔ "پھر" کا لفظ کہنے سے وہ توہّم مساوات کہ ان وہابی خیال کے یہود و نصارٰی یا یوں کہئے کہ ان یہودی خیال کے وہابیوں کو گزرتا ہے باقی نہ رہے گا الحمد للہ علٰی تواتر اٰلائہ والصلوٰۃ والسلام علٰی انبیائہ (تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کیلئے ہیں اسکی مسلسل نعمتوں پر اور درود و سلام ہو اسکے نبیوں پر۔ ت)

اہلِ انصاف و دین ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تقریر منیر کہ فیض قدیر سے قلبِ فقیر پر القا ہوئی کیسی واضح و مستنیر ہے اُن احادیث کو ایک مسلسل سلک گوہر میں منظوم کیا اور تمام مدارج مراتب مرتبہ بحمد اللہ تعالٰی نورانی نقشہ کھینچ دیا۔ الحمد للہ کہ یہ حدیث فہمی ہم اہلسنت ہی کا حصہ ہے وہابیہ وغیرہم بدمذہبوں کو اس سے کیا علاقہ ہے، ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء، واللہ ذوالفضل العظیم، والحمد للہ رب العٰلمین (یہ اللہ تعالٰی کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے، اور اللہ بڑے فضل والا ہے، اور سب تعریفیں اللہ رب العالمین کے لئے ہیں۔ ت)

غرض احادیثِ صحیحہ ثابتہ تو اس دروغ گو کو تابخانہ پہنچا رہی ہیں۔ رہی وہ روایت منقطعہ کہ اس نے ذکر کی اور یونہی روایت[عہ] اعتبار ام المومنین صدیقہ سے کہ یہود کے اعتراض پر فرمایا یوں نہ کہو بلکہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ۔ **اقول** اگر صحیح بھی ہو تو نہ ہمیں مضر نہ اُسے مفید کہ واؤ سے احتراز کی دو[۲] صورتیں ہیں: تبدیل[۱] حرف جس کی طرف وہ احادیثِ صحیحہ ارشاد فرما رہی ہیں، اور[۲] رأساً ترکِ عطف جس کا اس روایت میں ذکر آیا۔ ایک صورت دوسری کی نافی و منافی نہیں، نہ ذاتی میں حصر عطائی کی نفی کرے، قال اللہ تعالٰی:

فلم تقتلوھم ولٰکن اللہ قتلھم وما رمیت اذ رمیت ولٰکن اللہ رمٰی[۱]	تو تم نے انھیں قتل نہ کیا بلکہ اللہ نے انھیں قتل کیا اور اے محبوب! وہ خاک تم نے نہ پھینکی تھی بلکہ اللہ نے پھینکی۔ (ت)

عہ: ای کتاب الاعتبار للحاوی ۱۲

[۱] القرآن الکریم ۸/ ۱۷

اور جب بحمدہٖ تعالیٰ ہم خود حدیث سے ماشاء اللہ ثم شاء فلاں کی طرح ما شاء اللہ ثم شاء محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بھی اجازت دکھا چکے تو اب اصلاً ہمیں ان نکات و توجیہات کی حاجت نہ رہی جو شراح نے اس روایت منقطعہ اور اس حدیث مستقل میں بلحاظ ہر ایک نوع تغایر کے لحاظ سے ذکر کئے ہیں۔ شیخ محقق قدس سرہٗ نے یہاں یہ نکتہ ذکر فرمایا،

درینجا غایت بندگی و تواضع و توحید ست زیرا کہ آنحضرت صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم در غیر خود اسناد مشیت اگرچہ بطریق تاخر و تبعیت باشد تجویز کرد اما در حق خود باآں نیز راضی نشد بلکہ امر کرد باسناد مشیت بہ پروردگار تعالےٰ تنہا بے توہم شرکت[1]

یہاں انتہائی بندگی، انکساری اور توحید ہے، کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے غیر کی طرف اسنادِ مشیت کو جائز قرار دیا اگرچہ بطورِ تاخر و تبعیت، لیکن اپنے لئے اس کی بھی اجازت دینے پر راضی نہ ہوئے بلکہ فقط پروردگارِ عالم کی طرف بے توہم شرکت مشیت کا اسناد کرنے کا حکم دیا۔ (ت)

اقول یہ توجیہ بھی شرک امام الوہابیہ کی کیفر جیانی کو بس ہے۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے تواضعاً اپنی مشیت کا ذکر کرنے کو نہ فرمایا اوروں کے ذکر مشیت کی اجازت دی، اگر شرک ہو تو معاذ اللہ یہ ٹھہرے گی کہ حضور نے اپنی ذات کریم کو شریک خدا کرنے سے منع فرمایا اور زید و عمر کو شریک کر دینا جائز رکھا۔ علامہ طیبی نے ایک اور توجیہ لطیف و دقیق کی طرف اشارہ کیا کہ،

انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأس الموحدین ومشیئتہ مغمورۃ فی مشیئۃ اللہ تعالیٰ و مضمحلۃ فیہا۔[2]

نبی صلی اللہ تعالےٰ سردارِ موحدین ہیں اور حضور کی مشیت اللہ عزوجل کی مشیت میں مستغرق و گم ہے۔

اقول تقریر اس اشارہ لطیفہ کی یہ ہے کہ عطف واو سے ہو خواہ ثُمَّ خواہ کسی حرف سے، معطوف و معطوف علیہ میں مغایرت چاہتا ہے بلکہ ثُمَّ بوجہ افادہ فصل و تراخی زیادہ مفید مغایرت ہے اور سید الموحدین صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے لئے کوئی مشیت جداگانہ اپنے رب عزوجل کی مشیت سے رکھی ہی نہیں اُن کی مشیت بعینہٖ خدا کی مشیت ہے اور مشیت خدا بعینہٖ اُن کی مشیت،

---

[1] اشعۃ اللمعات کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۵۳

[2] الکاشف عن حقائق السنن شرح الطیبی علی المشکوۃ کتاب الادب حدیث ۴۷۷۹ ادارۃ القرآن کراچی ۹/ ۷۹

اور عطف کرکے کہے تو دُوئی سمجھی جائے گی کہ اللہ کی مشیت اور ہے اور رسول کی مشیت اور، لہذا یہاں عطف کے لئے ارشاد نہ فرمایا فقط مشیت اللہ وحدہ کا ذکر بتایا کہ اس میں خود ہی مشیۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ذکر آجائے گا جل جلالہ و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

ھٰکذا ینبغی ان یفھم ھذا المقام وبہ یندفع ما اورد علیہ القاری من النقض بان مشیئۃ غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا مضمحلۃ فی مشیئۃ اللہ تعالٰی سبحانہ[1] اھ۔

اس مقام پر اسی طرح سمجھنا چاہئے اور اس سے ملا علی قاری علیہ الرحمہ کا وارد کردہ اعتراض بھی مندفع ہوگیا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم کے غیر کی مشیت بھی تو اللہ تعالٰی سبحانہ کی مشیت میں گم ہے اھ۔

اقول فلم یفرق بین الاضمحلال الاضطراری الحاصل لکل الخلق والاختیاری المختص بخلص عباد اللہ المتحلین وفی کل صفۃ الٰھیۃ من بینھم سیدھم نبیھم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واعترض علیہ ایضا بانہ لایفید جواز الاتیان بالواو[2] اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) کہ اضمحلال (مستغرق اور گم ہونا) دو قسم ہے (۱) اضطراری یہ تمام مخلوق کے لئے ثابت ہے (۲) اختیاری یہ اللہ تعالٰی کے مخصوص بندوں کے ساتھ ہے جو صفت مشیت اور اللہ تعالٰی کی ہر صفت میں امتیاز رکھتے ہیں ان کے سردار ان کے نبی ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، ملا علی قاری نے علامہ طیبی کی تقریر پر یہ بھی اعتراض کیا ہے کہ ان کے جواب سے "واو" کے استعمال کا جواب ثابت نہیں ہوتا اھ۔

اقول ماکان مساق کلام الطیبی لاثبات جواز الاتیان بالواو حتی یکون عدم افادتہ نقصا فی مرامہ انما ارادابداء نکتۃ الفرق

اقول علامہ طیبی نے اپنا کلام "واو" کے استعمال کو جائز ثابت کرنے کے لئے نہیں چلایا تھا، یہاں تک کہ اگر ان کا کلام اس مقصد کا فائدہ نہ دے سکے تو ان کے مقصد میں نقص لازم آئے، بلکہ ان کا

(باقی بر صفحہ آئندہ)

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیۃ کوئٹہ ۸/ ۵۳۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍

بین مشیئته ومشیئة غیره صلی الله
تعالٰی علیه وسلم حیث ذکر الاولٰی
بثم وطوی ذکرها هٰهنا وهذا
مستفاد من کلامه مابین وجه کما
سمعت منا تقریره فلا ادری
مالمراد بهذا الایراد ثم افاد وجهًا
اٰخر للفرق فقال ماسبق من قوله
صلی الله تعالٰی علیه وسلم ولکن
قولوا ماشاء الله ثم شاء فلان لمجرد
الرخصة ولوقال هٰهنا قولوا ماشاء
الله ثم شاء محمد صلی الله تعالٰی
علیه وسلم لکان امر وجوب
او ندب ولیس الامر
کذلک اھ۔

اقول کانه یستنبط من ترك
لفظة لکن ههنا فانه یکون حینئذٍ
امرًا مقصودًا واقلّه الندب بخلاف
الاول فانه استدراك علی النهی
فیفید مجرد الرخصة هٰذا ما
ظهرلی فی تقریر مرامه وانتم
تعلمون انه یرجع الفرق علی هٰذا
الی جهة العبارة فلو ذکرههنا
لکن لساغ ان یذکر العطف بثم

مقصد تو یہ تھا کہ وہی نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم
اور دوسروں کی مشیت میں فرق ظاہر کریں، کیونکہ
نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فلاں کی مشیت
کا ذکر لفظ "ثم" کے ساتھ کردیا لیکن اپنی مشیت
کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ فرق اُن کے ایک وجہ کے بیان
سے مستفاد ہے جیسا کہ آپ ہم سے اس کی تقریر سن
چکے ہیں، مجھے معلوم نہیں ہوسکا کہ اس اعتراض
سے ان کا مقصد کیا ہے۔ پھر فرق کی ایک اور
وجہ بیان کرتے ہوئے ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اس
سے پہلے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا جو فرمان گزر چکا ہے
"لیکن کہو جو چاہے اللہ تعالٰی پھر چاہے فلاں" یہ محض رخصت
کیلئے ہے اور اگر اس جگہ یوں فرماتے "کہو جو چاہے اللہ پھر
چاہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم" تو یہ امر وجوب یا استحباب
کے لئے ہوتا، حالانکہ ایسا نہیں ہے اھ۔

اقول دوسرے ارشاد میں لفظ "لکن"
مذکور نہیں ہے۔ گویا کہ ملا علی قاری اس سے اس
بات کا استنباط کرتے ہیں کہ اس صورت میں امر
مقصودی ہوگا جو کم از کم استحباب کیلئے ہوتا ہے
برخلاف پہلے ارشاد کے کہ وہاں نہی کے بعد لفظ
"لکن" استدراک کیلئے ہے اس لئے محض رخصت
کا فائدہ دے گا۔ یہ وہ بات ہے جو انکے مقصد کی
وضاحت کیلئے مجھے ظاہر ہوئی ہے۔ قارئین کرام!
آپ جانتے ہیں کہ اس تقریر کے مطابق فرق عبارت

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۴۳

ولوذکرھا ثمہ لقال قولوا ماشاء اللہ وحدہٗ ثم قال مع المشیئۃ المسندۃ الی فلان انما ھی مشیئۃ جزئیۃ لایجوز حملھا علی المشیئۃ الکلیۃ کما مرّ منّا الیہ فیما سبق من الکلام اھ۔

ذکر کیا جاتا تو "ثم" کے ساتھ عطف جائز ہوتا اور اگر اس جگہ لفظ "لکن" ترک کردیا جاتا تو فرماتے کہ کہو ماشاء اللہ وحدہٗ " پھر علامہ قاری نے فرمایا کہ فلاں کی طرف جس مشیت کی نسبت کی گئی ہے وہ مشیت جزئیہ ہے اسے مشیت کلیہ پر محمول کرنا جائز نہیں ہے، جیسا کہ ہم کلام سابق اسکی طرف اشارہ کرچکے ہیں۔

اقول ھذا شیئ متجافٍ عن البحث ومشیئۃ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضًا لاتحیط بجمیع مرادات اللہ تعالٰی سبحٰنہ ھٰذا قد کانت افادۃ العلامۃ الطیبی وجھا رابعًا وھو انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال ھذا ای قولوا ماشاء اللہ وحدہ دفعًا لمظنۃ التھمۃ قولھم ماشاء اللہ وشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تعظیما لہ وریاء لسمعتہٖ اھ۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ بحث سے علیحدہ چیز ہے، نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت بھی اللہ تعالٰی کی تمام مرادوں کا احاطہ نہیں کرتی۔ اسکو یاد کرلو۔ علامہ طیبی نے ایک چوتھی وجہ بھی بیان کی تھی اور وہ یہ کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کہو ماشاء اللہ وحدہٗ " اس لئے کہ اگر صحابہ کرام یوں کہتے "ماشاء اللہ وشاء محمد" تو اس میں آپ کی عظمت کے بطور ریاء وسُمعہ اظہار کے وہم کا گمان ہوتا، اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ کہو "ماشاء اللہ وحدہٗ۔"

اقول ای والمظنۃ بحالھا فی ذکر اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولو بثم فعدل الی ذکر اللہ تعالٰی وحدہ ولیس یرید ان المظنۃ نشأت

اقول نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک لفظ "ثم" کے ساتھ بھی ذکر کیا جاتا تب بھی وہ وہم برقرار رہتا، اس لئے وہاں بھی صرف اللہ تعالٰی کا ذکر ہونا چاہیے تھا، ان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ وہم لفظ "واو" کی وجہ سے

لہ مرقاۃ المفاتیح کتاب الادب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/۵۳۳
لہ الکاشف عن حقائق السنن (شرح الطیبی علی المشکوٰۃ) ، ، ، ، ادارۃ القرآن کراچی ۹/۹۶

منه الواو اذ لو اراد له يصلح ما ذكره وجها للفرق بذكر مشيئة غيره صلى الله تعالٰى عليه وسلم بثم لا مشيئة هو فان المحذور على هذا ان كان ففي الواو لا في ثم و فيها الكلام فارادة هذا اخروج عن اصل المرام هذا تقرير كلامه على ما ظهر لي۔

سے پیدا ہوا ہے، اگر یہ ان کا مقصد ہوتا تو جو کچھ انھوں نے بیان کیا ہے وہ وجہِ فرق نہیں بن سکتا یعنی "ثم" کے بعد غیر کی مشیت کا ذکر کیا جا سکتا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مشیت کا ذکر نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس تقریر کے مطابق اگر خرابی لازم آتی ہے تو "واو" میں ہے نہ کہ "ثم" میں، حالانکہ گفتگو "ثم" ہی میں ہے۔ لہٰذا یہ مطلب مراد لینے سے اصل مقصد سے خارج ہونا لازم آئے گا یہ ان کے کلام کی تقریر ہے جو میری سمجھ میں آئی ہے۔

اقول وهو اردؤ الوجوه عندي وكيف يظن ان يظن النبي صلى الله تعالٰى عليه وسلم بصحابته في ذكر نفسه السمعة والرياء وحاشاه وحاشاهم عن ذلك واحسن الوجوه ما ذكرنا سابقا عن الطيبي وما قدمنا عن الشيخ المحقق مع ان كل ذلك مستغنى عنه كما علمت وقد اشار اليه القاري ايضًا اذ قال اصل السؤال مدفوع لانه صلى الله تعالٰى عليه وسلم

اقول (میں کہتا ہوں کہ) میرے نزدیک یہ سب سے کمزور وجہ ہے۔ اس گمان کا کیا جواز ہے کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنا ذکر فرما دیں تو آپ کے صحابہ کے بارے میں یہ گمان ہو کہ انھیں ریا اور شہرت کا وہم ہوگا۔ یہ گمان نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لائق ہے اور نہ ہی صحابہ کرام کے۔ سب سے بہتر وجہ وہ ہے جو ہم علامہ طیبی اور شیخ محقق کے حوالے سے بیان کر چکے ہیں اگرچہ ان توجیہات کی ضرورت نہیں ہے، جیسا کہ آپ جان چکے ہیں، اور ملّا علی قاری نے بھی اس طرف اشارہ کیا ہے، انھوں نے فرمایا کہ اصل سوال (باقی بر صفحہ آئندہ)

عنه كما توهم الفاضل الراد فقابله بما قد علمت بطلانه بدلائل قاهرة لا قبل لاحد بها رغما منه ان الواو نص في التسوية لا مجرد مظنة تهمة وبالله العصمة ۱۲ منه

جیسا کہ رد کرنے والے فاضل (ملا علی قاری) نے وہم کیا ہے کہ واو میں محض تہمت کا گمان نہیں ہے بلکہ وہ برابری میں نص ہے۔ اور آپ ان کے وہم کا ناقابلِ تردید وجوہ سے باطل ہونا جان چکے ہیں اور عصمت اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے ہے (ت)

داخل فی عموم فلان فیجوز ان یقال ماشاء الله ثم ماشاء محمد صلی الله تعالٰی علیہ وسلم ولایجوز ان یقال ماشاء الله وشاء محمد صلی الله تعالٰی علیہ وسلم اھ[1]۔

مندفع ہے، کیونکہ نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فلانٌ کے عموم میں داخل ہیں، اس لئے "ما شاء اللہ ثم ماشاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز ہے اور "ماشاء اللہ و شاء محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم" کہنا جائز نہیں ہے۔

اقول ولو استحضر حدیث ابن ماجۃ لم یحتج الٰی عموم فلان کما ان السائل لو استظھر لما سائل کما ان المجیبین لوتذکروہ لما ذھبوا الٰی ھنا وھنا فسبحان من لایعزب عنہ شیئ۔

اقول (میں کہتا ہوں) اگر ملا علی قاری کو ابن ماجہ کی حدیث مستحضر ہوتی تو انھیں فلانٌ کے عموم کی حاجت نہ ہوتی اور یہ حدیث سائل کے پیش نظر ہوتی تو وہ سوال ہی نہ کرتا اور جواب دینے والے حضرات کو یاد ہوتی تو انھیں طرح طرح کی توجیہوں کی ضرورت نہ پڑتی۔ پاک ہے وہ ذات جس سے کوئی چیز مخفی نہیں رہتی (ت)

الحمد للہ! یہ وصل مبارک کہ اعظم مقصد کتاب تھا بروجہ احسن واجمل اختتام کو پہنچا اور ہنوز اس کی ابحاث میں رَدّ وہابیت کا بہت کلام باقی جس کا بعض ان شاء اللہ العزیز خاتمۂ کتاب میں مذکور ہوگا، یہاں تک اس باب میں وجہ دوم پر بعددا سمِ پاک جامع ایک سو چودہ حدیثیں متعلق بذاتِ اقدس حضور اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم مذکور ہوئیں اور بعض آئندہ آتی ہیں اور پچاس حدیثیں کہ ہم نے شمار کرکے شمار نہ کیں علاوہ ہیں ابنائے زماں میں کسل و تقاعد ہے، لہٰذا بخوفِ ملالت زیادہ اطالت نہ کیجئے اور بتوفیقہ تعالٰی بقیہ وصلوں کے وصل سے راحت وبرکت لیجئے وباللہ التوفیق۔

وصل دوم

احادیث متعلقہ بحضرات انبیاء واولیاء علیھم الصلوٰۃ والثناء

حدیث ۱۷۵: طبرانی معجم اوسط اور خرائطی مکارم الاخلاق میں امیر المومنین مولا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے راوی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جب کوئی شخص سوال کرتا اگر حضور کو منظور ہوتا نَعَم فرماتے یعنی اچھا اور نہ منظور ہوتا تو خاموش رہتے، کسی چیز کو "لا" یعنی نہ نہ فرماتے۔

---

[1] مرقاۃ المفاتیح کتاب الآداب باب الاسامی الفصل الثانی تحت الحدیث ۴۷۷۹ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۸/ ۵۲۳

ایک روز ایک اعرابی نے حاضر ہوکر سوال کیا حضور خاموش رہے، پھر سوال کیا سکوت فرمایا، پھر سوال کیا اس پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جھڑکنے کے انداز سے فرمایا، سل ماشئت یا اعرابی! اے اعرابی! جو تیرا جی چاہے ہم سے مانگ۔ مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں؛ فغبطناہ فقلنا الان یسأل الجنۃ یہ حال دیکھ کر (کہ حضور خلیفۃ اللہ الاعظم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمادیا ہے جو دل میں آئے مانگ لے) ہمیں اس اعرابی پر رشک آیا ہم نے اپنے جی میں کہا اب یہ حضور سے جنت مانگے گا اعرابی نے کہا تو کیا کہا کہ میں حضور سے سواری کا ایک اونٹ مانگتا ہوں۔ فرمایا: عطا ہوا۔ عرض کی، حضور سے زادِ راہ مانگتا ہوں۔ فرمایا، عطا ہوا۔ ہمیں اس کے ان سوالوں پر تعجب آیا۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا، کتنا فرق ہے اس اعرابی کی مانگ اور بنی اسرائیل کی ایک پیرزن کے سوال میں۔ پھر حضور نے اس کا ذکر ارشاد فرمایا کہ جب موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دریا میں اُترنے کا حکم ہوا کنارِ دریا تک پہنچے سواری کے جانوروں کے منہ اللہ عزوجل نے پھیردئے کہ خود بخود واپس پلٹ آئے، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرض کی؛ الٰہی! یہ کیا حال ہے؟ ارشاد ہوا، تم قبر یوسف (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس ہو ان کا جسم مبارک اپنے ساتھ لے لو۔ حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو قبر کا پتہ معلوم نہ تھا فرمایا، اگر تم میں کوئی جانتا ہو تو بتائے شاید بنی اسرائیل کی پیرزن کو معلوم ہو، اس کے پاس آدمی بھیجا کہ تجھے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر معلوم ہے؟ کہا: ہاں۔ فرمایا: تو مجھے بتادے۔ عرض کی، لا واللہ حتٰی تعطینی ما اسئلک خدا کی قسم میں نہ بتاؤں گی یہاں تک کہ میں جو کچھ آپ سے مانگوں آپ مجھے عطا فرمادیں۔ فرمایا؛ ذٰلک لک تیری عرض قبول ہے۔ قالت فانی اسئلک ان اکون معک فی الدرجۃ التی تکون فیہا فی الجنۃ پیرزن نے عرض کی، تو میں حضور سے یہ مانگتی ہوں کہ جنت میں آپ کے ساتھ ہوں اس درجے میں جس درجے میں آپ ہوں گے۔ قال سلی الجنۃ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، جنت مانگ لے، یعنی تجھے یہی کافی ہے اتنا بڑا سوال نہ کر۔ قالت لا واللہ الا ان اکون معک پیرزن نے کہا، خدا کی قسم میں نہ مانوں گی مگر یہی کہ آپ کے ساتھ ہوں۔ فجعل موسٰی یرددھا فاوحی اللہ ان اعطہا ذٰلک فانہ لن ینقصک شیئًا فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوٰۃ والسلام اُس سے یہی رد و بدل کرتے رہے اللہ عزوجل نے وحی بھیجی موسیٰ! وہ جو مانگ رہی ہے تم اُسے وہی عطا کردو کہ اس میں تمہارا کچھ نقصان نہیں، موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جنت میں اُسے اپنی رفاقت عطا فرمادی، اس نے یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قبر بتادی،

موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نعش مبارک کو ساتھ لے کر دریا سے عبور فرما گئے[1]

اقول وباللہ التوفیق، بحمدہٖ تعالیٰ اس حدیثِ نفیس کا ایک ایک حرف جانِ وہابیت پر کوکبِ شہابی ہے۔

اوّلاً حضورِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اعرابی سے ارشاد کہ "جو جی میں آئے مانگ لے" حدیثِ ربیعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں تو اطلاق ہی تھا جس سے علمائے کرام نے عموم مستفاد کیا یہاں صراحۃً خود ارشادِ اقدس میں عموم موجود کہ جو دل میں آئے مانگ لے ہم سب کچھ عطا فرمانے کا اختیار رکھتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وبارك علیہ وعلٰی اٰلہ قدر جودہٖ ونوالہ ونعمہ وافضالہٖ (اللہ تعالٰی درود وسلام اور برکت نازل فرمائے آپ پر اور آپ کی آل پر آپ کے جود وسخا اور انعام واکرام کے مطابق۔ ت)

ثانیاً یہ ارشاد سن کر مولٰی علی وغیرہ صحابہ حاضرین رضی اللہ تعالٰی عنہم کا غبطہ کہ کاش یہ عام انعام کا ارشاد اکرام ہمیں نصیب ہوتا حضور تو اُسے اختیار عطا فرما ہی چکے اب یہ حضور سے جنت مانگے گا۔ معلوم ہُوا کہ بحمد اللہ تعالٰی صحابہ کرام کا یہی اعتقاد تھا کہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ہاتھ اللہ عزوجل کے تمام خزائنِ رحمت دنیا و آخرت کی ہر نعمت پر پہنچا یہاں تک کہ سب سے اعلیٰ نعمت یعنی جنت جسے چاہیں بخش دیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔

ثالثاً خود حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اُس وقت اُس اعرابی کے قصورِ ہمت پر تعجب کہ ہم نے اختیارِ عام دیا اور یہ ہم سے حطام دنیا مانگنے بیٹھا پیرزنِ اسرائیلیہ کی طرح جنت نہ صرف جنت بلکہ جنت میں اعلٰی سے اعلٰی درجہ مانگتا تو ہم زبان دے ہی چکے تھے اور سب کچھ ہمارے ہاتھ میں ہے وہی اُسے عطا فرما دیتے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رابعاً اُن بڑی بی پر اللہ عزوجل کی بے شمار رحمتیں بھلا اُنھوں نے موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدائی کارخانہ کا مختار جان کر جنت اور جنت میں بھی ایسے اعلیٰ درجے عطا کر دینے پر قادر مان کر شرک کیا تو موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو کیا ہوا کہ یہ باآں شان غضب وجلال اُس شرک پر انکار نہیں فرماتے اُس کے سوال پر کیوں نہیں کہتے کہ میں نے جو اقرار کیا تھا تو اُن چیزوں کا جو

---

[1] کنز العمال بحوالہ الطس والخرائطی حدیث ۳۴۸۹۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/۶۱۹-۶۱۶
المعجم الاوسط عن علی رضی اللہ عنہ " ۷۷۶۳ مکتبۃ المعارف ریاض ۸/۳۷۶ و ۳۷۷

اپنے اختیار کی ہوں بھلا جنت اور جنت کا بھی ایسا ورجہ یہ خدا کے گھر کے معاملے ہیں ان میں میرا کیا اختیار تو نے نہیں سنا کہ وہابیہ کے امام شہید اپنے قرآن جدید نام کے تقویۃ الایمان اور حقیقت کے کلمات کفروکفران میں فرمائیں گے کہ:

"انبیاء میں اس بات کی کچھ بڑائی نہیں کہ اللہ نے انھیں عالم میں تصرف کی کچھ قدرت دی ہو" [1]

میں تو میں مجھ سے اور تمام جہان سے افضل محمد رسول اللہ خاتم المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت اُن کی وحی باطنی میں اُترے گا کہ:

"جس کا نام محمد ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔" [2]

خود انھیں کے نام سے بیان کیا جائے گا کہ:

"میری قدرت کا حال تو یہ ہے کہ اپنی جان تک کے بھی نفع ونقصان کا مالک نہیں تو دوسرے کا کیا کرسکوں۔" [3]

نیز کہا جائے گا:

"پیغمبر نے سب کو اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہوسکتا ہے کہ اپنے اختیار میں ہو سویہ میرا مال موجود ہے اس میں مجھ کو کچھ بخل نہیں اور اللہ کے یہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کرسکتا اور کسی کا وکیل نہیں بن سکتا سو وہاں کا معاملہ ہر کوئی اپنا اپنا درست کرلے اور دوزخ سے بچنے کی ہر کوئی تدبیر کرے۔" [4]

بڑی بی! کیا تم سٹھ گئی ہو، دیکھو تقویۃ الایمان کیا کہہ رہی ہے کہ رسول بھی کون، محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ اور معاملہ بھی کس کا، خود اُن کے جگر پارے کا۔ اور وہ بھی کتنا کہ دوزخ سے بچالینا اُس کا تو اُنھیں خود اپنی صاحبزادی کے لئے کچھ اختیار نہیں وہ اللہ کے یہاں کچھ کام نہیں آسکتے تو کہاں وہ

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۷

[2] " الفصل الرابع " " " " " " ۲۸

[3] " الفصل الثانی " " " " " " ۱۷

[4] " الفصل الثالث " " " " " " ۲۵

اور کہاں میں، کہاں اُن کی صاحبزادی اور کہاں تم، کہاں صرف دوزخ سے نجات اور کہاں جنت، اور جنت کا بھی ایسا اعلیٰ درجہ بخش دینا۔ بھلا بڑی بی! تم مجھے خدا بنا رہی ہو، پہلے تمھارے لئے کچھ اُمید ہو بھی سکتی تو اب تو شرک کر کے تم نے جنت اپنے اوپر حرام کر لی۔ افسوس کہ موسیٰ کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے کچھ نہ فرمایا، اُس بھاری شرک پر اصلاً انکار نہ کیا۔

خامساً انکار درکنار، اور رجسٹری کرسَلِی الجَنَّۃَ اپنی لیاقت سے بڑھ کر تمنا نہ کر، ہم سے جنت مانگ لو، ہم وعدہ فرما چکے ہیں عطا کر دیں گے تمھیں یہی بہت ہے ——— افسوس موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا شکایت کہ امام الوہابیہ اگرچہ یہودی خیالات کا آدمی ہے جیسا کہ ابھی آخر وصلِ اول میں ثابت ہو چکا ہے مگر اپنے آپ کو کہتا تو محمدی ہے، خود محمد صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اس کے جدید قرآن تقویۃ الایمان کو جہنم پہنچایا۔ ربیعہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے حضور سے جنت کا سب سے اعلیٰ درجہ مانگا، اس عظیم سوال کے صریح شرک پر انکار نہ فرمایا بلکہ صراحۃً عطا فرما دینے کو متوقع کر دیا اب اگر وہ جل جل کر اُن کی توہین نہ کرے اُن کا نام سوسو گستاخیوں سے نہ لے تو اور کیا کرے بیچارہ کلیم کا مردود حبیب کا مارا اپنے جلے دل کے پھپھولے بھی نہ پھوڑے، مثل مشہور ہے کسی کا ہاتھ چلے کسی کی زبان۔

وللہ العزۃ ولرسولہ وللمؤمنین ولٰکن المنٰفقین لایعلمون[1] — اور عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے، لیکن منافقین نہیں جانتے (ت)

سادساً سب فیصلوں کی انتہا خدا پر ہوتی ہے، کلیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے امام الوہابیہ سے یہ رُکھائی برتی تو اُسے جائے عذر تھی کہ موسیٰ بدین خود ما بدین خود حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تقویۃ الایمان کی یہ صریح تذلیل وتفضیل فرمائی تو اُسے آنسو پونچھنے کو جگہ تھی کہ وہ نبی اُمی ہیں پڑھے لکھے نہیں کہ تقویۃ الایمان پڑھ لیتے ان احکام جدیدہ سے آگاہ ہوتے مگر پورا قہر تو خدا نے توڑا کہ بڑی بی کے شرک اور موسیٰ کے اقرار کو خوب مستحل و مکمل فرما دیا۔ وحی آئی تو کیا آئی کہ اَعْطِھَا ذٰلِكَ موسیٰ! یہ جو مانگ رہی ہے تم اسے عطا کر ہی دو اس بخشش فرمانے میں تمھارا کیا نقصان ہے۔ واہ ری قسمت یہ اوپر کا حکم تو سب سے تیز رہا، یہ نہیں فرمایا جاتا کہ موسیٰ! تم ہو کون بڑھ بڑھ کر باتیں مارنے والے، ہمارے یہاں کے معاملے کا ہمارے حبیب کو تو ذرہ بھر اختیار ہے ہی نہیں یہاں تک کہ خود اپنی صاحبزادی کو دوزخ

---

[1] القرآن الکریم ۶۳/ ۸

سے نہیں بچا سکتے تم ایک بڑھیا کو جنت چھٹکے دیتے ہو اپنی گرمجوشی اظہار کھو، تقویۃ الایمان میں آچکا ہے کہ ہمارے یہاں کا معاملہ ہر شخص اپنا درست کرے بلکہ علی الرغم اُلٹا یہ حکم آتا ہے کہ موسیٰ ! تم اسے جنت کا یہ عالی درجہ عطا کردو۔ اب کہئے یہ بیچارہ کس کا ہو کر رہے جس کے لئے توحید بڑھانے کو تمام انبیاء سے بگاڑی، دین و ایمان پر دولتی جھاڑی، صاف کہہ دیا کہ:

"خدا کے سوا کسی کو نہ ان اوروں کو ماننا محض خبط ہے"۔[1]

اُسی خدا نے یہ سلوک کیا اب وہ بیچارہ ازیں سو ماندہ و زآں سو راندہ (نہ اِدھر کا رہا نہ اُدھر کا ۔ دھوبی کا کتا نہ گھر کا نہ گھاٹ کا ۔ت) سوا اس کے کیا کرے کہ اپنی اکلوتی چمر توحید کا ہاتھ پکڑ کر جنگل کو نکل جائے اور سر پہ ہاتھ رکھ کر چلائے ؎

مازیاراں چشم یاری داشتیم ۔۔۔ خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی، جو ہمارا گمان تھا وہ خود غلط تھا ۔ت)

مجھے امام الوہابیہ کے حال پر ایک حکایت یاد آئی اگرچہ میں ذکر احادیث میں ہوں مگر بمناسبتِ محل ایک آدھ لطیف بات کا ذکر خالی از لطف نہیں ہوتا جسے تحمیض کہتے ہیں اور یہ بھی سنت سے ثابت ہے کما فی حدیث خرافۃ و ام زرع (جیسا کہ خرافہ اور ام زرع کی حدیث میں ہے ۔ت) میں نے ایک عالم سنت رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کو فرماتے سُنا کہ رافضیوں کے کسی محلے میں چند غریب سُنی رہتے تھے روافض کا زور تھا اُن کا مجتہد پچھلے پہر سے اذان دیتا اور اس میں کلماتِ ملعونہ بکتا اُن غریبوں کے قلب پر آرے چلتے، آخر مرتا کیا نہ کرتا، چار شخص مستعد ہو کر پہلے سے مسجد میں جا چھپے، وہ اپنے وقت پر آیا جبھی تبرا شروع کیا، اُن میں سے ایک صاحب برآمد ہوئے اور اُس پُدّے کو گرا کر دست و لگد و نعل سے خوب خدمت کی کہ یہیں میں ابوبکر ہوں تو مجھے بُرا کہتا ہے، آخر اس نے گھبرا کر کہا حضرت! میں آپ کو نہیں کہتا تھا میں نے تو عمر کو کہا تھا۔ دوسرے صاحب تشریف لائے اور مارتے مارتے بیدم کر دیا کہ یہیں مجھے کہتا تھا، کہا: یا حضرت! توبہ ہے میں تو عثمان کو کہتا تھا۔ تیسرے صاحب آئے اور ایسی ہی تواضع فرمائی کہ یہیں مجھے کہے گا۔ اب سخت گھبرایا بیتاب ہو کر چلایا کہ مولٰی دوڑیئے دشمن مجھے مارے ڈالتے ہیں۔ اس پر چوتھے حضرت ہاتھ

---

[1] تقویۃ الایمان ۔۔۔ الفصل الاول ۔۔۔ مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۔۔۔ ص ۱۲

[2] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۔۔۔ پہلا باب ۔۔۔ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۔۔۔ ص ۵

میں اُستراکے نمودار ہوئے اور ناک جڑ سے اُڑا لی کہ مردک تو خدا کے محبوبوں اور ہمارے دین کے پیشواؤں کو بُرا کہے گا اور ہم سے مدد چاہے گا۔ اب مؤذن صاحب درد کے مارے شرم و ذلت سے گر کر کسی کونے میں سرک رہے ۔ مومنین آئے نمازیں پڑھتے اور کہتے جاتے ہیں آج قبلہ و کعبہ تشریف نہ لائے ۔ جناب قبلہ بولیں تو کیا بولیں ، جب اجالا ہوا ارے حضرت قبلہ تو یہ پڑے ہیں ، قبلہ ! خیر ہے ؟ (ردوکد) خیر کیا ہے آج وہ تینوں دشمن آکر پڑے مارتے مارتے کچومر نکال گئے تمہارا دیکھنا مقدر میں تھا کہ سانس باقی ہے ۔ قبلہ ! پھر آپ نے حضرت مولیٰ کو کیوں نہ یاد فرمایا ؟ جب کئی بار یہی کہے گئے تو آخر جھنجلا کر ناک پر سے رومال پھینک دیا کہ یہ کوتک تو انھیں کے ہیں دشمن تو مار ہی کر چھوڑ گئے تھے انھوں نے تو جڑ سے پونچھ لی ۔

ما ز یاراں چشم یاری داشتیم ، خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم [1]

(ہم نے دوستوں سے مدد کی امید رکھی ، جو ہم نے گمان کیا وہ خود غلط تھا۔ ت)

واستغفر اللہ العظیم ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم ۔

سابعًا پچھلا فقرہ تو قیامت کا پہلا صور ہے فاعطاھا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام نے پیرزن کو وہ جنت عالیہ عطا فرمادی ۔ والحمد للہ رب العٰلمین ۔

مسلمانو ! دیکھا تم نے کہ اللہ اور اس کے مرسلین کرام علیہم الصلوۃ والسلام وہابیت کے شرک کا کیا کیا بڑا دن لگاتے ہیں کہ بیچارے کو اسفل السافلین میں بھی پناہ نہیں ملتی کذلک العذاب ولعذاب الاٰخرۃ اکبر لو کانوا یعلمون [2] (مار ایسی ہوتی ہے اور بیشک آخرت کی مار سب سے بڑی ، کیا اچھا تھا اگر وہ جانتے ۔ ت)

حدیث ۱۷۶ : کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہوازن کی غنیمتیں حنین میں تقسیم فرمارہے تھے ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی : یارسول اللہ ! حضور نے مجھ سے کچھ وعدہ فرمایا تھا ارشاد ہوا ، صدقت فاحتکم ماشئت تو نے سچ کہا اچھا جو جی میں آئے حکم لگا دے ۔ عرض کی : اسّی دُنبے اور اُن کا چرانے والا غلام عطا ہو ۔ سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : یہ تجھے عطا ہوا اور تو نے بہت تھوڑی چیز مانگی ولصاحبۃ موسی التی دلتہ علی

---

[1]

[2] القرآن الکریم ۶۸ / ۳۳

عطا مر یوسف کانت افھم منك حین حکمها موسٰی فقالت حکمی ان ترد فی شابتة وادخل معك الجنة اور بیشک موسٰی جس نے انھیں یوسف علیہم الصلٰوۃ والسلام کا تابوت بتایا تھا تجھ سے زیادہ دانشمند تھی جبکہ اسے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے اختیار دیا تھا کہ جو چاہے مانگ لے، اس نے کہا: میں قطعی طور پر یہی مانگتی ہوں کہ آپ میری جوانی واپس کردیں اور میں آپ کے ساتھ جنت میں جاؤں۔ یونہی ہوا کہ وہ ضعیفہ فوراً نوجوان ہوگئی اس کا حُسن وجمال واپس آیا اور جنت میں بھی معیت کا وعدہ کلیم کریم نے عطا فرمایا۔ ابن حبّان والحاکم فی المستدرك مع اختلاف عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ حاکم نے کہا: یہ حدیث صحیح الاسناد ہے۔

یہاں جوانی بھی موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام نے پھیر دی۔

حدیث ۷۷: ذکر موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو رب عزوجل نے وحی بھیجی:

یا موسٰی کن للفقراء کنزا وللضعیف حصنا وللمستجیر غیثا۔ ابن النجار عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال اوحی اللہ تعالٰی الی موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام فذکرہ فی حدیث طویل۔

اے موسٰی! فقیروں کے لیے خزانہ ہوجا اور کمزور کے لیے قلعہ اور پناہ مانگنے والے کے لیے فریادرس۔ (ابن النجار نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے انھوں نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے، فرمایا: اللہ تعالٰی نے موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو وحی فرمائی پھر طویل حدیث میں اس کا ذکر کیا۔ ت)

وہابیہ کے طور پر اس حدیث کا حاصل یہ ہوگا کہ اے موسٰی! تو خدا ہوجا کہ جب یہ خاص شانِ الوہیت ہیں اور ان باتوں میں بڑے چھوٹے سب برابر ہیں اور یکساں عاجز، تو موسٰی علیہ الصلٰوۃ والسلام کو ان باتوں کا حکم ضرور خدا بن جانے کا حکم ہے۔ ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

لے المستدرک للحاکم کتاب التفسیر سورۃ الشعراء دارالفکر بیروت ۲/ ۴۰۴
اتحاف السادۃ المتقین بحوالہ ابن حبان والحاکم کتاب آفات اللسان الخ دارالفکر بیروت ۷/ ۵۰۹
ےلہ کنز العمال بحوالہ ابن النجار عن انس حدیث ۱۶۶۷۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۸۷

حدیث ۱۷۸ و ۱۷۹: ترمذی و حاکم حضرت ابوہریرہ اور امام احمد و ابوداؤد طیالسی و ابن سعد و طبرانی و بیہقی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی، رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، جب حضرت عزت جل وعلا نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو پیدا کیا ان کی پیٹھ کو مسح فرمایا جس قدر لوگ اُن کی نسل سے قیامت تک پیدا ہونے والے تھے سب ظاہر ہوگئے۔ رب عزوجل نے ہر ایک کی دونوں آنکھوں کے بیچ میں ایک نور چمکایا پھر انھیں آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر پیش فرمایا۔ عرض کی، الٰہی! یہ کون ہیں؟ فرمایا، تیری اولاد ہیں۔ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اُن میں ایک مرد کو دیکھا اُن کی پیشانی کا نور انھیں بہت بھایا، عرض کی، الٰہی! یہ کون ہے؟ فرمایا: یہ تیری اولاد سے پچھلی اُمتوں میں ایک شخص داؤد نام ہے۔ عرض کی، الٰہی! اس کی عمر کتنی ہے؟ فرمایا، ساٹھ برس۔ عرض کی، الٰہی! اس کی عمر زیادہ فرما۔ رب جل وعلا نے فرمایا، لا الا ان تزیدہ انت من عمرك میں زیادہ نہ فرماؤں گا مگر یہ کہ تُو اپنی عمر سے اس کی عمر میں زیادت کردے (آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر کے ہزار برس تھے) عرض کی، تو میری عمر سے چالیس سال اس کی عمر میں بڑھا دے۔ فرمایا، ایسا ہے تو لکھ لیا جائے گا اور مہر کرلی جائیگی اور پھر بدلے گا نہیں (نوشتہ لکھ کر ملائکہ کی گواہیاں کرالی گئیں) فلما انقضی عمر آدم الا اربعین جاءہ ملك الموت فقال آدم اولم یبق من عمری اربعون سنۃ قال اولم تعطہا ابنك داؤد جب آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عمر سے صرف چالیس برس باقی رہے یعنی نوسوساٹھ ۹۶۰ برس گزر گئے ملک الموت علیہ الصلوٰۃ والسلام اُن کے پاس آئے۔ فرمایا، کیا میری عمر سے ابھی چالیس سال باقی نہیں؟ کہا، کیا آپ اپنے بیٹے داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ دے چکے (پھر اللہ عزوجل نے آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے ہزار اور داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے سو برس پورے کردیے) ھذا حدیث ابی ھریرۃ الا ما بین الخطین

---

[1] سنن الترمذی کتاب التفسیر سورۃ الاعراف حدیث ۳۰۸۷ دارالفکر بیروت ۵/ ۵۳
المستدرک للحاکم کتاب الایمان قصہ خلق آدم علیہ السلام " " " ۱/ ۶۴
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب الشہادات باب الاختیار فی الاشہاد دار صادر بیروت ۱۰/ ۱۴۶
مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۵۱ و ۲۵۲

(باقی برصفحہ آئندہ)

فمن حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم (یہ حدیث ابوہریرہ ہے مگر قوسین کے درمیان حدیث ابن عباس ہے رضی اللہ تعالٰی عنہم ۔ ت)

ان حدیثوں کا ارشاد ہے کہ داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کو آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عمر عطا فرمائی۔

حدیث ۱۸۰: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم،

اذا ضل احدکم شیئا واراد عونا وھو بارض لیس بھا انیس فلیقل یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی یا عباد اللہ اعینونی، فان للہ عبادا لا یراھم۔

الطبرانی[1] عن عتبۃ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب تم میں کسی کی کوئی چیز گم جائے اور مدد مانگنی چاہے اور ایسی جگہ ہو جہاں کوئی ہمدم نہیں تو اُسے چاہئے یُوں پکارے: اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو، اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو۔ اللہ تعالٰی کے کچھ بندے ہیں جنھیں یہ نہیں دیکھتا۔ وہ اس کی مدد کرینگے۔ والحمد للہ رب العالمین

(طبرانی نے عتبہ بن غزوان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۱: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: جب جنگل میں جانور چھوٹ جائے فلیناد یا عباد اللہ احبسوا تو یُوں ندا کرے: اے اللہ کے بندو! روک دو۔ عباد اللہ اسے روک دیں گے۔ ابن السنی[2] عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن السنی نے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

المعجم الکبیر عن ابن عباس حدیث ۱۲۹۲۸ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۲/ ۲۱۴

مسند ابی داؤد الطیالسی " ۲۶۹۲ دارالمعرفۃ بیروت الجزء الحادی عشر ص ۳۵۰

کنز العمال عن ابن عباس " ۱۵۱۵۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۱۳۴ و ۱۳۵

الدر المنثور بحوالہ الطیالسی الخ تحت الآیۃ ۲/ ۲۸۲ داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۱۱۶

الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر من ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الخ دارصادر " ۱/ ۲۸ و ۲۹

[1] المعجم الکبیر عن عتبہ بن غزوان حدیث ۲۹۰ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۷/ ۱۱۷ و ۱۱۸

[2] عمل الیوم واللیلۃ حدیث ۵۰۸ دائرۃ المعارف العثمانیہ حیدر آباد دکن ص ۱۳۶

ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۲: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، یوں ندا کرے:

اعینونی یا عباد اللہ۔ ابن ابی شیبۃ[1] و البزار عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔
میری مدد کرو اے اللہ کے بندو۔ (ابن ابی شیبہ اور بزار نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

یہ تین حدیثیں وہابیت کُش کہ تین صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی روایت سے آئیں، قدیم سے اکابر علمائے دین رحمہم اللہ تعالٰی کی مقبول و مجرب رہیں، اس مطلب جلیل کی قدرے تفصیل فقیر کا رسالہ انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار[ف] کہ نماز غوثیہ شریف کے فضل رفیع اور بغداد شریف کی طرف گیارہ قدم چلنے وغیرہ ایک ایک فعل کے بیان بدیع میں تصنیف کیا، ملاحظہ ہو۔ ان حدیثوں اور حدیث اجل و اعظم یا محمد انی توجہت بك الٰی ربی کی شوکت قاہرہ کے حضور وہابیہ کی حرکتِ مذبوحی کا حال خاتمہ رسالہ میں عنقریب آتا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔

حدیث ۱۸۳: فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من کنتُ ولیہٗ فعلیٌ ولیہٗ۔ احمد[2] والنسائی والحاکم عن بُریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ بسندٍ صحیح۔
جس کا میں مددگار و کارساز ہوں علی اس کا مددگار و کارساز ہے کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم۔ (احمد و نسائی و حاکم نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسندِ صحیح روایت کیا۔ ت)

---

[1] المصنف لابن ابی شیبۃ کتاب الدعاء حدیث ۲۹۷۱۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/ ۹۲
البحر الزخار (مسند البزار) حدیث ۴۹۲۲ ۱۱/ ۱۸۱ و المعجم الکبیر حدیث ۲۹۰ ۱۷/ ۱۱۸
کشف الاستار عن زوائد البزار کتاب الاذکار حدیث ۳۱۲۸ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۴/ ۳۴
[2] مسند احمد بن حنبل عن بریدۃ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۳۵۰ و ۳۶۱
المستدرک للحاکم کتاب قسم الفیئ من کنت ولیہ فان علیًا ولیہ دار الفکر بیروت ۳/ ۱۳۰
الجامع الصغیر عن بریدۃ حدیث ۹۰۰۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۵۴۳

ف: رسالہ "انہار الانوار من یم صلوۃ الاسرار" فتاوٰی رضویہ جلد ہفتم مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ، اندرون لوہاری دروازہ، لاہور کے صفحہ ۵۶۹ پر مرقوم ہے۔

علامہ مناوی نے شرح میں فرمایا: یدفع عنہ مایکرہ[1] علی اس کے مددگار ہیں اس سے مکروہات و بلیات دفع فرماتے ہیں۔

اور شک نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہر مسلمان کے ولی و والی ہیں، اللہ عزوجل فرماتا ہے:

النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسھم[2] — نبی مسلمانوں کا زیادہ والی ہے ان کی جانوں سے۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

انا اولٰی بالمؤمنین من انفسھم۔ احمد[3] والبخاری و مسلم والنسائی و ابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ — میں مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے زیادہ والی ہوں۔ (احمد و بخاری و مسلم و نسائی و ابن ماجہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں:

لانی الخلیفۃ الاکبر الممد لکل موجود[4] — اس لئے کہ میں اللہ عزوجل کا نائب اعظم اور تمام عالم کا مددرساں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث من کنت ولیہ الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۲/۴۴۲

[2] القرآن الکریم ۳۳/۶

[3] صحیح البخاری کتاب الکفالۃ باب جوار ابی بکر الصدیق فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۰۸
کتاب النفقات ۲/۸۰۹ و کتاب الفرائض ۲/۹۹۷ و باب ابنی عم احدھما الخ ۲/۹۹۸
صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۵
سنن النسائی کتاب الجنائز الصلٰوۃ علٰی من علیہ دین نور محمد کارخانہ کراچی ۱/۲۷۹
سنن ابن ماجۃ ابواب الصدقات التشدید فی الدین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۷۶
مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۹۰ و ۴۵۳

[4] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت الحدیث انا اولٰی بالمؤمنین الخ مکتبۃ الامام الشافعی ریاض ۱/۳۷۷

ما من مؤمن الّا وانا اولٰی بہٖ فی الدنیا والاٰخرۃ اقرءوا ان شئتم النبی اولٰی بالمؤمنین من انفسہم فایّما مؤمن مات وترك مالًا فلیرثہ عصبتہ من کانوا ومن ترك دینًا اوضیاعًا فلیاتنی فانا مولاہ۔ البخاری[1] ومسلم والترمذی عن ابی ھریرۃ وابوداؤد والترمذی عن جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنھم۔

کوئی مسلمان ایسا نہیں کہ میں دُنیا اور آخرت میں سب سے زیادہ اُس کا والی نہ ہوں، تمہارے جی میں آئے تو یہ آیۂ کریمہ پڑھو کہ "نبی زیادہ والی ہے مسلمانوں کا اُن کی جانوں سے" تو جو مسلمان مرے اور ترکہ چھوڑے اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں اور جو اپنے اوپر کوئی دَین بیکس بے زر بچے چھوڑے وہ میری پناہ میں آئے کہ اس کا مولٰی میں ہوں صلی اللہ تعالٰی علیک وعلٰی آلک وبارک وسلم۔ (بخاری و مسلم وترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوداؤد وترمذی نے جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ ت)

امام عینی عمدۃ القاری میں زیرِ حدیث مذکور فرماتے ہیں، المولی الناصر[2] یہاں مولٰی بمعنی مددگار ہے۔

تو لاجرم بحکمِ حدیث مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ بھی ہر مسلمان کے ولی و مددگار و دافع بلا و مکروہات ہیں، والحمد للہ رب العٰلمین، اسی لئے شاہ صاحب نے فرمایا، حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب فی الاستقراض واداء الدین باب الصلوٰۃ علی من ترك دینا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۳
کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب " " " " ۲/۷۰۵
صحیح مسلم کتاب الفرائض فصل فی اداء الدین قبل الوصیۃ الخ " " " " ۲/۳۶
سنن الترمذی
سنن ابی داؤد کتاب الامارۃ باب فی ارزاق الذریۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۵۴
مسند احمد بن حنبل عن ابی ھریرۃ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۳۴ و ۳۳۵
شرح السنۃ کتاب الفرائض حدیث ۲۲۴۱ " " " " ۸/۳۲۴
سنن الکبرٰی للبیہقی باب العصبۃ ۶/۲۳۸ و کتاب النکاح ۷/۵۸ دار صادر بیروت
[2] عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری کتاب التفسیر سورۃ الاحزاب تحت حدیث ۴۷۸۱ ۱۹/۱۲۲ بیروت

آمیزوریۂ طاہرہ اورا الخ[1]

اقول عموم حدیث میں حضرات خلفائے ثلثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم بھی داخل اور تخصیص کی اصلاً حاجت نہیں کہ ناصر کا منصور سے افضل ہونا کچھ ضرور نہیں، قال اللہ تعالٰی:

ینصرون اللّٰہ و رسولہ[2] — مہاجرین اللہ و رسول کی مدد کرتے ہیں۔

وقال تعالٰی:

فان اللّٰہ ھو مولٰہ و جبریل[3] (الآیۃ) — نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا مددگار اللہ ہے اور جبریل و ابوبکر و عمر و ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والسلام۔

حدیث ۴۸۱ کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ابنتی فاطمۃ حوراء آدمیۃ لم تحض ولم تطمث وانما سماھا فاطمۃ لان اللّٰہ تعالٰی فطمھا ومحبیھا من النار۔ الخطیب[4] عن ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما۔

میری صاحبزادی فاطمہ آدمیوں میں حور ہے کہ نجاستوں کے عارضے جو عورت کو ہوتے ہیں اُن سے پاک و منزہ ہے۔ اللہ عزوجل نے اس کا فاطمہ اس لئے نام رکھا کہ اُسے اور اس سے محبت رکھنے والوں کو آتش دوزخ سے آزاد فرمادیا۔ (خطیب نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

غلامان زہرا کو نار سے چھڑایا تو اللہ عزوجل نے مگر نام حضرت زہرا کا ہے فاطمہ چھڑانے والی آتشِ جہنم سے، نجات دینے والی۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی ابیہا وعلیہا وبعلہا وابنیہا وبارک وسلم۔

---

[1] تحفہ اثنا عشریہ باب ہفتم در امامت سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۱۴

[2] القرآن الکریم ۵۹/۸

[3] " " ۶۶/۴

[4] تاریخ بغداد ترجمہ غانم بن حمید ۷۷۰۲ دار الکتاب العربی بیروت ۱۲/۳۳۱

کنز العمال عن ابن عباس حدیث ۳۴۲۲۶ موسسۃ الرسالہ ۱۲/۱۰۹

حدیث ۱۸۵:

ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ دعا ام کلثوم بنت علی ابن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہما وکانت تحتہ فوجدھا تبکی فقال مایبکیک، فقال یا امیر المؤمنین ھذا الیھودی یعنی کعب الاحبار یقول انک علٰی باب من ابواب جھنم فقال عمر ماشاء اللہ واللہ انی لارجو ان یکون ربی خلقنی سعیدا ثم ارسل الی کعب فدعاہ فلما جاءہ کعب قال یا امیر المؤمنین لا تعجل علیّ والذی نفسی بیدہ لاینسلخ ذوالحجۃ حتی تدخل الجنۃ فقال عمر ای شیء ھذا مرۃ فی الجنۃ مرۃ فی النار فقال یا امیر المؤمنین والذی نفسی بیدہ انا لنجدک فی کتاب اللہ عزوجل علٰی باب من ابواب جھنم تمنع الناس ان یقعوا فیھا فاذا مت

یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی زوجہ مقدسہ حضرت ام کلثوم دختر امیر المومنین مولیٰ علی وبتول زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو بلایا انھیں روتے پایا سبب پوچھا، کہا یا امیر المومنین! یہ یہودی کعب احبار (رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہ اجلّہ ائمہ تابعین وعلمائے کتابین واعلم علمائے توراۃ سے ہیں پہلے یہودی تھے خلافتِ فاروقی میں مشرف باسلام ہوئے، شاہزادی کا اس وقت حالتِ غضب میں انھیں اس لفظ سے تعبیر فرمانا بربنائے نازک مزاجی تھا کہ لازمۂ شاہزادگی ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین) یہ کہتا ہے کہ آپ جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر ہیں، امیر المومنین نے فرمایا جو خدا چاہے خدا کی قسم بیشک مجھے امید ہے کہ میرے رب نے مجھے سعید پیدا کیا ہو، پھر حضرت کعب کو بلا بھیجا، انھوں نے حاضر ہو کر عرض کی: امیر المومنین! مجھ پر جلدی نہ فرمائیں قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ذی الحجہ کا مہینہ ختم نہ ہونے پائے گا کہ آپ جنت میں تشریف لے جائیں گے۔ فرمایا: یہ کیا بات ہے کبھی جنت میں کبھی نار میں؟ عرض کی: یا امیر المومنین! قسم اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ کو کتاب اللہ میں جہنم کے دروازوں سے ایک دروازے پر پاتے ہیں

لم یزالوا یقتحمون فیھا الٰی یوم القیٰمۃ۔ ابن سعد[1] فی طبقاتہ وابو القاسم بن بشران فی امالیہ عن الجارع مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کہ آپ لوگوں کو جہنم میں گرنے سے روکے ہوئے ہیں جب آپ انتقال فرمائیں گے قیامت تک لوگ نار میں گرا کریں گے (وحسبنا اللہ ونعم الوکیل ولاحول ولاقوۃ الا باللہ رب عمر الجلیل) — (ابن سعد نے اپنی طبقات میں اور ابو القاسم بن بشران نے اپنی امالی میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام سے روایت کیا ہے۔ت)

بھلا دوزخ میں گرنے سے بچانا دفعِ بلا کاہے کو ہوا۔

حدیث ۱۸۶: معانی الآثار امام طحاوی میں ہے:

حدثنا ابن مرزوق ثنا ازھر السمان عن ابن عون عن محمد قال قال عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ: لنا رقاب الارض[2] یعنی امیر المومنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: زمین کے مالک ہم ہیں۔

حدیث ۱۸۷:

بعث النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی عثمان یستعینہ فی جیش العسرۃ فبعث الیہ عثمٰن بعشرۃ آلاف دینار یعنی جب حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے غزوہ تبوک کے لئے لشکرِ اسلام کو تیاری کا حکم دیا مسلمانوں پر بہت حالتِ تنگی وعسرت تھی اس باب میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے امیر المومنین عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے استعانت فرمائی ان سے مدد چاہی، ذوالنورین رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دس ہزار اشرفیاں حاضر کیں حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: اے عثمٰن! اللہ تیری چھپی اور ظاہر خطائیں اور آج سے قیامت تک جو کچھ تجھ سے واقع ہو سب کی مغفرت فرمائے، اس کے بعد عثمٰن کو کچھ پرواہ نہیں کوئی عمل کرے۔ ابن عدی[3] والدارقطنی و

---

[1] الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر استخلاف عمر رضی اللہ عنہ دارصادر بیروت ۳/ ۳۳۲
کنز العمال بحوالہ ابن سعد وابی القاسم بن بشران حدیث ۳۵۸۰۷ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۷۰و ۵۷۱
[2] شرح معانی الآثار کتاب السیر باب احیاء الارض المیتۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۱۶۲
[3] کنز العمال بحوالہ عد، قط حدیث ۳۶۱۸۹ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۳۸

ابونعیم فی فضائل الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم عن حذیفۃ بن الیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہما (ابن عدی و دارقطنی و ابونعیم نے فضائلِ صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں حذیفہ بن الیمان رضی اللہ تعالےٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

کیوں وہابی صاحبو! غیرِ خدا سے استعانت شرک تو نہیں، ایاك نستعین کے کیا معنے کہتے ہو۔

حدیث ۱۸۸: ایک مصری نے امیرالمومنین فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر عرض کی:

یا امیرالمؤمنین عائذٌ بك من الظلم۔ امیرالمومنین! میں حضور کی پناہ لیتا ہوں ظلم سے۔

امیرالمومنین نے فرمایا:

عُذتَ معاذًا تو نے سچی جائے پناہ کی پناہ لی۔

ہمارا مطلب تو حدیث کے اتنے ہی لفظوں سے ہوگیا، پناہ لینے والوں نے امیرالمومنین کی دُہائی دی اور امیرالمومنین نے فرمایا، تم نے سچی جائے پناہ کی پناہ لی، مگر تتمۂ حدیث بھی ذکر کریں کہ اس میں امیرالمومنین کے کمالِ عدل کا ذکر ہے۔ عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ مصر پر امیرالمومنین کے صوبیدار تھے، یہ فریادی مصری عرض کرتا ہے کہ میں نے اُن کے صاحبزادے کے ساتھ دوڑ لگائی میں آگے نکل گیا صاحبزادے نے مجھے کوڑے مارے اور کہا: میں دو معزز و کریم والدین کا بیٹا ہوں۔ اس کی فریاد پر امیرالمومنین نے فرمان نافذ فرمایا کہ عمرو بن عاص مع اپنے بیٹے کے حاضر ہوں، حاضر ہوئے۔ امیرالمومنین نے مصری کو حکم دیا: کوڑا لے اور مار۔ اس نے بدلہ لینا شروع کیا۔ اور امیرالمومنین فرماتے جاتے ہیں، مار دو کمینوں کے بیٹے کو۔ انس رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں، خدا کی قسم جب اس فریادی نے مارنا شروع کیا ہمارا جی یہ چاہتا تھا کہ یہ مارے اور اپنا عوض لے۔ اس نے یہاں تک مارا کہ ہم تمنا کرنے لگے کاش! اپنا ہاتھ اٹھالے۔ جب مصری فارغ ہوا امیرالمومنین نے فرمایا: اب یہ کوڑا عمرو بن عاص کی چندیا پر رکھ (یعنی وہاں کے حاکم تھے انھوں نے کیوں نہ داد رسی کی، بیٹے کا کیوں لحاظ پاس کیا) مصری نے عرض کی: یا امیرالمومنین! ان کے بیٹے ہی نے مجھے مارا تھا اس سے میں عوض لے چکا۔ امیرالمومنین رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے فرمایا:

مُذکم تعبدتم الناس وقد ولدتهم امهاتهم احرارًا۔

تم لوگوں نے بندگانِ خدا کو کب سے اپنا غلام بنا لیا حالانکہ وہ ماں کے پیٹ سے آزاد پیدا ہوئے تھے۔

عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہ نے عرض کی: یاامیر المومنین! نہ مجھے کوئی خبر ہوئی نہ یہ شخص میرے پاس فریادی آیا۔ ابن عبد الحکم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ (ابن عبدالحکم نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۸۹: خلافتِ فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ میں ایک سال مدینہ میں قحط عظیم پڑا اس سال کا "عام الرمادہ" نام رکھا گیا یعنی ہلاک وتباہی جان ومال کا سال۔ امیر المومنین نے عمرو بن العاص کو مصر میں فرمان بھیجا،

یہ شقہ ہے بندۂ خدا عمر امیر المومنین کی طرف سے ابن عاص کے نام

سلامٌ اما بعد فلعمری یا عمرو ما تبالی اذا شبعت انت ومن معك ان اهلك انا ومن معی فیا غوثاہ ثم یا غوثاہ یردد قوله۔

سلام کے بعد واضح ہو مجھے اپنی جان کی قسم اے عمرو! جب تم اور تمہارے ملک والے سیر ہوں تمہیں پرواہ نہیں کہ میں اور میرے ملک والے ہلاک ہو جائیں ارے فریاد کو پہنچ ارے فریاد کو پہنچ۔ اور اس کلمے کو بار بار تحریر فرمایا۔

عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جواب حاضر کیا:

یہ عرضی بندۂ خدا امیر المومنین عمر کو عمرو بن عاص کی طرف سے

اما بعد فیا لبیك ثم یا لبیك وقد بعثت الیك بعیرا اولها عندك واٰخرها عندی والسلام علیك ورحمة اللہ وبرکاته۔

بعد سلام معروض حضور میں بار بار خدمت کو حاضر ہوں پھر بار بار خدمت کو حاضر ہوں میں نے حضور میں وہ کارواں روانہ کیا ہے جس کا اول حضور کے پاس ہوگا اور آخر میرے پاس اور حضور پر سلام اور اللہ عزوجل کی رحمت اور برکتیں۔

عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایسا ہی کارواں حاضر کیا کہ مدینہ طیبہ سے مصر تک یہ

لہ کنز العمال بحوالہ ابن عبدالحکم حدیث ۳۶۰۱۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۶۰ و ۶۶۱

تمام منزلہائے دور دراز اونٹوں سے بھری ہوئی تھیں یہاں سے وہاں تک ایک قطار تھی جس کا پہلا اونٹ مدینہ طیبہ میں تھا اور پچھلا مصر میں، سب پر اناج تھا، امیر المومنین نے وہ تمام اونٹ تقسیم فرمادیئے ہر گھر کو ایک ایک اونٹ مع اپنے بار کے عطا ہوا کہ اناج کھاؤ اور اونٹ ذبح کرکے اس کا گوشت کھاؤ، چربی کھاؤ، کھال کے جوتے بناؤ، جس کپڑے میں اناج بھرا تھا اس کا لحاف وغیرہ بناؤ۔ یوں اللہ عزوجل نے لوگوں کی مشکل دفع کی، امیر المومنین حمد بجالائے۔

ابن خزیمۃ فی صحیحہ والحاکم فی المستدرک والبیہقی فی السنن عن اسلم مولٰی عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وابن عبد الحکم واللفظ لہ عن اللیث بن سعد۔

ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اور حاکم نے مستدرک میں اور بیہقی نے سنن میں عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے آزاد کردہ غلام اسلم سے، اور ابن عبد الحکم نے لیث بن سعد سے روایت کیا، لفظ ابن عبد الحکم کے ہیں۔ (ت)

حدیث ۱۹۰: حضور سید عالم تو سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حضور کے نائب کریم علی مرتضٰی امیر المومنین کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم فرماتے ہیں:

انی لاستحیی من اللہ ان یکون ذنب اعظم من عفوی او جہل اعظم من حلمی او عورۃ لایواریہا ستری او خلۃ لایسدہا جودی۔ ابن عساکر عن جبیر عن الشعبی عن علی کرم اللہ تعالٰی

بے شک اللہ عزوجل سے شرم آتی ہے کہ کسی کا گناہ میری صفت مغفرت سے بڑھ جائے وہ گناہ کرے اور میری مغفرت اس کی بخشش میں تنگی کرے کہ میں نہ بخش سکوں یا کسی کی جہالت میرے علم سے زائد ہوجائے کہ وہ جہل سے پیش آئے اور میں علم سے کام نہ لے سکوں یا کسی عیب کسی شرم کی بات کو میرا پردہ نہ چھپائے یا

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب الزکوٰۃ دار الفکر بیروت ۱/ ۴۰۵
السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قسم الفیئ والغنیمۃ باب یکون للوالی الاعظم الخ دار صادر بیروت ۶/ ۳۵۵
صحیح ابن خزیمہ باب ذکر الدلیل علی ان العامل الخ حدیث ۲۳۶۷ المکتب الاسلامی بیروت ۴/ ۶۸
کنز العمال بحوالہ ابن خزیمہ حدیث ۳۵۸۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۶۰۹ و ۶۱۰
" ابن عبد الحکم عن اللیث " ۳۵۹۰۲ " " " ۱۲/ ۶۱۴ تا ۶۱۷

کسی حاجتمندی کو میرا کرم بند نہ فرمائے۔ (ابن عساکر[1] نے جبیر سے انھوں نے شعبی سے انھوں نے حضرت علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے روایت کیا۔ ت) وجہہ۔

وہابیو! دیکھا تم نے محبوبانِ خدا کا احسان، اُن کی غفران، اُن کی حاجت برآری، اُن کی شانِ ستاری۔

اللّٰھم انفعنا بفضلھم وعفوھم و حلمھم وجودھم وکرمھم فی الدنیا والاٰخرۃ اٰمین!

یا اللہ! ہمیں ان کے فضل، ان کے عفو، ان کے حلم، ان کے جُود اور ان کے کرم سے دنیا و آخرت میں نفع عطا فرما آمین! (ت)

حدیث ۱۹۱: فرماتے ہیں کرم اللہ تعالٰی وجہہ:

لا ادری ای النعمتین اعظم علیّ منّۃ من رجل بذل مصاص وجھہ الیّ فرأی موضعا لحاجتہ واجری اللّٰہ قضاءھا اوتیسرہ علٰی یدی ولان اقضی لامرئ مسلم حاجۃ احب الیّ من ملا الارض ذھبا وفضۃ۔ ابو الغنائم[2] النرسی فی کتاب قضاء الحوائج عنہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔

بے شک میں نہیں جانتا کہ ان دو نعمتوں میں کون سی مجھ پر زیادہ احسان ہے کہ ایک شخص میری سرکار کو اپنی حاجت روائی کا محل جان کر اپنا معزز منہ میرے سامنے لائے اور اللہ تعالٰی اس کی حاجت کا روا ہونا اسکی آسانی میرے ہاتھ پر رواں فرمائے، یہ تمام رُوئے زمین بھر کر سونا چاندی ملنے سے مجھے زیادہ محبوب ہے کہ میں کسی مسلمان کی حاجت روا فرمادوں۔ (ابو الغنائم النرسی نے کتاب قضاء الحوائج میں مولا علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۲: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ھجاھم حسّانُ فشفٰی واشتفٰی۔ حسان نے کافروں کی ہجو کہی تو

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ علی بن ابی طالب ۵۰۲۹ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۵/ ۳۹۹
کنز العمال بحوالہ کر عن علی رضی اللہ عنہ حدیث ۳۶۳۶۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۱۱۱

[2]

شفادی شفالی۔ مسلم عن ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا (مسلم نے ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی۔ ت)

حدیث ۱۹۳: جب کفارِ قریش نے شانِ اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں اشعارِ گستاخی بکے عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو حکم جواب ہوا، انھوں نے جواب دیا، حضور نے ناکافی پایا پھر حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا، ان کا جواب بھی پسندِ خاطرِ اقدس نہ آیا۔ پھر حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ارشاد ہوا۔ انھوں نے کفار کی ہجو کہی۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا:

لقد شفیت یا حسان واشتفیت۔ ابن عساکر عن ابی سلمۃ بن عبد الرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

حسان! تم نے شفادی اور شفا لی (ابن عساکر نے ابی سلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۴: حسان رضی اللہ تعالٰی عنہ ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئے ام المومنین نے ان کے لئے مسند بچھوائی، عبدالرحمٰن بن ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما نے گزارش کی کہ آپ انھیں مسند پر بٹھاتی ہیں۔ وقد قال ما قال ام المومنین نے فرمایا:

انہ کان یجیب عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویشفی صدرہٗ من اعدائہ۔ ابن عساکر عن عطاء ابن ابی رباح۔

یہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے جواب دیا کرتے اور رنجِ اعداء سے سینۂ اقدس کو شفاء دیتے (ابن عساکر نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت کیا۔ ت)

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الفضائل باب فضائل حسان بن ثابت قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۰۱
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۶ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۲۸۵

[۲] " " " " " " " " ۱۴/ ۲۸۶
کنز العمال بحوالہ کر حدیث ۳۶۹۵۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۴۱ و ۳۴۲

[۳] " " " ۳۶۹۵۵ ۱۳/ ۳۳۹
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۱۵۴۲ حسان بن ثابت داراحیاء التراث العربی بیروت ۱۴/ ۲۷۷

حدیث ۱۹۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اکرموا الانصار فانھم ربوا الاسلام کما یربی الفرخ فی وکرہ۔ الدارقطنی فی الافراد والدیلمی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

انصار کی عزت کرو کہ انھوں نے اسلام کو پالا ہے جس طرح پرند کا بچہ آشیانے میں پالا جاتا ہے۔ (دارقطنی نے افراد میں اور دیلمی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

وصل سوم

احادیث متعلقہ بملائکہ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام

حدیث ۱۹۶: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ان العبد المؤمن لیدعوا اللہ تعالٰی فیقول اللہ تعالٰی لجبریل لاتجبہ فانی احب ان اسمع صوتہ واذا دعاہ الفاجر قال یا جبریل اقض حاجتہ فانی لا احب ان اسمع صوتہ۔ ابن النجار عن انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

بیشک بندۂ مومن اللہ عزوجل سے دعا کرتا ہے تو رب جل وعلا جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرماتا ہے اس کی دعا قبول نہ کر کہ میں اس کی آواز سننے کو دوست رکھتا ہوں۔ اور جب فاجر دعا کرتا ہے رب جل جلالہ فرماتا ہے: اے جبریل! اس کی حاجت روا کردے کہ میں اس کی آواز سننا نہیں چاہتا (ابن النجار نے انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

اس حدیث سے واضح کہ جبریل علیہ الصلوٰۃ والسلام دعائیں قبول کرتے حاجتیں روا فرماتے ہیں۔ دینِ وہابیت میں اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا۔

حدیث ۱۹۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

---

[1] کنز العمال بحوالہ قط فی الافراد والدیلمی حدیث ۳۳۷۲۴ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۹
الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۲۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۷۵

[2] کنز العمال بحوالہ ابن النجار " ۳۲۶۱ و ۹۰۵م " مؤسسۃ الرسالہ ۲/ ۶۲-۳۸۵

ان للّٰه ملٰئکۃ موکّلین بارزاق بنی اٰدم قال لھم ایّما عبدٍ وجدتموہ جعل الھمّ ھمًّا واحدًا فضمنوا رزقہ السمٰوٰت والارض وبنی اٰدم وایّما عبدٍ وجدتموہ طلب فان تحری الصدق فطیّبوا لہ ویسّروا ومن تعدّی ذٰلک فخلّوا بینہ وبین مایرید ثم لاینال فوق الدرجۃ التی کتبتہا لہ۔ الترمذی الاکبر الامام فی النوادر۔

اللہ تعالٰی کے کچھ فرشتے بنی آدم کے رزقوں پر مؤکل ہیں انھیں اللہ عزوجل کا حکم ہے کہ جس بندے کو ایسا پاؤ کہ سب فکریں چھوڑ کر آخرت کا ہو رہا ہے آسمان وزمین وانسان سب کو اس کے رزق کا ضامن کردو یعنی بے طلب ہر طرف سے اُسے رزق پہنچاؤ اور جسے روزی کی تلاش میں دیکھو وہ اگر راستی کا قصد کرے تو اس کے لئے اس کا رزق پاک وآسان کردو اور جو حد سے بڑھے اُسے اس کی خواہش پر چھوڑ دو پھر ملے گا تو اتنا ہی جو میں نے اس کے لئے لکھ دیا ہے (اس کو حکیم ترمذی نے نوادر میں روایت کیا۔ ت)

حدیث ۱۹۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

ملک قابض علٰی ناصیتک فاذا تواضعت للّٰہ رفعک واذا تجبّرت علی اللّٰہ قصمک وملک قائم علٰی فیک لایدع الحیۃ ان تدخل فی فیک۔ ابن جریر عن کنانۃ العدوی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ۔ ھذا مختصر۔

ایک فرشتہ تیری پیشانی کے بال تھامے ہوئے ہے جب تو اللہ عزوجل شانہ کے لئے تواضع کرے تجھے بلندی بخشتا ہے اور جب تو اس پر معاذ اللہ تکبر کرے تجھے توڑ ڈالتا ہلاک کردیتا ہے، اور ایک فرشتہ تیرے منہ پر کھڑا ہے کہ سانپ کو تیرے منہ میں نہیں جانے دیتا۔ (ابن جریر نے کنانہ عدوی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ یہ مختصر ہے۔ ت)

دیکھو متواضعوں کو فرشتہ بلند قدری دیتا ہے، متکبروں کو فرشتہ ہلاک کرتا ہے، اور

---

[1] نوادر الاصول للترمذی الاصل الحادی والسبعون والمائتان فی جمع الھموم دار صادر بیروت ص ۳۹۵

[2]

کیوں صاحبو! یہ فرشتہ جو منہ کی حفاظت کر رہا ہے واقع البلا تو نہ ہوا شاید دفع بلا اس کا نام ہوگا کہ وہ چھوڑ دے کہ سانپ تمہارے مُنہ میں گھس جائے۔

حدیث ۱۹۹: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم:

ان ابن اٰدم لفی غفلۃ عما خلق لہ ویبعث اللہ ملکًا فیحفظہ حتی یدرکہ۔ ابنا ابوعہ حاتم و الدنیا وابولعیم عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہم ھذا مختصر۔

آدم زاد اس کام سے غافل ہے جس کے لئے پیدا کیا گیا اور اللہ تعالٰی فرشتہ بھیجتا ہے کہ وقت پہنچنے تک اُس کا نگہبان رہتا ہے۔ (اس کو ابوحاتم وابوالدنیا کے بیٹوں اور ابونعیم نے حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا، یہ مختصر ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۰: صحیح مسلم شریف میں حذیفہ بن اسید رضی اللہ تعالٰے عنہ سے ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا مر بالنطفۃ اثنتان واربعون لیلۃ بعث اللہ الیہا ملکًا فصورھا و خلق سمعہا وبصرھا وجلدھا ولحمہا وعظامہا۔ الحدیث۔

جب نطفہ پر بیالیس راتیں گزرتی ہیں اللہ تعالٰے اس کی طرف فرشتہ بھیجتا ہے وہ آکر اس کی صورت بناتا، کان، آنکھ، کھال، گوشت، ہڈیاں خلق کرتا ہے۔

انھیں کی دوسری روایت میں ہے:

یتسور علیہا الملک۔ قال زھیر حسبتہ قال الذی یخلقہا۔

فرشتہ آکر اس پر گرتا ہے، زہیر نے کہا میرے خیال میں حدیث کے لفظ یہ ہیں کہ وہ فرشتہ جو اسے خلق کرتا ہے۔

ل۱ حلیۃ الاولیاء۔ ترجمہ ۲۳۵ محمد بن علی الباقر دار الکتاب العربی بیروت ۳/ ۱۹۰
الدر المنثور بحوالہ ابن ابی الدنیا وابن ابی حاتم الخ تحت الآیۃ ۵۰/ ۲۱ دار احیاء التراث ۷/ ۵۲۴
ل۲ صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیت خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۳۳
ل۳ 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃 〃

انھیں کی تیسری روایت میں ہے :

ان ملکا موکلا بالرحم اذا اراد اللہ ان یخلق شیئا باذن اللہ الحدیث[1]

بیشک عورتوں کے رحم پر ایک فرشتہ متعین ہے جب اللہ تعالٰی چاہتا ہے کہ وہ فرشتہ باذنِ الٰہی کچھ خلق کرے۔

طبرانی کی روایت میں ہے :

ان النطفۃ اذا استقرت فی الرحم فمضی لھا اربعون یوما جاء ملك الرحم فصور عظمہ ولحمہ ودمہ وبشرہ[2]

نطفے کو جب رحم میں ٹھہرے چلّہ گزر جاتا ہے فرشتہ کہ رحم پر مؤکل ہے آکر اس کی ہڈیاں، گوشت، خون اور بال کھال کی تصویر کرتا ہے۔

حدیث ۲۰۱ : صحیحین بخاری ومسلم وغیرہما میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم فرماتے ہیں :

بچے کا مادۂ آفرینش چالیس دن تک ماں کے پیٹ میں جمع ہوتا ہے پھر اتنے ہی دن جما ہوا خون رہتا ہے، پھر اتنے ہی دن خون کی بوٹی، ثم یرسل اللہ الیہ الملك فینفخ فیہ الروح جب تین چلّے گزر لیتے ہیں اللہ تعالٰے اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجتا ہے کہ وہ اس میں جان ڈالتا ہے ھذا لفظ مسلم[3] (یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔ ت)۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے :

ھو الذی یصورکم فی الارحام کیف یشاء[4]

اللہ ہے کہ تمھاری تصویر فرماتا ہے ماؤں کے پیٹوں میں جیسے چاہے۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۳۳

[2] المعجم الکبیر عن حذیفۃ بن اسید رضی اللہ عنہ حدیث ۳۰۴۱ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۳/۱۷۷
کنز العمال حدیث ۵۷۵ مؤسسۃ الرسالہ ۱/۱۲۱

[3] صحیح البخاری کتاب بدء الخلق ۱/۴۵۶ و کتاب الانبیاء ۱/۴۶۹ قدیمی کتب خانہ کراچی
صحیح مسلم کتاب القدر باب کیفیۃ خلق الآدمی فی بطن امہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۳۳۲

[4] القرآن الکریم ۳/۶

اور فرماتا ہے جل وعلا :

ھل من خالقٍ غیرُ اللہ [1] کیا کوئی اور بھی خلق کرنے والا ہے اللہ کے سوا۔

یہاں مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم جن کا نام پاک ماحی ہے یعنی کفر و شرک کے مٹانے والے صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، وہ خود صحیح حدیثوں میں فرمارہے ہیں کہ فرشتہ تصویر کرتا ہے، فرشتہ صورت بناتا ہے۔ فرشتہ آنکھ کان، گوشت، استخوان، بال، کھال، خون خلق کرتا ہے۔ اور حضرت یہی نہیں بلکہ یہ سب کچھ فرشتے کے ہاتھ سے ہو کر جان بھی فرشتہ ڈالتا ہے۔ شرک پسند گمراہوں کے نزدیک اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا والعیاذ باللہ رب العالمین۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تو اتنا ہی فرما کر چپ ہو رہے تھے :

لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا [2] میں تجھے ستھرا بیٹا دوں۔

یہاں تو ان سے کم درجہ شخص کے ہاتھوں پر دنیا بھر کے بیٹی بیٹوں کی خلق و تصویر ہو رہی ہے۔ احمق جاہلو! اپنے سبکے ایمان کی جان پر رحم کرو، یہ فرقِ نسبت اٹھانا اقسامِ اسناد مٹانا خدا جانے تمھیں کن بُرے حالوں پر پہنچائے گا۔ مسلمانوں کو مشرک بنانا ہنسی کھیل سمجھا ہے۔

حدیث ۲۰۲ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم :

لولم اُبعث فیکم لبعث عمر ایّد اللہ عمر بملکین یوفقانہ ویسدّدانہ فاذا اخطأ صرفاہ حتی یکون صوابًا۔ الدیلمی عن ابی بکرؓ الصدیق وابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنھما۔ [3]

اگر میں تم میں مبعوث نہ ہوتا تو بیشک عمر نبی کر کے بھیجا جاتا۔ اللہ عزوجل نے دو فرشتوں سے عمر کی تائید فرمائی ہے کہ وہ دونوں عمر کو توفیق دیتے اور ہر امر میں اُسے ٹھیک راہ پر رکھتے ہیں اگر عمر کی رائے لغزش کرتی ہے تو فرشتے عمر کو ادھر سے پھیر دیتے ہیں تاکہ عمر سے حق ہی صادر ہو (دیلمی نے ابوبکر صدیق اور ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا۔ ت)

---

[1] القرآن الکریم ۳۵/۳

[2] ؎ ؎ ۱۹/۱۹

[3] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۵۱۲۷ دارالکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۶۲
کنزالعمال ؎ ۳۲۷۶۱ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/۵۸۱

حدیث ۲۰۳: سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

بیشک عمر (رضی اللہ عنہ) کا اسلام عزت تھا اور ان کی ہجرت فتح و نصرت اور ان کی خلافت میں رحمت۔ خدا کی قسم گردِ کعبہ علانیہ نماز نہ پڑھنے پائے جب تک عمر اسلام نہ لائے۔ جب وہ مسلمان ہوئے کافروں سے قتال کیا یہاں تک کہ ہم نے علانیہ گردِ کعبہ نماز ادا کی۔ واقی لاحسب بین عینی عمر ملکا یسددہ اور بیشک میں سمجھتا ہوں کہ عمر کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے کہ انھیں راستی و درستی دیتا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ عمر سے شیطان ڈرتا ہے اور جب نیک بندوں کا ذکر ہو تو عمر کا ذکر لاؤ۔[1]

ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ و قد مر بعضہ اواخر الباب الاول بتخریج اٰخر غیر محدود۔

(اس کو ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا اور اس کا بعض حصہ دوسری تخریج کے ساتھ باب اول کے آخر میں گزر گیا ہے۔ ت)

حدیث ۲۰۴: کہ فرماتے ہیں صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

اذا جلس القاضی فی مجلسہ ھبط علیہ ملکان یسددانہ ویوفقانہ ویرشدانہ مالم یجر فاذا جار عرجا و ترکاہ۔ البیہقی[2] عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جب قاضی مجلسِ حکم میں بیٹھتا ہے اس پر دو فرشتے اُترتے ہیں کہ وہ اسے راستی دیتے توفیق بخشتے سیدھی راہ چلاتے ہیں جب تک حق سے میل نہ کرے جہاں اس نے میل کیا فرشتوں نے اُسے چھوڑا اور اُڑ گئے۔ (بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۵: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

جو مسلمان کسی مسلمان کا دل خوش کرتا ہے اللہ عزوجل اُس خوشی سے ایک فرشتہ پیدا

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۵۲۰۲ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۷/ ۴۲
کنز العمال حدیث ۳۵۸۴۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۵۹۹
[2] " عن ابن عباس " ۱۵۰۱۵ " " " ۶/ ۹۹
السنن الکبرٰی للبیہقی آداب القاضی باب فضل من ابتلی بشیء الخ دار صادر بیروت ۱۰/ ۸۸

پیدا کرتا ہے کہ اللہ تعالٰی کی تجید و توحید کرتا ہے جب وہ مسلمان اپنی قبر میں جاتا ہے اس کے پاس آکر کہتا ہے کیا مجھے نہیں پہچانتا ؟ وہ مسلمان پوچھتا ہے تو کون ہے ؟ کہتا ہے میں وہ خوشی ہوں جو تو نے فلاں مسلمان کے دل میں داخل کی تھی انا الیوم اٰونس وحشتک و القنك حجتك واثبتك بالقول الثابت واشھدك مشاھدك یوم القیٰمة واریك منزلك من الجنة آج میں تیرا جی بہلا کر تیری وحشت دُور کروں گا، میں تجھے تیری حجت سکھاؤں گا، میں تجھے نکیرین کے جواب میں حق بات پر ثبات دوں گا، میں تجھے محشر کی بارگاہ میں لے جاؤں گا، میں تیرے رب کے حضور تیری شفاعت کروں گا، میں تجھے جنت میں تیرا مکان دکھاؤں گا۔

ابن ابی الدنیا فی قضاء الحوائج وابوالشیخ فی الثواب عن الامام جعفر الصادق عن ابیه عن جدہ رضی اللہ تعالٰی عنھم وکرم وجوھھم۔

اس کو ابن ابی الدنیا نے قضاء الحوائج میں اور ابوالشیخ نے ثواب میں امام جعفر صادق سے، انھوں نے اپنے باپ سے، اور انھوں نے اپنے دادا سے روایت کیا ہے، اللہ تعالٰی ان سے راضی ہوا اور ان کے چہروں کو مکرم بنایا۔ (ت)

حدیث ۲۰۶ : کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم :

بیشک میں کتاب اللہ میں ایک سورت تیئس آیتوں کی پاتا ہوں جو اسے سوتے وقت پڑھے اللہ عزوجل اس کے لئے تیس نیکیاں لکھے اور اس کے تیس گناہ محو فرمائے اور اس کے تیس درجے بلند کرے،

وبعث اللہ الیه ملکا من الملٰئکة لیبسط علیه جناحه و یحفظه من کل سوء حتی یستیقظ و ھی المجادلة تجادل عن صاحبھا فی القبر وھی تبارك الذی سورة الملك

اللہ عزوجل اس کی طرف ایک فرشتہ بھیجے کہ اپنا بازو اس پر کشادہ رکھے جب تک سو کر اٹھے وہ فرشتہ اسے ہر برائی سے محفوظ رکھے وہ سورت مجادلہ ہے اپنے قاری کی طرف سے اس کی قبر میں جھگڑے گی وہ تبارك الذی سورۂ ملک ہے

ؔ موسوعۃ رسائل ابن ابی الدنیا قضاء الحوائج حدیث ۱۱۵ مؤسسۃ الکتب الثقافیۃ بیروت ۲/ ۹۶

کنز العمال بحوالہ ابن ابی الدنیا حدیث ۱۶۴۰۹ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۴۳۱

الدیلمی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما۔[1]

(دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من حمٰی مؤمنا من منافق یغتابہ بعث اللہ لہ ملکا یحمی لحمہ من نار جہنم۔ احمد[2] وابوداؤد عن معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

جب کوئی منافق کسی مسلمان کو پیٹھ پیچھے برا کہہ رہا ہو تو جو شخص اس منافق سے اس مسلمان کی حمایت کرے اللہ عزوجل اس کے لئے ایک فرشتہ بھیجے کہ آتشِ دوزخ سے اس کے گوشت کو بچائے (احمد وابوداؤد نے معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۸: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

رأیت جعفر الطیار ملکا فی الجنۃ تدمی قادمتاہ ورأیت زید ادون ذٰلک فقلت ماکنت اظن ان زیدا دون جعفر فقال جبریل (علیہ الصلٰوۃ والتسلیم) ان زیدا بدون جعفر ولکنا فضلنا جعفر بقرابتہ منک

میں نے جعفر طیار رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ملاحظہ فرمایا کہ فرشتہ بن کر جنت میں اُڑ رہے ہیں اور ان کے بازوؤں کے اگلے دونوں شہپروں سے خون رواں ہے اور زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو میں نے اُن سے کم مرتبہ پایا۔ میں نے فرمایا مجھے گمان نہ تھا کہ زید کا مرتبہ جعفر سے کم ہوگا۔ جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے عرض کی، زید جعفر سے کم نہیں مگر ہم نے جعفر کا مرتبہ زید سے بڑھادیا ہے اس لئے کہ وہ حضور سے قرابت رکھتے ہیں۔

---

[1] الفردوس بماثور الخطاب حدیث ۱۷۹ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۲ و ۹۳
کنز العمال " ۷۰۰۸ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۵۹۴

[2] مسند احمد بن حنبل حدیث معاذ بن انس الجہنی المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۴۴۱
سنن ابی داؤد کتاب الادب باب الرجل یذب عن عرض اخیہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۳۱۲

ابن سعد عن محمد بن عمرو بن علی مرسلاً۔ (ابن سعد نے محمد بن عمرو بن علی سے مرسلاً روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۰۹: طلحہ بن عبید اللہ احد العشرۃ المبشرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں، روزِ اُحد میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو کندھیاں لے کر ایک چٹان پر بٹھا دیا کہ مشرکین سے آڑ ہو گئی، سیّد عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پس پشت دستِ مبارک سے ارشاد فرمایا،

ھذا جبریل یخبرنی انه لایراك یوم القیمة فی ھولٍ الّا انقذك منه۔ ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

یہ جبریل مجھے خبر دے رہے ہیں کہ اے طلحہ! وہ روزِ قیامت تمھیں جب کسی دہشت میں دیکھیں گے اس سے تمھیں چھڑا دیں گے۔ (ابن عساکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۰: جب امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ابولولو مجوسی خبیث نے خنجر مارا اور امیر المومنین نے مشورے کا حکم دیا (کہ میرے بعد عثمان غنی و علی مرتضٰے و طلحہ و زبیر و عبدالرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہم چھ صاحبوں سے مسلمان جسے مناسب تر جانیں خلیفہ بنائیں) حضرت ام المومنین حفصہ رضی اللہ تعالٰی عنہا خدمت امیر المومنین میں آئیں اور کہا، اے باپ میرے! بعض لوگ کہتے ہیں یہ چھ شخص پسندیدہ نہیں۔ امیر المومنین نے فرمایا: مجھے تکیہ لگا کر بٹھا دو۔ بٹھائے گئے، ارشاد فرمایا: "علی کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا اے علی! اپنا ہاتھ میرے ہاتھ میں لا تو روزِ قیامت میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا۔ بھلا عثمان کی شان میں کیا کہہ سکتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سُنا جس دن عثمان انتقال کرے گا آسمان کے فرشتے اس پر نماز پڑھیں گے میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! یہ فضیلت خاص عثمان کے لئے ہے یا ہر مسلمان

۱؎ الطبقات الکبرٰی لابن سعد ذکر جعفر بن ابی طالب دار صادر بیروت ۴/ ۳۸
کنز العمال حدیث ۳۳۲۱۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۶۵
۲؎ " " ۳۶۶۰۶ " " ۱۳/ ۲۰۲
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۳۰۶۴ طلحہ بن عبید اللہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۲۷/ ۵۰

کے لئے۔ فرمایا: خاص عثمان کے لئے۔ طلحہ بن عبیداللہ کو کیا کہیں گے، ایک رات رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا کجاوا الیشتِ مرکب سے گرگیا تھا، میں نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو فرماتے سنا کون ہے کہ میرا کجاوا ٹھیک کردے اور جنت لے لے۔ یہ سنتے ہی طلحہ دوڑے اور کجاوا درست کردیا، حضور پرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوئے اور ان سے ارشاد فرمایا:

یا طلحۃ ھذا جبریل یقرئک السلام ویقول انا معک فی اھوال یوم القیمۃ حتی انجیک منھا اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ اُن سے تمھیں نجات دوں گا۔ زبیر بن عوام کو کیا کہیں گے میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا کہ حضور آرام فرماتے تھے زبیر بیٹھے پنکھا جھلتے رہے یہاں تک کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بیدار ہوئے، فرمایا: اے ابوعبداللہ! (زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی کنیت ہے) کیا جب سے تو جھل رہا ہے؟ عرض کی: میرے ماں باپ حضور پر نثار جب سے برابر جھل رہا ہوں۔ سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: ھذا جبریل یقرئک السلام ویقول انا معک یوم القیمۃ حتّٰی اذبّ عن وجھک شرر جھنم یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روزِ قیامت تمھارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمھارے چہرے سے جہنم کی اڑتی ہوئی چنگاریاں دُور کروں گا۔ سعد بن ابی وقاص کو کیا کہیں گے، میں نے روزِ بدر دیکھا سید عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے چودہ بار اُن کی کمان چلہ باندھ کر انھیں عطا کی اور فرمایا تیر مار تیرے قربان میرے ماں باپ۔ عبدالرحمٰن بن عوف کو کیا کہیں گے، میں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو دیکھا حضور حضرت خاتونِ جنت رضی اللہ تعالٰی عنہا کے یہاں تشریف فرما تھے دونوں صاحبزادے رضی اللہ تعالٰی عنہما بھوکے روتے بلکتے تھے، سیدالمرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کون ہے کہ کچھ ہماری خدمت میں حاضر کرے، اس پر عبدالرحمٰن بن عوف حیس (کہ خرماۓ خستہ برآوردہ، اور پنیر کو باریک کوٹ کر گھی میں گوندھتے ہیں) اور دو روٹیاں کہ اُن کے بیچ میں روغن رکھا تھا لے کر حاضر ہوئے، رحمتِ دو عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: کفاک اللہ امر دنیاک وامّا امر اٰخرتک فانا لھا ضامنٌ اللہ تعالٰی تیرے دنیا کے کام درست کرے اور تیری آخرت کے معاملہ کا تو میں ذمہ دار ہوں۔" معاذ بن المثنّی فی زیادات مسند مسدد[1] والطبرانی فی

---

[1] کنزالعمال بحوالہ معاذ بن المثنی حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۴۶-۲۴۶

الاوسط وابونعیم فی فضائل الصحابۃ وابوبکر ن الشافعی فی الغیلانیات و ابوالحسن بن بشران فی فوائدہ والخطیب فی التلخیص المتشابہ وابن عساکر فی تاریخ دمشق والدیلمی فی مسند الفردوس عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

امام جلیل جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں، سندہٗ صحیح[1] اس حدیث کی سند صحیح ہے۔

تکملہ کاملہ: وصلِ اول کی طرف پھر عود کرنا والعود احمد ؎

اعد ذکر والینا لنا انّ ذکرہٗ ۔۔۔ ھو المسك ما کررتہ یتضوّع

(ہمارے والی کا ذکر ہمارے لئے پھر لوٹاؤ کہ بیشک ان کا ذکر ایسی کستوری ہے جسے جتنا رگڑو وہ خوشبو دیتی ہے۔ت)

؎ باز ہوائے چمنم آرزو ست ۔۔۔ جلوۂ سرو سمنم آرزو ست

(پھر مجھے چمن کی ہوا کی خواہش ہے چنبیلی کے نغمے کے جلوے کی خواہش ہے۔ت)

؎ پھر اٹھا ولولۂ یادِ بیابانِ حرم ۔۔۔ پھر کھنچا دامنِ دل سوئے مغیلانِ حرم

واللہ اللہ اس حدیث صحیح کے کلمے کلمے نے پھر وصلِ اول احادیث متعلقہ محبوب اجل صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی آتشِ شوق سینے میں بھڑکا دی، کتا اپنے پیارے آقا مہربان مولٰی کا دروازہ چھوڑ کر کہاں جائے، پھر پھر کر وہیں کا وہیں رہا چاہے بلکہ واللہ یہ کتا اپنے پیارے کریم مالک کے درِ اطہر سے ہٹا ہی نہیں انبیاء کے دروازے پر جائے تو انھیں کا گھر ہے، اولیاء کے یہاں آئے تو انھیں کا در ہے، ملائکہ کی منزلوں پر گزرے تو انھیں کا گھر ہے ع

کوئی اور اُن کے سوا کہاں وہ اگر نہیں تو جہاں نہیں

؎ یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتو آں ۔۔۔ ہر کجا درنگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی روشنی سے جہاں دیکھو ایک انجمن بنائے ہوئے ہیں۔ت)

؎ آسمان خوان زمین خوان زمانہ مہمان ۔۔۔ صاحبِ خانہ لقب کس کا ہے تیرا تیرا

؎ بندۂ ذات غیرت بردکے بود رغیرت رود ۔۔۔ در رود چوں بنگرم شاہ و آں ایواں توئی

(تیرا غیرتمند غلام درِ غیر پر کیسے جا سکتا ہے اور اگر جائے تو دیکھے گا کہ اس ایوان کا بادشاہ بھی تو ہی ہے۔ت)

حدیث ۲۱۱: نزال بن سبرہ فرماتے ہیں ایک دن ہم نے امیر المومنین مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم

---

[1] کنز العمال تحت الحدیث ۳۶۴۳۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/۲۴۶ و ۲۴۷

کو خوش دل پایا، عرض کی: یا امیر المومنین! اپنے یاروں کا حال ہم سے بیان کیجئے۔ فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سب صحابہ میرے یار ہیں۔ ہم نے عرض کی: اپنے خاص یاروں کا تذکرہ کیجئے۔ فرمایا: رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا کوئی صحابی نہیں کہ میرا یار نہ ہو۔ ہم نے عرض کی: ابوبکر صدیق کا حال بیان کیجئے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں کہ اللہ عزوجل نے جبریل امین و محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہما وسلم کی زبان پر ان کا نام صدیق رکھا، وہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خلیفہ تھے، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے انھیں ہمارے دین کی امامت کو پسند فرمایا تو ہم نے اپنی دنیا میں بھی انھیں کو پسند کیا۔ ہم نے عرض کی: عمر بن خطاب کا حال بیان فرمائیے۔ فرمایا: یہ وہ صاحب ہیں جن کا نام اللہ عزوجل نے فاروق رکھا، انھوں نے حق کو باطل سے جدا کر دیا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو عرض کرتے سُنا کہ الٰہی! عمر بن خطاب کے سبب اسلام کو عزت دے۔ ہم نے عرض کی: عثمان کا حال کہئے۔ فرمایا: ذٰلك امرؤ یُدعٰی فی الملاء الاعلٰی ذا النورین کان ختن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابنتیہ ضمن لہ فی الجنۃ یہ وہ صاحب ہیں کہ ملاءِ اعلٰی و بزمِ بالا میں ذی النورین پکارے جاتے ہیں، سیّدِ عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی دو شاہزادیوں کے شوہر ہوئے، سرورِ اکرم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے اُن کے لئے جنت میں ایک مکان کی ضمانت فرمائی ہے۔[1]

خیثمۃ واللالکائی والعشاری فی فضائل الصدیق وابن عساکر عنہ عن علیٍّ کرّم اللہ تعالٰی وجہہ وما واہ عنہ ابونعیم قال سألنا علیًّا عن عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہما قال ذاك امرؤٌ فذکرہ۔[2]

خیثمہ، لالکائی اور عشاری نے فضائل صدیق میں اور ابن عساکر نے انہی سے بحوالہ حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم سے اسکو روایت کیا کہ ہم نے حضرت علی سے حضرت عثمان کے بارے میں پوچھا رضی اللہ تعالٰی عنہما۔ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ وہ ایسے عظیم شخص ہیں، پھر پوری حدیث ذکر کی۔ (ت)

حدیث ۲۱۲: کہ سید عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے مکہ معظمہ میں کسی سے فرمایا کہ اپنا گھر میرے ہاتھ بیچ ڈال کہ مسجد حرام میں زیادت فرماؤں اور تیرے لئے جنت میں مکان کا ضامن ہوں۔ اس نے

---

[1] کنز العمال بحوالہ خیثمۃ واللالکائی والعشاری حدیث ۳۶۶۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۲۲۱ و ۲۲۲

[2] معرفۃ الصحابۃ لابی نعیم حدیث ۲۲۹ مکتبۃ الحرمین ریاض ۱/ ۲۲۶

عذر کیا۔ پھر فرمایا۔ انکار کیا۔ عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو خبر ہوئی، یہ شخص زمانہ جاہلیت میں ان کا دوست تھا اس سے باصرار تمام دس ہزار اشرفی دے کر خرید لیا، پھر حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی کہ حضور! اب وہ گھر میرا ہے فھل انت اٰخذھا ببیت تضمن لی فی الجنۃ کیا حضور مجھ سے ایک مکان بہشت کے عوض لیتے ہیں جس کے حضور میرے لئے ضامن ہوجائیں۔ قال نعم فرمایا: ہاں۔ فاخذھا منہ وضمن لہ بیتًا فی الجنۃ واشھد لہ علٰی ذٰلک المؤمنین حضور نے اُن سے وہ مکان لے کر جنت میں ان کے لئے ایک مکان کی ضمانت فرمائی اور مسلمانوں کو اس معاملہ پر گواہ کرلیا۔

احمد الحاکمی فی فضائل عثمٰن عن سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

احمد حاکمی نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے فضائل میں سالم بن عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔(ت)

حدیث ۲۱۳: کہ جب مہاجرین مکہ معظمہ سے ہجرت فرماکر مدینہ طیبہ میں آئے یہاں کا پانی پسند نہ آیا شور تھا، بنی غفار سے ایک شخص کی ملک میں ایک شیریں چشمہ مسمّٰی بہ رومہ تھا وہ اس کی ایک مشک نیم صاع کو بیچتے، سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ان سے فرمایا: بعنیھا بعین فی الجنۃ یہ چشمہ میرے ہاتھ ایک چشمہ بہشت کے عوض بیچ ڈال۔ عرض کی: یا رسول اللہ! میری اور میرے بچوں کی معاش اسی میں ہے مجھ میں طاقت نہیں۔ یہ خبر عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو پہنچی وہ چشمہ مالک سے پینتیس ۳۵ ہزار روپے کو خرید لیا، پھر خدمت اقدس حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوکر عرض کی: یارسول اللہ اتجعل لی مثل الذی جعلت لہ عینا فی الجنۃ اشتریتھا یارسول اللہ! کیا جس طرح حضور اس شخص کو چشمہ بہشتی عطا فرماتے تھے اگر میں یہ چشمہ اس سے خرید لوں تو حضور مجھے عطا فرمائیں گے؟ قال نعم فرمایا: ہاں۔ عرض کی: میں نے بئر رومہ خرید لیا اور مسلمانوں پر وقف کردیا۔ الطبرانی فی الکبیر وابن عساکر عن بشیر رضی اللہ تعالٰی

۱؎ الریاض النضرۃ بحوالہ الحاکمی الباب الثالث دارالمعرفۃ بیروت ۳/ ۲۰ و ۲۱

۲؎ المعجم الکبیر عن بشیر اسلمی حدیث ۱۲۲۶ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/ ۴۱ و ۴۲

تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ داراحیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹

کنز العمال بحوالہ طب کر حدیث ۳۶۱۸۳ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۳/ ۳۵ و ۳۶

عنہ (طبرانی نے کبیر میں اور ابن عساکر نے بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۴: ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

اشتری عثمان بن عفان من رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ مرتین یوم رومۃ ویوم جیش العسرۃ۔ الحاکم[1] وابنا عدی وعساکر عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ نے دوبار نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے جنت خریدی بئر رومہ کے دن اور لشکر کی تنگدستی کے روز۔ (حاکم اور ابن عدی اور ابن عساکر نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۵: کہ حضور مالک جنت صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا:

لك الجنۃ علیّ یا طلحۃ غدا۔ ابونعیم[2] فی فضائل الصحابۃ عن امیر المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

کل تمہارے لئے جنت میرے ذمہ ہے۔ (ابونعیم نے فضائل صحابہ میں امیر المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ ت)

حدیث ۲۱۶: صحیح بخاری شریف میں سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من یضمن لی ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔[3]

جو میرے لئے اپنی زبان اور شرمگاہ کا ضامن ہوجائے (کہ ان سے میری نافرمانی نہ کرے) میں اس کے لئے جنت کا ضامن ہوں۔

---

[1] المستدرک للحاکم کتاب معرفۃ الصحابۃ اشتری عثمان الجنۃ مرتین دار الفکر بیروت ۳/ ۱۰۷
تاریخ دمشق الکبیر ترجمہ ۴۷۱۵ عثمان بن عفان دار احیاء التراث العربی بیروت ۴۱/ ۴۹
الکامل لابن عدی ترجمہ بکر بن بکار دار الفکر بیروت ۲/ ۴۶۳

[2] کنز العمال بحوالہ ابی نعیم حدیث ۳۳۳۶۵ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۶۹۵

[3] صحیح البخاری کتاب الرقاق باب حفظ اللسان قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۵۸ و ۹۵۹

السنن الکبرٰی للبیہقی کتاب قتال اہل البغی باب ما علی الرجل من حفظ اللسان الخ دار صادر بیروت ۸/ ۱۶۶

امام الوہابیہ علیہ ما علیہ اپنے مقر کو پہنچا، اب یہ حدیثیں کسے دکھائیں کہ او بے بصر بدزبان! تیرے نزدیک تو "وہ کسی چیز کے مختار نہیں اُن کو کسی نوع کی قدرت نہیں کسی کام میں نہ بالفعل ان کو دخل ہے نہ اس کی طاقت رکھتے ہیں اپنی جان تک کے نفع ونقصان کے مالک نہیں دوسرے کا تو کیا کرسکیں اللہ کے یہاں کا معاملہ اُن کے اختیار سے باہر ہے وہاں کسی کی حمایت نہیں کرسکتے کسی کے وکیل نہیں بن سکتے"۔[1]

آن حدیثوں کو سوجھ کہ وہ بتملیکِ الٰہی عزوجل جنّت کے مالک، کارخانہ الٰہی کے مختار ہیں ضمانتیں فرماتے ہیں، اپنے ذمّے لیتے ہیں، عطا فرماتے ہیں، بیع کردیتے ہیں، ہر عاقل جانتا ہے کہ بیع وہی کرے گا جو خود مالک ہو یا مالک کی طرف سے ماذون ومختار، ورنہ فضولی ہے جس کا قصد فضول اور عقد بیکار۔

الحمدُ للّٰہ اہلِ حق کے نزدیک نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نفاذ تصرف کی دونوں وجہیں حاصل، حقیقت عطائیہ لیجئے تو وہ ضرور مالکِ جان، بلکہ مالکِ جہان ہیں۔ اور ذاتیہ لیجئے تو مالک حقیقی کے ماذونِ مطلق ونائبِ کامل۔ ہاں گمراہ بددین وہ جو دونوں شقیں باطل جانے اور اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو معاذ اللہ فضولی محض مانے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون۔[2] (اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پر پلٹا کھائیں گے۔ ت)

حدیث ۲۱۷: کہ فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم:

من بکر یوم السبت فی طلب حاجۃ فانا ضامن بقضائہا۔ ابونعیم[3] عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

جو شنبے کے دن تڑکے کسی حاجت کی تلاش کو جائے میں اس کی حاجت روائی کا ذمّہ دار ہوں۔ (ابونعیم نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ ت)

حضرت سیّدی نظام الحق والدین محبوب الٰہی سلطان الاولیاء قدست اسرارہم کی نسبت لوگ کہتے ہیں:

"بعد جمعہ جو کیجئے کام اس کے ضامن شیخ نظام۔"

---

[1] تقویۃ الایمان الفصل الثالث مطبع علیمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۹ تا ۲۵

[2] القرآن الکریم ۲۶/ ۲۲۷

[3] کنزالعمال بحوالہ ابی نعیم عن جابر حدیث ۱۹۸۱۲ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۶/ ۵۲۰

وہابی اسے شرک کہتے ہیں، وہی حکم اس حدیث پر لازم۔

حدیث ۲۱۸: حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قبل بعثتِ حضور پُر نور سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم یمن کو تجارۃً جاتے تھے ایک پیر مرد عسکلان بن عواکر کے یہاں قیام فرماتے، وہ ان سے مکۂ معظمہ کا حال پوچھتے تم میں کوئی مشہور بلند چرچے والا پیدا ہوا؟ کسی نے تم پر تمھارے دین میں خلاف کیا؟ یہ انکار کرتے، جب بعد بعثتِ اقدس گئے پیر مرد نے کہا، میں تمھیں وہ بشارت دیتا ہوں کہ تمھارے لئے تجارت سے بہتر ہے، اللہ تعالیٰ نے تمھاری قوم سے نبی برگزیدہ مبعوث فرمایا، اُن پر اپنی کتاب اتاری، وہ اصنام سے روکتے اور اسلام کی طرف بلاتے ہیں، حق کا حکم دیتے اور اس کے فاعل ہیں، باطل سے منع کرتے اور اس کے مبطل ہیں، وہ ہاشمی ہیں۔ اور تم اے عبدالرحمٰن ان کے ماموں! جلد پلٹو اور اُن کی خدمت و تصدیق کرو، اور یہ اشعار میری طرف سے انکی بارگاہِ والا میں پہنچاؤ، چند اشعار در بارۂ تصدیق رسالت و اظہارِ شوق و عذر پیرانہ سالی و استعانت سرکار رسالت صلوات اللہ وسلامہ علیہ کہے ازاں جملہ دو شعر یہ ؎

اذا ناءت بالدیار بعدٌ　　فانت حرزی ومستراحی

فکن شفیعی الی ملیک　　یدعو البرایا الی الفلاح

جب کہ شہروں کو دوری فاصلہ نے بعید کر دیا، تو حضور میری پناہ اور میری راحت ملنے کی جگہ ہیں۔ تو حضور میرے شفیع ہوں اُس بادشاہ کے یہاں جو مخلوق کو نجات کی طرف بلاتا ہے۔

عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے واپس آکر یہ حال صدیق اکبر رضی اللہ تعالےٰ عنہ سے گزارش کیا، اُنھوں نے فرمایا: یہ محمد بن عبداللہ ہیں جنھیں اللہ عزوجل نے اپنی تمام مخلوق کی طرف رسول کیا صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم، تم اُن کے حضور حاضر ہو، یہ حاضر ہوئے، حضورِ اقدس صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے انھیں دیکھ کر تبسم فرمایا اور ارشاد ہوا میں ایک سزاوار چہرہ دیکھتا ہوں جس کے لئے خیر کی امید ہے کہو کیا خبر ہے؟ انھوں نے عرض کی کیسی؟ فرمایا: پیام بھیجنے والے نے جو پیام ہمارے حضور بھیجا ہے وہ امانت ادا کرو، سنتے ہو اولادِ حمیر خواص مومنین سے ہیں۔ عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سُنتے ہی مسلمان ہوئے، پھر وہ اشعار حضور میں عرض کئے۔ سید عالم صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

رُبَّ مومن بی ولم یرنی ومصدق　　یعنی مجھ پر بعض ایمان لانے والے (ایسے ہیں)

ب۔ وما شھدنی اولٰئک اخوانی۔[1] جنھوں نے مجھ کو دیکھا نہیں اور بعض لوگ میری تصدیق کرنے والے (ایسے ہیں) جن کو میرے پاس حضوری حاصل نہ ہوسکی، یہ لوگ میرے بھائی ہیں (کلمۂ اخوت کو ان کے اعزاز کے لئے تواضعاً فرمایا)

وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و اٰلہ وصحبہٖ اجمعین، اٰمین!

کتبـــــــہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی
عفی عنہ بمحمدن المصطفٰی النبی الامی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رسالہ

الامن والعلٰی لناعتی المصطفٰی بدافع البلاء

ختم ہوا

---

[1] کنزالعمال بحوالہ کر حدیث ۳۴۶۹۰ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۲/ ۲۲۷ تا ۲۲۹

رسالہ

منبہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

۱۳۲۰ھ

(محبوب خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی عرش تک رسائی اور دیدار الٰہی کے بارے میں مطلوب سے خبردار کرنیوالا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۶۳: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شب معراج نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اپنے رب کو دیکھنا کس حدیث سے ثابت ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرمایئے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

الاحادیث المرفوعۃ (مرفوع حدیثیں)

امام احمد اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی عزوجل[1]

یعنی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں میں نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۲۸۵

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی اور علامہ عبدالرؤف مناوی تیسیر شرح جامع صغیر میں فرماتے ہیں، یہ حدیث بسند صحیح ہے۔[1]

ابن عساکر حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی، حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

لان اللہ اعطی موسی الکلام واعطانی الرؤیۃ لوجھہ وفضلنی بالمقام المحمود والحوض المورود۔[2]

بیشک اللہ تعالٰی نے موسٰی کو دولتِ کلام بخشی اور مجھے اپنا دیدار عطا فرمایا مجھ کو شفاعتِ کبرٰی و حوضِ کوثر سے فضیلت بخشی۔

وہی محدث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قال لی ربی نحلت ابرٰھیم خلتی وکلمت موسٰی تکلیما واعطیتك یا محمد کفاحا۔[3]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں مجھے میرے رب عزوجل نے فرمایا میں نے ابراہیم کو اپنی دوستی دی اور موسٰی سے کلام فرمایا اور تمہیں اے محمد! مواجہ بخشا کہ بے پردہ و حجاب تم نے میرا جمال پاک دیکھا۔

فی مجمع البحار کفاحا ای مواجھۃ لیس بینھما حجاب ولا رسول۔[4]

مجمع البحار میں ہے کہ کفاح کا معنٰی بالمشافہ دیدار ہے جبکہ درمیان میں کوئی پردہ اور رقاصد نہ ہو۔ (ت)

ابن مردویہ حضرت اسماء بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی:

سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو یصف سدرۃ المنتھٰی (وذکر الحدیث الی ان قالت) قلت یا رسول اللہ

یعنی میں نے سنا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی کا وصف بیان فرماتے تھے میں نے عرض کی یا رسول اللہ! حضور نے اس کے

---

[1] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث رأیت ربی مکتبۃ الامام الشافعی الریاض ۲/ ۲۵
الخصائص الکبرٰی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۱۶۱

[2] کنز العمال بحوالہ ابن عساکر عن جابر حدیث ۳۹۲۰۶ مؤسسۃ الرسالہ بیروت ۱۴/ ۴۴۷

[3] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء واجتماعہ بجماعۃ من الانبیاء داراحیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۶

[4] مجمع بحار الانوار باب کف ع تحت اللفظ کفح مکتبہ دارالایمان مدینہ منورہ ۴/ ۴۲۳

ما رأیت عندها ؟ قال رأیته عندها یعنی ربه[1]

پاس کیا دیکھا ؟ فرمایا : مجھے اس کے پاس دیدار ہوا یعنی رب کا۔

آثار الصحابہ

ترمذی شریف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی :

اما نحن بنو هاشم فنقول ان محمدا رای ربه مرتین[2]

ہم بنی ہاشم اہلبیت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تو فرماتے ہیں کہ بیشک محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔

ابن اسحٰق عبداللہ بن ابی سلمہ سے راوی :

ان ابن عمر ارسل الی ابن عباس یسأله هل رای محمد صلی الله تعالٰی علیه وسلم ربه ، فقال نعم[3]

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے دریافت کرا بھیجا ، کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ؟ انھوں نے جواب دیا : ہاں۔

جامع ترمذی و معجم طبرانی میں عکرمہ سے مروی :

واللفظ للطبرانی عن ابن عباس قال نظر محمد الی ربه قال عکرمة فقلت لابن عباس نظر محمد الی ربه قال نعم جعل الکلام لموسٰی والخلة لابراهیم والنظر لمحمد صلی الله

یعنی طبرانی کے الفاظ ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے فرمایا ، محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔ عکرمہ ان کے شاگرد کہتے ہیں : میں نے عرض کی : کیا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا ؟ فرمایا : ہاں ، اللہ تعالیٰ نے موسٰی کے لئے

---

[1] الدر المنثور فی التفسیر بالماثور بحوالہ ابن مردویہ تحت آیۃ ۱۷/۱ دار احیاء التراث العربی بیروت ۵/۱۹۴

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورہ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۱
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/۱۵۹

[3] الدر المنثور بحوالہ ابن اسحٰق تحت آیۃ ۵۳/۱۸ دار احیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۷۰

تعالیٰ علیہ وسلم[1] (زاد الترمذی) فقد رأی ربہ مرتین[2]	کلام رکھا اور ابراہیم کے لئے دوستی اور محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دیدار۔ (اور امام ترمذی نے یہ زیادہ کیا کہ) بیشک محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کو دو بار دیکھا۔

امام ترمذی فرماتے ہیں، یہ حدیث حسن ہے۔

امام نسائی اور امام خزیمہ و حاکم و بیہقی کی روایت میں ہے:

واللفظ للبیہقی أتعجبون ان تکون الخلۃ لابراہیم والکلام لموسٰی والرؤیۃ لمحمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔	کیا ابراہیم کے لئے دوستی اور موسٰی کے لئے کلام اور محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے دیدار ہونے میں تمھیں کچھ اچنبا ہے۔ یہ الفاظ بیہقی کے ہیں

حاکم نے کہا یہ حدیث صحیح ہے۔ امام قسطلانی و زرقانی نے فرمایا اس کی سند جید ہے۔

طبرانی معجم اوسط میں راوی:

عن عبد اللہ بن عباس انہ کان یقول ان محمدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رأی ربہ مرتین مرۃ ببصرہ و مرۃ بفؤادہ[8]۔	یعنی حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرمایا کرتے بیشک محمد صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دو بار اپنے رب کو دیکھا ایک بار اس آنکھ سے اور ایک بار دل کی آنکھ سے۔

---

[1] المعجم الاوسط حدیث ۹۳۹۲ مکتبۃ المعارف ریاض ۱۰/۱۸۱

[2] جامع الترمذی ابواب التفسیر سورۃ نجم امین کمپنی اردو بازار دہلی ۲/۱۶۰

[3] المواہب اللدنیۃ بحوالہ النسائی والحاکم المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۴

الدر المنثور " " " تحت الآیۃ ۵۳/۱۸ داراحیاء التراث العربی بیروت ۷/۵۶۹

المستدرک علی الصحیحین کتاب الایمان رأی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ربہ دار الفکر بیروت ۱/۶۵

السنن الکبرٰی للنسائی حدیث ۱۱۵۳۹ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۶/۴۷۲

[7] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/۱۱۶

[8] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الطبرانی فی الاوسط المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۱۰۵

المعجم الاوسط حدیث ۵۷۵۷ مکتبۃ المعارف ریاض ۶/۳۵۶

امام سیوطی و امام قسطلانی و علامہ شامی و علامہ زرقانی فرماتے ہیں، اس حدیث کی سند صحیح ہے۔[1]

امام الائمہ ابن خزیمہ و امام بزار حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی:

ان محمدًا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأی ربہ عزوجل[2]	بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب عزوجل کو دیکھا۔

امام احمد قسطلانی و عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں، اس کی سند قوی ہے۔[3]

محمد بن اسحٰق کی حدیث میں ہے:

ان مروان سأل ابا ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ ھل رأی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ فقال نعم[4]	یعنی مروان نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا؟ فرمایا، ہاں۔

اخبار التابعین

مصنف عبدالرزاق میں ہے:

عن معمر عن الحسن البصری انہ کان یحلف باللہ لقد رأی محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ربہ[5]	یعنی امام حسن بصری رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ قسم کھا کر فرمایا کرتے بیشک محمد صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو دیکھا۔

اسی طرح امام ابن خزیمہ حضرت عروہ بن زبیر سے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پھوپی زاد

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۵
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۷
[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ " المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۵
[3] " " " " " " " "
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیہ " دارالمعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۸
[4] " " " بحوالہ ابن اسحٰق " ۶/ ۱۱۶
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ ابن اسحٰق فصل واما رؤیتہ لربہ المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ فی البلاد العثمانیۃ ۱/ ۱۵۹
[5] " " بحوالہ عبدالرزاق عن معمر عن الحسن البصری " " " " " " " "

بھائی کے بیٹے اور صدیق اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نواسے ہیں راوی کہ وہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو شبِ معراج دیدارِ الٰہی ہونا مانتے وانہ یشتد علیہ انکارھا اور اُن پر اس کا انکار سخت گراں گزرتا اھ ملتقطاً۔

یُوں ہی کعب احبار عالمِ کتب سابقہ و امام ابن شہاب زہری قرشی و امام مجاہد مخزومی مکی و امام عکرمہ بن عبداللہ مدنی ہاشمی و امام عطا بن رباح قرشی مکی۔ استادِ امام ابوحنیفہ و امام مسلم بن صبیح ابوالضحٰی کوفی وغیرہم جمیع تلامذہ عالمِ قرآن حبر الامۃ عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی یہی مذہب ہے۔

امام قسطلانی مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں :

اخرج ابن خزیمۃ عن عروۃ بن الزبیر اثباتھا وبہ قال سائر اصحاب ابن عباس وجزم بہ کعب الاحبار و الزھری الخ۔[1]

ابن خزیمہ نے عروہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اس کا اثبات روایت کیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کے تمام شاگردوں کا یہی قول ہے۔ کعب احبار اور زہری نے اس پر جزم فرمایا ہے الخ۔ (ت)

اقوال من بعدھم من ائمّۃ الدّین

امام خلّال کتاب السنہ میں اسحٰق بن مروزی سے راوی حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی نے رؤیت کو ثابت مانتے اور اس کی دلیل فرماتے :

قول النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رأیت ربی[2] اھ مختصراً۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے میں نے اپنے رب کو دیکھا۔

نقاش اپنی تفسیر میں اس امام سیدالانام رحمہ اللہ تعالٰی سے راوی :

انہ قال اقول بحدیث ابن عباس بعینہ رأی ربہ رأہ رأہ رأہ حتی انقطع نفسہ۔[4]

یعنی اُنھوں نے فرمایا میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما کا معتقد ہوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے رب کو اسی آنکھ سے دیکھا دیکھا دیکھا دیکھا، یہاں تک فرماتے رہے کہ سانس ٹوٹ گئی۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ بحوالہ ابن خزیمہ المقصد الخامس دارالمعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۶
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۰۴
[3] " " " بحوالہ الخلال فی کتاب السنہ " " " ۲/ ۱۰۷
[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی بحوالہ النقاش عن احمد واما رؤیتہ لربہ المکتبۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۱۵۹

امام ابن الخطیب مصری مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

جزم بہ معمر و اٰخرون و ھو قول الاشعری و غالب اتباعہ[1]

یعنی امام معمر بن راشد بصری اور ان کے سوا اور علماء نے اس پر جزم کیا، اور یہی مذہب ہے امام اہلسنت امام ابوالحسن اشعری اور ان کے غالب پیروؤں کا۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے امام قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

الاصح الراجح انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ بعین راسہ حین اسری بہ کما ذھب الیہ اکثر الصحابۃ۔[2]

مذہب اصح و راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب اسرا اپنے رب کو بچشم سر دیکھا جیسا کہ جمہور صحابہ کرام کا یہی مذہب ہے۔

امام نووی شرح صحیح مسلم میں پھر علامہ محمد بن عبدالباقی شرح مواہب میں فرماتے ہیں:

الراجح عند اکثر العلماء انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم رای ربہ بعین راسہ لیلۃ المعراج[3]

جمہور علماء کے نزدیک راجح یہی ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شب معراج اپنے رب کو اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھا۔

ائمہ متاخرین کے جُداجُدا اقوال کی حاجت نہیں کہ وہ حد شمار سے خارج ہیں اور لفظ اکثر العلماء کہ منہاج میں فرمایا کافی و مغنی۔ واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۷: از کانپور محلہ بنگالی محل مرسلہ حامد علی خاں و کاظم حسین ۱۱ محرم الحرام ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہمارے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا شب معراج مبارک عرش عظیم تک تشریف لے جانا علمائے کرام و ائمہ اعلام نے تحریر فرمایا ہے یا نہیں؟ زید کہتا ہے یہ محض جھوٹ ہے، اس کا یہ کہنا کیسا ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان فرماؤ اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

بیشک علمائے کرام ائمہ دین عدول ثقات معتمدین نے اپنی تصانیف جلیلہ میں اس کی ادراس

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/ ۱۰۴

[2] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل واما رویتہ لربہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۳۰۳

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس دار المعرفۃ بیروت ۶/ ۱۱۶

زائد کی تصریحات جلیلہ فرمائی ہیں اور یہ سب احادیث ہیں اگرچہ احادیث مرسل یا ایک اصطلاح پر معضل ہیں اور حدیث مرسل و معضل باب فضائل میں بالاجماع مقبول ہے خصوصاً جبکہ ناقلین ثقات عدول ہیں اور یہ امر ایسا نہیں جس میں رائے کو دخل ہو تو ضرور ثبوت سند پر محمول، اور مثبت نافی پر مقدم، اور عدم اطلاع اطلاع عدم نہیں تو جھوٹ کہنے والا محض جھوٹا مجازف فی الدین ہے۔

امام اجل سیدی محمد بوصیری قدس سرہٗ قصیدۂ بردہ شریف میں فرماتے ہیں:

سریت من حرم لیلا الی حرم	کما سری البدر فی داج من الظلم
وبت ترقی الی ان نلت منزلة	من قاب قوسین لم تدرک ولم ترم
خفضت کل مقام بالاضافة اذ	نودیت بالرفع مثل المفرد العلم
فحزت کل فخار غیر مشترک	وجزت کل مقام غیر مزدحم[1]

یعنی یارسول اللہ! حضور رات کے ایک تھوڑے سے حصے میں حرم مکہ معظمہ سے بیت الاقصٰی کی طرف تشریف فرما ہوئے جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند چلے، اور حضور اُس شب میں ترقی فرماتے رہے یہاں تک کہ قاب قوسین کی منزل پہنچے جو نہ کسی نے پائی نہ کسی کو اس کی ہمت ہوئی۔ حضور نے اپنی نسبت سے تمام مقامات کو پست فرمادیا جب حضور رفع کے لئے مفرد علم کی طرح ندا فرمائے گئے حضور نے ہر ایسا فخر جمع فرمالیا جو قابل شرکت نہ تھا اور حضور ہر اس مقام سے گزر گئے جس میں اوروں کا ہجوم نہ تھا یا یہ کہ حضور نے سب فخر بلا شرکت جمع فرمالئے اور حضور تمام مقامات سے بے مزاحم گزر گئے۔

یعنی عالم امکان میں جتنے مقام ہیں حضور سب سے تنہا گزر گئے کہ دوسرے کو یہ امر نصیب نہ ہوا۔

علامہ علی قاری اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

ای انت دخلت الباب وقطعت الحجاب الی ان لم تترک غایة للساع الی السبق من کمال القرب المطلق الی جناب الحق ولا ترکت موضع رقی و صعود وقیام وقعود لطالب رفعة فی عالم الوجود	یعنی حضور دروازہ میں داخل ہوئے اور آپ نے یہاں تک حجاب طے فرمائے کہ حضرت عزت کی جناب میں قرب مطلق کامل کے سبب کسی ایسے کے لئے جو سبقت کی طرف دوڑے کوئی نہایت نہ چھوڑی اور تمام عالم وجود میں کسی طالب بلندی کے لئے کوئی جگہ عروج و ترقی یا اُٹھنے بیٹھنے

---

[1] الکواکب الدریۃ فی مدح خیر البریۃ (قصیدۂ بردہ) الفصل السابع مرکز اہلسنت گجرات ہند ص ۱۰۴ تا ۱۰۶

بل تجاوزت ذلك الى مقام قاب قوسین او ادنٰی فاوحٰی الیك ربك ما اوحٰی[1]

کی باقی نہ رکھی بلکہ حضور عالم مکان سے تجاوز فرماکر مقام قاب قوسین او ادنٰی تک پہنچے تو حضور کے رب نے حضور کو وحی فرمائی جو وحی فرمائی۔

نیز امام ہمام ابوعبداللہ شرف الدین محمد قدس سرہٗ اُم القرٰی میں فرماتے ہیں:

وترقی به الٰی قاب قوسین وتلك السیادة القعساء

رُتبٌ تسقط الامانی حسرٰی دونها ماوراءهن وراء[2]

حضور کو قاب قوسین تک ترقی ہوئی اور یہ سرداری لازوال ہے یہ وہ مقامات ہیں کہ آرزوئیں ان سے تھک کر گرجاتی ہیں ان کے اُس طرف کوئی مقام ہی نہیں۔

امام ابن حجر مکی قدس سرہ الملکی اس کی شرح افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

قال بعض الائمة والمعاریج لیلة الاسراء عشرة، سبعة فی السمٰوٰت والثامن الٰی سدرة المنتھٰی والتاسع الی المستوٰی والعاشر الی العرش الخ[3]

بعض ائمہ نے فرمایا شب اسرا دس معراجیں تھیں، سات ساتوں آسمانوں میں، اور آٹھویں سدرۃ المنتہٰی، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔

سیدی علامہ عارف باللہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں اسے نقل فرماکر مقرر رکھا:

قال الشھاب المکی فی شرح ھمزیة الامام بوصیری عن بعض الائمة ان المعاریج عشرة الٰی قوله والعاشر الی العرش والرؤیة[4]

فرمایا، امام شہاب مکی نے شرح ہمزہ امام بوصیری میں کہا بعض ائمہ سے منقول ہے کہ معراجیں دس تھیں دسویں عرش و دیدار تک۔

نیز شرح ہمزیہ امام مکی میں ہے:

لما اعطی سلیمٰن علیه الصلٰوۃ والسلام

جب سلیمان علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ہوا دی گئی

---

[1] الزبدۃ العمدۃ فی شرح القصیدۃ البردۃ الفصل السابع جمعیت علماء سکندریہ خیرپور سندھ ص ۹۲

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الرابع حزب القادریۃ لاہور ص ۱۳

[3] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی تحت شعر ۲۳ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۲۰۳

[4] الحدیقۃ الندیۃ شرح الطریقۃ المحمدیۃ بحوالہ شرح قصیدہ ہمزیہ المکتبۃ النوریۃ الرضویۃ لائلپور ۱/ ۲۰۲

السريع التى غدوها شهر و رواحها شهر اعطى نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم البراق فحمله من الفرش الى العرش فى لحظة واحدة واقل مسافة فى ذلك سبعة آلاف سنة۔ وما فوق العرش الى المستوى والرفرف لا یعلمه الا الله تعالی[1]

کہ صبح شام ایک ایک مہینے کی راہ پر لے جاتی۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو براق عطا ہوا کہ حضور کو فرش سے عرش تک ایک لمحے میں لے گیا اور اس میں ادنیٰ مسافت (یعنی آسمان ہفتم سے زمین تک) سات ہزار برس کی راہ ہے۔ اور وہ جو فوق العرش سے مستوی اور رفرف تک رہی اُسے تو خدا ہی جانے۔

اسی میں ہے:

لما اعطى موسى عليه الصلوة والسلام الكلام اعطى نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم مثله ليلة الاسراء وزيادة الدنو والرؤية بعين البصر وشتان ما بين جبل الطور الذى نوجى به موسى عليه الصلوة والسلام وما فوق العرش الذى نوجى به نبينا صلى الله تعالى عليه وسلم[2]

جبکہ موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دولت کلام عطا ہوئی ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو ویسی ہی شب اسرا ملی اور زیادت قرب اور چشم سر سے دیدار الٰہی اس کے علاوہ۔ اور بھلا کہاں کوہ طور جس پر موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مناجات ہوئی اور کہاں مافوق العرش جہاں ہمارے نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم سے کلام ہوا۔

اسی میں ہے:

رقيه صلى الله تعالى عليه وسلم ببدنه يقظة بمكة ليلة الاسراء الى السماء ثم الى سدرة المنتهى ثم الى المستوى ثم الى العرش والرفرف والرؤية[3]

نبی صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے اپنے جسم پاک کے ساتھ بیداری میں شب اسرا آسمانوں تک ترقی فرمائی، پھر سدرۃ المنتہیٰ، پھر مقام مستوٰی، پھر عرش و رفرف و دیدار تک۔

علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی خلوتی رحمۃ اللہ تعالےٰ تعلیقات افضل القرٰی میں فرماتے ہیں:

الاسراء به صلى الله تعالى عليه وسلم

نبی صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو معراج بیداری

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی
[2] " " "
[3] " " " تحت شعر ا المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۱۶ و ۱۱۷

على يقظة بالجسد والروح من المسجد الحرام الى المسجد الاقصى ثم عرج به الى السمٰوٰت العلى ثم الى سدرة المنتهٰى ثم الى المستوى ثم الى العرش والرفرف[1]

میں بدن و رُوح کے ساتھ مسجد حرام سے مسجد اقصٰے تک ہوئی، پھر آسمانوں، پھر سدرہ، پھر مستوٰی، پھر عرش و رفرف تک۔

فتوحاتِ احمدیہ شرح الھمزیہ للشیخ سلیمٰن الجمل میں ہے:

رقيه صلى الله تعالٰى عليه وسلم ليلة الاسراء من بيت المقدس الى السمٰوٰت السبع الى حيث شاء الله تعالٰى لكنه لم يجاوز العرش على الراجح[2]

حضور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ترقی شبِ اسراء بیت المقدس سے ساتوں آسمان اور وہاں سے اُس مقام تک ہے جہاں تک اللہ عزوجل نے چاہا مگر راجح یہ ہے کہ عرش سے آگے تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

المعاريج ليلة الاسراء عشرة سبعة فى السمٰوٰت والثامن الى سدرة المنتهٰى والتاسع الى المستوٰى والعاشر الى العرش لكن لم يجاوز العرش كما هو التحقيق عند اهل المعاريج[3]

معراجیں شبِ اسراء دس ہوئیں، سات آسمانوں میں اور آٹھویں سدرہ، نویں مستوٰی، دسویں عرش تک۔ مگر راویانِ معراج کے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ عرش سے اوپر تجاوز نہ فرمایا۔

اُسی میں ہے:

بعد ان جاوز السماء السابعة رفعت له سدرة المنتهٰى ثم جاوزها الى مستوٰى ثم زج به فى النور فخرق سبعين الف حجاب من نور مسيرة

جب حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم آسمانِ ہفتم سے گزرے سدرہ حضور کے سامنے بلند کی گئی اس سے گزر کر مقامِ مستوٰی پر پہنچے، پھر حضورِ عالم نور میں ڈالے گئے وہاں ستّر ہزار پردے نور کے

---

[1] تعلیقات على اُمّ القرٰى للعلامۃ احمد بن محمد الصاوی علی ہامش الفتوحات الاحمدیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۳
[2] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر ص ۳
[3] " " " " " " " " " " " ص ۳۰

كل حجاب خمسمائة عام ثم دُلّي له رفرف اخضر فارتقی به حتى وصل الى العرش ولم يجاوزه فكان من ربه قاب قوسين او ادنى[1]

(اور) فرمایا ہر پردے کی مسافت پانسو برس کی راہ۔ پھر ایک سبز بچھونا حضور کے لئے لٹکایا گیا حضور اقدس اس پر ترقی فرماکر عرش تک پہنچے، اور عرش سے اُدھر گزر نہ فرمایا وہاں اپنے رب سے قاب قوسین او ادنیٰ پایا۔

اقول (میں کہتا ہوں۔ت) شیخ سلیمان نے عرش سے اُوپر تجاوز نہ فرمانے کو ترجیح دی، اور امام ابن حجر مکی وغیرہ کی عبارات ماضیہ و آتیہ وغیرہا میں فوق العرش و لامکان کی تصریح ہے، لامکان یقیناً فوق العرش ہے اور حقیقۃً دونوں قولوں میں کچھ اختلاف نہیں، عرش تک منتہائے مکان ہے، اُس سے آگے لامکان ہے، اور جسم نہ ہوگا مگر مکان میں، تو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جسم مبارک سے منتہائے عرش تک تشریف لے گئے اور رُوح اقدس نے وراء الوراء تک ترقی فرمائی جسے اُن کا رب جانے جو لے گیا، پھر وُہ جانیں جو تشریف لے گئے۔ اسی طرف کلام امام شیخ اکبر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں اشارہ عنقریب آتا ہے کہ ان پاؤں سے سیر کا منتہیٰ عرش ہے، تو سیر قدم عرش پر ختم ہوئی، نہ اس لئے کہ سیر اقدس میں معاذ اللہ کوئی کمی رہی بلکہ اس لئے کہ تمام مکان کا احاطہ فرما لیا اوپر کوئی مکان ہی نہیں جسے کہئے کہ قدم پاک وہاں نہ پہنچا اور سیر قلب انور کی انتہا قاب قوسین، اگر وسوسہ گزرے کہ عرش سے وراء کیا ہوگا کہ حضور نے اس سے تجاوز فرمایا۔ تو امام اجل سیدی علی وفا رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد سُنئے جسے امام عبدالوہاب شعرانی نے کتاب الیواقیت والجواہر فی عقائد الاکابر میں نقل فرمایا کہ فرماتے ہیں،

ليس الرجل من يقيده العرش وما حواه من الافلاك والجنة والنار وانما الرجل من نفذ بصره الى خارج هذا الوجود كله وهناك يعرف قدر عظمة موجده سبحنه وتعالى[2]

مرد وُہ نہیں جسے عرش اور جو کچھ اس کے احاطہ میں ہے افلاک وجنت ونار یہی چیزیں محدود و مقید کرلیں، مرد وہ ہے جس کی نگاہ اس تمام عالم کے پار گزر جائے وہاں اُسے موجد عالم جل جلالہ کی عظمت کی قدر کھلے گی۔

امام علامہ احمد قسطلانی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ اور علامہ محمد زرقانی اس کی شرح میں

---

[1] الفتوحات الاحمدیۃ بالمنح المحمدیۃ شرح الھمزیۃ — المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی قاہرہ مصر — ص ۳۱

[2] الیواقیت والجواہر — المبحث الرابع والثلاثون — داراحیاء التراث العربی بیروت — ۲/۳۴۰

فرماتے ہیں :

(ومنہا انہ رأی اللہ تعالٰی بعینیہ) یقظۃ علی الراجح (وکلمہ اللہ تعالٰی فی الرفیع الاعلٰی) علٰی سائر الامکنۃ وقد روی ابن عساکر عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مرفوعا لما اسری بی قربنی ربی حتی کان بینی وبینہ قاب قوسین او ادنی۔[1]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خصائص سے ہے کہ حضور نے اللہ عزوجل کو اپنی آنکھوں سے بیداری میں دیکھا، یہی مذہب راجح ہے، اور اللہ عزوجل نے حضور سے اُس بلند و بالاتر مقام میں کلام فرمایا جو تمام امکنہ سے اعلٰی تھا اور بیشک ابن عساکر نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، شبِ اسراء مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے کم کا فاصلہ رہ گیا۔

اُسی میں ہے :

قد اختلف العلماء فی الاسراء ھل ھو اسراء واحد او اثنین مرۃ بروحہ وبدنہ یقظۃ و مرۃ مناما او یقظۃ بروحہ وجسدہ من المسجد الحرام الی المسجد الاقصٰی ثم مناما من المسجد الاقصٰی الی العرش[2]، فالحق انہ اسراء واحد بروحہ وجسدہ یقظۃ فی القصۃ کلہا والی ھذا ذھب الجمھور من علماء المحدثین والفقہاء و المتکلمین[3]

علماء کو اختلاف ہوا کہ معراج ایک ہے یا دو، ایک بار روح و بدنِ اقدس کے ساتھ بیداری میں اور ایک بار خواب میں، یا بیداری میں روح و بدنِ مبارک کے ساتھ مسجد الحرام سے مسجد اقصٰے تک، پھر خواب میں وہاں سے عرش تک۔ اور حق یہ ہے کہ وہ ایک اسراء ہے اور سارے قصے میں یعنی مسجد الحرام سے عرشِ اعلٰی تک بیداری میں رُوح و بدنِ اطہر ہی کے ساتھ ہے۔ جمہور علماء و محدثین و فقہاء و متکلمین سب کا یہی مذہب ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الرابع الفصل الثانی المکتب الاسلامی بیروت ۲/۶۳۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " دارالمعرفۃ بیروت ۵/۲۵۱ و ۲۵۲
[2] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس المکتب الاسلامی بیروت ۳/۴
[3] " " " " ۳/۱۲

اُسی میں ہے:

المعاریج عشرۃ (الی قولہ) العاشر الی العرش[1]

معراجیں دس ہوئیں، دسویں عرش تک۔

اُسی میں ہے:

قد ورد فی الصحیح عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ قال لما عرج بی جبریل الٰی سدرۃ المنتھٰی ودنا الجبار رب العزۃ فتدلی فکان قاب قوسین او ادنٰی[2] وتدلیہ علٰی ما فی حدیث شریک کان فوق العرش[3]

صحیح بخاری شریف میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں، میرے ساتھ جبریل نے سدرۃ المنتہٰی تک عروج کیا اور جبار رب العزۃ جل وعلا نے دنو و تدلّی فرمائی تو فاصلہ دو کمانوں بلکہ ان سے کم کا رہا، یہ تدلی بالائے عرش تھی، جیسا کہ حدیث شریک ہے۔

علامہ شہاب خفاجی نسیم الریاض شرح شفائے قاضی عیاض میں فرماتے ہیں:

ورد فی المعراج انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما بلغ سدرۃ المنتھٰی جاءہ بالرفرف جبریل علیہ الصلٰوۃ والسلام فتناولہ فطار بہ الی العرش[4]

حدیث معراج میں وارد ہوا کہ جب حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سدرۃ المنتہٰی پہنچے جبریل امین علیہ الصلوٰۃ والتسلیم رفرف حاضر لائے وہ حضور کو لے کر عرش تک اُڑ گیا۔

اُسی میں ہے:

علیہ یدل صحیح الاحادیث الاحاد الدالۃ علٰی دخولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الجنۃ ووصولہ الی العرش اوطرف

صحیح احاد حدیثیں دلالت کرتی ہیں کہ حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم شب اسرا جنت میں تشریف لے گئے اور عرش تک پہنچے یا عالم کے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الخامس مراحل المعراج المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۴
[2] " " ثم دنی فتدلّی " " " ۲/ ۲۸
[3] " " " " " " ۲/ ۹۰
[4] نسیم الریاض شرح شفاء القاضی عیاض فصل و اما ورد فی حدیث الاسراء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/ ۲۱۰

الی العلو کما سیأتی کل ذٰلک بجسدہ و یقظۃ۔[1]

اُس کنارے تک کہ آگے لامکان ہے اور یہ سب بیداری میں مع جسم مبارک تھا۔

حضرت سیدی شیخ اکبر امام محی الدین ابن عربی رضی اللہ تعالٰی عنہ فتوحاتِ مکیہ شریف باب ۳۱۶ میں فرماتے ہیں:

اعلم ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لما کان خلقہ القراٰن و تخلق بالاسماء وکان اللہ سبحٰنہ و تعالٰی ذکر فی کتاب العزیز انہ تعالٰی استوی علی العرش علٰی طریق التمدح والثناء علٰی نفسہ اذکان العرش اعظم الاجسام فجعل لنبیہ علیہ الصلٰوۃ والسلام من ھٰذا الاستواء نسبۃ علٰی طریق التمدح والثناء علیہ بہ حیث کان اعلی مقام ینتھی الیہ من اسری بہ من الرسل علیھم الصلٰوۃ والسلام و ذٰلک یدل علٰی انہ اسری بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بجسمہ ولو کان الاسراء بہ رؤیا لما کان الاسراء ولا الوصول الی ھٰذا المقام تمدحا ولا وقع من الاعراب فی حقہ انکار علٰی ذٰلک۔[2]

تُو جان لے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا خُلقِ عظیم قرآن تھا اور حضور اسماءِ الٰہیہ کی خُو و خصلت رکھتے تھے اور اللہ سبحٰنہ وتعالٰی قرآن کریم میں اپنی صفات مدح سے عرش پر استوا بیان فرمایا تو اس نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بھی اس صفت استوا علی العرش کے پرتو سے مدح و منقبت بخشی کہ عرش وہ اعلٰی مقام ہے جس تک رسولوں کا اسراء منتہی ہو، اور اس سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اسرا مع جسم مبارک تھا کہ اگر خواب ہوتا تو اسرا اور اس مقام استواء علی العرش تک پہنچنا مدح نہ ہوتا نہ گنوار اس پر انکار کرتے۔

امام علامہ عارف باللہ سیدی عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ الربانی کتاب الیواقیت والجواہر میں حضرت موصوف سے ناقل،

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثم اختلف السلف والعلماء مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۲۶۹، ۲۷۰

[2] الفتوحات المکیۃ الباب السادس دار احیاء التراث العربی بیروت ۲/۶۱

انما قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علی سبیل التمدح حتی ظھرت لمستوی اشارۃ لما قلنا من ان منتھی السیر بالقدم المحسوس للعرش[1]

نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا بطور مدح ارشاد فرمانا کہ یہاں تک کہ میں مستوی پر بلند ہوا اُسی امر کی طرف اشارہ ہے کہ قدم جسم سے سیر کا منتہی عرش ہے۔

مدارج النبوۃ شریف میں ہے :

فرمود صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پس گسترانیدہ شد برائے من رفرف سبز کہ غالب بود نور او بر نور آفتاب پس درخشید بآں نور بصر من ونھادہ شدم من برآں رفرف و برداشتہ شدم تا رسیدم بعرش[2]

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا : پھر میرے لئے سبز بچھونا بچھایا گیا جس کا نور آفتاب کے نور پر غالب تھا چنانچہ اس نور کے سبب میری آنکھوں کا نور چمک اٹھا، پھر مجھے رفرف پر سوار کرکے بلندی کی طرف اٹھایا گیا یہاں تک کہ میں عرش پر پہنچا۔ (ت)

اُسی میں ہے :

آوردہ اند کہ چوں رسید آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعرش دست زد بدامانِ اجلال وے[3]

منقول ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عرش پر پہنچے تو عرش آپ کا دامنِ اجلال تھام لیا۔ (ت)

اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں ہے :

جز حضرت پیغمبر ما صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم بالاتر از آں ہیچ کس نہ رفتہ و آنحضرت بجائے رفت کہ آنجا جا نیست

ہمارے نبی اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے علاوہ عرش سے اوپر کوئی نہیں گیا، آپ اس جگہ پہنچے جہاں جگہ نہیں۔

برداشت از طبیعت امکان قدم کہ آں اسرٰی بعبدہٖ است من المسجد الحرام

طبیعتِ امکان سے قدم مبارک اٹھا لئے کہ اللہ تعالٰی نے اپنے خاص بندے کو سیر کرائی مسجد حرام سے

---

[1] الیواقیت والجواہر المبحث الرابع والثلاثون داراحیاء التراث العربی بیروت ۲/ ۳۴۰

[2] مدارج النبوۃ باب پنجم وصل در رؤیت الٰہی مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۱۶۹

[3] " " " " " " " " " ۱/ ۱۷۰

تا عرصۂ وجوب کہ انتہائے عالم ست کا نجانہ جاست نہ جہت و نہ نشاں نہ نام[1]

صحرائے وجوب تک جو عالم کا آخری کنارہ ہے کہ وہاں نہ مکان ہے نہ جہت، نہ نشان اور نہ نام۔ (ت)

نیز اُسی کے باب رؤیۃ اللہ تعالٰی فصل سوم زیرِ حدیث قد رأی ربہ مرتین (تحقیق آپ نے اپنے رب کو دو بار دیکھا۔ت) ارشاد فرمایا:

تحقیق دید آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پروردگار خود را جل وعلا دو بار، یکے چوں نزدیک سدرۃ المنتہٰی بود، دوم چوں بالائے عرش برآمد[2]

تحقیق آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اپنے پروردگار جل وعلا کو دو بار دیکھا، ایک بار جب آپ سدرہ کے قریب تھے، اور دوسری بار جب آپ عرش پر جلوہ گر ہوتے۔ (ت)

مکتوباتِ حضرت شیخ مجدد الف ثانی جلد اول، مکتوب ۲۸۳ میں ہے:

آں سرور علیہ الصلوٰۃ والسلام دراں شب چوں از دائرہ مکان و زمان بیروں جست و از تنگیِ امکان برآمد ازل و ابد را آنِ واحد یافت و بدایت و نہایت را در یک نقطہ متحد دید[3]

اس رات سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مکان و زمان کے دائرہ سے باہر ہوگئے، اور تنگیِ امکان سے نکل کر آپ نے ازل و ابد کو ایک پایا اور ابتداء کو انتہا کو ایک نقطہ میں متحد دیکھا۔ (ت)

نیز مکتوب ۲۷۲ میں ہے:

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ محبوب رب العالمین ست و بہترین موجودات اولین و آخرین باوجود آنکہ بدولت معراج بدنی مشرف شد و از عرش و کرسی درگذشت و از مکان و زمان بالا رفت[4]

محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جو کہ رب العالمین کے محبوب ہیں اور تمام موجوداتِ اولین و آخرین سے افضل ہیں، جسمانی معراج سے مشرف ہوئے اور عرش و کرسی سے آگے گزر گئے اور مکان و زمان سے اوپر چلے گئے (ت)

---

[1] اشعۃ اللمعات باب المعراج مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۴/ ۵۲۸

[2] " " کتاب الفتن باب رؤیۃ اللہ تعالٰی الفصل الثالث " " ۴/ ۴۲۸ تا ۴۲۹

[3] مکتوبات امام ربانی مکتوب ۲۸۳ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۶۶

[4] " " " ۲۷۲ " ۱/ ۳۴۸

امام ابن الصلاح کتاب معرفۃ انواع علم الحدیث میں فرماتے ہیں :

قول المصنفین من الفقہاء وغیرھم "قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کذا وکذا" ونحو ذٰلک کلہ من قبیل المعضل وسماہ الخطیب ابوبکر الحافظ فی بعض کلامہ مرسلا وذٰلک علی مذھب من یسمی کل ما لایتصل مرسلا۔[1]

فقہاء وغیرہ مصنفین کا قول کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ایسا ایسا فرمایا ہے یا اس کی مثل کوئی کلمہ یہ سب معضل کے قبیل سے ہے۔ خطیب ابوبکر حافظ نے اس کا نام مرسل رکھا ہے اور یہ اس کے مذہب کے مطابق ہے جو ہر غیر متصل کا نام مرسل رکھتا ہے۔ (ت)

تلویح وغیرہ میں ہے :

ان لم یذکر الواسطۃ اصلا فمرسل۔[2]

اگر واسطہ بالکل مذکور نہ ہو تو وہ مرسل ہے۔ (ت)

مسلم الثبوت میں ہے :

المرسل قول العدل قال علیہ الصلٰوۃ والسلام کذا۔[3]

مرسل یہ ہے عادل کہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے یوں فرمایا۔ (ت)

فواتح الرحموت میں ہے :

الکل داخل فی المرسل عند اھل الاصول۔[4]

اصولیوں کے نزدیک سب مرسل میں داخل ہیں۔ (ت)

انخبیں میں ہے :

المرسل ان کان من صحابی یقبل مطلقا اتفاقا وان کان من غیرہ فالاکثر ومنھم الامام ابوحنیفۃ والامام مالک والامام احمد رضی اللہ تعالٰی عنھم قالوا یقبل مطلقا اذا کان الراوی ثقۃ الخ۔[5]

مرسل اگر صحابی سے ہو مطلقاً مقبول ہے اور اگر غیر صحابی سے ہو تو اکثر ائمہ بشمول امام اعظم، امام مالک اور امام احمد رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مطلقاً مقبول ہے بشرطیکہ راوی ثقہ ہو الخ (ت)

---

[1] معرفۃ انواع علم الحدیث النوع الحادی عشر دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۳۸

[2] التوضیح والتلویح الرکن الثانی فی السنۃ فصل فی الانقطاع نورانی کتب خانہ پشاور ص ۴۷۴

[3] مسلم الثبوت مسئلہ تعریف المرسل مطبع انصاری دہلی ص ۲۰۱

[4] فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت بذیل المستصفی مسئلہ فی الکلام علی المرسل منشورات الشریف الرضی قم ۲/ ۱۷۴

[5] " " " " " " " " " " " " " " " " " "

مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے :

لایضر ذلک فی الاستدلال بہ ھھنا لان المنقطع یعمل بہ فی الفضائل اجماعا۔[1]

اس سے استدلال کرنا یہاں مضر نہیں کیونکہ فضائل میں منقطع بالاجماع قابلِ عمل ہے (ت)

شفائے امام قاضی عیاض میں ہے :

اخبر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لقتل علی وانہ قسیم النار۔[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰے عنہ کے قتل کے بارے میں خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ بیشک وہ قسیم النار ہیں (ت)

نسیم الریاض میں فرمایا :

ظاھر ھذا ان ھذا مما اخبر بہ النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الا انھم قالوا لم یروہ احد من المحدثین الا ان ابن الاثیر قال فی النھایۃ الا ان علیا رضی اللہ تعالٰی عنہ قال انا قسیم النار قلت ابن الاثیر ثقۃ وما ذکرہ علی لایقال من قبل الرائ فھو فی حکم المرفوع۔[3] اھ ملخصا

ظاہر اس کا یہ ہے کہ بیشک یہ ان امور میں سے ہے جن کے بارے میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے خبر دی مگر انھوں نے کہا کہ اس کو محدثین میں سے کسی نے روایت نہیں کیا مگر ابن اثیر نے نہایہ میں کہا، بیشک حضرت علی مرتضٰے رضی اللہ تعالٰے عنہ نے فرمایا کہ میں قسیم نار ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ ابن اثیر ثقہ ہے اور جو کچھ سیدنا علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰے عنہ نے ذکر فرمایا وہ قیاس سے نہیں کہا جاسکتا لہذا وہ مرفوع کے حکم میں ہے اھ تلخیص (ت)

امام ابن الہمام فتح القدیر میں فرماتے ہیں :

---

[1] مرقاۃ المفاتیح باب الرکوع الفصل الثانی تحت الحدیث ۸۸۰ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۲/ ۶۰۲
[2] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذلک ما اطلع علیہ من الغیوب المطبعۃ الشرکۃ الصحافیۃ ۱/ ۲۸۴
[3] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض " " " " " مرکز اہلسنت گجرات الہند ۳/ ۱۶۳

عدم النقل لاینفی الوجود[1] عدمِ نقل وجود کی نفی نہیں کرتا۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم

رسالہ

منیہ المنیۃ بوصول الحبیب الی العرش والرؤیۃ

ختم ہوا

---

[1] فتح القدیر کتاب الطہارات مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۰

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

۱۳۲۹ھ

(نورِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے بیان میں صفائی باطن کے انعامات)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۳۸: از لشکر گوالیار محکمہ ڈاک دربار مرسلہ مولوی نورالدین احمد صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ یہ مضمون کہ حضور سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے نُور سے پیدا ہوئے اور ان کے نور سے باقی مخلوقات، کس حدیث سے ثابت ہے اور وہ حدیث کس قسم کی ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد یا نور یا نور النور یا نورا قبل کل نور و نورا بعد کل نور یا من لہ النور وبہ النور ومنہ النور

اے اللہ! تمام تعریفیں تیرے لئے ہیں۔ اے نور، اے نور کے نور، اے نور ہر نُور سے پہلے اور اے نور ہر نور کے بعد۔ اے وہ ذات جس کے لئے نور ہے، جس کے سبب سے نور ہے، جس سے نور

واليه النور وهو النور صل وسلم و بارك على نورك المنير الذى خلقته من نورك و خلقت من نوره الخلق جميعا وعلى اشعة انواره وآله واصحابه نجومه و اقماره اجمعين آمين !

جس کی طرف نور ہے اور وہی نور ہے۔ درود و سلام اور برکت نازل فرما اپنے نور پر جو روشن کرنے والا ہے۔ جس کو تُو نے اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور تمام مخلوق کو اس کے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس کے انوار کی شعاعوں پر اور اس کے آل واصحاب پر جو اس کے ستارے اور چاند ہیں۔ سب پر۔ اے اللہ! ہماری دعا کو قبول فرما۔ (ت)

امام اجل سیدنا امام مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کے شاگرد اور امام اجل سیدنا امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالٰی عنہ کے استاذ اور امام بخاری و امام مسلم کے استاذ الاستاذ حافظ الحدیث احد الاعلام عبدالرزاق ابوبکر بن ہمام نے اپنی مصنف میں حضرت سیدنا وابن سیدنا جابر بن عبداللہ انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی :

قال قلت یا رسول الله بابی انت وامی اخبرنی عن اول شیئ خلقه الله تعالٰی قبل الاشیاء قال یا جابر ان الله تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نوره فجعل ذلك النور یدور بالقدرة حیث شاء الله تعالٰی ولم یکن فی ذلك الوقت لوح ولا قلم ولا جنة ولا نار ولا ملك ولا سماء ولا ارض ولا شمس ولا قمر ولا جنی ولا انسی فلما اراد الله تعالٰی ان یخلق الخلق قسم ذلك النور اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول القلم ومن الثانی اللوح ومن الثالث العرش ثم قسم الجزء الرابع اربعة اجزاء فخلق من الجزء الاول حملة العرش ومن الثانی الکرسی

یعنی وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کی، یا رسول اللہ! میرے ماں باپ حضور پر قربان، مجھے بتا دیجئے کہ سب سے پہلے اللہ عزوجل نے کیا چیز بنائی، فرمایا: اے جابر! بیشک بالیقین اللہ تعالٰی نے تمام مخلوقات سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا، وُہ نور قدرتِ الٰہی سے جہاں خدا نے چاہا دَورہ کرتا رہا۔ اس وقت لوح، قلم، جنت، دوزخ، فرشتے، آسمان، زمین، سورج، چاند، جن، آدمی کچھ نہ تھا۔ پھر جب اللہ تعالٰی نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا اس نور کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے قلم، دوسرے سے لوح، تیسرے سے عرش بنایا۔ پھر چوتھے کے چار حصّے کئے، پہلے سے فرشتگانِ حاملِ عرش، دوسرے سے کرسی، تیسرے سے باقی ملائکہ پیدا کئے۔ پھر

ومن الثالث باقی الملائکۃ، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، فخلق من الاول السموات، ومن الثانی الارضین ومن الثالث الجنۃ والنار، ثم قسم الرابع اربعۃ اجزاء، الحدیث بطولہ[1]۔

چوتھے کے چار حصّے فرمائے، پہلے سے آسمان، دوسرے سے زمینیں، تیسرے سے بہشت دوزخ بنائے، پھر چوتھے کے چار حصّے کیے' الٰی آخر الحدیث۔

یہ حدیث امام بیہقی نے بھی دلائل النبوۃ میں بنحوہٖ روایت کی، اجلّہ ائمہ دین مثل امام قسطلانی مواہب لدنیہ اور امام ابن حجر مکی افضل القرٰی اور علامہ فاسی مطالع المسرات اور علامہ زرقانی شرح مواہب اور علامہ دیار بکری خمیس اور شیخ محقق دہلوی مدارج وغیرہا میں اس حدیث سے استناد اور اس پر تعویل و اعتماد فرماتے ہیں، بالجملہ وہ تلقی امت بالقبول کا منصب جلیل پائے ہوئے ہے تو بلاشبہہ حدیث حسن صالح مقبول معتمد ہے۔ تلقی علماء بالقبول وہ شے عظیم ہے جس کے بعد ملاحظہ سند کی حاجت نہیں رہتی بلکہ سند ضعیف بھی ہو تو حرج نہیں کرتی، کما بیّناہ فی "منیر العین فی حکم تقبیل الابھامین" (جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ "منیر العین فی حکم تقبیل الابہامین" میں اس کو بیان کیا ہے۔ت)

لاجرم علامہ محقق عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں فرماتے ہیں:

قد خلق کل شیئ من نورہٖ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کما ورد بہ الحدیث الصحیح[2]۔

بے شک ہر چیز نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے بنی، جیسا کہ حدیث صحیح اس معنی میں وارد ہوئی۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ — المقصد الاول — المکتب الاسلامی بیروت — ۱/ ۷۱ و ۷۲
شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ — " — دار المعرفۃ — ۱/ ۴۶ و ۴۷
تاریخ الخمیس — مطلب اللوح والقلم — موسسۃ شعبان — ۱/ ۱۹ و ۲۰
مطالع المسرات — الحزب الثانی — مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد — ص ۲۲۱
مدارج النبوۃ — قسم دوم باب اول — " " " — ۲/ ۲

[2] الحدیقۃ الندیۃ — المبحث الثانی — " " " — ۲/ ۳۷۵

ذکرہ فی المبحث الثانی بعد النوع الستین من اٰفات اللسان فی مسئلۃ ذم الطعام۔

اس کو علامہ نابلسی نے نوع نمبر ساٹھ جو کہ زبان کی آفتوں کے بیان میں ہے کے بعد کھانے کی بُرائی بیان کرنے کے مسئلہ کے ضمن میں ذکر فرمایا ہے۔ (ت)

مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات میں ہے:

قد قال الاشعری انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہ والملٰئکۃ شرر تلک الانوار وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ وغیرہ مما فی معناہ۔[1]

یعنی امام اجل امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری قدس سرہ (جن کی طرف نسبت کرکے اہل سنت کو اشاعرہ کہا جاتا ہے) ارشاد فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل نُور ہے نہ اور نوروں کی مانند اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی رُوحِ پاک اسی نور کی تابش ہے اور ملائکہ ان نوروں کے ایک پھُول ہیں، اور رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرا نور بنایا اور میرے ہی نور سے ہر چیز پیدا فرمائی۔ اور اس کے سوا اور حدیثیں ہیں جو اسی مضمون میں وارد ہیں۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳: از ٹانڈہ ضلع مرادآباد مرسلہ مولوی الطاف الرحمن صاحب پیلیانوی ۳ شعبان ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعض مولود شریف میں جو نورِ محمدی کو نورِ خدا سے پیدا ہوا لکھا ہے اس میں زید کہتا ہے بشرط صحت یہ متشابہ کے حکم میں ہے اور عمرو کہتا ہے یہ انفکاکِ ذات سے ہُوا ہے۔

بکر کہتا ہے کہ یہ مثل شمع سے شمع روشن کرلینے کے ہُوا ہے۔

اور خالد کہتا ہے متشابہات میں مذہب اسلم رکھتا ہوں اور سالم کو بُرا نہیں جانتا، اس میں چون وچرا بیجا ہے۔ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

---

[1] مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

الجواب

عبدالرزاق نے اپنی مصنّف میں حضرت سیّدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا حضور پُرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اُن سے فرمایا:

یاجابران اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ ذکرہ الامام القسطلانی فی المواھب[1] وغیرہ من العلماء الکرام۔

اے جابر! بیشک اللہ تعالٰی نے تمام عالم سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (امام قسطلانی نے اس کو مواہب لدنیہ میں اور دیگر علماءِ کرام نے ذکر کیا ہے۔ ت)

عمرو کا قول سخت باطل وشنیع وگمراہی فظیع بلکہ سخت تر امر کی طرف منجر ہے اللہ عزّوجل اس سے پاک ہے کہ کوئی چیز اس کی ذات سے جُدا ہو کر مخلوق بنے، اور قولِ زید میں لفظ "بشرطِ صحت" یُوں ہے انکار دیتا ہے یہ جہالت ہے، باجماعِ علماء دربارہ فضائل صحت مصطلحہ محدثین کی حاجت نہیں، مع ہذا علامہ عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی نے اس حدیث کی تصحیح فرمائی. علاوہ بریں یہ معنی قدیمًا و حدیثًا تصانیف وکلماتِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء میں مذکور ومشہور و ملتقی بالقبول رہنے پر خود صحتِ حدیث کی دلیل کافی ہے،

فان الحدیث یتقوی بتلقی الائمۃ بالقبول کما اشار الیہ الامام الترمذی فی جامعہ وصرح بہ علماء ناف الاصول۔

اس لئے کہ حدیث علماء کی طرف سے تلقی بالقبول پاکر قوی ہوجاتی ہے۔ جیسا کہ امام ترمذی نے اپنی جامع میں اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اور ہمارے علماء نے اصول میں اس کی تصریح فرمائی ہے (ت)

ہاں اُسے باعتبارِ کُنہِ کیفیت متشابہات سے کہنا وجہ صحت رکھتا ہے، واقعی نہ ربّ العزت جلّ وعلا نہ اس کے رسولِ اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمیں بتایا کہ اللہ تعالٰی نے اپنے نُور سے نورِ مطہر سیّدِ انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کیونکر بنایا، نہ بے بتائے اس کی پُوری حقیقت ہمیں خود معلوم ہوسکتی ہے اور یہی معنی متشابہات ہیں۔

بکر نے جو کہا وہ دفع خیال ضلال عمرو کے لئے کافی ہے، شمع سے شمع روشن ہوجاتی ہے بے اس کے کہ اُس شمع سے کوئی حصہ جُدا ہو کر یہ شمع بنے اس سے بہتر آفتاب اور دھوپ کی مثال ہے کہ نورِ شمس نے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

جس پر تجلی کی وہ روشن ہوگیا اور ذاتِ شمس سے کچھ جدا نہ ہوا مگر ٹھیک مثال کی وہاں مجال نہیں، جو کہا جائے گا ہزاراں ہزار وجوہ پر ناقص و ناتمام ہوگا، بلاشبہہ طریق اسلم قول خالد ہے اور وہی مذہب ائمہ سلف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم

مسئلہ ۳۴: پیشِ نظر ہے یہ بات کہ میں کوئی عالم و فاضل نہیں ہوں کہ بحث و مباحثہ کا خیال درمیان میں آئے، فقط دریافت کرنے کی غرض سے فدویانہ لکھتا ہوں تاکہ میرے عقیدے میں جو کچھ غلطی ہو وہ صحیح ہوجائے، مجھ کو ایسا معلوم ہے کہ تمام مخلوقات انسان کا یہ حال ہے کہ غلاظت آلودہ پیدا ہوتے ہیں مگر خدا نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ان سب باتوں سے محفوظ رکھا ہے اور تمام مخلوقات پر ان کو بزرگی عنایت فرمائی ہے۔ اگر یہ بات سچی ہے تو حدیث شریف کے معنے مجھ کو یوں معلوم ہیں، ملاحظہ فرمائیے گا:

قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یاجابر ان اللہ خلق نور نبیك من نورہ[1]۔ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اے جابر! بتحقیق اللہ تعالٰی نے پیدا کیا ذات نبی تیرے کو اپنے نور سے۔

مثال چراغ کی جو جناب نے فرمائی ہے اس میں مجھ کو شک ہے، چاہتا ہوں کہ شک دور ہوجائے، مثلاً ایک چراغ سے دوسرا چراغ روشن کیا اور دوسرے چراغ سے اور بہت سے چراغ روشن کئے گئے، پہلے اور دوسرے میں کچھ کمی نہیں آئی، یہ آپ کا فرمانا صحیح اور بجا ہے لیکن یہ سب چراغ نام اور ذات اور روشنی میں ہم جنس ہیں یا نہیں اور یہ سب مرتبہ برابر ہونے کا رکھتے ہیں یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ۔ ت)

الجواب

نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں، تمام انبیاء علیہم السلام پاک و منزہ پیدا ہوئے بلکہ حدیث سے ثابت ہے کہ حضرات حسنین رضی اللہ تعالٰی عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔ نور کے معنی فضلے کے نہیں۔ مثال سمجھانے کو ہوتی ہے نہ کہ ہر طرح برابری بتانے کو۔ قرآن عظیم میں نورِ الٰہی کی مثال دی کمشکوۃ فیھا مصباح[2] (جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) کہاں چراغ اور قندیل اور کہاں نورِ ربِّ جلیل، یہ مثال وہابیہ کے اس اعتراض کے دفع کو تھی کہ نورِ الٰہی سے نورِ نبوی پیدا ہوا تو نورِ الٰہی کا ٹکڑا جدا ہونا لازم آیا، اسے بتایا گیا کہ چراغ سے چراغ روشن ہونے

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد اول المخلوقات المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱
[2] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

میں اس کا شکر ادا کرتے کہ اس میں نہیں آجاتا۔ جب یہ فانی مجازی نور اپنے نور سے دوسرا نور روشن کردیتا ہے تو اس نورِ الٰہی کا کیا کہنا، نور سے نور پیدا ہونے کو تام و روشنی میں مساوات بھی ضرور نہیں، چاند کا نور آفتاب کی ضیائے سے ہے، پھر کہاں وہ اور کہاں یہ، علمِ ہیأت میں بتایا گیا ہے کہ اگر چودھویں رات کے کامل چاند کے برابر نوسے ہزار چاند ہوں تو روشنی آفتاب تک نہ پہنچیں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ از کلکتہ ۹ گووند چند دھرن لین مرسلہ حکیم محمد ابراہیم صاحب بنارسی ۱۹ ذیقعدہ ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسولِ مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ کے نور سے پیدا ہیں یا نہیں؟ اگر اللہ کے نور سے پیدا ہیں نورِ ذاتی سے یا نورِ صفاتی سے یا دونوں سے؟ اور نور کیا چیز ہے؟ بیّنوا توجروا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

جواب مسئلہ سے پہلے ایک اور مسئلہ گزارش کروں،

لقولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من رأی منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ[1] الحدیث۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق: "تم میں سے کوئی آدمی بُرائی دیکھے تو اسے چاہئے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اگر ایسا نہ کرسکے تو اپنی زبان سے بدل دے۔ الحدیث۔ (ت)

حضور پُرنور سیدِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ذکرِ کریم کے ساتھ جس طرح زبان سے درود شریف پڑھنے کا حکم ہے اللّٰھم صل وسلم وبارک علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ ابدا (اے اللہ! آپ پر اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر ہمیشہ ہمیشہ درود و سلام اور برکت نازل فرما۔ ت)۔ درود شریف کی جگہ فقط صؔ یا عمؔ یا صلعم یا صلّعم کہنا ہرگز کافی نہیں بلکہ وہ الفاظ بے معنی ہیں اور فبدل الذین ظلموا قولا غیر الذی قیل لھم[2] میں داخل، کہ ظالموں نے وہ بات جس کا انھیں حکم تھا ایک اور لفظ سے بدل ڈالی فانزلنا علی الذین ظلموا رجزا من السماء بما کانوا یفسقون[3] تو ہم نے آسمان سے ان پر عذاب اتارا بدلہ ان کی بے حکمی کا۔ یونہی تحریر میں القلم احد اللسانین (قلم دو زبانوں میں سے ایک ہے۔ ت)

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۱

[2] القرآن الکریم ۲/۵۹

[3]

بلکہ فتاوٰی تاتارخانیہ سے منقول کہ اس میں اس پر نہایت سخت حکم فرمایا اور اسے معاذ اللہ تخفیفِ شانِ نبوت بتایا۔ طحطاوی علی الدرالمختار میں ہے :

یحافظ علی کتب الصلٰوۃ والسلام علٰی رسول اللہ ولا یسأم من تکرارہ و ان لم یکن فی الاصل ویصلی بلسانہ ایضا، ویکرہ الرمز بالصلٰوۃ والترضی بالکتابۃ بل یکتب ذٰلک کلہ بکمالہ، وفی بعض المواضع عن التتارخانیۃ من کتب علیہ السلام بالھمزۃ والمیم یکفر لانہ تخفیف و تخفیف الانبیاء علیھم الصلٰوۃ والسلام کفر بلا شك، ولعلہ ان صح النقل فھو مقید بقصدہ والا فالظاھر انہ لیس بکفر، نعم الاحتیاط فی الاحتراز عن الایھام والشبھۃ اھ مختصرًا۔

حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر درود وسلام لکھنے کی محافظت کی جائے اور اس کی تکرار سے تنگ دل نہ ہو اگرچہ اصل میں نہ ہو اور اپنی زبان سے بھی درود پڑھے۔ درود یا رضی اللہ عنہ کی طرف لکھنے میں اشارہ کرنا مکروہ ہے بلکہ پورا لکھنا چاہئے۔ تاتارخانیہ کے بعض مقامات پر ہے کہ جس نے علیہ السلام ہمزہ اور میم سے لکھا "کافر ہوگیا کیونکہ یہ تخفیف ہے اور انبیاء کی تخفیف بغیر کسی شک کے کفر ہے، اور یہ نقل صحیح ہے تو اس میں قصد کی قید ضرور ہوگی ورنہ بظاہر یہ کفر نہیں ہے، ہاں احتیاط ایہام اور شبہہ سے بچنے میں ہے۔ (ت)

اس کے بعد اصل مسئلہ کا جواب بعون الملک الوہاب لیجئے۔ نُور عرفِ عام میں ایک کیفیت ہے کہ نگاہ پہلے اسے ادراک کرتی ہے اور اس کے واسطے سے دوسری اشیائے دیدنی کو۔

قال السید فی تعریفاتہ النور کیفیۃ تدرکھا الباصرۃ اولا وبواسطتھا سائر المبصرات[2]۔

علامہ سید شریف جرجانی نے فرمایا: نور ایک ایسی کیفیت ہے جس کا ادراک قوتِ باصرہ پہلے کرتی ہے پھر اس کے واسطہ سے تمام مبصرات کا ادراک کرتی ہے۔ (ت)

اور حق یہ کہ نور اس سے اجلٰی ہے کہ اس کی تعریف کی جائے۔

یہ جو بیان ہُوا تعریف الجلی بالخفی ہے کما نبہ علیہ فی المواقف وشرحھا (جیسا کہ مواقف اور

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار خطبۃ الکتاب المکتبۃ العربیۃ کوئٹہ ۱/۶

[2] التعریفات للجرجانی تحت اللفظ "النور" ۱۵۷۷ دارالکتاب العربی بیروت ص ۱۹۵

اس کی شرح میں اس پر تنبیہ کی گئی ہے۔ ت) نور باین معنٰی ایک عرض و حادث ہے اور رب عزوجل اس سے منزّہ۔ محققین کے نزدیک نور وہ کہ خود ظاہر ہو اور دوسروں کا مظہر، کما ذکرہ الامام حجۃ الاسلام الغزالی ثم العلامۃ الزرقانی فی شرح المواھب الشریفۃ (جیسا کہ حجۃ الاسلام امام غزالی نے پھر شرح مواہب شریف میں علامہ زرقانی نے ذکر فرمایا ہے۔ ت) باین معنی اللہ عزوجل نورِ حقیقی ہے بلکہ حقیقۃً وہی نور ہے اور آیہ کریمہ اللہ نور السمٰوٰت والارض[1] (اللہ تعالٰی نور ہے آسمانوں اور زمین کا۔ ت) بلاتکلّف بلا دلیل اپنے معنی حقیقی پر ہے۔

فان اللہ عزوجل ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ من السمٰوٰت والارض ومن فیھن وسائر المخلوقات۔

کیونکہ اللہ عزوجل بلاشُبہ خود ظاہر ہے اور اپنے غیر یعنی آسمانوں، زمینوں، ان کے اندر پائی جانیوالی تمام اشیاء، اور دیگر مخلوقات کو ظاہر کرنے والا ہے۔ (ت)

حضور پُر نور سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بلاشُبہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی سے پیدا ہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے:

ان اللہ تعالٰی قد خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ۔ رواہ عبد الرزاق[2] ونحوہ عند البیھقی۔

بیشک اللہ تعالٰی نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ (اس کو عبدالرزاق نے روایت کیا اور بیہقی کے نزدیک اس کے ہم معنٰی ہے۔ ت)

حدیث میں "نورہ" فرمایا جس کی ضمیر اللہ کی طرف ہے کہ اسم ذات ہے من نور جمالہ یا نور علمہ یا نور رحمتہ (اپنے جمال کے نور سے یا اپنے علم کے نور سے یا اپنی رحمت کے نور سے۔ ت) وغیرہ نہ فرمایا کہ نورِ صفات سے تخلیق ہو۔ علامہ زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی اسی حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں: (من نورہ) ای من نور ھو ذاتہ[3] یعنی اللہ عزوجل نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اس نور سے پیدا کیا جو عین ذاتِ الٰہی ہے، یعنی اپنی ذات سے بلاواسطہ پیدا فرمایا، کما سیأتی تقریرہ (جیسا کہ اس کی

---

[1] القرآن الکریم ۲۴/ ۳۵

[2] المواہب اللدنیۃ بحوالہ عبدالرزاق المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۷۱

[3] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ " " دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

تقریر عنقریب آرہی ہے۔ ت) امام احمد قسطلانی مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لما تعلقت ارادة الحق تعالٰی بایجاد خلقه ابرز الحقیقة المحمدیة من الانوار الصمدیة فی الحضرة الاحدیة ثم سلخ منها العوالم کلها علوها وسفلها[1]

یعنی جب اللہ عزوجل نے مخلوقات کو پیدا کرنا چاہا صمدی نوروں سے مرتبۂ ذاتِ صرف میں حقیقتِ محمدیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو ظاہر فرمایا، پھر اس سے تمام عالم علوی وسفلی نکالے۔

شرح علامہ میں ہے:

والحضرة الاحدیة هی اول تعینات الذات واول مراتبها الذی لا اعتبار فیه لغیر الذات کما هو المشار الیه بقوله صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم کان اللہ ولا شیئ معه ذکره الکاشی[2]

یعنی مرتبۂ احدیتِ ذات کا پہلا تعین اور پہلا مرتبہ ہے جس میں غیرِ ذات کا اصلاً لحاظ نہیں جس کی طرف نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس ارشاد میں اشارہ ہے کہ اللہ تعالٰی تھا اور اس کے ساتھ کچھ نہ تھا۔ اسے سیدی کاشی قدس سرہٗ نے ذکر فرمایا۔

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں:

انبیاء مخلوق اند از اسمائے ذاتیہ حق و اولیاء از اسمائے صفاتیہ و بقیہ کائنات از صفاتِ فعلیہ و سیدِ رسل مخلوق است از ذاتِ حق و ظہورِ حق در وے بالذات است[3]

انبیاء اللہ کے اسماءِ ذاتیہ سے پیدا ہوئے اور اولیاء اسمائے صفاتیہ سے، بقیہ کائنات صفاتِ فعلیہ سے، اور سیدِ رسل ذاتِ حق سے، اور حق کا ظہور آپ میں بالذات ہے۔ (ت)

ہاں عینِ ذاتِ الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنٰی نہیں کہ معاذاللہ ذاتِ الٰہی ذاتِ رسالت کیلئے مادہ ہے جیسے مٹی سے انسان پیدا ہو، یا عیاذًا باللہ ذاتِ الٰہی کا کوئی حصہ یا کُل ذاتِ نبی ہوگیا۔ اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہوجانے یا کسی شے میں حلول فرمانے سے پاک ومنزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خواہ کسی شے کو جزءِ ذاتِ الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین ونفس ذاتِ الٰہی ماننا کفر ہے۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ — المقصد الاول — المکتب الاسلامی بیروت — ۱/ ۵۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ — " — دار المعرفۃ بیروت — ۱/ ۲۷

[3] مدارج النبوۃ — تکملہ در صفات کاملہ — مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر — ۲/ ۶۰۹

اس تخلیق کے اصل معنی تو اللہ و رسول جانیں، جل وعلا و صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم عالم میں ذات رسول کو تو کوئی پہچانتا نہیں۔ حدیث میں ہے:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی[1]	اے ابوبکر! مجھے جیسا میں حقیقت میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ جانا۔

ذاتِ الٰہی سے اس کے پیدا ہونے کی حقیقت کسے مفہوم ہو مگر اس میں فہم ظاہر بین کا جتنا حصہ ہے وہ یہ ہے کہ حضرتِ حق عزّ جلالہ نے تمام جہان کو حضور پُر نور محبوب اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے واسطے پیدا فرمایا، حضور نہ ہوتے تو کچھ نہ ہوتا۔

لولاک لما خلقت الدنیا[2]	اگر آپ نہ ہوتے تو میں دنیا کو نہ بناتا۔ (ت)

آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ارشاد ہوا:

لولا محمد ماخلقتك ولا ارضا ولا سماء[3]	اگر محمد نہ ہوتے تو میں نہ تمھیں بناتا نہ زمین نہ آسمان کو۔ (ت)

تو سارا جہان ذاتِ الٰہی سے بواسطہ حضور صاحب لولاک صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیدا ہوا یعنی حضور کے واسطے حضور کے صدقے حضور کے طفیل میں

لا انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم استفاض الوجود من حضرۃ العزۃ ثم ھو افاض الوجود علی سائر البریۃ کما تزعم کفرۃ الفلاسفۃ من توسیط العقول، تعالٰی اللہ عما یقول الظلمون علوا کبیرا ھل من خالق غیر اللہ۔	یہ بات نہیں کہ حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اللہ سے وجود حاصل کیا پھر باقی مخلوق کو آپ نے وجود دیا جیسے فلاسفہ کافر گمان کرتے ہیں کہ عقول کے واسطے دوسری چیزیں پیدا ہوتی ہیں۔ اللہ تعالٰی ان ظالموں کے اس قول سے بلند و بالا ہے، کیا اللہ تعالٰی کے علاوہ بھی کوئی خالق ہوسکتا ہے۔ (ت)

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۱۲۹

[2] تاریخ دمشق الکبیر باب ذکر عروجہ الی السماء الخ دار احیاء التراث العربی بیروت ۳/ ۲۹۷

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۴۴

مطالع المسرات الحزب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۳

بخلاف ہمارے حضور عین النور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کہ وہ کسی کے طفیل میں نہیں، اپنے رب کے سوا کسی کے واسطے نہیں تو وہ ذاتِ الٰہی سے بلاواسطہ پیدا ہیں۔ زرقانی شریف میں ہے :

ای من نور ھو ذاتہ لابمعنی انھا مادۃ خلق نورہ منھا بل بمعنی تعلق الارادۃ بہ بلا واسطۃ شیئ فی وجودہ[1]

یعنی اس نور سے جو اللہ کی ذات ہے، یہ مقصد نہیں کہ وہ کوئی مادہ ہے جس سے آپ کا نور پیدا ہوا بلکہ مقصد یہ ہے کہ اللہ تعالٰی کا ارادہ آپ کے نور سے بلا کسی واسطہ فی الوجود کے متعلق ہوا۔ (ت)

یا زیادہ سے زیادہ بغرضِ توضیح ایک کمال ناقص مثال یُوں خیال کیجئے کہ آفتاب نے ایک عظیم وجلیل آئینہ پر تجلی کی، آئینہ چمک اٹھا اور اس کے نُور سے اور آئینے اور پانیوں کے چشمے اور ہوائیں اور ستارے روشن ہُوئے آئینوں اور چشموں میں صرف ظہور نہیں بلکہ اپنی اپنی استعداد کے لائق شعاع بھی پیدا ہوئی کہ اور چیز کو روشن کرسکے کچھ دیواروں پر دُھوپ پڑی، یہ کیفیتِ نُور سے متکیف ہیں اگرچہ اور کو روشن نہ کریں جن تک دھوپ بھی نہ پہنچی، وُہ ہوائے متوسط نے ظاہر کیں جیسے دن میں مسقّف دالان کی اندرونی دیواریں ان کا حصہ صرف اسی قدر ہوا، کیفیتِ نور سے بہرہ نہ پایا، پہلا آئینہ خود ذاتِ آفتاب سے بلاواسطہ روشن ہے اور باقی آئینے چشمے اس کے واسطہ سے اور دیواریں وغیرہ بالواسطہ در واسطہ پھر جس طرح وہ نُور کہ آئینہ اول پر پڑا بعینہٖ آفتاب کا نور ہے بغیر اس کے کہ آفتاب خود یا اُس کا کوئی حصّہ آئینہ ہوگیا ہو یُونہی باقی آئینے اور چشمے کہ اس آئینے سے روشن ہُوئے اور دیوار وغیرہ اشیاء پر اُن کی دھوپ پڑی یا صرف ظاہر ہوئیں، ان سب پر بھی یقیناً آفتاب ہی کا نور اور اُسی سے ظہور ہے، آئینے اور چشمے فقط واسطۂ وصول ہیں، اُن کی حدِ ذات میں دیکھو تو یہ خود نُور تو نور، ظہور سے بھی حصّہ نہیں رکھتے ؎

یک چراغ ست دریں خانہ کہ از پرتوِ آں ہر کجا می نگری انجمنے ساختہ اند

(اس گھر میں ایک چراغ ہے جس کی تابش سے تُو جہاں دیکھتا ہے انجمن بنائے بیٹھے ہیں)

یہ تنظیر محض ایک طرح کی تقریب فہم کے لئے ہے جس طرح ارشاد ہوا : مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح[2] (اس کے نور کی مثال ایسے ہے جیسے ایک طاق کہ اس میں چراغ ہے۔ ت) ورنہ کجا چراغ اور کجا وُہ نورِ حقیقی، وللہ المثل الاعلٰی[3] (اور اللہ کی شان سب سے بلند ہے۔ ت)۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفت بیروت ۱/۴۶
[2] القرآن الکریم ۲۴/۳۵
[3] القرآن الکریم ۱۶/۶۰

توضیح صرف ان دو باتوں کی منظور ہے ایک یہ کہ دیکھو آفتاب سے تمام اشیاء منور ہوئیں بلے اسکے آفتاب خود آئینہ ہوگیا یا اُس میں سے کچھ جدا ہو کر آئینہ بنا، دوسرے یہ کہ ایک آئینہ نفسِ ذاتِ آفتاب سے بلا واسطہ روشن ہے باقی بوسائط، ورنہ حاشا کہاں مثال اور کہاں وہ بارگاہِ جلال۔ باقی اشیاء سے کہ مثال میں بالواسطہ منور ہوئیں آفتاب حجاب میں ہے اور اللہ عزوجل ظاہر فوق کل ظاہر ہے، آفتاب ان اشیاء تک اپنے وصولِ نور میں وسائط کا محتاج ہے اور اللہ عزوجل احتیاج سے پاک، غرض کسی بات میں نہ تطبیق مراد نہ ہرگز ممکن، حتی کہ نفسِ وساطت بھی یکساں نہیں، کما لایخفی وقد اشرنا الیہ (جیسا کہ پوشیدہ نہیں اور ہم نے اس کی طرف اشارہ کر دیا ہے۔ ت)

سیدی ابو سالم عبداللہ عیاشی، ہم استاذ علامہ محمد زرقانی تلمیذ علامہ ابوالحسن شبراملسی اپنی کتاب "الرحلہ" پھر سیدی علامہ عشماوی رحمہم اللہ تعالٰی جمیعا "شرح صلاۃ" حضرت سیدی احمد بدوی کبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ میں فرماتے ہیں:

انما یدرکہ علی حقیقتہ من عرف معنی قولہ تعالٰی اللہ نور السمٰوٰت والارض وتحقیق ذلک علی ماینبغی لیس مما یدرک ببضاعۃ العقول ولا مما تسلط علیہ الاوہام وانما یدرک بکشف الٰہی واشراق حقہ من اشعۃ ذلک النور فی قلب العبد فیدرک نور اللہ بنورہ واقرب تقریر یعطی القرب من فہم۔

اس کا ادراک حقیقۃً وہی شخص کرسکتا ہے جو اللہ تعالٰی کے ارشاد اللہ نور السمٰوٰت والارض کا معنی جانتا ہے کیونکہ وہم اور عقل کے ذرائع اس کا حقیقی ادراک نہیں کرسکتے، اس کو تو صرف بندے کے دل میں اس نور کو اللہ تعالٰی کی عطا کردہ شعاؤں سے ہی سمجھا جاسکتا ہے، پس "نور اللہ" کو اسی نور ہی کے ذریعہ سے سمجھا جاسکتا ہے۔

معنی الحدیث انہ لما کان النور المحمدی اول الانوار الحادثۃ التی تجلی بہا النور القدیم الازلی وھو اول التعینات للوجود المطلق الحقانی وھو مدد کل نور کائن اویکون وکما اشرق النور الاول فی حقیقتہ فتنورت بحیث صارت ھو نور الشرق نورہ المحمدی علی حقائق الموجودات شیئا

حدیث کے معنٰی کو سمجھنے کے لئے قریب ترین یہ ہے کہ نورِ محمدی جب قدیم اور ازلی نور کی پہلی تجلی ہے تو کائنات میں ہی اللہ تعالٰی کے وجود کا وہی سب سے پہلا مظہر ہے اور وجود میں آنے والے تمام نوروں کی اصل قوت ہے۔ جب یہ نورِ اول چمکا اور منور ہوا تو اس نورِ محمدی نے تمام موجودات پر درجہ بدرجہ اپنی چمک ڈالی تو بلا واسطہ یا واسطوں کی کمی بیشی کے اعتبار سے ہر چیز اپنی استعداد کے

فشيئا فهي تستمد منه على قدر تنورها
بحسب كثرة الوسائط وقلتها وعدمها وكلما
اشرق نوره على نوع من انواع الحقائق
ظهر النور في مظهر الاقسام فقد كان النور
الحادث اولا شيئا واحدا ثم اشرق في
حقيقة اخرٰى فاستنارت بنوره تنورا كاملا
بحسب ما تقتضيه حقيقتها فحصل في
الوجود الحادث نوران مفيض ومفاض وفي
نفس الامر ليس هناك الا نور واحد اشرق في
قابل الاستنارة فتنور بتعدد المظاهر
والظاهر واحد ثم كذلك كلما اشرق في
محل ظهر بصورة الانقسام وقد يشرق نور
المفاض عليه ايضا بحسب كونه على قوابل
اخر فتنور بنوره فيحصل انقسام اخر بحسب
المظاهر وكلها راجعة الى النور الاول الحادث
اما بواسطة او بدونها۔

قال وهذا غاية ما اتصل اليه العبارة
في هذا التقرير ومثلي في قصر باعه
وعدم تضلعه من العلوم الالٰهية ان زاد
في التقرير خشي علي واقرب مثال يضرب
لذلك نور المصباح تصبح منه مصابيح
كثيرة وهو في نفسه باق على ما هو عليه
لم ينقص منه شيئ واقرب من هذا
المثال الى التحقيق وابعد عن الافهام
نور الشمس المشرق في الاهلة والكواكب على

مطابق چمک اُٹھی اور تمام حقائق واقسام اس نور کی
چمک سے اس کے مظہر بن گئے، یوں وجود میں
آنے والا پہلا نور ایک تھا لیکن اس کی چمک سے
دوسرے حقائق بھی اپنی حقیقت کے مطابق اس
نور سے منور ہوتے چلے گئے اور کائنات میں نور در
نور بن گئے جبکہ وجود میں نور کی صرف دو ہی قسمیں ہیں،
ایک فیض دینے والا اور دوسرا فیض پانے والا،
حالانکہ نفس الامری حقیقت میں یہ دونوں نور ایک
ہی ہیں، یہ ایک حقیقی نور ہی قابل اشیاء میں چمک
پیدا کر کے متعدد مظاہر میں ہوتا ہے اور تمام اقسام
میں ہر قسم کی صورت میں چمکتا ہے اسی طرح
فیض یافتہ نور بھی اپنی استعداد کے مطابق دوسری
قابل اشیاء میں چمک پیدا کر کے ان کو منور کرتا ہے
جس سے مزید مظاہرات کی اقسام حاصل ہوتی ہیں
جبکہ یہ تمام انوار بالواسطہ یا بلاواسطہ سب سے
پہلے نور سے ہی مستفیض ہیں۔

اس تقریر کے لئے یہ انتہائی محتاط عبارت
ہے جو علوم الٰہیہ کے موافق ہے، اس سے زائد
عبارت خطرناک ہو سکتی ہے۔ اس تقریر کی مناسب
مثال وُہ چراغ ہے جس سے بے شمار چراغ روشن
ہوئے، اس کے باوجود وہ اپنی اصل حالت پر باقی ہے
اور اس کے نور میں کوئی کمی واقع نہیں ہوتی، مزید
واضح مثال سورج ہے جس سے تمام سیارے روشن
ہیں جن کا اپنا کوئی نور نہیں ہے۔ بظاہر یوں معلوم
ہوتا ہے کہ سورج کا نور اُن ستاروں میں منقسم ہوگیا ہے

القول بان الکل مستنیر بنورہ ولیس لہا نور من ذاتہا فقد یقال بحسب النظر الاول ان نور الشمس منقسم فی ھذہ الاجرام العلویۃ وفی الحقیقۃ لیس ھذا الا نورھا وھو قائم بہا لم ینقص منہ شیئ ولم یزایلہا منہ شیئ ولکنہ اشرق فی اجرام قابلۃ الاستنارۃ فاستنارت۔

جبکہ فی الواقع ان سیاروں میں سورج ہی کا نور ہے جو سورج سے نہ تو جُدا ہوا اور نہ ہی کم ہوا، سیارے تو صرف اپنی قابلیت کی بنا پر چمکے اور سورج کی روشنی سے منوّر ہوئے۔

واقرب من ھذا للفھم ما یحصل فی الاجرام السفلیۃ من اشراق اشعۃ الشمس علی الماء او قواریر الزجاج فیستنیر ما یقابلہا من الجدرات بحیث یلمح فیہا نور کنور الشمس مشرق باشراقہ ولم ینفصل شیئ من نور الشمس عن محلہ الی ذلک المحل ومن کشف اللہ حجاب الغفلۃ عن قلبہ واشرقت الانوار المحمدیۃ علی قلبہ یصدق اتباعہ لہ ادرک الامر ادراکا اخر لا یحتمل شکا ولا وھما۔

مزید سمجھ کے لئے پانی اور شیشے پر پڑنے والی سورج کی شعاعوں کو دیکھا جائے جن کا عکس پانی یا شیشے کے بالمقابل دیوار پر پڑتا ہے جس سے دیوار روشن ہو جاتی ہے، دیوار پر یہ روشنی سورج ہی کا نور ہے جو بالواسطہ دیوار پر پڑا کیونکہ براہِ راست دیوار پر سورج کا نور نہیں پڑا اور نہ ہی یہ نور سورج سے جُدا ہوا، اس کے باوجود یہ نور سورج کا ہی ہے، جب اللہ تعالٰی کسی کے قلب کو حجابِ غفلت سے پاک کرتا ہے اور وہ دل انوارِ محمدیہ سے منوّر ہوتا ہے تو پھر اس کا ادراک ایسا کامل ہوتا ہے کہ اس میں شک اور وہم کا احتمال نہیں ہوتا۔

نسأل اللہ تعالٰی ان ینور بنور العلم الالٰھی بصائرنا ویحجب عن ظلمات الجھل سرائرنا ویغفر لنا ما اجترأنا علیہ من الخوض فیما لسنا لہ باھل ونسألہ ان لا یؤاخذنا بما تقتضیہ

اللہ تعالٰی سے دُعا ہے کہ وہ ہماری بصیرت کو اپنے علم کے نور سے منوّر فرمائے اور ہمارے باطن کو جہالت کے اندھیروں سے محفوظ فرمائے، اور جن امور میں ہم غور کرنے کے اہل نہیں ان پر ہماری جسارت کو معاف فرمائے اور اس جناب

العبارۃ من تقصیری فی حق ذٰلک الجناب۲؂ اھ مختصرًا۔

میں ہماری عبارت کی کوتاہیوں پر مواخذہ نہ فرمائے آمین! اھ مختصرًا (ت)

اس تقریر منیر سے مقاصد مذکورہ کے سوا چند فائدے اور حاصل ہوئے:

اوّلًا یہی روشن ہوگیا کہ تمام عالم نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنا۔ بے اس کے کہ نورِ حضور تقسیم ہوا یا اس کا کوئی حصہ این و آں بنا ہو۔ اور یہ کہ وہ جو حدیث میں ارشاد ہوا کہ پھر اس نور کے چار حصّے کئے، تین سے قلم و لوح و عرش بنائے، چوتھے کے پھر چار حصّے کئے الی آخرہٖ، یہ اس کی شعاعوں کا انقسام جیسے ہزار آئینوں میں آفتاب کا نور چمکے تو وہ ہزار حصوں پر منقسم نظر آئے گا حالانکہ آفتاب منقسم نہ ہوا نہ اس کا کوئی حصہ آئینوں میں آیا۔

وان فہم ما استشکلہ العلامۃ الشبراملسی ان الحقیقۃ الواحدۃ لا تنقسم و لیست الحقیقۃ المحمدیۃ الا واحدۃ من تلک الاقسام والباقی ان کان منہا ایضا فقد انقسمت وان کان غیرھا فما معنی الاقسام وحاول الجواب وتبعہ فیہ تلمیذہ العلامۃ الزرقانی بان المعنی انہ زاد فیہ" لا انہ قسم ذٰلک النور الذی ھو نور المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذ الظاھر انہ حیث صورہ بصورۃ مماثلۃ لصورۃ التی سیصیر علیہما لا یقسمہ الیہ والی غیرہ۱؂ اھ۔

اس (مذکورہ بالا تقریر سے) علامہ شبراملسی کا اعتراض ختم ہوا (اعتراض) حقیقتِ واحدہ تقسیم نہیں ہوتی کیونکہ حقیقتِ محمدیہ اُن اقسام میں ایک قسم ہے اور اگر باقی اقسام اسی (حقیقت) سے ہیں تو یہ حقیقت تقسیم ہوگئی اور اگر باقی چیزیں اس حقیقت کی غیر ہیں تو انقسام کا کیا مطلب، پھر انہوں (علامہ شبراملسی) نے خود ہی جواب دیا اور علامہ زرقانی شاگرد رشید علامہ شبراملسی نے ان کی اتباع کی۔ (جواب) حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے اس میں اضافہ کیا نہ کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور کو تقسیم کیا کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ اللہ نے ان کو ایک ایسی صورت مثالی عطا کی جس پر حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی تخلیق ہونی تھی تو اسے تقسیم نہیں کیا جائے گا۔

وحاصل جوابہ کما قررہ تلمیذہ

ان کے جواب کا خلاصہ جیسے ان کے شاگرد

۱؂ الرحلۃ لعلی بن علی الشبراملسی

۲؂ شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

العیاشی وان معنی الانقسام زیادة نور علی ذٰلک النور المحمدی فیؤخذ ذٰلک الزائد ثم یزاد علیہ نور اٰخر ثم کذٰلک الی اٰخر الاقسام، قال العیاشی وھذا جواب مقنع بحسب الظاھر و التحقیق و اللہ تعالٰی اعلم وراء ذٰلک اھ[1] ثم ذکر ما نقلنا عنہ اٰنفا ومن اٰیتنی کتبت علی ھامش الزرقانی ما نصہ۔

علامہ عیاشی نے بیان کیا ہے کہ انقسام کا معنٰی نورِ محمدی پر اضافے کے ہیں، پھر اس زائد کو لے لیا اس پر ایک دوسرے نور کا اضافہ کیا۔ اسی طرح آخری تقسیم تک سلسلہ جاری رہا۔ عیاشی نے کہا کہ ظاہر کے لحاظ سے یہ جواب کافی ہے اور تحقیق اس کے علاوہ اللہ جانتا ہے اھ۔ پھر اس نے وہی ذکر کیا جو ابھی ہم نے اس سے نقل کیا ہے۔ مجھے یاد ہے کہ میں نے زرقانی پر حاشیہ لکھا جس کی نص یہ ہے۔

اقول تبع فیہ شیخہ الشبراملسی الحق انہ لامعنی لہ فانہ اذن لایکون التخلیق من نورہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وھو خلاف المنصوص والمراد اھ[2]۔

اقول (میں (احمد رضا خاں) کہتا ہوں) کہ اس (عیاشی) نے اس مسئلہ میں اپنے شیخ شبراملسی کی پیروی کی لیکن حق یہ ہے کہ یہ ایک بے معنی بات ہے کیونکہ اس صورت میں حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نور سے تخلیق نہ ہوگی، یہ نص اور مراد کے خلاف ہے۔

اقول ویمکن الجواب بان المراد انہ تعالٰی کساہ شعاعا اکثرھما کان ثم فصل من شعاعہ شیئا فقسمہ کما تاخذہ الملٰئکۃ شیئا من الاشعۃ المحیطۃ بالکواکب فترمی بہ مسترقی السمع و یقال بذٰلک ان النجوم لھا رجوم ولکن منحو المولٰی تعالٰی من ذٰلک

اقول (میں کہتا ہوں) اس کا جواب یہ بھی ممکن ہے کہ اللہ نے آپ کے نور کو پہلی شعاع سے زائد شعاع عطا کی پھر اس سے کچھ جدا کیا، پھر اس کی تقسیم کی جیسے فرشتے ان شعاعوں میں سے جو ستاروں کو محیط ہیں، لے کر چھپ کر سننے والے شیطانوں کو مارتے ہیں اسی لئے کہا جاتا ہے نجوم کے لئے رجوم ہے۔ اس روشن تقریر سے مولٰی تعالٰی

---

[1]

[2] حاشیۃ امام احمد رضا علی شرح الزرقانی

التقریر المنیر ما اغنی عن کل تکلف و ﷲ الحمد و قد کان منحو للعبد الضعیف ثم رأیت فی شرح العشماوی جزاہ اللہ تعالٰی عنی وعن المسلمین خیرا کثیرا أمین!

نے ہر تکلف سے بے نیازی عطا فرمائی۔ اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ اللہ تعالٰی نے یہ تقریر اس عبد ضعیف کو القاء فرمائی پھر میں نے اس کو عشماوی کی شرح میں دیکھا۔ اللہ تعالٰی میری طرف سے اور تمام مسلمانوں کی طرف سے انکو بہت زیادہ جزاء خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ (ت)

ثانیًا اقول یہ شبہہ بھی دفع ہوگیا کہ خلق میں کفار و مشرکین بھی ہیں، وہ محض ظلمت ہیں تو نورِ مصطفٰے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کیونکر بنے اور نرے نجس ہیں تو اس نورِ پاک سے کیونکر مخلوق مانے گئے۔ وجہ اندفاع ہماری تقریر سے روشن، ظلمت ہو یا نور، جس نے خلعتِ وجود پایا ہے اس کے لئے تجلی آفتابِ وجود سے ضرور حصہ ہے اگرچہ نور نہ ہو صرف ظہور ہو کما تقدم (جیسا کہ آگے آئے گا۔ ت) اور شعاعِ شمس ہر پاک و ناپاک جگہ پڑتی ہے وہ جگہ فی نفسہٖ پاک ہے اس سے دھوپ ناپاک نہیں ہوسکتی۔

ثالثًا اقول یہی ظاہر ہوگیا کہ جس طرح مرتبۂ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اُسی کے پرتوِ وجود سے موجود، یونہی مرتبۂ ایجاد میں صرف ایک ذاتِ مصطفٰے ہے باقی سب پر اسی کے عکس کا فیضانِ وجود، مرتبۂ کون میں نورِ احدی آفتاب ہے اور تمام عالم اس کے آئینے اور مرتبۂ تکوین میں نورِ احمدی آفتاب ہے اور سارا جہان اس کے آئینے، و فی ھذا اقول (اور اسی سلسلہ میں میں کہتا ہوں): ؎

خالق کل الورٰی ربک لا غیرہ نورک کل الورٰی غیرک لم یلیس لن

ای لم یوجد ولیس موجودا ولن یوجد ابدا۔

(کل مخلوق کا پیدا کرنے والا آپ کا رب ہی ہے، آپ ہی کا نور کل مخلوق ہے اور آپ کا غیر کچھ بھی نہ تھا، نہ ہے، نہ ہوگا۔ ت)

رابعًا اقول نورِ احدی تو نورِ احدی، نورِ احمدی پر بھی یہ مثالِ منیر مثالِ چراغ سے احسن و اکمل ہے ایک چراغ سے بھی اگرچہ ہزاروں چراغ روشن ہوسکتے ہیں یہ اس کے کہ ان چراغوں میں اس کا کوئی حصہ آئے مگر دوسرے چراغ صرف حصولِ نور میں اسی چراغ کے محتاج ہوئے، بقاء میں

---

[۱] بستان المغفرۃ مجمع بحوث الامام احمد رضا کراچی ص ۲۲۳

اس سے مستغنی ہیں، اگر انھیں روشن کرکے پہلے چراغ کو ٹھنڈا کردیجئے ان کی روشنی میں فرق نہ آئے گا، روشن ہونے کے بعد اُن کو اس سے کوئی مدد پہنچ رہی ہے مع ہذا کسبِ نور کے بعد اُن میں اور اس چراغِ اول میں کچھ فرق نہیں رہتا سب یکساں معلوم ہوتے ہیں بخلاف نورِ محمدی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ عالم جس طرح اپنی ابتدائے وجود میں اس کا محتاج تھا کہ وہ نہ ہوتا تو کچھ نہ بنتا یونہی ہر شے اپنی بقا میں اس کی دست نگر ہے، آج اس کا قدم درمیان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فنائے محض ہو جائے ؎

وہ جو نہ تھے تو کچھ نہ تھا وہ جو نہ ہوں تو کچھ نہ ہو

جان ہیں وہ جہان کی جان ہے تو جہان ہے[1]

نیز جس طرح ابتدائے وجود میں تمام جہان اس سے مستفیض ہوا بعد وجود بھی ہر آن اُسی کی مدد سے بہرہ یاب ہے پھر تمام جہان میں کوئی اس کے مساوی نہیں ہو سکتا۔ یہ تینوں باتیں مثالِ آفتاب سے روشن ہیں' آئینے اس سے روشن ہوئے اور جب تک روشن ہیں اسی کی مدد پہنچ رہی ہے اور آفتاب سے علاقہ چھوٹتے ہی فوراً اندھیرے میں پھر کتنے ہی چمکیں سورج کی برابری نہیں پاتے۔ یہی حال ایک ذرہ عالم عرش و فرش اور جو کچھ اُن میں ہے اور دُنیا و آخرت اور ان کے اہل اور انس و جن و ملک و شمس و قمر و جملہ انوار ظاہر و باطن حتی کہ شموسِ رسالت علیہم الصلوٰۃ والتحیۃ کا ہمارے آفتابِ جہان تاب عالم مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام من الملک الوہاب کے ساتھ ہے کہ ہر ایک ایجاد امداد و ابتداء و بقاء میں ہر حال' ہر آن اُن کا دست نگر اُن کا محتاج ہے وللہ الحمد (اور سب تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں۔ت) ؎

امام ابلی محمد بوصیری قدس سرہٗ ام القریٰ میں عرض کرتے ہیں: ؎

کیف ترقی رقیک الانبیاء	یا سماء ما طاولتہا سماء
لم یساووک فی علاک وقد حا	ل سنا منک دونہم وسناء
انما مثلوا صفاتک للنا	س کما مثل النجوم الماء[2]

(یعنی انبیاء حضور کی سی ترقی کیونکر کریں، اے وہ آسمانِ رفعت جس سے کسی آسمان نے بلندی میں مقابلہ نہ کیا، انبیاء حضور کے کمالاتِ عالیہ میں حضور کے ہمسر نہ ہوئے، حضور کی جھلک اور بلندی نے ان کو حضور تک پہنچنے سے روک دیا، وہ تو حضور کی صفتوں کی

---

[1] حدائقِ بخشش | مکتبہ رضویہ کراچی | حصہ دوم | ص ۷۹

[2] ام القریٰ فی مدح خیر الوریٰ | الفصل الاول | حزب القادریہ لاہور | ص ۲

ایک تشبیہ لوگوں کو دکھاتے ہیں جیسے ستاروں کا عکس پانی دکھاتا ہے)

یہ وہی تشبیہ و تقریر ہے جو ہم نے ذکر کی، وہاں ذاتِ کریم و افاضۂ انوار کا ذکر تھا لہذا آفتاب سے تمثیل دی، یہاں صفاتِ کریمہ کا بیان ہے لہذا ستاروں سے تشبیہ مناسب ہوئی۔

مطالع المسرات میں ہے:

اسمہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم محی حیٰوۃ جمیع الکون بہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فھو روحہ وحیٰوتہ و سبب وجودہ وبقائہ[1]

حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام پاک محیی ہے، زندہ فرمانے والے، اس لئے کہ سارے جہان کی زندگی حضور سے ہے تو حضور تمام عالم کی جان و زندگی اور اس کے وجود و بقا کے سبب ہیں۔

اُسی میں ہے:

ھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم روح الاکوان وحیاتھا و سر وجودھا ولولاہ لذھبت وتلاشت کما قال سیدی عبد السلام رضی اللہ تعالٰی عنہ ونفعنا بہ ولا شیئ الا ھو بہ منوط اذ لولا الواسطۃ لذھب کما قیل الموسوط[2]

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام عالم کی جان و حیات و سببِ وجود ہیں حضور نہ ہوں تو عالم نیست و نابود ہو جائے کہ حضرت سیدی عبد السلام رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ عالم میں کوئی ایسا نہیں جو نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ نہ ہو، اس لئے کہ واسطہ نہ رہے تو جو اس کے واسطہ سے تھا آپ ہی فنا ہو جائے۔

ہمزیہ شریف میں ارشاد فرمایا: ؎

کل فضل فی العٰلمین فمن فضل النبی استعارۃ الفضلاء[3]

(جہان والوں میں جو خوبی جس کسی میں ہے وہ اس نے نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضل سے مانگے کرلی ہے)

---

[1] مطالع المسرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۹۹

[2] " " " ۲۶۳

[3] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل السادس حزب القادریۃ لاہور ص ۱۹

امام ابن حجر مکی افضل القریٰ میں فرماتے ہیں:

لانه الممد لهم اذ هو الوارث للحضرة الالٰهية والمستمد منها بلا واسطة دون غيره فانه لايستمد منها الا بواسطته فلا يصل لكامل منها شئ الا وهو من بعض مدده وعلى يديه[1]

تمام جہان کی امداد کرنے والے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہیں اس لئے کہ حضور ہی بارگاہ الٰہی کے وارث ہیں بلا واسطہ خدا سے حضور ہی مدد لیتے ہیں اور تمام عالم مدد الٰہی حضور کی وساطت سے لیتا ہے تو جس کامل کو جو خوبی ملی وہ حضور ہی کی مدد اور حضور ہی کے ہاتھ سے ملی۔

شرح سیدی عشماوی میں ہے:

نعمتان ما خلا موجود عنهما نعمة الايجاد ونعمة الامداد هو صلى الله تعالىٰ عليه وسلم الواسطة فيهما اذ لولا سبقة وجوده ما وجد موجود ولولا وجود نوره في ضمائر الكون لتهدمت دعائم الوجود فهو الذي وجد اولا وله تبع الوجود وصار مرتبطا به لا استغناء له عنه[2]

کوئی موجود دو نعمتوں سے خالی نہیں، نعمت ایجاد ونعمت امداد۔ اور ان دونوں میں نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہی واسطہ ہیں کہ حضور پہلے موجود نہ ہولیتے تو کوئی شیئ وجود نہ پاتی اور عالم کے اندر حضور کا نور جلوہ گر نہ ہو تو وجود کے ستون ڈھے جائیں تو حضور ہی پہلے موجود ہوئے اور تمام جہان حضور کا طفیل اور حضور سے وابستہ ہوا جسے کسی طرح حضور سے بے نیازی نہیں۔

ان مضامین جلیلہ پر بکثرت ائمہ وعلماء کے نصوص جلیلہ فقیر کے رسالہ "سلطنۃ المصطفیٰ فی ملکوت کل الورٰی" میں ہیں، وللہ الحمد۔

خامساً ہماری تقریر سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ حضور خود نور ہیں تو حدیث مذکور میں نورِ نبیک کی اضافت بھی مثل نورہٖ کی طرح بیانیہ ہے۔ سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اظہارِ نعمتِ الٰہیہ کے لئے عرض کی واجعلنی نوراً[3] (اور اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ ت) اور خود رب العزۃ

---

[1] افضل القریٰ لقراء ام القریٰ (شرح ام القریٰ)
[2] شرح مقدمۃ العشماوی
[3] الخصائص الکبریٰ باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۶۸

عزجلالہ نے قرآن عظیم میں اُن کو نور فرمایا:

قد جاءکم من اللّٰہ نور وکتاب مبین[1] بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور آیا اور روشن کتاب۔ (ت)

پھر حضور کے نور ہونے میں کیا شُبہ رہا۔

اقول اگر نص نبیك میں اضافت بیانیہ نہ لو بلکہ نور سے وہی معنی مشہور یعنی روشنی کہ عرض و کیفیت ہے مراد لو تو سیدِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اول مخلوق نہ ہوئے بلکہ ایک عرض وصفت، پھر وجودِ موصوف سے پہلے صفت کا وجود کیونکر ممکن؛ لاجرم حضور ہی خود وہ نور ہیں کہ سب سے پہلے مخلوق ہوا۔

فلاحاجۃ الی ما قال العلامۃ الزرقانی رحمہ اللّٰہ من انہ لایشکل بان النور عرض لایقوم بذاتہ لان ھذا من خرق العوائد[2] اھ ورأیتنی کتبت علیہ لم لایقال فیہ کما ستقولون فی قرینہ من لزوم اخذ الاضافۃ بیانیۃ اھ۔

تو اب علامہ زرقانی کے اِس قول کی حاجت نہ رہی اور یہ اعتراض نہ کیا جائے کہ نور عرض ہے، قائم بذاتہ نہیں ہے کیونکہ یہ خرقِ عادت ہے۔ میں نے اس پر لکھا کہ یہ اعتراض کیوں نہ کیا جائے کہ آپ اضافت بیانیہ نہیں مانتے۔

اقول خرق العوائد لاکلام فیہ والقدرۃ متسعۃ ولکن وجود الصفۃ بدون الموصوف مما لایعقل لانہا ان قامت بغیرہ لم تکن صفۃ لہ بل لغیرہ او بنفسہا لم تکن صفۃ اصلا اذ لاصفۃ الا المعنی القائم بغیرہ فاذا

اقول (میں احمد رضا خاں کہتا ہوں) کہ خرقِ عادت میں تو کوئی کلام نہیں اور خدا کی قدرت بہت وسیع ہے لیکن صفت کا وجود بغیر موصوف کے سمجھ میں نہیں آسکتا (کیونکہ ایسی صفت کی دو ہی صورتیں ہیں) موصوف کے غیر کے ساتھ قائم ہو تو موصوف کی صفت نہ ہوگی بلکہ غیر کی ہوگی اور اگر قائم بنفسہا ہو تو صفت ہی نہ ہوگی

---

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۴۶

[3]

قائم بنفسه لم يكن صفة وعرضا بل جوهرا
وكونه عرضا مع قيامه بنفسه جمع
للضدين وقدرته القادرة تعالية عن
التعلق بالمحالات العقلية ووزن
الاعمال بمعنى وزن الصحف و
البطاقات كما في حديث احمد و
الترمذي وابن ماجة
وابن حبان والحاكم وصححه
وابن مردوية واللالكائي والبيهقي
في البعث عن عبد الله بن عمرو
ابن عاص رضي الله تعالى عنهما
قال قال رسول الله صلى الله تعالى
عليه وسلم ان الله سيخلص
رجلا من امتي على رأس الخلائق
يوم القيمة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا
كل سجل مثل مد البصر ثم يقول اتنكر من
هذا شيئا اظلمك كتبتي الحافظون فيقول
لا يارب، فيقول افلك عذر، قال
لا يارب ـ فيقول بلى ان لك عندنا
حسنة وانه لا ظلم عليك اليوم
فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله و
ان محمدا عبده ورسوله فيقول احضر وزنك.
فيقول يارب ماهذه البطاقة مع
هذه السجلات، فيقول انك لا تظلم.
قال فتوضع السجلات في

کیونکہ صفت کہتا اسے ہیں جو غیر کے ساتھ قائم ہو
جب قائم بنفسہا ہو تو وہ نہ صفت ہوئی اور نہ ہی عرض بلکہ
جوہر ہوئی اور یہ (کہنا) کہ عرض اور قائم بنفسہ بھی ہے تو یہ
اجتماعِ ضدین لازم آتا ہے (اور اجتماعِ ضدین
باطل ہے) اور قدرتِ الٰہیہ محالاتِ عقلیہ
سے متعلق نہیں ہوتی وزنِ اعمال (جو کہا جاتا
ہے) بایں معنیٰ ہے کہ کاغذ اور صحیفے تولے جائیں گے
جیسے کہ حدیث میں آیا ہے جسے احمد، ترمذی،
ابن حبان، حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ ابن مردویہ
امام لالکائی اور بیہقی نے قیامت کی بحث میں عبد اللہ
بن عمرو بن العاص رضی اللہ تعالےٰ عنہم سے روایت
کیا ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ میری امت
میں سے ایک شخص کو چن لے گا، پھر اس کے سامنے
ننانوے رجسٹر کھولے جائیں گے اور ہر رجسٹر
حدِّ نگاہ تک ہوگا، پھر اُسے کہا جائے گا تو اس
سے انکار کرتا ہے یا میرے فرشتوں (کراماً کاتبین)
نے تم پر ظلم کیا ہے؟ وہ کہے گا، اے میرے رب!
نہیں۔ اللہ فرمائے گا، کیا تیرے پاس کوئی عذر
ہے؟ بندہ کہے گا، نہیں۔ اللہ فرمائے گا ہمارے
پاس تیری ایک نیکی ہے، آج تم پر ظلم نہیں
کیا جائے گا۔ پھر ایک کاغذ نکالا جائے گا جس
پر کلمۂ شہادت لکھا ہوگا۔ اللہ فرمائے گا، جا
اس کا وزن کرا۔ بندہ عرض کرے گا کہ ان رجسٹروں
کے سامنے اس کاغذ کی کیا حیثیت ہے۔ اللہ فرمائیگا
تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ حضور صلے اللہ علیہ وسلم

كفة والبطاقة فى كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا يثقل مع اسم الله شئ۔[1]

فرماتے ہیں کہ پھر ایک پلڑے میں ننانوے رجسٹر رکھے جائیں گے اور دوسرے میں وہ کاغذ (جس پر کلمہ شریف لکھا ہوگا) چنانچہ رجسٹروں کا پلڑا ہلکا ہوگا اور کاغذ کا بھاری، اور اللہ کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز وزنی نہ ہوگی۔ (ت)

بالجملہ حاصلِ حدیث شریف یہ ٹھہرا کہ اللہ تعالٰی نے محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ذات پاک کو اپنی ذاتِ کریم سے پیدا کیا یعنی عین ذات کی تجلی بلاواسطہ ہمارے حضور ہیں باقی سب ہمارے حضور کے نور و ظہور ہیں، صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ وبارك وکرم۔ واللہ سبحانہٗ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲: از کلکتہ، مچھوا بازار، اسٹریٹ نمبر ۲۱، متصل چولیا مسجد، مرسلہ حکیم اظہر علی صاحب ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۱۹ھ

بحضورِ اقدس جناب مولانا مدظلہ العالی! یہ اشتہار ترسیلِ خدمت ہے، اگر صحیح ہو تو اس پر صاد کر دیا جائے۔ والا جواب مفصل تحریر فرمائیے۔ والادب اظہر علی عفی عنہ

نقل اشتہار

ربِّ زدنی علما (اے میرے رب! میرے علم میں اضافہ فرما۔ ت) نور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا اللہ تعالٰی کا ذاتی نور یعنی جزءِ ذات یا عین ذات کا ٹکڑا نہیں بلکہ پیدا کیا ہوا، نور مخلوق ہے جیسا کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

---

[1] جامع الترمذی ابواب الایمان باب ماجاء فی من یموت وھو یشھد الخ امین کمپنی دہلی ۲/ ۸۹
المستدرک للحاکم کتاب الایمان فضیلۃ شہادۃ لا الٰہ الا اللہ دار الفکر بیروت ۱/ ۶
موارد الظمآن الٰی زوائد ابن حبان حدیث ۲۵۲۴ المطبعۃ السلفیۃ ص ۶۲۵
کنز العمال حدیث ۱۰۹ و ۱۴۲۱ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/ ۳۴ و ۲۹۶
سنن ابن ماجۃ ابواب الزہد باب مایرجی من رحمۃ اللہ یوم القیمۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۲۸
مسند احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن عمرو المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۱۳

اوّل ما خلق اللّٰہ نوری، اول ما خلق اللّٰہ القلم، اول ما خلق اللّٰہ العقل۔[1] کذا فی تاریخ الخمیس[2] و سر الاسرار۔

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے قلم کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے عقل کو پیدا فرمایا، تاریخ خمیس اور سر الاسرار میں یونہی ہے۔ (ت)

اور ذاتی نور کہنے سے نورِ رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کو جزء ذات یا عین ذات یا ٹکڑا ذات خدائے تعالٰی کا کہنا لازم آتا ہے، یہ کلام کفر ہے اور نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا قدیم ہونا لازم آتا ہے کیونکہ ذاتی کے معنے اگر اصطلاحی لیے جائیں تو جزء خدا یا عین خدا یا ٹکڑا ذاتِ خدا کا ہونا لازم آتا ہے، یہی کلام کفر ہے اور عقائد بعض جہال کے یہی ہیں، اس سبب سے نورِ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نورِ ذاتی یا ذاتی نور یا اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا نہ کہنا چاہیے، اگر نورِ رسول خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نورِ خدا یا نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا کہے تو کہنا جائز ہے جیسا کہ حضرت غوث الاعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب سر الاسرار میں فرمایا ہے:

لما خلق اللّٰہ تعالٰی روح محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اولا من نور جمالہ۔[3]

سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے روحِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنے نورِ جمال سے پیدا فرمایا۔ (ت)

اور حدیث قدسی میں آیا ہے:

خلقت روح محمد صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم من نور وجہی کما قال النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم اول ما خلق اللّٰہ روحی اول ما خلق اللّٰہ نوری۔[4]

میں نے روحِ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو اپنی ذات کے نور سے پیدا فرمایا جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میری روح کو پیدا فرمایا، سب سے پہلے اللہ تعالٰی نے میرے نور کو پیدا فرمایا۔ (ت)

کیونکہ ایک چیز کو دوسرے کی طرف اضافت کرنے سے جزء اس کا یا عین اس کا لازم نہیں آتا ہے کیونکہ

---

[1] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۱۹
مرقاۃ المفاتیح کتاب الایمان تحت الحدیث ۹۴ المکتبۃ الحبیبیہ کوئٹہ ۱/ ۲۹۱

[2]

[3]

[4] تاریخ الخمیس مطلب اول المخلوقات موسسۃ الرسالہ بیروت ۱/ ۱۹

مضاف و مضاف الیہ کے درمیان مغایرت شرط ہے۔ چنانچہ بیت اللہ و ناقۃ اللہ و نور اللہ و روح اللہ، پس ثابت ہوا کہ نورِ رسولِ خدا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورِ مخلوقِ خدا یا نورِ ذاتِ خدا یا نورِ جمالِ خدا ہے، نورِ ذاتی یعنی اللہ تعالٰی کی ذات کا ٹکڑا و جزو عین نہیں ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

المشتہر، عبدالمہیمن قاضی علاقہ تھانہ بہو بازار وغیرہ کلکتہ

الجواب

رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا نور بلاشبہہ اللہ عزوجل کے نورِ ذاتی یعنی عین ذاتِ الٰہی سے پیدا ہے جیسا کہ ہم نے پہلے فتوے میں تصریحاتِ علمائے کرام سے محقق کیا اور اس کے معنے بھی وہیں مشرح کردیئے۔ حاش للہ! یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہوسکتا کہ نورِ رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذاتِ الٰہی کا جُز یا اس کا عین و نفس ہے، ایسا اعتقاد ضرور کفر و ارتداد۔

ای ادعاء الجزئیۃ مطلقاً والعینیۃ بمعنی الاتحاد ای ھو ھو فی مرتبۃ الفرق۔ اما ان الوجود واحد والموجود واحد فی مرتبۃ الجمع والکل ظلالہ وعکوسہ فی مرتبۃ الفرق فلا موجود الا ھو فی مرتبۃ الحقیقۃ الذاتیۃ اذلاحظ لغیرہ فی حد ذاتہ من الوجود اصلا جملۃ واحدۃ من دونہ ثنیا فحق واضح لاشک فیہ۔

یعنی جزئیت کا دعوٰی کرنا مطلقاً اور عینیت بمعنی اتحاد کا دعوٰی کرنا یعنی مرتبہ فرق میں نورِ محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم عین ذاتِ خدا ہے (کفر ہے) لیکن یہ اعتقاد کہ بے شک وجود ایک ہے اور موجود ایک ہے مرتبہ جمع میں اور تمام موجودات مرتبہ فرق میں اسی کے ظل اور عکس ہیں۔ چنانچہ مرتبہ حقیقت ذاتیہ میں اس کے سوا کوئی موجود نہیں کیونکہ حدِ ذات میں اس کے ماسوا کسی کے لئے بغیر کسی استثناء کے بالکل وجود سے کوئی حصہ نہیں (یہ اعتقاد) خالص حق ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ (ت)

مگر نورِ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کو اللہ عزوجل کا نورِ ذاتی کہنے سے نہ عینِ ذات یا جُزءِ ذات ہونا لازم، نہ مسلمانوں پر بدگمانی جائز، نہ عرفِ عام علماء و عوام میں اس سے یہ معنے مفہوم، نہ نورِ ذات کہنے کو نورِ ذاتی کہنے پر کچھ ترجیح جس سے وہ جائز اور یہ ناجائز ہو۔

اولاً ذاتی کی یہ اصطلاح کہ عینِ ذات یا جزءِ ماہیت ہو، خاص ایساغوجی کی اصطلاح ہے، علماء و عامہ کے عرفِ عام میں نہ یہ معنے مراد ہوتے ہیں نہ ہرگز مفہوم، عام محاورہ ہیں کہتے ہیں یہ میں اپنے

ذاتی علم سے کہتا ہوں یعنی کسی کی سُنی سنائی نہیں۔ یہ مسجد میں نے اپنے ذاتی روپیہ سے بنائی ہے یعنی چندہ وغیرہ مالِ غیر سے نہیں۔ ائمہ اہلسنت جن کا عقیدہ ہے کہ صفاتِ الٰہیہ عینِ ذات نہیں، اللہ عزوجل کے علم وقدرت وسمع وبصر وارادہ وکلام وحیات کو اس کی صفتِ ذاتی کہتے ہیں۔ حدیقہ ندیہ میں ہے:

اعلم بان الصفات التی ھی لاعین الذات ولاغیرھا انما ھی الصفات الذاتیۃ الخ[1]

بیشک وہ صفات جو اللہ تعالٰی کی نہ عین اور نہ غیر ہیں، صرف وہ ذاتی صفات ہیں۔ (ت)

علامہ سید شریف قدس سرہ الشریف رسالہ "تعریفات" میں فرماتے ہیں:

الصفات الذاتیۃ ھی ما یوصف اللہ تعالٰی بھا ولا یوصف بضدھا نحو القدرۃ والعزۃ والعظمۃ وغیرھا[2]

ذاتی صفات وہ ہیں جن سے اللہ تعالٰی موصوف ہے اور اُن کی ضد سے موصوف نہیں جیسے قدرت، عزت، عظمت وغیرہا۔ (ت)

وجوبِ ذاتی وامتناعِ ذاتی وامکانِ ذاتی کا نام حکمت وکلام وفلسفہ وغیرہا میں سُنا ہوگا یعنی ان الذات تقتضی لذاتھا الوجود او العدم (یعنی بلاشبہہ ذات اپنی ذات کے اعتبار سے وجود یا عدم کا تقاضا کرتی ہے۔ ت) اوّلاً ان میں کوئی بھی اپنے موصوف کا نہ عینِ ذات ہے نہ جزء بلکہ مفہوماتِ اعتباریہ ہیں جن کے لئے خارج میں وجود نہیں کما حقق فی محلہ (جیسا کہ اس کے محل میں اس کی تحقیق کردی گئی ہے۔ ت) یونہی اصلین اعنی علم کلام وعلم اصولِ فقہ میں افعال کے حسنِ ذاتی وقبحِ ذاتی کا مسئلہ اور اس میں ہمارے ائمہ ماتریدیہ کا مذہب سُنا ہوگا حالانکہ بداہۃً حسن و قبح نہ عینِ فعل ہیں نہ جزءِ فعل۔ محقق علی الاطلاق تحریر الاصول میں فرماتے ہیں:

کما اتفقت فیہ الاغراض والعادات واستحق بہ المدح والذم فی نظر العقول جمیعا لتعلق مصالح الکل بہ لا یفید بل ھو المراد بالذاتی للقطع بان مجرد حرکۃ الید قتلا ظلما لا تزید حقیقتھا علی حقیقتھا

جس میں اغراض وعادات متفق ہوں اور اس کے سبب سے مدح وذم کا استحقاق ہو کیونکہ سب کے مصالح اُس سے متعلق ہیں یہ قول غیر مفید ہے بلکہ ذاتی سے مراد وہی ہے، اس لئے کہ یہ بات قطعی ہے کہ قتل کے لئے بطور ظلم محض حرکتِ ید کی حقیقت بطور عدل اس کی حرکت

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الباب الثانی مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۱/۲۵۴

[2] التعریفات للجرجانی ۸۹۰ (الصفات الذاتیہ) دار الکتاب العربی بیروت ص ۱۱۱

عدلا، فلوکان الذاتی مقتضی الذات اتحد لان مهما حسنا وقبحا، فانما یراد (ای بالذاتی) مایجزم به العقل لفعل من الصفة بمجرد تعقله کائنا عن صفة نفس من قام به فباعتبارها یوصف بانه عدل حسن اوضده[1] اھ۔

کی حقیقت سے زائد نہیں۔ اگر ذاتی مقتضائے ذات ہوتا تو ان دونوں کالازم حُسن و قبح کے اعتبار سے متحد ہوجاتا کیونکہ ذاتی سے مراد وہ ہے کہ عقل اس کے ساتھ جزم کرے کسی فعل کے لئے صفت سے، محض اُس کے متعقل ہونے کی وجہ سے اُس ذات کی صفت سے جس کے ساتھ وہ قائم ہے اُسی کے اعتبار سے اُس کو عدل وحسن یا اس کی ضد کے ساتھ متصف کیا جاتا ہے اھ (ت)

ثانیاً ذاتی میں یائے نسبت ہے، ذاتی منسوب بہ ذات اور متغائرین میں ہر اضافت مصحح نسبت جو چیز دوسرے کی طرف مضاف ہوگی وہ ضرور اسکی طرف منسوب ہوگی کہ اضافت بھی ایک نسبت ہی ہے، تو جب نورِ ذات کہنا صحیح ہے تو نورِ ذاتی کہنا بھی قطعاً صحیح ہوگا ورنہ نسبت ممتنع ہوگی تو نورِ ذات کہنا بھی باطل ہوجائے گا ھذا خلف۔

ثالثاً نورِ ذات کہنا جس کا جواز مانع کو بھی تسلیم ہے اس میں اضافت بیانیہ ہو یعنی وہ نور کہ عین ذاتِ الٰہی ہے تو معاذ اللہ نورِ ساختہ کا عین ذاتِ الوہیت ہونا لازم آتا ہے پھر یہ کیوں نہ منع ہوا، اگر کہئے کہ یہ معنے مراد نہیں بلکہ اضافت لامیہ ہے اور اس کی وجہ تشریف جیسے بیت اللہ و ناقۃ اللہ و روح اللہ، تو اسی معنے پر نورِ ذاتی میں کیا حرج ہے یعنی وہ نور کہ ذاتِ الٰہی سے نسبتِ خاصہ ممتازہ رکھتا ہے۔ شرح المواہب للعلامۃ الزرقانی میں ہے:

اضافة تشریف واشعار بانه خلق عجیب و ان له شانا له مناسبة ما الی الحضرة الربوبیة علی حد قوله تعالٰی و نفخ فیه من روحه[2]۔

اضافت تشریفیہ ہے اور یہ بتاتا ہے کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عجیب مخلوق ہیں اور بارگاہِ ربوبیت میں آپ کو خاص نسبت ہے جیسے ونفخت فیه من روحی[3] (اور میں اس میں اپنی طرف کی خاص معزز روح پھونک دوں)۔ (ت)

---

[1] تحریر الاصول المقالۃ الثانیۃ الباب الاول الفصل الثانی مصطفی البابی مصر ص ۲۲۵ و ۲۲۶

[2] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۶

[3] القرآن الکریم ۱۵/ ۲۹ و ۳۸/ ۷۲

سابعًا نور ذاتی میں اگر ایک معنٰی معاذ اللہ کفر ہیں کہ ذاتی کو اصطلاحِ فنِ ایسا غوجی پر حمل کریں جو ہرگز قائلوں کی مراد نہیں بلکہ غالبًا ان کو معلوم بھی نہ ہوگی تو نورِ ذات یا نور اللہ کہنے میں جن کا جواز خود مانع کو مسلّم ہے عیاذًا باللہ متعدد وجہ پر معانی کفر ہیں۔

ہم نے فتوٰی دیگر میں بیان کیا کہ نور کے دو معنے ہیں، ایک ظاہر بنفسہٖ مظہر لغیرہٖ، بایں معنے اگر اضافتِ بیانیہ لو تو نورِ رسالت عینِ ذاتِ الٰہی ٹھہرے اور یہ کفر ہے۔ اور اگر لامیہ لو تو یہ معنے ہوں گے کہ وہ نور کہ آپ بذاتِ خود ظاہر اور ذاتِ الٰہی کا ظاہر کرنے والا ہے، یہ بھی کفر ہے۔ دوسرے معنے یہ کیفیت وعرض جیسے چمک، جھلک، اُجالا، روشنی کہتے ہیں اس معنٰی پر اضافتِ بیانیہ لو تو کفرِ عینیت کے علاوہ ایک اور کفرِ عرضیت عارض ہوگا کہ ذاتِ الٰہی معاذ اللہ ایک عرض و کیفیت قرار پائی، اور اگر لامیہ لو تو کسی کی روشنی کہنے سے غالبًا یہ مفہوم کہ یہ کیفیت اس کو عارض ہے جیسے نورِ شمس و نورِ قمر و نورِ چراغ، یوں معاذ اللہ اللہ عزّوجل محلِ حوادث ٹھہرے گا، یہ بھی صریح ضلالت وگمراہی ومنجر بہ کفرِ لزومی ہے، ایسے خیالات سے اگر نورِ ذاتی کہنا ایک درجہ ناجائز ہوگا تو نورِ ذات و نور اللہ کہنا چار درجے، حالانکہ ان کا جواز مانع کو مسلّم ہونے کے علاوہ نور اللہ تو خود قرآن عظیم میں وارد ہے:

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواھھم واللہ متم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون۔[1] یریدون ان یطفؤا نور اللہ بافواھھم ویابی اللہ الا ان یتم نورہٖ ولو کرہ الکٰفرون[2]

اللہ تعالٰی کے نور کو اپنی پھونکوں سے بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالٰی اپنے نور کو تام فرمانے والا ہے اگرچہ کافر ناپسند کریں۔ چاہتے ہیں کہ اللہ کا نور اپنے مُونہوں سے بُجھادیں اور اللہ نہ مانے گا مگر اپنے نور کا پُورا کرنا پڑے بُرا مانیں کافر۔(ت)

حدیث میں ہے:

اتقوا فراسۃ المؤمن فانہ ینظر بنور اللہ[3]

مومن کی فراست سے ڈرو کیونکہ وہ نور اللہ سے دیکھتا ہے۔(ت)

خامسًا مضاف ومضاف الیہ میں اگر مغایرت شرط ہے تو منسوب ومنسوب الیہ میں

---

[1] القرآن الکریم ۶۱/ ۸

[2] ؍؍ ؍؍ ۹/ ۳۲

[3] سنن الترمذی کتاب التفسیر حدیث ۳۱۳۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۸۸

کنز العمال حدیث ۳۰۷۳۰ موسسۃ الرسالہ بیروت ۱۱/ ۸۸

کیا شرط نہیں۔

سادسًا بلکہ اس طور پر جو مانع نے اختیار کیا، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سب سے پہلے مخلوقِ الٰہی نہ رہیں گے، دو چیزیں حضور سے پہلے مخلوق قرار پائیں گی اور یہ خلافِ حدیث و خلافِ نصوص ائمہ قدیم و حدیث۔ حدیث میں ارشاد ہوا:

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ[1]۔ اے جابر! اللہ تعالٰے نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کے نور کو اپنے نور سے پیدا کیا۔

یہاں دو اضافتیں ہیں، نورِ نبی و نورِ خدا۔ اور مشتہر کے نزدیک اضافت میں مغایرت شرط ہے تو نورِ نبی غیرِ نبی ہُوا اور نورِ خدا غیرِ خدا، اور غیرِ خدا جو کچھ ہے مخلوق ہے تو نورِ خدا مخلوق ہوا اور اس نور سے نورِ نبی بنا، تو ضرور نورِ خدا نورِ نبی سے پہلے مخلوق تھا اور نورِ نبی باقی سب اشیاء سے پہلے بنا اور اشیاء میں خود نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی ہیں، تو نورِ نبی نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے پہلے بنا اور اس سے پہلے نورِ خدا بنا، تو نبی صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم سے دو مخلوق پہلے ہوئے، یہ محض باطل ہے۔

سابعًا حل یہ ہے کہ ایسا غوجی میں ذاتی مقابل عرضی ہے بایں معنی اللہ عزّ وجل نورِ ذاتی و نورِ عرضی دونوں سے پاک و منزّہ ہے مگر وہ یہاں نہ مراد نہ مفہوم اور عام محاورہ میں ذاتی مقابل صفاتی و اسمائی ہے اور یہاں یہی مقصود، بایں معنی اللہ عزّ وجل کے لئے نورِ ذاتی و نورِ صفاتی و نورِ اسمائی سب ہیں کہ اس کی ذات و صفات و اسماء کی تجلیاں ہیں، نبی صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم تجلّیِ ذات اور انبیاء و اولیاء و سائر خلق اللہ تجلّیِ اسماء و صفات ہیں جیسا کہ ہم نے فتاوائے دیگر میں شیخ محقق سے نقل کیا، رحمہ اللہ تعالٰی۔ واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ سیدنا محمد و اٰلہ وسلم۔

---

[1] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۱

تقریظ[1]

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللّٰھم لک الحمد فقیر غفرلہ المولی القدیر نے فاضل فاصل عالم عامل، حامی السنۃ، ماحی الفتنۃ، مولٰنا مولوی حبیب علی صاحب علوی ایدہ اللہ تعالٰی بالنور العلوی کی یہ تحریر منیر مطالعہ کی فجزاہ اللہ عنہ نبیہ المصطفٰی الجزاء الاوفٰی۔

مسئلہ بحمداللہ تعالٰی واضح ومکشوف اور مسلمانوں میں مشہور ومعروف ہے، فقیر کے اس میں تین رسائل ہیں:

(۱) قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام علیہ وعلٰی آلہ الصلوۃ والسلام۔

---

[1] یہ تقریظ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے مولانا حبیب علی علوی کے رسالہ پر لکھی تھی، بریلی کے ذخیرۂ مسودات سے مولانا محمد ابراہیم شاہدی پورنپوری نے ۸ رجب المرجب ۱۳۶۳ھ کو نقل کی۔ یہ نقل محدث اعظم پاکستان مولانا محمد سردار احمد رحمہ اللہ تعالٰی کے ذخیرۂ کتب سے راقم کو ۲۲ ربیع الاول ۱۴۰۴ھ کو دستیاب ہوئی جو پیش نظر مجموعہ رسائل میں شامل کی جارہی ہے۔

اس مجموعہ میں حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی نورانیت کے موضوع پر ایک اور سایہ نہ ہونے کے موضوع پر تین[2] رسائل شامل ہیں۔

محمد عبدالقیوم قادری

(۲) نفی الفیئ عمن استنار بنورہ کل شیئ صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۳) ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سید الاکوان علیہ الصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان۔

یہاں جناب مجیب مصیب سلمہ القریب المجیب کی تائید میں بعض کلام ائمہ کرام علمائے اعلام کا اضافہ کروں۔ امام جلیل جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالٰی نے خصائص الکبرٰی شریف میں فرماتے ہیں:

باب الآیۃ فی انہ لم یکن یرٰی لہ ظل اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر، قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان ظلہ کان لایقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذمشی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث، قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[1]

اس نشانی کا بیان کہ حضور انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہیں دیکھا گیا۔ حکیم ترمذی نے حضرت ذکوان سے روایت کی کہ سورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ نظر نہیں آتا تھا۔ ابن سبع نے کہا، آپ صلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے خصائص میں سے یہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا تھا کیونکہ آپ نور ہیں، آپ جب سورج اور چاندنی کی روشنی میں چلتے تو سایہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔ بعض نے کہا کہ اس کی شاہد وہ حدیث ہے جس میں آپ نے دعا فرماتے ہوئے کہا: اے اللہ! مجھے نور بنا دے۔ (ت)

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا، وقال رزین لغلبۃ انوارہ۔[2]

حضور انور صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا۔ نہ ہی سورج اور چاند کی روشنی میں آپ کا سایہ دکھائی دیتا تھا۔ ابن سبع نے کہا آپ کے نور ہونے کی وجہ سے۔ اور رزین نے کہا آپ کے انوار کے غلبہ کی وجہ سے۔ (ت)

امام ابن حجر مکی رحمہ اللہ تعالٰی افضل القرٰی لقراء ام القرٰی میں زیر قول ماتن رضی اللہ تعالٰی عنہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی باب الآیۃ فی انہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/۶۸

[2] انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب

لم یساووک فی علاک وقد حا ۔۔۔ ل سنا منک دونھم سنا

(انبیاء علیہم الصلوات والسلام فضیلت میں آپ کے برابر نہ ہوئے آپ کی چمک اور رفعت آپ تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔ت)

فرماتے ہیں:

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو قولہ تعالٰی قد جاءکم من اللّٰہ نور وکتاب مبین"، وکان صلی اللّٰہ علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللّٰہ یجعل کلا من حواسہ و اعضائہ و بدنہ نورا اظہارا لوقوع ذلک وتفضل اللّٰہ تعالٰی علیہ بہ لیزداد شکرہ و شکر امتہ علٰی ذلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللّٰہ تعالٰی بہ لذلک و مما یؤید انہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم صار نورا انہ کان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لم یظہر لہ ظل لانہ لا یظہر الا لکثیف وھو صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم قد خلصہ

یہ ماخوذ ہے ان آیات کریمہ سے جن میں اللہ تعالٰی نے اپنے نبی کا نام نور رکھا ہے جیسے آیت کریمہ قد جاءکم من اللّٰہ نور وکتاب مبین (تحقیق آیا تمھارے پاس اللہ تعالٰی کی طرف سے نور اور روشن کتاب) نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کثرت سے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اللہ تعالٰی آپ کے تمام حواس، اعضا اور بدن کو نور بنا دے۔ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم یہ دعا اس بات کو ظاہر کرنے کے لئے کرتے کہ اس کا وقوع ہو چکا ہے اور اللہ تعالٰی نے اپنے فضل سے آپ کو مجسم نور بنا دیا ہے تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا بکثرت شکر ادا کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالٰی نے ہمیں سورۃ بقرہ کی آخری آیات میں واقع دعا مانگنے کا حکم دیا ہے باوجودیکہ اللہ تعالٰی کے فضل سے اس کا وقوع ہو چکا ہے۔ آپ کی نورانیت کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جب آپ سورج اور چاند کی روشنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ سایہ تو کثیف چیز کا ظاہر ہوتا ہے جبکہ آپ کو اللہ تعالٰی نے تمام

۱؎ ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریہ لاہور ص ۹

الله من سائر الكثائف الجسمانية وصيره نوراصرفا لا يظهر له ظل اصلا[1]

جسمانی کثافتوں سے پاک فرمادیا ہے اور آپ کو خالص نور بنادیا ہے، چنانچہ آپ کا سایہ بالکل ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ سلیمان جمل شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں:

لم یکن له صلی الله تعالٰی علیه وسلم ظل یظهر فی شمس ولا قمر[2]

سورج اور چاند کی روشنی میں حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ ظاہر نہیں ہوتا تھا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس میں لکھتے ہیں:

لم یقع ظله صلی الله تعالٰی علیه وسلم علی الارض ولا رئی له ظل فی شمس ولا قمر[3]

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا اور نہ ہی سورج و چاند کی روشنی میں نظر آتا تھا۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار میں ہے۔ علامہ سیدی محمد زرقانی شرح مواہب شریف میں فرماتے ہیں:

لم یکن له صلی الله علیه وسلم ظل فی شمس ولا قمر لانه کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبة انواره وقیل حکمة ذلك صیانته عن یطأ کافر علی ظله رواه الترمذی الحکیم عن ذکوان ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولٰی عائشة رضی الله تعالٰی عنها وکل منهما ثقة من التابعین

حضور پرنور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ شمس و قمر کی روشنی میں نمودار نہ ہوتا تھا بقول ابن سبع آپ کی نورانیت کی وجہ سے اور بقول رزین غلبۂ انوار کی وجہ سے۔ اور کہا گیا ہے کہ عدم سایہ کی حکمت یہ ہے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر پاؤں نہ رکھے۔ اس کو ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابو صالح السمان زیات مدنی سے یا ام المؤمنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو مدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/ ۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الہمزیۃ لسلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع مؤسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹

فہو مرسل لکن روی ابن المبارک و ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل و لم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوءہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوءہ ضوء السراج۔[1]

میں سے ہیں لہٰذا یہ حدیث مرسل ہے۔ لیکن ابن مبارک اور ابن جوزی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا کہ آپ کا سایہ نہ تھا آپ جب سورج کی روشنی یا چراغ کی روشنی میں قیام فرماتے تو آپ کی چمک سورج اور چراغ کی روشنی پر غالب آجاتی تھی۔ (ت)

فاضل محمد بن صبان اسعاف الراغبین میں ذکرِ خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں لکھتے ہیں:

وانہ لافیئ لہ[2] (بے شک آپ کا سایہ نہ تھا۔ ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ الشریف فرماتے ہیں: ؎

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود ۔۔۔ او محمد وار بے سایہ شود[3]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبدالعلی قدس سرہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

درمصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم است کہ آں سرور را سایہ نمی افتاد[4]

دوسرے مصرع میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس معجزہ کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر واقع نہیں ہوتا تھا۔

یہاں اس مسئلہ مسلمہ کے منکر وہابیہ ہیں اور اسمٰعیل دہلوی کے غلام اور اسمٰعیل کو غلامی حضرت مجدد کا ادعاء اور حضرت شیخ مجدد جلد ثالث مکتوبات مکتوب صدم میں فرماتے ہیں:

اورا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود و در عالم

رسول انور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا۔

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دار المعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰

[2] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین الباب الاول مصطفی البابی مصر ص ۷۹

[3] مثنوی معنوی درصفت آں بیخود کہ دربقای حق فانی شدہ است الخ نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹

[4]

شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر ست و چوں لطیف تر از وے صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد علیہ و علٰی آلہ الصلوات والتسلیمات [1]

عالمِ شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ چونکہ آپ سے بڑھ کر کوئی شَے لطیف نہیں ہے لہذا آپ کے سایہ کی کوئی صورت نہیں بنتی۔ آپ پر اور آپ کی آل پر درود و سلام ہو۔ (ت)

اسی کے مکتوب ۱۲۲ میں فرمایا :

واجب را تعالٰے چرا ظل بود کہ ظل موہم تولیدِ بمثل ست و منبی از شائبۂ عدمِ کمالِ لطافتِ اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد [2] جل وعلا وصلی اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

واجب تعالٰے کا سایہ کیسے ہوسکتا ہے کہ سایہ تو مثل کے پیدا ہونے کا وہم پیدا کرتا ہے اور عدمِ کمالِ لطافت کے شائبہ کی خبر دیتا ہے۔ جب محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کا سایہ بوجہ آپ کی لطافت کے نہ تھا آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے خدا جل وعلا کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں۔ ت) مطالع المسرات شریف میں امام اہلسنت سیدنا ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ تعالٰے سے :

انہ تعالٰی نور لیس کالانوار والروح النبویۃ القدسیۃ لمعۃ من نورہٖ و الملٰئکۃ شرر تلک الانوار [3]

اللہ تعالٰے نور ہے مگر انوار کی مثل نہیں اور نبی کریم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی رُوحِ اقدس اللہ تعالٰی کے نور کا جلوہ ہے اور ملائکہ ان انوار کی جھلک ہیں۔ (ت)

پھر اس کی تائید میں حدیث کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے فرمایا :

اول ما خلق اللہ نوری ومن نوری خلق کل شیئ [4]

اللہ تعالٰی نے سب سے پہلے میرا نور بنایا اور میرے نور سے تمام اشیاء کو پیدا فرمایا (ت)

---

[1] مکتوباتِ امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ جلد سوم ص ۱۸۷

[2] " " مکتوب ۱۲۲ " " " ۲۳۷

[3] مطالع المسرات مکتوبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۲۶۵

[4] " " " " " " "

جب ملائکہ کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے بنے، سایہ نہیں رکھتے تو حضور کہ اصل نور ہیں جن کی ایک جھلک سے سب ملک بنے کیونکر سایہ سے منزّہ نہ ہوں گے۔ عجب کہ ملائکہ مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے نور سے بنے بے سایہ ہوں اور مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کہ نورِ الٰہی سے بنے سایہ رکھیں۔

حدیث میں ہے کہ آسمانوں میں چار انگل جگہ نہیں جہاں کوئی فرشتہ اپنی پیشانی رکھے سجدہ میں نہ ہو، ملائکہ کے سایہ ہوتا تو آفتاب کی روشنی ہم تک کیونکر پہنچتی یا شاید پہنچتی تو ایسی جیسے گھنے پیڑ میں سے چھن کر خال خال بندکیاں نور کے سائے کے اندر نظر آتی ہیں، ملائکہ تو لطیف تر ہیں، نار کے لئے سایہ نہیں بلکہ ہوا کے لئے سایہ نہیں بلکہ عالمِ نسیم کی ہوا کہ ہوائے بالا سے کثیف تر ہے اس کا بھی سایہ نہیں ورنہ روشنی کبھی نہ ہوتی بلکہ ہوا میں ہزاروں لاکھوں ذرّے اور قسم قسم کے جانور بھرے پڑے ہیں کہ خوردبین سے نظر آتے ہیں اور بعض بے خوردبین بھی، جبکہ دھوپ کسی بند مکان میں روزن سے داخل ہو، ان میں کسی کے سایہ نہیں۔ یہ سب تو قبول کرلیں گے مگر محمد رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے تنِ اقدس کی ایسی لطافت کس دل سے گوارا ہو کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔ جانے دو، یہاں ان ذروں کی باریکی جسم کا حیلہ لوگے، آسمان میں کیا کہو گے؟ اتنا بڑا جسم کہ تمام زمین کو محیط اور اس کا ایک ذرا سا ٹکڑا جس میں آفتاب ہے سارے کرۂ زمین سے تین سو چھبیس حصّے بڑا ہے، اسی کا سایہ دکھا دیجئے، اس کا سایہ پڑتا تو قیامت تک تمہیں دن کا منہ دیکھنا نصیب نہ ہوتا، ہاں ہاں یہی جو نیلگوں چھت ہمیں نظر آتی ہے، یہی پہلا آسمان ہے، قرآن عظیم یہی بتاتا ہے،

قال تعالیٰ افلم ینظروا الی السماء فوقھم کیف بنینھا و زینّٰھا و مالھا من فروج[1] (اللہ تعالیٰ نے فرمایا) کیا نہیں دیکھتے اپنے اوپر آسمان کو، ہم نے اسے کیسے بنایا اور آراستہ کیا اور اس میں کہیں شگاف نہیں۔

اور فرماتا ہے:

و زینّٰھا للنّٰظرین[2] ہم نے آسمان کو دیکھنے والوں کے لئے آراستہ کیا۔

اور اگر فلاسفہ یونانی کی فضلہ خوری سے یہی مانتے کہ جو نظر آتا ہے فلک نہیں کرۂ بخار ہے۔

---

[1] القرآن الکریم ۵۰/ ۶

[2] " " ۱۵/ ۱۶

جب بھی ہمارا مطلب حاصل کہ اتنا بڑا جسم عظیم عنصری سایہ نہیں رکھتا اسے آسمان کہو یا کرۂ بخار، ہیأتِ جدیدہ کا کفر او ڑھو کہ آسمان کچھ ہے ہی نہیں، یہ جو نظر آتا ہے محض موہوم و بے حقیقت حدِ نگاہ ہے تو ایک بات ہے مگر آسمانی کتاب پر ایمان لا کر آسمان سے انکار نا ممکن۔

غرض جب دلیلِ قاہر سے ثابت کہ جسمِ عنصری کے لئے سایہ ضروری نہیں، تو نیچریوں کی طرح خلافِ نیچر ہونے کا جو حیلہ استبعاد تھا وہ اوڑھ لیا، پھر کیا وجہ کہ ائمہ کرام طبقۃً فطبقۃً جو فضیلت ہمارے حبیبِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے نقل فرماتے اور مقبول و مقرر رکھتے آئے اور عقل و نقل سے کوئی اس کا دافع نہیں، تسلیم نہ کیا جائے یا اس میں چون و چرا برتی جائے اسے سوائے مرضِ قلب کے کیا کہئے، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضائل کو ہمارا دل گوارا نہیں کرتا یشرح صدرہ للاسلام[۱] (اللہ تعالٰی اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ ت) کی دولت نہ ملی کہ اللہ تعالٰی نے اس کا سینہ قبول و تسلیم کے لئے کھول دیتا، ناچار یجعل صدرہ ضیقا حرجا کانما یصعد فی السماء[۲] (اس کا سینہ تنگ خوب رکا ہوا کر دیتا ہے گویا کسی کی زبردستی سے آسمان پر چڑھ رہا ہے۔ ت) کے آڑے آتی۔ دل تنگ ہو کر گویا کافر کے مثل ہوجاتا اور فضیلت کا منکر کلیجہ چار چار اچھلتا گویا آسمان کو چڑھا جاتا ہے کذٰلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لایؤمنون[۳] والعیاذ باللہ رب العٰلمین ۔ واللہ سبحٰنہ تعالٰی اعلم (اللہ یونہی عذاب میں ڈالتا ہے ایمان نہ لانے والوں کو۔ اور اللہ رب العالمین کی پناہ۔ اور اللہ سبحٰنہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

رسالہ

صلات الصفاء فی نور المصطفٰی

ختم ہوا

---

[۱] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[۲] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵
[۳] القرآن الکریم ۶/ ۱۲۵

رسالہ

نفی الفیئ عمّن استنار بنورہ کل شیئ

۱۲۹۶ھ

(اُس ذاتِ اقدس کے سائے کی نفی جس کے نُور سے ہر مخلوق منوّر ہوئی)

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ تھا یا نہیں؟ بیّنوا توجرُوا (بیان فرمائیے اجر دئے جاؤ گے۔ ت)

الجواب

نحمدہ ونصلی علٰی رسولہ الکریم الحمد للہ الذی خلق قبل الاشیاء نور نبینا من نورہ وخلق الانوار جمیعا من لمعات ظھورہ فھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور الانوار وممد جمیع الشموس والاقمار سماہ ربہ فی کتابہ الکریم

ہم اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور اس کے رسول کریم پر درود بھیجتے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جس نے تمام اشیاء سے قبل ہمارے نبی کے نور کو اپنے نور سے بنایا اور تمام نوروں کو آپ کے ظہور کے جلووں سے بنایا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام نوروں کے نور اور ہر شمس وقمر کے ممد ہیں۔ آپ کے رب نے اپنی کتاب کریم میں آپ کا

نورا وسراجا منیرا فلولا انارتہ لما استنارت شمس ولاتبین یوم من امس ولا تعین وقت للخمس صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلی المستنیرین بنورہ المحفوظین عن الطمس جعلنا اللہ تعالٰی منہم فی الدنیا و یوم لایسمع الا ھمس۔

نام نور اور سراج منیر رکھا ہے۔ اگر آپ جلوہ فگن نہ ہوتے تو سورج روشن نہ ہوتا، نہ آج کل سے ممتاز ہوتا اور نہ ہی خمس کے لئے وقت کا تعیین ہوتا۔ اللہ تعالٰی آپ پر درود نازل فرمائے اور آپ کے نور سے مستنیر ہونے والوں پر جو مٹ جانے سے محفوظ ہیں۔ اللہ تعالٰی ہمیں ان سے بنائے دُنیا میں اور اس دن جس میں نہیں سنائی دے گی مگر بہت آہستہ آواز۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیر اجتباء صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، اور یہ امر احادیث واقوالِ علمائے کرام سے ثابت اور اکابر ائمہ وجہابذ فضلاء مثل حافظ رزین محدث و علامہ ابن سبع صاحبِ شفاء الصدور و امام علامہ قاضی عیاض صاحبِ کتاب الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی و امام عارف باللہ سیدی جلال الملۃ والدین محمد بلخی رومی قدس سرہ و علامہ حسین بن محمد دیاربکری و اصحابِ سیرت شامی و سیرت حلبی و امام علامہ جلال الملۃ والدین سیوطی و امام شمس الدین ابوالفرج ابن جوزی محدث صاحب کتاب الوفاء و علامہ شہاب الحق والدین خفاجی صاحبِ نسیم الریاض و امام احمد بن محمد خطیب قسطلانی صاحبِ مواہب لدنیہ و منح محمدیہ و فاضل اجل محمد زرقانی مالکی شارح مواہب و شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی و جناب شیخ مجدد الف ثانی فاروقی سرہندی و بحرالعلوم مولانا عبدالعلی لکھنوی و شیخ الحدیث مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی وغیرہم اجلہ فاضلین و مقتدایان کہ آج کل کے مدعیان خام کار ان کی شاگردی بلکہ کلام سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں۔ خلفاً عن سلف دائماً اپنی تصانیف میں اس کی تصریح کرتے آئے اور مفتیِ عقل و قاضیِ نقل نے باہم اتفاق کرکے اس کی تاسیس و تشیید کی۔

فقد اخرج الحکیم الترمذی عن ذکوان ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل فی شمس ولا قمر[1]

حکیم ترمذی نے ذکوان سے روایت کی کہ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔

سیدنا عبداللہ بن مبارک اور حافظ علامہ ابن جوزی محدث رحمہما اللہ تعالٰی حضرت سیدنا و

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ ظل مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۶۸

ابن سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں:

قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل، ولم یقم مع شمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس، ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ علی ضوء السراج[1]

یعنی رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور نہ کھڑے ہوئے آفتاب کے سامنے مگر یہ اُن کا نور عالم افروز خورشید کی روشنی پر غالب آگیا اور نہ قیام فرمایا چراغ کی ضیاء میں مگر یہ کہ حضور کے تابش نور نے اس کی چمک کو دبا لیا۔

امام علامہ حافظ جلال الملۃ والدین سیوطی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کتاب خصائص کبریٰ میں اس معنے کے لئے ایک باب وضع فرمایا اور اس میں حدیث ذکوان ذکر کرکے نقل کیا:

قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان ظلہ کان لا یقع علی الارض وانہ کان نورا فکان اذا مشٰی فی الشمس او القمر لاینظر لہ ظل قال بعضھم ویشھد لہ حدیث قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا۔[2]

یعنی ابن سبع نے کہا حضور کے خصائص کریمہ سے ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا اور آپ نور محض تھے، تو جب دھوپ یا چاندنی میں چلتے آپ کا سایہ نظر نہ آتا۔ بعض علماء نے فرمایا اور اس کی شاہد ہے وہ حدیث کہ حضور نے اپنی دعا میں عرض کیا کہ مجھے نور کردے۔

نیز انموذج اللبیب فی خصائص الحبیب صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب ثانی فصل رابع میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولا رئی لہ ظل فی شمس ولا قمر قال ابن سبع لانہ کان نورا قال رزین لغلبۃ انوارہ[3]

نبی صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہ پڑا حضور کا سایہ نظر نہ آیا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ ابن سبع نے فرمایا اس لئے کہ حضور نور ہیں۔ امام رزین نے فرمایا اس لئے کہ حضور کے انوار سب پر غالب ہیں۔

---

[1] الوفاء باحوال المصطفیٰ الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

[2] الخصائص الکبریٰ باب الآیۃ انہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم لم یکن یریٰ لہ ظل مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

[3] انموذج اللبیب

امام علامہ قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں فرماتے ہیں:

وماذکر من انہ کان لاظل لشخصہ فی شمس ولا قمر لانہ کان نورًا[1]

یعنی حضور کے دلائلِ نبوت و آیاتِ رسالت سے ہے وہ بات جو مذکور ہوئی کہ آپ کے جسمِ انور کا سایہ نہ دھوپ میں ہوتا نہ چاندنی میں اس لئے کہ حضور نور ہیں۔

علامہ شہاب الدین خفاجی رحمہ اللہ تعالٰی نے اس کی شرح نسیم الریاض میں فرماتے ہیں: دھوپ اور چاندنی اور جو روشنیاں کہ ان میں بسبب اس کے کہ اجسام، انوار کے حاجب ہوتے ہیں لہذا ان کا سایہ نہیں پڑتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں مشاہدہ کیا جاتا ہے۔ پھر حدیث کتاب الوفاء ذکر کرکے اپنی ایک رباعی انشاد کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ سایۂ احمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا دامن بسبب حضور کی کرامت و فضیلت کے زمین پر نہ کھینچا گیا اور تعجب ہے کہ باوجود اس کے تمام آدمی ان کے سایہ میں آرام کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں: بہ تحقیق قرآنِ عظیم ناطق ہے کہ آپ نورِ روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا، اگر تو سمجھے تو وہ نُورٌ علٰی نور ہیں۔

وھذا مانصہ الخفاجی (خفاجی کی عبارت یہ ہے):

(و) ومن دلائل نبوتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (ماذکر) بالبناء للمجھول والذی ذکرہ ابن سبع (من انہ) بیان لما الموصولۃ (لاظل لشخصہ) ای لجسدہ الشریف اللطیف اذا کان (فی شمس ولا قمر) مما تری فیہ الظلال لحجب الاجسام ضوء النیرین ونحوھما وعلل ذلک ابن سبع بقولہ (لانہ) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (کان نورا) والانوار شفافۃ لطیفۃ لاتحجب غیرھا من الانوار فلاظل لہا

حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے دلائلِ نبوت سے ہے وہ جو مذکور ہوا، اور وہ جو ابن سبع نے ذکر فرمایا کہ آپ کے شخص یعنی جسم اطہر و لطیف کا سایہ نہ ہوتا جب آپ دھوپ اور چاندنی میں تشریف فرما ہوتے یعنی وہ روشنیاں جن میں سائے دکھائی دیتے ہیں کیونکہ اجسام، شمس و قمر وغیرہ کی روشنی کے لئے حاجب ہوتے ہیں۔ ابن سبع نے اس کی علت یہ بیان کی کہ آپ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں اور انوار شفاف و لطیف ہوتے ہیں وہ غیر کے لئے حاجب نہیں ہوتے اور ان کا سایہ

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذلک ما ظہر من الاٰیات دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۲۵

کما ھو مشاھد فی الانوار الحقیقیۃ وھٰذا رواہ صاحب الوفاء عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما قال لم یکن لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل ولم یقم مع شمس الاغلب ضوؤہ ضوئہا ولا مع سراج الا غلب ضوؤہ ضوؤہ وقد تقدم ھٰذا والکلام علیہ ورباعیتہا فیہ وھی ؎

ماجرلظل احمد اذیال فی الارض کرامۃ کما قد قالوا
ھذا عجب وکم بہ من عجب والناس بظلہ جمیعا قالوا

وقالوا ھذا من القیلولۃ وقد نطق القراٰن بانہ النور المبین وکونہ بشرا لاینافیہ کما توھم فان فہمت فہو نور علٰی نور فان النور ھو الظاھر بنفسہ المظھر لغیرہ وتفصیلہ فی مشکوۃ الانوار[1] انتہی۔

نہیں ہوتا جیسا کہ انوارِ حقیقت میں دیکھا جاتا ہے۔ اس کو صاحب وفاء نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، نہ کھڑے ہوئے آپ کبھی سورج کے سامنے مگر آپ کا نور سُورج پر غالب آگیا، اور نہ قیام فرمایا آپ نے چراغ کے سامنے مگر آپ کا نور چراغ کی روشنی پر غالب آگیا۔ یہ اور اس پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور اس سلسلہ میں رباعی جو کہ یہ ہے:

"حضرت امام الانبیاء احمد مجتبٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سایۂ اقدس نے آپ کی کرامت و فضیلت کی وجہ سے دامن زمین پر نہیں کھینچا جیسا کہ لوگوں نے کہا کتنی عجیب بات ہے کہ عدمِ سایہ کے باوجود سب لوگ آپ کے سایۂ رحمت میں آرام کرتے ہیں۔"

یہاں قالوا 'قیلولۃ' سے مشتق ہے (نہ کہ قول سے)۔ تحقیق قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ نور روشن ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں جیسا کہ وہم کیا گیا۔ اگر تو سمجھے تو آپ نورٌ علٰی نور ہیں، کیونکہ نور وہ ہے جو خود ظاہر ہو اور دوسروں کو ظاہر کرنے والا ہو۔ اس کی تفصیل مشکوۃ الانوار میں ہے۔ (ت)

حضرت مولوی معنوی قدس سرہ القوی دفتر پنجم مثنوی شریف میں فرماتے ہیں: ؎

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات، ہند ۳/۲۸۲

چوں فنائش از فقر پیرایہ شود　　او محمد وار بے سایہ شود[1]

(جب اس کی فنا فقر سے آراستہ ہوجاتی ہے تو وہ محمد مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرح بغیر سایہ کے ہوجاتا ہے۔ ت)

مولانا بحرالعلوم نے شرح میں فرمایا:

درمصرع ثانی اشارہ بمعجزہ آں سرور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کہ آں سرور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم را سایہ نمی افتاد[2]

دُوسرے مصرعے میں سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے معجزے کی طرف اشارہ ہے کہ آپ کا سایہ زمین پر نہیں پڑتا تھا (ت)

امام علامہ احمد بن محمد خطیب قسطلانی رحمہ اللہ تعالٰی مواہب لدنیہ ومنح محمدیہ میں فرماتے ہیں، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں۔ اسے حکیم ترمذی نے ذکوان سے پھر ابن سبع کا حضور کے نور سے استدلال اور حدیث اجعلنی نورا (مجھے نور بنا دے۔ ت) سے استشہاد ذکر کیا۔ حیث قال (امام قسطلانی نے فرمایا۔ ت):

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر رواہ الترمذی عن ذکوان، وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس اوالقمر لایظھر لہ ظل قال غیرہ ویشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی دعائہ واجعلنی نورا[3]

دھوپ اور چاندنی میں آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ ہوتا۔ اس کو ترمذی نے ذکوان سے روایت کیا۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور تھے، جب آپ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ ظاہر نہ ہوتا۔ اس کے غیر نے کہا اس کا شاہد نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وُہ قول ہے جو آپ دُعا میں کہتے کہ اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ (ت)

اسی طرح سیرت شامی میں ہے:

وزاد عن الامام الحکیم قال معناہ لئلا یطأ علیہ کافر فیکون

یعنی امام ترمذی نے یہ اضافہ کیا، اس میں حکمت یہ تھی کہ کوئی کافر سایہ اقدس پر پاؤں نہ رکھے

[1] مثنوی معنوی　درصفت آں بیخود کہ در بقای حق فانی شدہ است دفتر پنجم　نورانی کتب خانہ پشاور ص ۱۹

[2]

[3] المواہب اللدنیۃ　المقصد الثالث　الفصل الاول　المکتب الاسلامی بیروت　۲/ ۳۰۷

مذلة له[1] کیونکہ اس میں آپ کی توہین ہے۔

اقول سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما تشریف لئے جاتے تھے، ایک یہودی حضرت کے گرد عجب حرکات اپنے پاؤں سے کرتا جاتا تھا اس سے دریافت فرمایا، بولا: بات یہ ہے کہ اور تو کچھ قابو ہم تم پر نہیں پاتے جہاں جہاں تمہارا سایہ پڑتا ہے اُسے اپنے پاؤں سے روندتا چلتا ہوں۔ ایسے خبیثوں کی شرارتوں سے حضرت حق عزّ جلالہٗ نے اپنے حبیب اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو محفوظ فرمایا۔ نیز اسی طرح سیرت حلبیہ میں ہے قد رما فی شفاء الصدور۔

محمد زرقانی رحمہ اللہ تعالٰی شرح میں فرماتے ہیں، حضور کے لئے سایہ نہ تھا اور وجہ اس کی یہ ہے کہ حضور نور ہیں، جیسا کہ ابن سبع نے کہا، اور حافظ رزین محدث فرماتے ہیں، سبب اس کا یہ تھا کہ حضور کا نور ساطع تمام انوارِ عالم پر غالب تھا، اور بعض علماء نے کہا کہ حکمت اس کی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو بچانا ہے اس سے کہ کسی کافر کا پاؤں ان کے سایہ پر نہ پڑے۔ وھذا کلامہ برمہ (زرقانی کی اصل عبارت):

(ولم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل فی شمس ولا قمر) لانہ کان نورا کما قال ابن سبع وقال رزین لغلبۃ انوارہ قیل وحکمۃ ذالک صیانتہ عن ان یطأ کافر علی ظلہ (رواہ الترمذی الحکیم عن ذکوان) ابی صالح السمان الزیات المدنی او ابی عمرو المدنی مولی عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا وکل منہما ثقۃ من التابعین فہو مرسل لکن روی ابن المبارک و

حضور انور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں اور نہ ہی چاندنی میں، کیونکہ آپ نور ہیں جیسا کہ ابن سبع نے فرمایا۔ رزین نے فرمایا عدمِ سایہ کا سبب آپ کے انوار کا غلبہ ہے۔ کہا گیا ہے کہ اس کی حکمت آپ کو بچانا ہے اس بات سے کہ کوئی کافر آپ کے سایہ پر اپنا پاؤں رکھے۔ اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے ذکوان ابو صالح السمان زیات المدنی سے یا سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے آزاد کردہ غلام ابو عمرو المدنی سے اور وہ دونوں ثقہ تابعین میں سے ہیں، چنانچہ یہ حدیث مرسل ہوئی، مگر ابن مبارک اور ابن جوزی نے

---

[1] سبل الہدٰی والرشاد الباب العشرون فی مشیہ صلی اللہ علیہ وسلم دار الکتب العلمیۃ بیروت ۲/ ۹۰

ابن الجوزی عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما لم یکن للنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ظل ولم یقم مع الشمس قط الا غلب ضوؤہ ضوء الشمس ولم یقم مع سراج قط الا غلب ضوؤہ ضوء السراج (وقال ابن سبع کان صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نورا فکان اذا مشی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل) لان النور لاظل لہ (قال غیرہ و یشھد لہ قولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فی دعائہ) لما سأل اللہ تعالیٰ ان یجعل فی جمیع اعضائہ وجھاتہ نورا ختم بقولہ (واجعلنی نورا) والنور لاظل لہ وبہ یتم الاستشہاد انتہی[1]

سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کیا کہ نبی کریم صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا آپ کبھی بھی سورج کے سامنے جلوہ افروز نہ ہوئے مگر آپ کا نور سورج کے نور پر غالب آگیا اور نہ ہی کبھی آپ چراغ کے سامنے کھڑے ہوئے مگر آپ کی روشنی چراغ کی روشنی پر غالب آگئی۔ ابن سبع نے کہا کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نور تھے۔ آپ جب دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو آپ کا سایہ ظاہر نہ ہوتا کیونکہ نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسکے غیر نے کہا حضور اقدس صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے دعائیہ کلمات اس کے شاہد ہیں جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ آپ کے تمام اعضاء اور جہات کو نور بنادے اور آخر میں یوں کہا اے اللہ! مجھے نور بنادے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ اسی کے ساتھ استدلال تام ہوا۔ (ت)

علامہ حسین بن محمد دیار بکری کتاب الخمیس فی احوال انفس نفیس (صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم) النوع الرابع مااختص صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بہ من الکرامات میں فرماتے ہیں:

لم یقع ظلہ علی الارض ولارئی لہ ظل فی شمس ولاقمر[2]

حضور کا سایہ زمین پر نہ پڑتا، نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں نظر آتا۔

بعینہٖ اسی طرح کتاب "نور الابصار فی مناقب آل بیت النبی الاطہار" میں ہے۔

امام نسفی تفسیر مدارک شریف میں زیر قولہ تعالےٰ، لولا اذ سمعتموہ ظن المؤمنون والمؤمنٰت بانفسھم خیرا[3] (کیوں نہ ہوا جب تم نے اُسے سُنا تھا کہ مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں نے اپنوں پر

---

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الثالث الفصل الاول دارالمعرفۃ بیروت ۴/ ۲۲۰

[2] تاریخ الخمیس القسم الثانی النوع الرابع موسسۃ شعبان بیروت ۱/ ۲۱۹

[3] القرآن الکریم ۲۴/ ۱۲

نیک گمان کیا ہوتا۔ ت) فرماتے ہیں :

قال عثمٰن رضی اللہ تعالٰی عنہ ان اللہ ما اوقع ظلک علی الارض لئلا یضع انسان قدمہ علی ذٰلک الظل[1]

امیر المومنین عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے عرض کی بے شک اللہ تعالٰی نے حضور کا سایہ زمین پر نہ ڈالا کہ کوئی شخص اس پر پاؤں نہ رکھ دے۔

امام ابن حجر مکی افضل القرٰی میں زیر قول ماتن قدس سرہٗ ؎

لم یساووک فی علاک وقد حا ل سنا منک دونہم وسناء[2]

انبیاء علیہم الصلٰوۃ والسلام فضائل میں حضور کے برابر نہ ہوئے حضور کی چمک اور رفعت حضور تک ان کے پہنچنے سے مانع ہوئی۔

فرماتے ہیں :

ھذا مقتبس من تسمیتہ تعالٰی لنبیہ نورا فی نحو قد جاءکم من اللہ نور وکتٰب مبین" وکان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یکثر الدعاء بان اللہ تعالٰی یجعل کلا من حواسہ واعضائہ وبدنہ نورا اظہارا لوقوع ذٰلک وتفضل اللہ تعالٰی علیہ بہ لیزداد شکرہ وشکر امتہ علی ذٰلک کما امرنا بالدعاء الذی فی اٰخر سورۃ البقرۃ مع وقوعہ وتفضل اللہ تعالٰی بہ لذٰلک و مما یؤید انہ صلی اللہ تعالٰی

یعنی یہ معنی اس سے لئے گئے ہیں کہ اللہ عزوجل نے اپنے حبیب صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نام نور رکھا مثلاً اس آیت میں کہ بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور تشریف لائے اور روشن کتاب۔ اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی ! میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کردے۔ اور اس دعا سے یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی حاصل نہ تھا اس کا حصول مانگتے تھے بلکہ یہ دعا اس امر کے ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقع میں حضور کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور پر کردیا تاکہ آپ اور آپ کی امت اس پر اللہ تعالٰی کا زیادہ شکر ادا کریں۔

---

[1] مدارک التنزیل (تفسیر النسفی) تحت الآیۃ ۲۴/۱۲ دارالکتاب العربی بیروت ۱۳۵/۳

[2] ام القرٰی فی مدح خیر الورٰی الفصل الاول حزب القادریۃ لاہور ص ۶

علیہ وسلم صار نورا انہ کان اذا مشٰی فی الشمس والقمر لم یظھر لہ ظل لانہ لایظھر الا لکثیف وھو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد خلصہ اللہ من سائر الکثائف الجسمانیۃ وصیرہ نورا صرفا لایظھر لہ ظل اصلا[1]

جیسے ہمیں حکم ہوا ہے کہ سورۂ بقرشریف کے آخر کی دعا عرض کریں وہ بھی اسی اظہارِ وقوع وحصولِ فضلِ الٰہی کے لئے اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے نورِ محض ہو جانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور کا سایہ نہ پیدا ہوتا اس لئے کہ سایہ تو کثیف کا ہوتا ہے اور حضور کو اللہ تعالٰی نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کرکے نرا نور کردیا لہذا حضور کے لئے سایہ اصلاً نہ تھا۔

علامہ سلیمان جمل فتوحاتِ احمدیہ شرح ہمزیہ میں فرماتے ہیں :

لم یکن لہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ظل یظھر فی شمس ولا قمر[2]

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ دھوپ میں ظاہر ہوتا نہ چاندنی میں۔

فاضل محمد بن فتحیہ کی "اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین" میں ذکر خصائص نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں ہے :

وانہ لافیئ لہ[3]

حضور کا ایک خاصہ یہ ہے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا۔

مجمع البحار میں برمزِ ش یعنی زبدہ شرح شفاء شریف میں ہے :

من اسمائہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم النور قیل من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ اذا مشٰی فی الشمس والقمر لایظھر لہ ظل[4]

حضور کا ایک نام مبارک "نور" ہے، حضور کے خصائص سے شمار کیا گیا کہ دھوپ اور چاندنی میں چلتے تو سایہ نہ پیدا ہوتا۔

---

[1] افضل القرٰی لقراء ام القرٰی (شرح ام القرٰی) شرح شعر ۲ المجمع الثقافی ابوظبی ۱/۱۲۸ و ۱۲۹

[2] الفتوحات الاحمدیۃ علی متن الہمزیۃ سلیمان جمل المکتبۃ التجاریۃ الکبرٰی مصر ص ۵

[3] اسعاف الراغبین فی سیرۃ المصطفٰی واہل بیتہ الطاہرین علی ہامش الابصار دار الفکر بیروت ص ۷۹

[4] مجمع بحار الانوار باب نون تحت لفظ "النور" مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۴/۲۰۰

شیخ محقق مولانا عبدالحق محدث دہلوی قدس سرہ العزیز مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں :

ونبود مر آنحضرت را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نہ در آفتاب و نہ در قمر رواہ الحکیم الترمذی عن ذکوان فی نوادر الاصول وعجب است ایں بزرگان کہ ذکر نکردند چراغ را ونور یکے از اسمائے آنحضرت است صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ونور را سایہ نمی باشد انتہی[1]

سرکارِ دو عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ سورج اور چاند کی روشنی میں نہ تھا۔ بروایت حکیم ترمذی از ذکوان۔ اور تعجب یہ ہے ان بزرگوں نے اِس ضمن میں چراغ کا ذکر نہیں کیا اور "نور" حضور کے اسماءِ مبارکہ میں سے ہے اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ (ت)

جناب شیخ مجدد جلد سوم مکتوبات، مکتوبات صدم میں فرماتے ہیں :

او را صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ نبود در عالم شہادت سایہ ہر شخص از شخص لطیف تر است و چوں لطیف ترے از وے صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد[2]

آں حضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نہ تھا، عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہان بھر میں آنحضرت صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے کوئی چیز لطیف نہیں ہے لہذا آپ کا سایہ کیونکر ہوسکتا ہے! (ت)

نیز اسی کے آخر مکتوب ۱۲۲ میں فرماتے ہیں :

واجب را تعالٰی چرا ظل بود کہ ظل موہم تولید بمثل است ومنبی از شائبہ عدم کمال لطافت اصل، ہرگاہ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم را از لطافت ظل نبود خدائے محمد را چگونہ ظل باشد[3]

اللہ تعالٰی کا سایہ کیونکر ہو، سایہ تو وہم پیدا کرتا ہے کہ اس کی کوئی مثل ہے اور یہ کہ اللہ تعالٰی میں کمالِ لطافت نہیں ہے۔ دیکھئے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا تو محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ کیونکر ممکن ہے۔ (ت)

---

[1] مدارج النبوۃ باب اول بیان سایہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۲۱

[2] مکتوبات امام ربانی مکتوب صدم نولکشور لکھنؤ ۳/۱۸۷

[3] " " " " " ۱۲۲ نولکشور لکھنؤ ۳/۲۳۷

مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سُورہ والضحٰی میں لکھتے ہیں :

سایۂ ایشاں بر زمیں نمی افتاد[1]   آپ کا سایہ زمین پر نہ پڑا۔(ت)

فقیر کہتا ہے غفراللہ لہٗ استدلال امام ابن سبع کا حضور کے سراپا نور ہونے سے جس پر بعض علماء نے حدیث واجعلنی نورا (مجھے نور بنادے ۔ ت) سے استشہاد اور علمائے لاحقین نے اپنے کلمات میں بنظرِ احتجاج یاد کیا۔

ہمارے مدعا پر دلالت واضحہ ہے، دلیل شکلِ اوّل بدیہی الانتاج دو مقدموں سے مرکب، صغرٰی یہ کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نور ہیں، اور کبرٰی یہ کہ نور کے لئے سایہ نہیں، جو ان دونوں مقدموں کو تسلیم کرے گا نتیجہ یعنی رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا، آپ ہی پائے گا، مگر دونوں مقدموں میں کوئی مقدمہ ایسا نہیں جس میں مسلمان ذی عقل کو گنجائش گفتگو ہو، کبرٰی تو ہر عاقل کے نزدیک بدیہی اور مشاہدۂ بصر و شہادتِ بصیرت سے ثابت، سایہ اس جسم کا پڑے گا جو کثیف ہو اور انوار کو اپنے ماوراء سے حاجب، نور کا سایہ پڑے تو تنویر کون کرے۔ اس لئے دیکھو آفتاب کے لئے سایہ نہیں، اور صغرٰی یعنی حضورِ والا کا نور ہونا مسلمان کا تو ایمان ہے، حاجت بیان حجت نہیں مگر تبکیتِ معاندین کے لئے اس قدر اشارہ ضرور کہ حضرت حق سبحانہٗ و تعالٰی فرماتا ہے :

یایھا النبی انا ارسلنک شاھدا و مبشرا و نذیرا و داعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا[2]۔   اے نبی! ہم نے تمھیں بھیجا گواہ اور خوشخبری دینے والا اور ڈر سنانے والا اور خدا کی طرف بلانے والا اور چراغ چمکتا۔

یہاں سراج سے مراد چراغ ہے یا ماہ یا مہر، سب صورتیں ممکن ہیں، اور خود قرآنِ عظیم میں آفتاب کو سراج فرمایا :

وجعل القمر فیھن نورا وجعل الشمس سراجا[3]۔   اور بنایا پروردگار نے چاند کو نور آسمانوں میں اور بنایا سورج کو چراغ۔ (ت)

اور فرماتا ہے :

---

[1] فتح العزیز (تفسیر عزیزی) پ عم سورۃ الضحٰے   مسلم بک ڈپو، لال کنواں، دہلی ص ۳۱۲

[2] القرآن الکریم ۳۳ /۴۵

[3] 〃 〃 ۷۱ /۱۶

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین[1] — تحقیق آیا تمہارے پاس خدا کی طرف سے ایک نور اور کتاب روشن۔

علماء فرماتے ہیں: یہاں نور سے مراد محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہیں۔

اسی طرح آیۂ کریمہ والنجم اذا ھوٰی[2] (اس پیارے چمکتے تارے محمد کی قسم جب یہ معراج سے اُترے۔ ت) میں امام جعفر صادق اور آیۂ کریمہ وما ادرٰک ما الطارق النجم الثاقب[3] (اور کچھ تم نے جانا وہ رات کو آنے والا کیا ہے، چمکتا تارا۔ ت) میں بعض مفسرین نجم اور نجم الثاقب سے ذاتِ پاک سیّد لولاک مراد لیتے ہیں[4] صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

بخاری و مسلم وغیرہما کی احادیث میں بروایت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک دُعا منقول جس کا خلاصہ یہ ہے:

اللھم اجعل فی قلبی نورا وفی بصری نورا و فی سمعی نورا وفی عصبی نورا وفی لحمی نورا و فی دمی نورا وفی شعری نورا وفی بشری نورا وعن یمینی نورا وعن شمالی نورا و امامی نورا وخلفی نورا وفوق نورا وتحتی نورا واجعلنی نورا[5] — الٰہی! میرے دل اور میری جان اور میری آنکھ اور میرے کان اور میرے گوشت و پوست و خون و استخوان اور میرے زیر و بالا و پس و پیش و چپ و راست اور ہر عضو میں نور اور خود مجھے نور کر دے۔

جب وہ یہ دعا فرماتے اور ان کے سننے والے نے انھیں ضیائے تابندہ و مہرِ درخشندہ و نورِ الٰہی کہا پھر اس جناب کے نور ہونے میں مسلمان کو کیا شبہ رہا، حدیث ابن عباس میں ہے کہ اُن کا نور چراغ و خورشید پر غالب آتا۔ آفتاب غدا جانے غالب آنے سے یہ مراد کہ

[1] القرآن الکریم ۵/ ۱۵

[2] 〃 ۵۳/ ۱

[3] 〃 ۸۶/ ۲ و ۳

[4] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الفصل الرابع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۰

[5] صحیح البخاری کتاب الدعوات باب الدعاء قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۹۳۵

صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین باب صلوٰۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم 〃 〃 ۱/ ۲۶۱

جامع الترمذی ابواب الدعوات باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/ ۱۷۸

ان کی روشنیاں اس کے حضور پھیکی پڑجاتیں جیسے چراغ پیشِ مہتاب یا کسر ناپدید و کالعدم ہوجاتیں جیسے ستارے حضورِ آفتاب۔

ابن عباس کی حدیث میں ہے،

واذا تکلم رؤی کالنور یخرج من بین ثنایاہ[1]

جب کلام فرماتے دانتوں سے نور چھنتا نظر آتا۔

وصاف کی حدیث میں وارد ہے،

یتلألؤ وجھہ تلألؤ القمر لیلۃ البدر اقنی العرنین له نور یعلوہ یحسبہ من لم یتأملہ اشم انور المتجرد[2]

یعنی حضور کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمکتا بلند بینی تھی اور اس پر ایک نور کا پیکا متجلی رہتا کہ آدمی خیال نہ کرے تو ناک اس روشن نور کے سبب بہت اونچی معلوم ہو، کپڑوں سے باہر جو بدن تھا یعنی چہرہ اور ہتھیلیاں وغیرہ نہایت روشن و تابندہ تھا۔ صلی اللہ تعالٰی علٰی کل عضو من جسمہ الانور الاعلٰی وبارک وسلم (اللہ تعالٰی آپ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم انور معطر کے ہر عضو پر درود وسلام اور برکت نازل فرمائے۔)

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں،

کان الشمس تجری فی وجھہ[3]

گویا آفتاب ان کے چہرے میں رواں تھا۔

اور فرماتے ہیں،

واذا ضحک یتلألؤ فی الجدر[4]

جب حضور ہنستے دیواریں روشن ہوجاتیں۔

---

[1] تاریخ دمشق الکبیر باب ما روی فی فصاحۃ لسانہ دار احیاء التراث العربی بیروت ۴/ ۸۹
الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل وان قلت اکرمک اللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶
شمائل الترمذی باب ماجاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۳

[2] " " " " " " " " ص ۲

[3] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی الباب الثانی فصل ان قلت اکرمک اللہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۴۶

[4] " " " " " " " " " "

ربیع بنت معوذ فرماتی ہیں :

لو رأیت لقلت الشمس طالعۃ [1] — اگر تُو انھیں دیکھتا، کہتا آفتاب طلوع کر رہا ہے۔

ابو قرصافہ کی ماں اور خالہ فرماتی ہیں :

رأینا کان النور یخرج من فیہ [2] — ہم نے نور سا نکلتے دیکھا ان کے دہانِ پاک سے۔

احادیثِ کثیرہ مشہورہ میں وارد، جب حضور پیدا ہوئے اُن کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایتوں میں ہے :

اضاء لہ ما بین المشرق والمغرب [3] — آپ کے لئے مشرق سے مغرب تک منور ہو گیا۔

اور بعض میں ہے :

امتلأت الدنیا کلھا نورًا [4] — تمام دُنیا نُور سے بھر گئی۔

آمنہ حضور کی والدہ فرماتی ہیں :

رأیت نورا ساطعا من رأسہ قد بلغ السماء [5] — میں نے اُن کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

ابن عساکر نے اُم المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی :

"میں سیتی تھی، سُوئی گر پڑی، تلاش کی، نہ ملی، اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم تشریف لائے۔ حضور کے نورِ رُخ کی شعاع سے سُوئی ظاہر ہو گئی۔" [6]

---

[1] المواہب اللدنیۃ عن ربیع بنت معوذ المقصد الثالث الفصل الاول المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۲۳

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی کتاب علامات النبوۃ باب صفتہ صلی اللہ علیہ وسلم دارالکتاب بیروت ۸/ ۲۸۰

[3] المواہب اللدنیۃ المقصد الاول احادیث اخری فی المولد المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۳۰

[4] الخصائص الکبرٰی باب ماظہر فی لیلۃ مولدہ صلی اللہ علیہ وسلم من المعجزات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۱/ ۴۷

[5] " " " " " " " " " ۱/ ۴۹

[6] " " بحوالہ ابن عساکر باب الآیۃ فی وجہہ الشریف صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۶۲ و ۶۳

علامہ فاسی مطالع المسرات میں ابن سبع سے نقل کرتے ہیں:

کان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یضیئ البیت المظلم من نورہ[1]	نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نور سے خانۂ تاریک روشن ہوجاتا۔

اب نہیں معلوم کہ حضور کے لئے سایہ ثابت نہ ہونے میں کلام کرنے والا آپ کے نور ہونے کا انکار کرے گا یا انوار کے لئے بھی سایہ مانے گا یا مختصر طور پر یوں کہئے کہ یہ تو بالیقین معلوم کہ سایہ جسم کثیف کا پڑتا ہے نہ جسم لطیف کا، اب مخالف سے پوچھنا چاہئے تیرا ایمان گواہی دیتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا جسم اقدس لطیف نہ تھا یا ذ(معا)ذ اللہ کثیف تھا اور جو اس سے تحاشی کرے تو پھر عدم سایہ کا کیوں انکار کرتا ہے؛

بالجملہ جبکہ حدیثیں اور اتنے اکابر ائمہ کی تصریحیں موجود کہ اگر مخالف اپنے کسی دعوے میں ان میں سے ایک کا قول پائے، کس خوشی سے معرضِ استدلال میں لائے، جاہلانہ انکار، مکابرہ و کج بحثی ہے۔ زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات، آخر کار مخالف جو سایہ ثابت کرتا ہے اس کے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دیا جیسے ہم حدیثیں پیش کرتے ہیں اس کے پاس ہوں وہ بھی دکھائے، ہم ارشادات علماء سند میں لاتے ہیں وہ بھی ایسے ہی ائمہ کے اقوال سنائے، یا نہ کوئی دلیل ہے نہ کوئی سند، گھر بیٹھے اسے الہام ہوا کہ حضور کا سایہ تھا۔

مجرد ماوشما پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک

(مٹی کو عالم پاک سے کیا نسبت۔ ت)

وہ بشر ہیں مگر عالم علوی سے لاکھ درجہ اشرف اور جسم انسانی رکھتے ہیں مگر ارواح و ملائکہ سے ہزار جگہ الطف۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لست کمثلکم[2] میں تم جیسا نہیں۔ ویروی لست کھیئتکم[3] میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔

[1] مطالع المسرات شرح دلائل الخیرات مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ص ۳۹۲

[2] المصنف لعبد الرزاق کتاب الصیام باب الوصال حدیث ۷۷۵۲ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۲۶۷
صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/۳۵۱ و ۳۵۲

[3] صحیح بخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/۲۶۳ و ۲۶۴

ویرواں، ایکو مثلی[1] تم میں کون ہے مجھ جیسا۔

آخر علامہ خفاجی کا ارشاد نہ سُنا کہ:

حضور کا بشر ہونا نورِ درخشندہ ہونے کے منافی نہیں کہ اگر تو سمجھے تو وہ نورٌ علیٰ نور ہیں[2]۔

پھر حرف اس قیاس فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے اُن کے بھی ہوگا، ثبوتِ سایہ ماننا یا اس کی نفی میں کلام کرنا عقل و ادب سے کس قدر دُور پڑتا ہے ؎

الا ان محمد البشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر[3]

(خبردار! محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بشر ہیں مگر کسی بشر کی مثل نہیں، بلکہ وہ ایسے ہیں جیسے پتھروں کے درمیان یاقوت۔ ت)

(صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین وبارك وسلم)

فقیر کو حیرت ہے ان بزرگواروں نے رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے معجزاتِ ثابتہ و خصائص صحیحہ کے انکار میں اپنا کیا فائدہ دینی و دنیاوی تصور کیا ہے، ایمان بے محبت رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے حاصل نہیں ہوتا۔ وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ وولدہ والناس اجمعین[4] — تم میں کوئی مسلمان نہیں ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ، اولاد اور سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتابِ نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام و سحر نفیِ محاسن کی فکر میں ہونا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔ جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ تیرا محب تیرے مٹانے کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا،

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۵۱
صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " ۱/ ۲۶۳

[2] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذالک ماظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۳/ ۲۸۲

[3] افضل الصلوٰۃ علی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ، لاہور ص ۱۵۰

[4] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۷
صحیح مسلم باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم " " ۱/ ۴۹

جانِ ایمان وکانِ احسان، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا اور اس نے تمام عالم کا بارتنِ نازک پر اٹھالیا۔ تمھارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا۔ تم رات دن لہو ولعب اور ان کی نافرمانیوں میں مشغول اور وہ شب وروز تمھاری بخشش کے لئے گریاں وملول۔

جب وہ جانِ رحمت وکانِ رأفت پیدا ہوا بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور رب ھب لی امتی[1] (یا اللہ! میری امت کو بخش دے۔ ت) جب قبر شریف میں اتارا لبِ جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سُنا، آہستہ آہستہ اُمتی[2] (میری امت۔ ت) فرماتے تھے، قیامت میں بھی انھیں کے دامن میں پناہ ملے گی، تمام انبیاء علیہم السلام سے نفسی نفسی اذھبوا الی غیری[3] (آج مجھے اپنی فکر ہے کسی اور کے پاس چلے جاؤ۔ ت) سُنو گے اور اس غمخوارِ امت کے لب پر یارب اُمتی[4] (اے رب! میری امت کو بخش دے۔ ت) کا شور ہوگا۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ارشاد فرماتے ہیں، جب انتقال کروں گا صُور پھونکنے تک قبر میں اُمتی اُمتی پکاروں گا۔ کان بجنے کا یہی سبب ہے کہ وہ آوازِ جانگداز اس معصوم عاصی نواز کی جو ہر وقت بلند ہے گاہے ہم سے کسی غافل ومدہوش کے گوش تک پہنچتی ہے، رُوح اسے ادراک کرتی ہے، اسی باعث اس وقت درود پڑھنا مستحب ہوا کہ جو محبوب ہر آن ہماری یاد میں ہے کچھ دیر ہم بھی اس نصیب بھی اس کی یاد میں صَرف کریں۔

وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور اس کی مدح وستائش ونشرِ فضائل سے آنکھوں کو روشنی، دل کو ٹھنڈک دینا واجب یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور بے سبب ان کی روشن خوبیوں میں انکار نکالے۔

اے عزیز! چشمِ خرد بین میں سُرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ اعتساف نکال، پھر یہ تمام اہلِ اسلام بلکہ ہر مذہب وملت کے عقلاء سے پوچھتا، پھر اگر ایک منصفِ ذی عقل بھی تجھ سے کہہ دے کہ نشرِ محاسن وتکثیرِ مدائح نزدوستی کا مقتضٰی نہ ردِّ فضائل ونفیِ کمالات غلامی کے خلاف، تو تجھے اختیار ہے ورنہ

---

[1] ...

[2] ...

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

[4] " " " " " " " " " "

خدا و رسول سے شرما اور اس حرکت بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کی خوبیاں تیرے مٹائے نہ مٹیں گی۔

بھائی برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، سمجھ، دیکھ کہ خدا سے کسی کا کیا بس چلے گا اور جس کی شان وہ بڑھائے اُسے کوئی گھٹا سکتا ہے، آئندہ تجھے اختیار ہے، ہدایت کا فضلِ الٰہی پر مدار ہے۔

ہم پر بلاغِ مبین تھا، اس سے بحمداللہ فراغت پائی، اور جواب بھی تیرے دل میں کوئی شک و شبہہ یا ہمارے کسی دعوے پر دلیل یا کسی اجمال کی تفصیل درکار ہو تو فقیر کا رسالہ مسمّٰی بہ "قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام" علیہ وعلیٰ آلہ الصلوٰۃ والسلام، جسے فقیر نے بعد ورود اس سوال کے تالیف کیا، مطالعہ کرے، اِن شاء اللہ تعالٰی بیانِ شافی پائے گا اور مرشدِ کافی، ہم نے اس رسالہ میں اس مسئلہ کی غایت تحقیق ذکر کی ہے اور نہایت نفیس دلائل سے ثابت کر دیا ہے کہ حضور سراپا نور تابندہ درخشندہ ذی شعاع واضاءت بلکہ معدنِ انوار و افضل مضیئات بلکہ درحقیقت بعد جنابِ الٰہی نامِ "نور" انھیں کو زیبا، اور اُن کے ماوراء کو اگر نور کہہ سکتے ہیں تو انہی کی جناب سے ایک علاقہ و انتساب کے سبب! اور یہ بھی ثابت کیا ہے کہ ثبوت معجزات صرف اسی پر موقوف نہیں کہ حدیث یا قرآن میں بالتصریح ان کا ذکر ہو بلکہ ان کے لئے تین طریقے ہیں، اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ پیشوایانِ دین کا دأب ان معاملات میں ہمیشہ قبول وتسلیم رہا ہے۔ اگر کہیں قرآن وحدیث سے ثبوت نہ ملا تو اپنی نظر کا قصور سمجھا نہ یہ کہ باوجود ایسے ثبوت کافی کے کہ حدیثیں اور ائمہ کی تصریحیں اور کافی دلیلیں، سب کچھ موجود، پھر بھی اپنی ہی کہے جاؤ، انکار کے سوا کچھ زبان پر نہ لاؤ اور اس کے سوا اور فوائد شریفہ و ابحاثِ لطیفہ ہیں، جو دیکھے گا اِن شاء اللہ تعالٰی لُطفِ جانفزا پائے گا، ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ واصحٰبہ واصہارہٖ وانصارہٖ واتباعہ اجمعین الٰی یوم الدین اٰمین والحمد للہ رب العٰلمین۔

رسالہ

نفی الفیئ عمن استنار بنورہٖ کل شیئ

ختم ہوا

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

۱۲۹۶ھ

(سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سایہ کی نفی میں کامل چاند)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مسئلہ ۴۴: کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم اقدس کا سایہ تھا یا نہیں؟ بَیِّنُوْا تُوْجَرُوْا (بیان کرو اجر پاؤ گے۔ ت)

الجواب

ومن اللہ توفیق الصدق والصواب ولاحول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الوھاب، اللھم صل وسلم وبارک علی السراج المنیر الشارق والقمر الزاھر البارق وعلٰی اٰلہ واصحابہ اجمعین۔

اللہ تعالٰی کی طرف سے ہی سچائی اور درستگی کی توفیق ہے۔ نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر عزت والے بہت عطا فرمانے والے اللہ کی توفیق سے۔ اے اللہ! درود و سلام اور برکت نازل فرما روشن چمکدار چراغ اور خوشنما تابناک چاند پر اور آپ کی آل پر اور تمام صحابہ پر۔ (ت)

بیشک اس مہرِ سپہرِ اصطفاء، ماہِ منیرِ اجتباء صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے لئے سایہ نہ تھا اور یہ امر احادیث واقوالِ ائمہ کرام سے ثابت، اکابر ائمہ وعلماء فضلاء کہ آجکل کے مدعیانِ خام کار کو ان کی شاگردی بلکہ ان کے کلام کے سمجھنے کی لیاقت نہیں، خلفاً، سلفاً، دائماً اپنی تصانیف میں اس معنیٰ کی تصریح فرماتے آئے اور اس پر دلائلِ باہرہ وحجج قاہرہ قائم، جن پر مفتیِ عقل وقاضیِ نقل نے باہم اتفاق کر کے ان کی تاسیس وتشیید کی۔ آج تک کسی عالمِ دین سے اس کا انکار منقول نہ ہوا یہاں تک کہ وہ لوگ پیدا ہوئے جنھوں نے دین میں ابتداع اور نیا مذہب اختراع اور ہوائے نفس کا اتباع کیا اور بسبب اس شورہ بخش کے جو ان کے دلوں میں اس رؤف ورحیم نبی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف سے تھی، ان کے محو فضائل وردِ معجزات کی فکر میں پڑے حتی کہ معجزہ شق القمر جو بخاری ومسلم کی احادیث صحیحہ بلکہ خود قرآن عظیم ووحیِ حکیم کی شہادتِ حقّہ اور اہلسنّت وجماعت کے اجماع سے ثابت، ان صاحبوں میں سے بعض جری بہادروں نے اسے بھی غلط ٹھہرایا اور اسلام کی پیشانی پر کلف کا دھبہ لگایا۔ فقیر کو حیرت ہے کہ ان بزرگواروں نے اس میں اپنا کیا فائدہ دینی یا دنیاوی سمجھا ہے۔

اے عزیز! ایمان، رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی محبت سے مربوط ہے اور آتشِ جاں سوزِ جہنّم سے نجات ان کی الفت پر منوط (انحصار رکھتا ہے) جو ان سے محبت نہیں رکھتا واللہ کہ ایمان کی بُو اس کے مشام (ناک) تک نہ آئی، وہ خود فرماتے ہیں:

لایؤمن احدکم حتّٰی اکون احب الیہ من والدہٖ وولدہٖ والناس اجمعین[1]	تم میں سے کسی کو ایمان حاصل نہیں ہوتا جب تک میں اس کے ماں باپ اور اولاد، سب آدمیوں سے زیادہ پیارا نہ ہوں۔

اور آفتاب نیم روز کی طرح روشن کہ آدمی ہمہ تن اپنے محبوب کے نشرِ فضائل وتکثیرِ مدائح میں مشغول رہتا ہے اور جو بات اس کی خوبی اور تعریف کی سُنتا ہے کیسی خوشی اور طیبِ خاطر سے اظہار کرتا ہے، سچی فضیلتوں کا مٹانا اور شام وسحر نفیِ اوصاف کی فکر میں رہنا کام دشمن کا ہے نہ کہ دوست کا۔

جانِ برادر! تُو نے کبھی سُنا ہے کہ جس کو تجھ سے اُلفت صادقہ ہے وہ تیری اچھی بات سن کر چیں بہ جبیں ہو اور اس کی محو کی فکر میں رہے اور پھر محبوب بھی کیسا جانِ ایمان وکانِ احسان، جس کے جمالِ

---

[1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حب الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۷
صحیح مسلم " " باب وجوب محبۃ الرسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم " " ۱/۴۹

جہان آرا اس کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامہ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا، کیسا محبوب، جسے اس کے مالک نے تمام جہان کے لئے رحمت بھیجا۔ کیسا محبوب، جس نے اپنے تن پہ ایک عالم کا بار اٹھالیا۔ کیسا محبوب، جس نے تمہارے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کردیا، تم رات دن اس کی نافرمانیوں میں منہمک اور لہو ولعب میں مشغول ہو اور وہ تمہاری بخشش کے لئے شب و روز گریاں وملول۔

شب، کہ اللہ جل جلالہٗ نے آسائش کے لئے بنائی، اپنے تسکین بخش پردے چھوڑے ہوئے موقوف ہے، صبح قریب ہے، ٹھنڈی نسیموں کا پنکھا ہو رہا ہے، ہر ایک کا جی اس وقت آرام کی طرف جھکتا ہے، بادشاہ اپنے گرم بستروں، نرم تکیوں میں مست خواب ناز ہے اور جو محتاج بے نوا ہے اس کے بھی پاؤں دو گز کی کملی میں دراز، ایسے سہانے وقت، ٹھنڈے زمانہ میں، وہ معصوم، بے گناہ، پاک داماں، عصمت پناہ اپنی راحت و آسائش کو چھوڑ، خواب و آرام سے منہ موڑ، جبین نیاز آستانہ عزت پر رکھے ہے کہ الٰہی! میری امت سیاہ کار ہے، درگزر فرما[1] اور ان کے تمام جسموں کو آتش دوزخ سے بچا۔

جب وہ جان راحت کان رافت پیدا ہوا بارگاہ الٰہی میں سجدہ کیا اور ربِّ ھَبْ لِیْ اُمَّتِیْ فرمایا[2]
جب قبر شریف میں اتارا لب جاں بخش کو جنبش تھی، بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا آہستہ آہستہ اُمّتی اُمّتی[3] فرماتے تھے۔ قیامت کے روز کہ عجب سختی کا دن ہے، تانبے کی زمین، ننگے پاؤں، زبانیں پیاس سے باہر، آفتاب سروں پر، سائے کا پتہ نہیں، حساب کا دغدغہ، ملک قہار کا سامنا، عالم اپنی فکر میں گرفتار ہوگا، مجرمان بے یار دام آفت کے گرفتار، جدھر جائیں گے سوا نفسی نفسی اذھبوا الی غیری[4] کچھ جواب نہ پائیں گے اُس وقت یہی محبوب غمگسار کام آئے گا، قفل شفاعت اس کے زور بازو سے کھل جائے گا، عمامہ سر اقدس سے اتاریں گے اور سربسجود ہوکر یارب اُمّتی[5] فرمائیں گے۔ وائے بے انصافی، ایسے غمخوار پیارے کے نام پر جان نثار کرنا اور مدح وستائش ونشر فضائل سے اپنی آنکھوں کو روشنی اور دل کو ٹھنڈک دینا واجب، یا یہ کہ حتی الوسع چاند پر خاک ڈالے اور ان روشن خوبیوں میں انکار کی شاخیں نکالے۔

---

[1]

[2]

[3] صحیح مسلم کتاب الایمان باب اثبات الشفاعۃ الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۱۱

[4] " " " " " " " " " "

مانا کہ تمہیں احسان شناسی سے حصہ نہ ملا، نہ قلب عشق آشنا ہے کہ حُسن پسند یا احسان دوست
مگر یہ تو وہاں چل سکے جس کا احسان اگر نہ مانئے اس کی مخالفت کیجئے تو کوئی مضرت نہ پہنچے اور یہ محبوب تو ایسا
ہے کہ بے اس کی کفش بوسی کے جہنم سے نجات میسر نہ دنیا و عقبیٰ میں کہیں ٹھکانا متصور، پھر اگر اس کے حسن و
احسان پر والہ و شیدا نہ ہو تو اپنے نفع و ضرر کے لحاظ سے عقیدت رکھو۔

اے عزیز! چشمِ خرد میں سرمۂ انصاف لگا اور گوشِ قبول سے پنبۂ انکار نکال، پھر تمام اہلِ اسلام
بلکہ ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے پوچھتا پھر کہ عُشّاق کا اپنے محبوب کے ساتھ کیا طریقہ ہوتا ہے اور غلاموں
کو مولیٰ کے ساتھ کیا کرنا چاہیے، آیا نشرِ فضائل و تکثیرِ مدائح اور ان کی خوبیٔ حسن سن کر باغ باغ ہو جانا،
جامے میں پھولا نہ سمانا یا ردِ محاسن، نفیِ کمالات اور اُن کے اوصافِ حمیدہ سے برا انکار و تکذیب پیش آنا،
اگر ایک عاقل منصف بھی تجھ سے کہہ دے کہ نہ وہ دوستی کا مقتضی نہ یہ غلامی کے خلاف ہے تو تجھے اختیار
ہے ورنہ خدا و رسول سے شرما اور اس حرکتِ بے جا سے باز آ، یقین جان لے کہ محمد صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم
کی خوبیاں تیرے مٹائے سے نہ مٹیں گی۔

جانِ برادر! اپنے ایمان پر رحم کر، خدائے قہار و جبار جل جلالہ سے لڑائی نہ باندھ، وہ تیرے اور تمام

جہان کی پیدائش سے پہلے ازل میں لکھ چکا تھا ورفعنا لك ذكرك[1] یعنی ارشاد ہوتا ہے اے محبوب
ہمارے! ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کیا کہ جہاں ہماری یاد ہوگی تمہارا بھی چرچا ہوگا اور ایمان
بے تمہاری یاد کے ہرگز پورا نہ ہوگا، آسمانوں کے طبقے اور زمینوں کے پردے تمہارے نام نامی سے گونجیں گے،
مؤذن اذانوں اور خطیب خطبوں اور ذاکرین اپنی مجالس اور واعظین اپنے منابر پر ہمارے ذکر کے ساتھ
تمہاری یاد کریں گے۔ اشجار و احجار، آہو و سوسمار و دیگر جاندار و اطفالِ شیرخوار و معبودانِ کفار جس طرح
ہماری توحید بتائیں گے ویسا ہی بزبانِ فصیح و بیانِ صحیح تمہارا منشورِ رسالت پڑھ کر سنائیں گے، چار ارکانِ عالم
میں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ کا غلغلہ ہوگا، جز اشقیائے ازل ہر ذرہ کلمۂ شہادت پڑھتا ہوگا، مُسبّحانِ
ملاءِ اعلیٰ کو اِدھر اپنی تسبیح و تقدیس میں مصروف کروں گا، اُدھر تمہارے محمود درودِ مسعود کا حکم دوں گا۔ عرش و
کرسی، ہشت اوراقِ سدرہ، قصورِ جناں، جہاں پر اللہ لکھوں گا، مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ بھی تحریر فرماؤں گا،
اپنے پیغمبروں اور اولوالعزم رسولوں کو ارشاد کروں گا کہ ہر وقت تمہارا دم بھریں اور تمہاری یاد سے اپنی
آنکھوں کو روشنی اور جگر کو ٹھنڈک اور قلب کو تسکین اور بزم کو تزئین دیں۔ جو کتاب نازل کروں گا اس میں

۱؎ القرآن الکریم ۹۴/ ۴

تمہاری مدح وستائش اور جمالِ صورت وکمالِ سیرت ایسی تشریح وتوضیح سے بیان کروں گا کہ سننے والوں کے دل بے اختیار تمہاری طرف جھک جائیں اور نادیدہ تمہارے عشق کی شمع اُن کے کانوں، سینوں میں بھڑک اُٹھے گی۔ ایک عالم اگر تمہارا دشمن ہوکر تمہاری تنقیصِ شان اور محوِ فضائل میں مشغول ہو تو میں قادرِ مطلق ہوں، میرے ساتھ کسی کا کیا بس چلے گا۔ آخر اسی وعدے کا اثر تھا کہ یہود صدہا برس سے اپنی کتابوں سے اُن کا ذکر نکالتے اور چاند پر خاک ڈالتے ہیں تو اہلِ ایمان اسی بلند آواز سے اُن کی نعت سناتے ہیں کہ سامع اگر انصاف کرے بے ساختہ پکار اُٹھے۔ لاکھوں بے دینوں نے اُن کے محوِ فضائل پر کمر باندھی، مگر مٹانے والے خود مِٹ گئے اور اُن کی خوبی روز بروز مترقی رہی، پھر اپنے مقصود سے تو یاس وناامیدی کرلینا مناسب ہے ورنہ ربِ کعبہ اُن کا کچھ نقصان نہیں، بالآخر ایک دن تو نہیں، تیرا ایمان نہیں۔

اے عزیز! سلفِ صالح کی روش اختیار کر اور اُن کے قدم پر قدم رکھ، ائمہ دین کا وطیرہ ایسے معاملات میں دائماً تسلیم وقبول رہا ہے، جب کسی ثقہ معتمد علیہ نے کوئی معجزہ یا خاصہ ذکر کردیا اسے مرحبا کہہ لیا اور حبیب جاں میں بہ طیبِ خاطر جگہ دی، یہاں تک کہ اگر اپنے آپ احادیث میں اس کی اصل نہ پائی، قصورِ اپنی نظر کا جانا، یہ نہ کہا کہ غلط ہے باطل ہے، کسی حدیث میں وارد نہیں، نہ یہی ہوا کہ جب حدیث سے ثبوت نہ ملا تھا اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اس کے ذکر سے باز رہتے بلکہ اسی طرح اپنی تصانیف میں اسی ثقہ کے اعتماد پر اسے لکھتے آئے، اور کیوں نہ ہو، مقتضائے عقلِ سلیم کا یہی ہے کہ،

فائدۂ جلیلہ: جب ہم اسے ثقہ معتمد علیہ مان چکے اور وقوع ایسے معجزے کا یا اختصاص ایسے خاصہ کا ذاتِ پاکِ سرورِ عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بعید نہیں کہ اس سے عجیب تر معجزات بہ تواتر حضور سے ثابت، اور اُن کا رب اس سے زیادہ پر قادر، اور ان کے لئے اس سے بہتر خصائص بالقطع مہیا اور اُن کی شان اس سے بھی ارفع واعلٰی، پھر انکار کی وجہ کیا ہے، تکذیب میں تو اس راوی سے ثقہ معتمد علیہ ہونا ثابت ہوچکا اور وثوق واعتماد اس کا بتاتا ہے کہ اگر من عند نفسہٖ کہہ دیتا خدا ورسول پر مفتری ہوتا۔ ومن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا[1] اور اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے۔ (ت)

ان وجوہ پر نظر کرکے سمجھ لیجئے کہ بالضرور اس نے حدیث پائی، گو ہماری نظر میں نہ آئی۔ ہر چند کہ فقیر کا یہ دعوٰی اس شخص کے نزدیک بالکل بدیہی ہے جو خدمتِ حدیث وسیر میں رہا اور اس راہ میں ثقات علما

---

[1] القرآن الکریم ۱۱/ ۱۸

کو مشاہدہ کیا مگر نا واقفوں کے افہام اور منکروں پر الزام کے لئے چند مثالیں بیان کرتا ہوں :

اوّلاً جسمِ اقدس و لباسِ انفس پر مکھی نہ بیٹھنا۔ علامہ ابن سبع نے خصائص میں ذکر فرمایا علماء نے تصریح کی اس کا راوی معلوم نہ ہوا اور باوجود اس کے بلانکیر اپنی کتابوں میں اسے ذکر فرماتے آئے۔

شفاء قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ میں ہے :

وان الذباب کان لایقع علٰی جسدہ ولا ثیابہ[1]

مکھی آپ کے جسمِ اقدس اور لباسِ اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص کبرٰی میں فرماتے ہیں :

باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ ان من خصائصہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ کان لاینزل علیہ الذباب، وذکرہ ابن سبع فی الخصائص بلفظ انہ لم یقع علٰی ثیابہ ذباب قط وزاد ان من خصائصہ ان القمل لم تکن یؤذیہ[2]

قاضی عیاض نے شفاء میں اور عراقی نے اپنی مولد میں ذکر کیا کہ حضور کی خصوصیات میں سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ پر نہ بیٹھتی تھی۔ ابن سبع میں ان لفظوں سے ذکر کیا کہ مکھی آپ کے کپڑوں پر کبھی بھی نہیں بیٹھی اور یہ بھی زیادہ کیا کہ جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں۔

شیخ ملا علی قاری شرح شمائل ترمذی میں فرماتے ہیں :

ونقل الفخر الرازی ان الذباب کان لایقع علٰی ثیابہ وان البعوض لا یمتص دمہ[3]

رازی نے نقل کیا کہ مکھیاں آپ کے کپڑوں پر نہیں بیٹھتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ خفاجی نے "نسیم الریاض" میں علماء کا وہ قول کہ اس کا راوی نہ معلوم ہوا، نقل کیا، اور اس خاصہ کی نسبت لکھا کہ ایک کرامت ہے کہ حق سبحانہ وتعالٰی نے اپنے حبیب کو عطا کی اور اپنے نتائج افکار سے ایک رباعی لکھی کہ اس میں بھی اس خاصہ کی تصریح ہے اور بعض علمائے عجم نے اسی بناء پر کلمہ محمد رسول اللہ کے سب حروف بے نقطہ ہوتے ہیں، ایک لطیفہ لکھا کہ آپ کے جسم پر مکھی نہ بیٹھتی تھی، لہذا یہ کلمہ پاک کُل نقطوں سے محفوظ رہا کہ وہ مشابہ مکھیوں کے ہیں۔ پھر اسی مضمون پر دوسری

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی فصل ومن ذٰلک ما ظہر من الآیات عند مولدہ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/۲۲۵

[2] الخصائص الکبرٰی باب ذکر القاضی عیاض فی الشفاء والعراقی فی مولدہ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۴۹

[3]

عبارت :

عبارته برمته : ومن دلائل نبوته صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ان الذباب کان لایقع علی ثیابه هذا مما قاله ابن سبع الا انهم قالوا لایعلم من روی هذا والذباب واحده ذبابة قیل انه سمی به لانه کلما اذب آب ای کلما طرد رجع وهذا مما اکرمه الله به لانه طهره الله من جمیع الاقذار وهو مع استقذار وقد یجیئ من مستقذر وقیل قد نقل مثلها عن ولی الله العارف به الشیخ عبد القادر الکیلانی ولابعد فیه لان معجزات الانبیاء قد تکون کرامة لاولیاء امتهم وفی رباعیة لی ـه

من اکرم مرسل عظیم جلا
لم تدن ذبابة اذا ما حلا
هذا عجب ولم یذق ذو نظر
فی الموجودات من حلاه احلا

وتظرف بعض علماء العجم فقال محمد رسول الله لیس فیه حرف منقوط لان الموجود ان النقط تشبه الذباب فصین اسمه ونعته کما قلت فی مدحه صلی اللہ تعالیٰ علیه وسلم ـه لقد ذب الذباب فلیس یعلو
رسول الله محمودا محمد

ان کی مکمل عبارت یہ ہے : آپ کے دلائل نبوت سے یہ بھی ہے کہ مکھی آپ کے نہ تو ظاہری جسم پر بیٹھتی تھی اور نہ لباس پر ، یہ ابن سبیع نے کہا ۔ محدثین نے کہا کہ اس کا راوی معلوم نہیں ۔ ذباب کا واحد ذبابۃ ہے ، کہتے ہیں اس کا یہ نام اس لئے ہے کہ اس کو جب بھی بھگایا جاتا ہے واپس آجاتی ہے یہ کرامت آپ کو اس لئے عطا ہوئی کہ اللہ نے آپ کو پاک رکھا تھا ۔ شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے اور اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ جو چیز نبی کا معجزہ ہوتی ہے وہ بطور کرامت ولی کے ہاتھ سے صادر ہوجاتی ہے اور میں (خفاجی) نے ایک رباعی کہی ہے :

آپ بزرگ ترین ، عظیم ، مٹھاس والے رسول ہیں ، یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی مٹھاس کے باوجود مکھی آپ کے قریب نہ جاتی تھی اور کسی بھی صاحب نظر نے موجودات میں آپ کی مٹھاس سے زیادہ مٹھاس نہ چکھی ۔"

اور بعض علماء عجم نے کہا کہ محمد رسول اللہ میں کوئی نقطہ نہیں ہے اس لئے کہ نقطہ مکھی کے مشابہ ہوتا ہے ، عیب سے بچانے کے لئے اور آپ کی تعریف کے سلسلے میں نے آپ کی مدح میں کہا ہے :

"بلا شبہ اللہ نے مکھیوں کو آپ سے دور کردیا تو

ونقط الحرف یحکیه بشکل لـذالك الخط عنه قد تجرد[1]	آپ پر مکھی نہیں بیٹھتی ہے، اللہ کے رسول محمود و محمد ہیں اور حروف کے نقطے جو شکل میں مکھی کی طرح ہیں ان سے بھی اللہ نے اس لئے آپ کو محفوظ رکھا۔"

ثانیًا ابنِ سبع نے حضور کے خصائص میں کہا جُوں آپ کو ایذا نہ دیتی۔ علامہ سیوطی نے خصائص کبرٰی میں اسی طرح ابنِ سبع سے نقل کیا اور برقرار رکھا کما مر (جیسا کہ گزر چکا ہے۔ ت) اور مُلّا علی قاری شرحِ شمائل میں فرماتے ہیں:

ومن خواصه ان ثوبه لم یقمل[2]	آپ کے مبارک کپڑوں میں جُوئیں نہیں ہوتی تھیں۔ (ت)

ثالثًا ابنِ سبع نے فرمایا جس جانور پر حضور صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سوار ہوتے عمر بھر ویسا ہی رہتا اور حضور کی برکت سے بوڑھا نہ ہوتا۔ علامہ سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں:

باب: قال ابن سبع من خصائصه صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم ان کل دابة رکبها بقیت علی القدر الذی کانت علیه ولم تهرم ببرکته صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم۔	ابنِ سبع نے کہا کہ آپ کے خصائص میں سے یہ تھا کہ آپ جس جانور پر سوار ہوتے تو وہ عمر بھر ویسا ہی رہتا اور آپ کی برکت کے باعث بوڑھا نہ ہوتا، صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم۔

رابعًا ابوعبدالرحمٰن بقی بن مخلد قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے، جو اکابر اعیان مائۃِ ثالثہ سے ہیں حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا سے حکایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم جیسا روشنی میں دیکھتے تھے ویسا ہی تاریکی میں۔ اس حدیث کو بیہقی نے موصولًا مسندًا روایت کیا اور علامہ خفاجی نے اکابر علماء مثل ابنِ بشکوال وعقیلی و ابن جوزی وسہیلی سے اس کی تضعیف نقل کی، یہاں تک کہ ذہبی نے تو میزان الاعتدال میں موضوع ہی کہہ دیا۔ بایں ہمہ خود علامہ خفاجی فرماتے ہیں جیسا بقی بن مخلد وغیرہ ثقات نے اسے ذکر کیا اور حضور والا کی شان سے بعید نہیں تو اس کا انکار کس وجہ سے کیا جائے۔

وهذا نصه ملتقطا وحکی بقی ابن مخلد ابوعبدالرحمٰن مولده فی رمضان	اس کی عبارت بالاختصار یہ ہے، بقی بن مخلد ابوعبدالرحمٰن قرطبی جن کی ولادت رمضان المبارک

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ومن ذلک ما ظہر من الآیات الخ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۳/ ۲۸۲

[2]

[3] الخصائص الکبرٰی قال ابن سبع من خصائصہ صلی اللہ علیہ وسلم مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۶۲

سنۃ احدی ومائتین و توفی سنۃ ست وسبعین ومائتین عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہا قالت کان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یری فی الظلمۃ کما یری فی الضوء وفی روایۃ کما یری فی النور ولاشک انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان کامل الخلقۃ قوی الحواس فوقوع مثل ھذا منہ غیر بعید وقد رواہ الثقات کابن مخلد ھذا فلا وجہ لانکارہ[1]

سنہ ۲۰۱ھ اور وصال سنہ ۲۷۶ھ میں ہے، نے کہا کہ عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے انھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تاریکی میں دیکھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں جس طرح کہ روشنی میں دیکھتے تھے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، کامل الخلقۃ، قوی الحواس تھے تو آپ سے اس کیفیت کا وقوع بعید نہیں، پھر اس کو ابن مخلد جیسے ثقات نے روایت کیا ہے لہذا اس کے انکار کی کوئی وجہ نہیں۔

خامسًا بسم اللہ الرحمٰن الرحیم، اس سب سے زیادہ یہ ہے کہ باوجود حدیث کے شدید الضعف وغیر متمسک ہونے کے احیاء والدین، وسعتِ قدرت وعظمتِ شان رسالت پناہی پر نظر کر کے گردنِ تسلیم جھکائی اور سوا سلمنا وصدقنا کچھ بن نہ آئی۔

ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہوا، حجۃ الوداع میں ہم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے ساتھ تھے جب عقبۂ حجون پر گزر ہوا حضور اشکبار و رنجیدہ ومغموم ہوئے، پھر تشریف لے گئے جب لوٹ کر آئے چہرہ بشاش تھا اور لب تبسم ریز، میں نے سبب پوچھا، فرمایا، میں اپنی ماں کی قبر پر گیا اور خدا سے عرض کیا کہ انھیں زندہ کر دے، وہ قبول ہوئی، اور وہ زندہ ہو کر ایمان لائیں اور پھر قبر میں آرام کیا۔

اخرج الخطیب عن عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت حج بنا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فمر بی علی عقبۃ الحجون وھو باک حزین مغتم ثم ذھب وعاد وھو فرح متبسم فسألتہ فقال ذھبت الی قبر امی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ہمارے ہمراہ حج کیا، جب عقبۂ حجون پر پہنچے تو رو رہے تھے اور غمگین تھے، پھر آپ کہیں تشریف لے گئے، جب واپس آئے تو مسرور تھے اور تبسم فرما رہے تھے۔ فرماتی ہیں میں نے سبب دریافت

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل اما وفور عقلہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/۳۰۲

فسألت اللہ ان یحییہا فامنت بی وردھا اللہ[1]

گیا تو آپ نے فرمایا: میں اپنی ماں کی قبر پر گیا تھا، میں نے اپنے اللہ سے سوال کیا، اس نے ان کو زندہ کیا، وہ ایمان لائیں اور پھر انتقال فرماگئیں۔

امام جلال الدین سیوطی خصائص میں فرماتے ہیں، اس کی سند میں مجاہیل ہیں اور سہیلی نے ام المومنین سے احیائے والدین ذکر کرکے کہا، اس کے اسناد میں مجہولین ہیں اور حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض۔

ففی مجمع بحار الانوار روی احیاء ابوی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حتی امنا بہ، قال فی اسنادہ مجاھیل وانہ حدیث منکر جدا یعارضہ ما ثبت فی الصحیح[2]

مجمع بحار الانوار میں ہے کہ اللہ تعالٰی نے نبی کریم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے والدین کو زندہ فرمایا وہ آپ پر ایمان لائے۔ اس کے اسناد میں مجاہیل ہیں اور یہ حدیث سخت منکر اور صحیح کے معارض ہے۔

بایں ہمہ اسی مجمع بحار الانوار میں لکھتے ہیں،

فی المقاصد الحسنۃ وما احسن ما قال ؎

حبا اللہ النبی مزید فضل
علی فضل وکان بہ رؤوفا
فاحیٰی امہ وکذا اباہ
لایمان بہ فضلا لطیفا
نسلم فالقدیم بذا قدیر
وان کان الحدیث بہ ضعیفا[3]

حاصل یہ کہ مقاصد میں ہے اور کیا خوب کہا، خدا نے نبی کو فضل پر فضل زیادہ عطا فرمائے اور ان پر نہایت مہربان تھا، پس اُن کے والدین کو ان پر ایمان لانے کے لئے زندہ کیا اپنے فضل لطیف سے، ہم تسلیم کرتے ہیں کہ قدیم تو اس پر قدرت رکھتا ہے اگرچہ جو حدیث اس معنٰی میں وارد ہوئی ضعیف ہے۔

اے عزیز! سُنا تُو نے، یہ ہے طریقہ ارا کینِ دینِ متین واساطینِ شرعِ متین، رسول اللہ

---

[1] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الخطیب باب ما وقع فی حجۃ الوداع الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۲/ ۴۰
[2] مجمع بحار الانوار فصل فی تعیین بعض الاحادیث المشتہرۃ الخ مکتبہ دار الایمان مدینۃ المنورۃ ۵/ ۲۳۶
[3] " " " " " " " " " " " " " " "

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم ومحبت میں، نہ یہ کہ جو معجزہ وخاصہ حضور کا احادیثِ صحیحہ سے ثابت اور اکابر علماء برابر اپنی تصانیفِ معتبرہ مستندہ میں، جن کا اعتبار واستناد آفتابِ نیمروز سے روشن تر ہے، بلانکیر ومنکر اس کی تصریح کرتے آئے ہوں اور اس کے ساتھ عقلِ سلیم نے ان پر وُہ دلائل ساطعہ قائم کئے ہوں جن پر کوئی حرف نہ رکھ سکے، بایں ہمہ اس سے انکار کیجئے اور حقِ ثابت کے رَدّ پر اصرار، حالانکہ نہ ان حدیثوں میں کوئی سقمِ مقبول وجرحِ معقول ہے وارد، نہ ان ائمہ کے مستند یا دلائل معتمد ہونے میں کلام کرسکو، پھر اس مکابرہ کج بحثی اور تحکم وزبردستی کا کیا علاج، زبان ہر ایک کی اس کے اختیار میں ہے چاہے دن کو رات کہہ دے یا شمس کو ظلمات۔

آخر تم جو انکار کرتے ہو تو تمہارے پاس بھی کوئی دلیل ہے یا فقط اپنے منہ سے کہہ دینا، اگر بالفرضِ محال جو حدیثیں اس باب میں وارد ہوئیں نامعتبر ہوں اور جن جن علماء نے اس کی تصریح فرمائی انھیں بھی قابلِ اعتماد نہ مانو اور جو دلائل قاطعہ اس پر قائم ہوئے وہ بھی صالحِ التفات نہ کہے جائیں، تاہم انکار کا کیا ثبوت اور وجودِ سایہ کا کس بنا پر، اگر کوئی حدیث اس بارے میں آئی ہو تو دکھاؤ یا گھر بیٹھے تمھیں الہام ہوا ہو تو بتاؤ، مجرد ناؤمن پر قیاس تو ایمان کے خلاف ہے ع

چہ نسبت خاک را با عالمِ پاک

(مٹی کو عالمِ پاک سے کیا نسبت۔ت)

وہ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن، وہ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ الطف، وہ خود فرماتے ہیں: لست کمثلکم[1] "میں تم جیسا نہیں" رواہ الشیخان (اسے امام بخاری اور امام مسلم نے روایت کیا۔ت)، ویروی لست کھیئتکم[2] "میں تمھاری ہیئت پر نہیں" ویروی ایکم مثلی[3] "تم میں کون مجھ جیسا ہے؟"

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲

[2] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/ ۲۶۳ و ۲۶۴
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱ و ۳۵۲

[3] صحیح البخاری کتاب الصوم باب الوصال " " " ۱/ ۲۶۳
صحیح مسلم کتاب الصیام باب النہی عن الوصال " " " ۱/ ۳۵۱

آخر علامہ خفاجی کو فرماتے سُنا، آپ کا بشر ہونا اور نور درخشندہ ہونا منافی نہیں کہ اگر سمجھے تو وہ نور علیٰ نور ہیں۔ پھر اس خیالِ فاسد پر کہ ہم سب کا سایہ ہوتا ہے ان کا بھی ہوگا تو ثبوت سایہ کا قائل ہونا عقل و ایمان سے کس درجہ دور پڑتا ہے۔

محمد بشر لا کالبشر بل ھو یاقوت بین الحجر

(محمد صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم ایسے بشر ہیں جن جیسا کوئی بشر نہیں، بلکہ وہ پتھروں کے درمیان یاقوت ہیں۔ ت)

صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔

القائے جواب: الیقاظ و فعِ بعض اوہام و امراض میں اس مقام پر باوجودیکہ قلب بحمداللہ غایت اطمینان و تسلیم پر تھا مگر مرتبہ کاوش و تنقیح میں بوسوسہ ایک خدشہ ذہنِ ناقص میں گزرا تھا یہاں تک کہ حق جل و علا نے اپنے کرم عمیم سے فقیر کو اس کا جواب القاء فرمایا جس سے تصور کو نور اور دلِ منتظر کو سرور حاصل ہوا۔

الحمد للہ علٰی ما اولٰی والصلوٰۃ والسلام علٰی ھذا المولٰی۔ (سب تعریفیں اللہ کے لیے جو تعریفوں کے لائق ہے اور درود و سلام آقائے دوجہان پر۔)

فاقول وباللہ التوفیق (چنانچہ میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ت)

مقدمۂ اولٰی: احادیثِ صحیحہ سے ثابت کہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین حضورِ رسالت میں نہایت ادب و وقار سے سر جھکائے آنکھیں نیچی کئے بیٹھے، رعبِ جلالِ سلطانی اُن کے قلوبِ صافیہ پر ایسا مستولی ہوتا کہ اوپر نگاہ اٹھانا ممکن نہ تھا۔

خ عن مسور بن مخرمۃ و مروان ابن الحکم فی حدیث طویل فی قصۃ الحدیبیۃ ثم ان عروۃ جعل یرمق اصحاب النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعینیہ قال فواللہ ما تنخم رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نخامۃ الا وقعت فی کف رجل منہم فدلک بہا وجہہ وجلدہ واذا امرھم

مسور بن مخرمہ اور مروان بن الحکم حدیبیہ کے طویل قصے میں ذکر کرتے ہیں کہ عروہ اصحابِ نبی کو گھور رہا تھا، اس نے کہا کہ بخدا رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے جب بھی ناک سنکی تو کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ میں پڑی اور اُس نے اپنے چہرے پر ملی اور اپنے جسم پر لگائی، جب آپ نے حکم دیا تو انھوں نے ماننے میں جلدی کی، جب آپ وضو

---

[1] افضل الصلوٰۃ علٰی سید السادات فضائل درود مکتبہ نبویہ لاہور ص ۱۵۰

ابتدروا امرہ واذا توضأ کادوا یقتتلون علٰی وضوئہ واذا تکلم خفضوا اصواتھم عندہ وما یحدون الیہ النظر تعظیما لہ فرجع عروۃ الٰی اصحاب فقال ای قوم واللہ لقد وفدت علی الملوک قیصر وکسرٰی والنجاشی واللہ ان ما رأیت ملکا قط یعظمہ اصحابہ ما یعظم اصحاب محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔[1]

فرماتے تو وہ وضو کا پانی لینے پر لڑنے کے قریب ہو جاتے، اور جب گفتگو فرماتے تو صحابہ اپنی آوازیں پست کرلیتے اور آپ کی تعظیم کی وجہ سے آپ کی طرف نگاہ نہ کر پاتے تھے تو وہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ آیا اور کہا میں قیصر و کسرٰی و نجاشی کے درباروں میں آیا مگر ایسا کوئی بادشاہ نہ دیکھا جس کی تعظیم اس کے ساتھی ایسے کرتے ہوں جیسی محمد کی ان کے صحابی کرتے ہیں۔

اسی وجہ سے حلیہ شریف میں اکثر اکابر صحابہ سے حدیثیں وارد ہیں کہ وہ "نگاہ بھر کر نہ دیکھ سکتے" بلکہ نظر اوپر نہ اٹھاتے کما سیأتی (جیسا کہ آگے آرہا ہے۔ ت) بلکہ اس معنٰی میں کسی حدیث کے وُرود کی بھی حاجت کیا تھی، عقلِ سلیم خود گواہی دیتی ہے کہ ادنٰی ادنٰی نوابوں اور والیوں کے حاضرینِ دربار اُن کے ساتھ کس ادب سے پیش آتے ہیں، اگر کھڑے ہیں تو نگاہ قدموں سے تجاوز نہیں کرتی، بیٹھے ہیں تو زانو سے آگے قدم نہیں رکھتے، خود اس حاکم سے نگاہ چار نہیں کرتے، پس و پیش یا دائیں بائیں دیکھنا تو بڑی بات ہے حالانکہ اس ادب کو صحابہ کرام کے ادب سے کیا نسبت، ایمان ان کے دلوں میں پہاڑ سے زیادہ گراں تھا اور دربارِ اقدس کی حاضری ان کے نزدیک ملک السمٰوٰت والارض کا سامنا اور کیوں نہ ہوتا کہ خود قرآنِ عزیز نے انھیں صدہا جگہ کان کھول کھول کر سُنا دیا کہ ہمارا اور ہمارے محبوب کا معاملہ واحد ہے اس کا مطیع ہمارا فرمانبردار اور اس کا عاصی ہمارا گنہگار، ان سے اُلفت ہمارے ساتھ محبت اور ان سے رنجش ہم سے عداوت، ان کی تکریم ہماری تعظیم اور اُن کے ساتھ گستاخی ہماری بے ادبی، لہذا جب ملازمتِ والا حاصل ہوتی قلب اُن کے خوفِ خدا سے ممتلی اور گردنیں خم اور آنکھیں نیچی اور آوازیں پست اور اعضا ساکن ہو جاتے۔ ایسی حالت میں نظر ایں و آں کی طرف کب ہوسکتی ہے جو سایہ کے عدم یا وجود کی طرف خیال جائے اور بالضرور ایسے سراپا ادب، ہمہ تن تعظیم لوگوں کی نگاہ اپنے عرش پایہ[2] کی طرف بے غرض مہم نہ ہوگی، اس حالت میں نفس کو اس مقصود کی طرف توجہ ہوگی، مثلاً نظارہ جمال

---

[1] صحیح البخاری باب الشروط فی الجہاد والمصالحۃ مع اہل الحرب الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۷۹

[2] الخصائص الکبرٰی باب ما وقع عام الحدیبیۃ من الآیات والمعجزات مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۲۲۰ و ۲۲۱

باکمال یا حضور کا مطالعہ افعال و اعمال، تاکہ خود ان کا اتباع کریں اور غائبین تک روایت پہنچائیں کہ وہ حاملانِ شریعت تھے اور راویانِ ملت اور حاضری دربار اقدس سے ان کی غرض اعظم یہی تھی، جب نگاہ اس رُعب وہیبت اور اس ضرورت وحاجت کے ساتھ اُٹھے تو عقل گواہ ہے کہ ایسی حالت میں ادھر اُدھر دھیان نہیں جائے گا کہ قامتِ اقدس کا سایہ ہمیں نظر نہ آیا، آخر نہ سُنا کہ ایک اُن کا نماز میں معروف ہونا تکبیر کے ساتھ دونوں جہان سے ہاتھ اٹھاتا، کوئی چیز سامنے گزرے اطلاع نہ ہوتی، اور کیسا ہی شور وغوغا ہو کان تک آواز نہ جاتی یہاں تک کہ مسلم بن یسار کہ تابعین میں ہیں نماز پڑھتے تھے، مسجد کا ستون گر پڑا، لوگ جمع ہوئے، شور وغوغا ہُوا، انھیں مطلق خبر نہ ہوئی، یہی حالت صحابہ کی حضورِ رسالت میں تھی اور دربارِ نبوت میں بارگاہِ عزت باری۔

اے عزیز! زیادہ خوض بیکار ہے، تُو اپنے ہی نفس کی طرف رجوع کر، اگر کسی مقام پر عالم رعب و ہیبت میں تیرا گزر ہوا ہو، وہاں جو کچھ پیشِ نظر آتا ہے اسے بھی اچھے طور پر ادراک کامل نہیں کر سکتا، نہ امر معدوم کی طرف خیال کیا جائے کہ مثلاً اگر تجھے کسی والیٔ ملک سے ایسی ضرورت پیش آئے جس کی فکر تجھے دُنیا و مافیہا پر مقدم ہو اور اس کے دربار تک رسائی کرکے اپنا عرض حال کرے تو تجھے اول تو رُعبِ سُلطانی دوسرے اپنی اس ضرورت کی طرف قلب کو نگرانی ہر چیز کی طرف توجہ سے مانع ہوں گے۔ پھر اگر تو واپس آئے اور تجھ سے سوال ہو وہاں دیواروں میں سنگِ موسیٰ تھا یا سنگِ مرمر اور تخت کے پائے سیمیں تھے یا زریں اور مسند کا رنگ سبز تھا یا سُرخ؟ ہرگز ایک بات کا جواب نہ دے سکے گا بلکہ خود اسی بات کو پوچھا جائے کہ بادشاہ کا سایہ تھا یا نہ تھا، تو اگرچہ اس قیاس پر کہ سب آدمیوں کے لئے ظل ہے، ہاں کہہ دے مگر اپنے معائنے سے جواب نہ دے سکے گا۔

صحابۂ رسول اللہ صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر تو اول روزِ ملازمت سے تا آخر حیات جو کیفیت رعب و ہیبت کی طاری رہی، ہماری عقولِ ناقصہ اس کی مقدار کے ادراک سے بھی عاجز ہیں، پھر ان کی نظر اوپر اٹھ سکتی اور چپ و راست دیکھ سکتی کہ سائے کے عدم یا وجود پر اطلاع ہوتی۔

ثمّ اقول (پھر میں کہتا ہُوں۔ ت) اپنے نفس پر قیاس کرکے گمان نہ کرنا چاہئے کہ بعد مرورِ زمان و تکرر حضور کے، ان کی اس حالت میں کمی ہوجاتی بلکہ بالیقین روز بہ روز زیادہ ہوتی کہ باعث اس پر دو امر ہیں، ایک خوف کہ اس عظمت کے تصور سے پیدا ہو جو اس سلطانِ دو عالم کو بارگاہِ ملک

سلہ

السموات والارض جل جلالہٗ میں حاصل ہے۔ دوسری محبتِ ایمانی کہ مستلزم خشوع کو اور منافی جرأت و بیباکی، اور یہ ظاہر کہ جس قدر دربارِ والا میں حضوری زائد ہوتی۔

یہ دونوں امر جو اس پر باعث ہیں بڑھتے جاتے، حضور کے اخلاق و عادات اور رحمت والطاف معائنے میں آتے، حسن و احسان کے جلوے ہر دم لطفِ تازہ دکھاتے، قرآن آنکھوں کے سامنے نازل ہوتا اور طرح طرح سے اس بارگاہ کے آداب سکھاتا اور ظاہر فرماتا کہ:

آدابِ بارگاہ: ہمارا ان کا معاملہ واحد ہے، جو ان کا غلام ہے ہمارا قائد ہے، ان کے حضور آواز بلند کرنے سے عمل حبط ہوجاتے ہیں، انھیں نام لے کر پکارنے والے سخت سزائیں پاتے ہیں، اپنے جان و دل کا انھیں مالک جانو، ان کے حضور زندہ بدست مردہ ہوجاؤ، ہمارا ذکر ان کی یاد کے ساتھ ہے، ان کا ہاتھ بعینہٖ ہمارا ہاتھ ہے، ان کی رحمت ہماری مہر، ان کا غضب ہمارا قہر، جس قدر ملازمت زیادہ ہوتی حضور کی عظمت و محبت ترقی پاتی اور وہ حال مذکور یعنی خشوع و خضوع و رعب، ہیبت روز افزوں کرتی قال تعالٰی زادتھم ایمانا[۱] (اللہ تعالٰی نے فرمایا کہ آیات ان کے ایمان کو زیادہ کرتی ہیں۔ت) اور ایمان حضور کی تعظیم و محبت کا نام ہے، کما لایخفٰی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ت)۔

مقدمۂ ثانیہ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ظاہر کہ آدمی بلاوجہ کسی بات کے درپے تفتیش نہیں ہوتا اور وجوہات عام و شامل ہوتی ہے اور تمام آدمی اس میں یکساں کسی شخص خاص میں بالقصد اسکی طرف غور نہیں کرتا مثلاً ہر ہاتھ کی پانچ انگلیاں ہونا ایک امر عام ہے لہذا بلاسبب کسی آدمی کی انگلیوں کو کوئی شخص اس مقصد خاص سے نہیں دیکھتا کہ اس کی انگلیاں پانچ ہیں یا کم، ہاں اگر پہلے سے ظن رکھا ہو کہ زید کی انگلیاں چار ہیں یا چھ تو اس صورت میں البتہ بقصدِ مذکور نظر کی جائے گی۔ اسی طرح سایہ ایک امر عام شامل ہے، اگر بعض آدمیوں کا سایہ پڑتا اور بعض کا نہیں تو البتہ بیشک خیال جانے کی بات تھی کہ دیکھیں حضور کے بھی سایہ ہے یا نہیں، نہ اس سے کوئی امر دینی مثل اتباع و اقتداء کے متعلق تھا کہ اس کے خیال سے بالقصد اس طرف لحاظ کیا جاتا۔ ہاں ایسی صورت میں ادراک کا طریقہ یہ ہے کہ بے قصد و توجہ خاص نظر پڑ جائے اور وہ صورت بعد تکرر مشاہدہ ذہن میں منقش اور مثل مرئیات قصدیہ کے خزانۂ خیال میں مخزون ہوجائے، مثلاً زید کہ ہمارا دوست ہے، ہم اپنے مشاہدے کی رو سے بتا سکتے ہیں کہ اس کے ہر ہاتھ کی انگلیاں پانچ ہیں اگرچہ ہم نے کبھی اس قصد سے اس کے ہاتھوں کو نہیں دیکھا ہے مگر ہم نے اس کے

---

[۱] القرآن الکریم ۹/ ۱۲۴

باتوں کو بار بار دیکھا ہے، وہ صورت خزانہ میں محفوظ ہے، نفس اسے اپنے حضور حاضر کرکے بتا سکتا ہے لیکن ہم مقدمۂ اولیٰ میں ثابت کر آئے ہیں کہ یہ طریقۂ ادراک وہاں معدوم تھا کہ رعب وہیبت اور امورِ مہمّہ کی طرف توجہ اور حضور کے استماعِ اقوال و مطالعۂ افعال ہمہ تن صرفِ ہمت اور نگاہ کا بسبب غایت ادب وخوفِ الٰہی کے اپنے زانو و پشتِ پا سے تجاوز نہ کرنا اس ادراک بلا قصد سے مانع قوی تھا علی الخصوص کسی شئے کا عدم کہ وہ تو کوئی امر محسوس نہیں جس پر بے ارادہ بھی نگاہ پڑ جائے اور نفس اسے یاد رکھے، یہاں توجب تک خیال نہ کیا جائے علمِ عدم حاصل نہ ہوگا، آدمی جب ایسے مقام رعب وہیبت اور قلب کی مشغولی و مشغوفی میں ہوتا ہے تو کسی چیز کی عدمِ رؤیت سے اس کے عدم پر استدلال نہیں کرتا اور جب اذہان میں بنا بر عادت اس کا عموم وشمول متمکن ہوتا ہے تو بر خلافِ عادت اس کے معدوم ہونے کی طرف خیال نہیں جاتا بلکہ اس سے اگر تفتیش کی جائے اور اس امر کی طرف خیال دلایا جائے تو خواہ مخواہ اس کا گمان اس طرف مُسارَعت کرتا ہے کہ جب یہ امر عام ہے تو ظاہراً یہاں بھی ہوگا۔ میرا نہ دیکھنا کچھ نہ ہونے پر دلیل نہیں، میری نظر میں نہ آنا اس وجہ سے تھا کہ اوّل میری نگاہ اِدھر اُدھر نہ اُٹھتی تھی اور جو اُٹھی بھی تو ہزار رعب، ہیبت اور نفس کے امورِ دیگر کی طرف صرفِ ہمّت کے ساتھ ایسی حالت میں کیسے کہہ سکوں گا کہ تھا یا نہ تھا۔

ثمّ اقول یہ کیفیت تو اُس وقت کی تھی جب صحابۂ کرام حضور سے ملاقی ہوتے اور جو ہمراہ رکاب سعادت انتساب ہوتے تو وہاں باوجود ان وجوہ کے ایک وجہ اور بھی تھی کہ غالب اوقات صحابۂ کرام کو آگے چلنے کا حکم ہوتا اور حضور ان کے پیچھے چلتے۔

ترمذی نے شمائل کی حدیث طویل میں حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا یسوق اصحابہ[1] یعنی حضور والا صحابۂ کرام کو اپنے آگے چلاتے۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کیا:

ما رأیت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یطأ عقبہ رجلان[2]	حاصل یہ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو نہ دیکھا کہ دو آدمی بھی حضور کے پیچھے چلتے ہوں۔

---

[1] شمائل ترمذی باب ما جاء فی خلق رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم امین کمپنی دہلی ص ۲

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۱۶۵

سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطأ عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲

جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا :

کان اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یمشون امامه ویکون ظهره للملئکة۔[1]
اصحاب ، نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے آگے چلتے اور پشتِ اقدس فرشتوں کے لئے چھوڑتے ۔

دارمی نے بہ اسناد صحیح مرفوعاً روایت کیا کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم نے فرمایا :

خلوا ظهری للملئکة۔[2]
میری پیٹھ فرشتوں کے لئے چھوڑ دو ۔

بالجملہ ہماری اس تقریر سے جو بالکل وجدانیات پر مشتمل ہے ، کوئی شخص اگر مکابرہ نہ کرے ، بالیقین اس کا دل ان سب کیفیات کے صدق پر گواہی دے ، بخوبی ظاہر ہوگیا کہ ظاہراً اکثر صحابہ کرام کا خیال اس طرف نہ گیا اور اس معجزے کی انھیں اطلاع نہ ہوئی اور اگر بر سبیل تنزل ثابت و مبرہن ہوجانا نہ مانتے تو ان تقریروں کی بناء پر یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ عدم اطلاع کا احتمال قوی ہے ، قوت بھی جانے دو اتنا ہی سہی کہ شک واقع ہوگیا ، پھر یہی استدلال سُن کر کہ اگر ایسا ہوتا تو مثل حدیثِ ستونِ حنانہ مشہور و مستفیض ہوتا ، کب باقی رہا ، خصم کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے عدمِ شہرت بسبب عدم اطلاع کے ہو کما ذکرنا و باللہ التوفیق (جیسا کہ ہم نے اللہ تعالےٰ کی توفیق سے کہا ۔ ت)

مقدمہ ثالثہ : ہماری تقریر سابق سے یہ لازم نہیں آتا کہ بالکل کسی کو اس معجزے پر اطلاع نہ ہو اور کوئی اسے روایت نہ کرے ، صغیر السن بچوں کو بعض اوقات اس قسم کی جرأتیں حاصل ہوتی ہیں اور وہ اسی طریقہ سے جو ہم نے مقدمہ ثانیہ میں ذکر کیا ادراک کر سکتے ہیں ، اسی سبب سے اکثر احادیث حلیہ شریفہ ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مشہور ہوئیں نہ کہ اکابر صحابہ سے ۔

ترجمہ ابن ابی ہالہ میں علامہ خفاجی فرماتے ہیں :

وکان ربیب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اخا لفاطمة (رضی اللہ تعالیٰ عنہا) وخال
ہند ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ رسول اللہ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کے زیرِ سایہ پرورش پانے والے تھے ۔ آپ سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا

---

[1] سنن ابن ماجہ باب من کرہ ان یوطا عقباہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۲
مسند احمد بن حنبل عن جابر رضی اللہ تعالےٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۳۰۲
موارد الظمأن کتاب علامات نبوۃ نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۲۰۹۹ المطبعۃ السلفیۃ ص ۵۱۵

[2] سنن الدارمی تحت الحدیث ۴۶ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۲۹

الحسنین رضی اللہ تعالٰی عنہم فکان لصغرہ یتشبع من النظر لرسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ویدیم النظر لوجھہ الکریم لکونہ عندہ داخل بیتہ فلذا اشتھر وصف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عنہ دون غیرہ من کبار الصحابۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم فانھم لکبرھم کانوا یھابون اطالۃ النظر الیہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فاحاط بہ نظرہ احاطۃ الھالۃ بالبدر والاکمام بالثمر ھنیئا لہ مع ان ما قالہ قطرۃ من بحر لہ

کے بھائی (اخیافی) اور حسنین کریمین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے ماموں تھے۔ آپ صغرسنی میں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو سیر ہوکر دیکھتے اور چہرۂ اقدس پر ہمیشہ نگاہ ٹکائے رکھتے کیونکہ آپ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے پاس آپ کے گھر میں رہتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حلیہ رسول اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا وصف ہند بن ابی ہالہ سے مشتہر ہوا نہ کہ اکابر صحابہ سے، رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔ کیونکہ صحابۂ کبار شان وعظمتِ رسول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ہیبت کے باعث آپ پر نظریں نہیں ٹکا سکتے تھے۔ ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی نظر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا یوں احاطہ کرتی تھی جیسا کہ ہالہ چودھویں کے چاند کا اور کلیاں کھجوروں کا احاطہ کرتی ہیں۔ آپ کو یہ سعادت مبارک ہو۔ مگر اس کے باوجود جو کچھ ابن ابی ہالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے بیان فرمایا وہ ایسے ہی ہے جیسے سمندر سے ایک قطرہ۔ (ت)

اور ہر ذی علم جانتا ہے کہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما زمانۂ نبوت میں صغیر السن تھے اور ان کا شمار باعتبار عمر اصاغر صحابہ میں ہے اگرچہ ببرکت سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم علم وفقاہت میں اکثر شیوخ صحابہ پر مقدم تھے ؎

وعلی تفنن عاشقیہ بوصفہ یفنی الزمان وفیہ مالم یوصف ٢

(قسم قسم کی تعریفیں کرتے ہوئے اس کے عاشقوں کو زمانے ختم ہو گئے مگر اس میں وہ خوبیاں ہیں جن کو بیان نہیں کیا جاسکا۔ ت) صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

---

١ و ٢ نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل ثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ١/٣٢٧

مقدمۂ رابعہ: صحابہ کرام میں ہزاروں ایسے ہیں جنھیں طولِ صحبت نصیب نہ ہوا اور بہت ایسے ہیں جنھوں نے سوائے مجامعِ عظیم کے شرفِ زیارت نہ پایا۔ غیر مدینہ کے گروہ کے گروہ حاضر ہوتے اور عرصۂ قلیلہ میں واپس جاتے، ایسی صورت اور مجمع کی کثرت میں موقع سایہ پر نظر اور اس کے ساتھ عدمِ سایہ کی طرف خیال جانا کیا ضرور۔ ظاہر ہے کہ مجمع میں سایہ ایک کا دوسرے سے ممتاز نہیں ہوتا اور کسی شخص خاص کی نسبت امتیاز کرنا کہ اس کے لئے ظل ہے یا نہیں، دشوار ہوتا ہے۔ علاوہ بریں یہ کس نے واجب کیا کہ ان اوقات پر حضور والا دھوپ یا چاندنی میں جلوہ فرما ہوں، کیا مدینہ طیبہ میں سایہ دار مکان نہ تھے یا مسجد شریف کہ اکثر وہیں تشریف رکھتے بے سقف تھی۔

احادیث سے ثابت کہ سفر میں صحابۂ کرام حضور کے لئے سایہ دار پیڑ چھوڑ دیتے اور جو کہیں سایہ نہ ملا تو کپڑے وغیرہ کا سایہ کر لیا جیسا کہ روزِ قدومِ مدینہ طیبہ سیدنا ابی بکر صدیق اور حجۃ الوداع میں واقع ہوا اور قبل از بعثت تو ابر سایہ کے لئے متعلق تھا ہی، جب چلتے ساتھ چلتا اور جب ٹھہرتے ٹھہر جاتا، اور ام المومنین خدیجہ رضی اللہ تعالٰے عنہا اور ان کے غلام میسرہ نے فرشتوں کو سرِ اقدس پر سایہ کرتے دیکھا اور سفرِ شام میں آپ کسی حاجت کو تشریف لے گئے تھے، لوگوں نے پیڑ کا سایہ گھیر لیا تھا، حضور دھوپ میں بیٹھ گئے سایہ حضور پر جھک گیا۔ بحیرا عالمِ نصارٰی نے کہا دیکھو سایہ ان کی طرف جھکتا ہے۔ اور بعض اسفار میں ایک درخت خشک وبے برگ کے نیچے جلوس فرمایا، فوراً زمین حضور کے گرد کی سبزہ زار ہوگئی اور پیڑ ہرا ہوگیا، شاخیں اسی ساعت بڑھ گئیں اور اپنی کمال بلندی کو پہنچ کر سائے کے لئے حضور پر لٹک آئیں۔ چنانچہ یہ سب حدیثیں کتبِ سیر میں تفصیلاً مذکور ہیں۔

اب نہ رہے مگر وہ لوگ جنھیں طولِ صحبت روزی ہوا اور حضور کو آفتاب یا ماہتاب یا چراغ کی روشنی میں ایسی حالت میں دیکھا کہ مجمع بھی کم تھا اور موقع سایہ پر بالقصد نظر بھی کی اور ادراک کیا کہ جسم انور ہمسائگی سایہ سے دور ہے، اور ظاہر ہے کہ ان سب کا احساس وانکشاف جن لوگوں کے لئے ہوا ہے وہ بہت کم ہیں، جن کے واسطے نہ ہوا پھر اس طائفۂ قلیلہ سے یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص یا اکثر اس معجزے کو روایت کرے، ہم نہیں تسلیم کرتے کہ مجرد خرقِ عادت باعث توفرِ دواعی ونقلِ جمیع اکثر حاضرین ہے۔

خادمِ حدیث پر کالشمس فی نصف النہار روشن کہ صدہا معجزاتِ قاہرہ حضور سے غزوات واسفار ومجامعِ عامہ میں واقع ہوئے کہ سیکڑوں ہزاروں آدمیوں نے ان پر اطلاع پائی مگر ان کی ہم تک نقل صرف احاد سے پہنچی۔

واقعۂ حدیبیہ میں انگشتانِ اقدس سے پانی کا دریا کی طرح جوش مارنا اور چودہ پندرہ سو آدمی کا

علیٰ اختلاف الروایات اسے پینا اور وضو کرنا اور بقیہ توشہ کو جمع کرکے دُعا فرمانا اور اس نے لشکر کے سب برتن بھر دینا اور اسی قدر باقی بچ رہنا ایسے معجزات میں ہیں اور بالضرور چودہ پندرہ سو آدمی سب کے سامنے اس کا وقوع ہوا اور سب نے اس پر اطلاع پائی مگر ان میں سے چودہ نے بھی اسے روایت نہ فرمایا۔

فقیر نے کتب حاضرۂ احادیث خصوصًا وہ کتابیں سیر و فضائل کی جن کا موضوع ہی اس قسم کی باتوں کا تذکرہ ہے مانند شفائے قاضی عیاض و شرح خفاجی و مواہب لدنیہ و شرح زرقانی و مدارج النبوۃ و خصائص کبری علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہا مطالعہ کیں، پانچ سے زیادہ راوی اس واقعے کے نہ پائے۔ اسی طرح رَدِّ شمس یعنی غروب ہوکر سورج کا لوٹ آنا اور مغرب سے عصر کا وقت ہوجانا جو غزوۂ خیبر میں مولٰی علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ کے لئے واقع ہوا کیسی عجیب بات ہے کہ عدمِ ظل کو اس سے اصلاً نسبت نہیں اور اس کا وقوع بھی ایک غزوہ میں ہوا کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا۔ ت) اور تعداد لشکر خیبر کی سولہ سو، بالضرور یہ سب حضرات اس پر گواہ ہونگے کہ ہر نمازی مسلمان خصوصًا صحابہ کرام کو بغرض نماز آفتاب کے طلوع و غروب و زوال کی طرف لاجرم نظر ہوتی ہے۔

توریت میں وصف اس اُمت مرحوم کا رعاۃ الشمس کے ساتھ وارد ہوا کما رواہ ابو نعیم عن کعب الاحبار عن سیدنا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام (جیسا کہ اس کو ابو نعیم نے بحوالہ کعب احبار سیدنا موسٰی علیہ الصلوۃ والسلام سے روایت کیا ہے۔ ت) یعنی آفتاب کے نگہبان کہ اس کے تبدل احوال اور شروق واُفول و زوال کے جویاں و خبرگیراں رہتے تھے، جب آفتاب نے غروب کیا ہوگا بالضرور تمام لشکر نے نماز کا تہیہ کیا ہوگا، دفعۃً شام سے دن ہوگیا اور خورشید اُلٹے پاؤں آیا، کیا ایسے عجیب واقعہ کو دریافت نہ کیا اور نہ معلوم ہُوا ہوگا کہ اس کے حکم سے لوٹا ہے جسے قادرِ مطلق کی نیابت مطلقہ اور عالمِ علوی میں دستِ بالا حاصل ہے (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) لیکن اس کے سوا اگر کسی صاحب کو معلوم ہو کہ اتنی بڑی جماعت سے دو چار آدمیوں نے اور بھی اس معجزے کو روایت کیا تو نشان دیں۔

بالجملہ یہ حدیث واہیہ ہے جس کی بناء پر ہم عقل و نقل و اتباعِ حدیث و علماء کو ترک نہیں کرسکتے، کیا یہ اکابر اس قدر نہ سمجھتے تھے یا انھوں نے دیدہ و دانستہ خدا اور رسول پر افترا گوارا کیا، لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ بلکہ جب ایک راوی اس حدیث عدمِ ظل کے ذکوان ہیں اور وہ خود ابو صالح سمان زیات ہوں یا ابو عمرو مدنی مولائے صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہما تردد فیہ الزرقانی (اس میں زرقانی نے تردد کیا۔ ت) بہر تقدیر تابعی ثقہ معتمد علیہ ہیں کما ذکرنا ایضا و ...... اور تابعین و علماء ثقات

اہلِ ورع واحتیاط سے مظنون یہی ہے کہ غالب حدیث کو مرسلاً اُسی وقت ذکر کریں گے جب انھیں شیوخ و
صحابہ کثیرین سے اسے سُن کر مرتبۂ قُرب و یقین حاصل کر لیا ہو۔ ابراہیم نخعی فرماتے ہیں اور وجہ اس کی ظاہر ہے
کہ در صورت اسناد صدق و کذب سے اپنے آپ کو غرض نہ رہی۔ جب ہم نے کلام کو اس کی طرف نسبت
کر دیا جس سے سُنا ہے تو ہم بری الذمہ ہو گئے بخلاف اس کے کہ اس کا ذکر ترک کریں اور خود لکھیں
رسول اللہ صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم نے ایسا کیا، ایسا فرمایا، اس صورت میں بار اپنے سر پر رہا تو عالم
ثقہ، متورع، محتاط، بے کثرتِ سماع و اطمینان کلی قلب کے ایسی بات سے دُور رہے گا۔ اس طور پر
ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سایہ نہ ہونا بہت صحابہ نے دیکھا اور ان سب سے ذکوان کو سماع حاصل
ہوا اگرچہ اُن کی روایات ہم تک نہ پہنچیں۔

هٰکذا ینبغی ان یفهم المقام وینقح المرام،
والله ولی الفضل والتوفیق والانعام،
هٰذا وقد بقی بعد خبایا فی زوایا
الکلام لعلها یفوز بها فکر وهٰذا کله و
قد وجد مما الهمنی ربی بفضل منه
ونعمة لایجد من قلبی ان
ربی لذو فضل عظیم انه
هو الرءوف الرحیم ولاحول ولا قوة
الّا بالله العزیز الحکیم وظنی
انی بحمد ربی الجلیل
قد اثبت فی المسئلة مایشفی
العلیل ویروی الغلیل ولا
یخل بالکثیر ولا بالقلیل
والله یقول الحق وهو یهدی
السبیل انه حسبی
ونعم الوکیل اسأله
ان یجنبنی بها و

اسی طرح چاہئے مقام کی تفہیم اور مقصد کی تنقیح۔
اللہ تعالٰے ہی فضل و توفیق اور انعام کا مالک ہے۔
تحقیق ابھی کچھ پوشیدگیاں کلام کے گوشوں میں باقی
ہیں۔ امید ہے کہ فکر صائب ان تک رسائی حاصل
کرے گی۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا میرے رب نے اپنے
فضل و نعمت سے میرے دل میں ڈالا ہے یہ میرے
دل کی تخلیق نہیں ہے۔ بیشک میرا رب بڑے
فضل والا ہے اور وہ رؤف و رحیم ہے۔ عزت و
حکمت والے اللہ کی توفیق کے بغیر نہ گناہ سے بچنے
کی طاقت ہے نہ نیکی کرنے کی قوت۔ میرا گمان
ہے کہ میں نے اپنے ربِ جلیل کی حمد سے مسئلہ
مذکورہ میں وُہ کچھ ثابت کر دیا ہے جو بیمار کو شفا
دے گا اور پیاسے کو سیراب کرے گا اور قلت و
کثرت کے ساتھ مخل نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی حق فرماتا
ہے اور راہِ راست کی ہدایت فرماتا ہے بیشک
وُہ میرے لئے کافی ہے اور کیا ہی اچھا کارساز ہے
میں اللہ تعالٰے سے سوال کرتا ہوں کہ مجھے اور

کل من نزل نزلۃ و یجعلہا ظلا ظلیلا علٰی رؤسنا یوم لا ظل الا ظلہ وان یصلی علٰی ابہی اقمار الرسالۃ و ابہرہا و اسنٰی شموس الکرامۃ وانوارہا الذی لم یکن لہ ظل فی شمس و لا قمر و فدیات وصلہ وعلٰی صحبہ و اٰلہ متظللین باذیالہ والداعین الٰی نعم اظلالہ وعلینا معہم اجمعین برحمۃ انہ رءوف رحیم واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

ہر لغزش کرنے والے کو اس کی برکت سے لغزش سے بچائے اور اسے ہمارے سروں پر گھرا سایہ بنائے جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔ اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے روشن ترین ماہتاب رسالت پر اور سب سے زیادہ چمکدار آفتاب کرامت اور اس کے انوار پر جس کا سایہ نہ تھا دھوپ میں نہ چاندنی میں، اور آپ کے صحابہ و آل پر جو آپ کے دامنِ رحمت کے سایہ میں ہیں اور آپکے سایۂ رحمت کی نعمتوں کی طرف دعوت دینے والے ہیں، اور اُن کے ساتھ ہم سب پر رؤف و رحیم کی رحمت سے۔ (ت)

رسالہ

قمر التمام فی نفی الظل عن سید الانام صلی اللہ علیہ وسلم

ختم ہوا

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیئ عن سیّد الاکوان ۱۲۹۹ھ

(سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے سایہ کی نفی کے بارے میں حیرت زدہ کے لئے راہنمائی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ حمدا تنجلی بہا ظلمات الالام والصلوۃ والسلام علی سیدنا محمد قمر التمام وعلی الہ واصحابہ مصابیح الظلام وعلی المھتدین بانوارھم الی یوم القیام۔ وبعد فقال العبد الملتجی الی ربہ القوی عن شر کل غوی وغبی عبدہ المذنب احمد رضا المحمدی ملۃ والسنی عقیدۃ والحنفی عملا والقادری البرکاتی الاحمدی طریقۃ وانتسابا و

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جن سے دُکھوں کی تاریکیاں دُور ہوتی ہیں۔ درود وسلام ہو ہمارے آقا محمد مصطفی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر جو ماہ کامل ہیں اور آپ کی آل پر اور آپ کے صحابہ پر جو اندھیروں میں چراغ ہیں اور ان پر جو تا قیامت آل واصحاب کے انوار سے ہدایت حاصل کرتے رہیں گے۔ بعد ازیں ہر گمراہ اور کُند ذہن کے شر سے ربِ قوی کی پناہ کا طلبگار انس کا خطاکار بندہ احمد رضا کہتا ہے جو ملّت کے اعتبار سے محمدی، عقیدہ کے اعتبار سے سُنّی، عمل کے اعتبار سے حنفی، طریقت انتساب کے اعتبار سے قادری برکاتی احمدی، مولد و وطن

البریلوی مولدًا و موطنًا والمدنی والبقیعی ان شاء اللّٰه مدفنا و محشرا فالعدنی الفردوسی رحمة اللّٰه منزلا و مدخلا مستنیرا بانوار الهدایة والیقین حاسما لخدشات الظن و التخمین بك یا ربنا فی كل باب نستعین ولا حول ولا قوۃ الا باللّٰه العلی العظیم۔

کے اعتبار سے بریلوی، اور اللہ نے چاہا تو مدفن ومحشر کے اعتبار سے مدنی وبقیعی، پھر اللہ تعالٰی کی رحمت سے منزل ومدخل کے اعتبار سے عدنی و فردوسی ہے درانحالیکہ وُہ ہدایت ولیقین کے انوار سے مستنیر ہونے والا اور ظن وتخمین کے خدشات کو مٹانے والا ہے تیری توفیق سے اے ہمارے رب! ہم ہر باب میں تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ اور اللہ بلندی و عظمت والے کی توفیق کے بغیر نہ تو کسی کے لئے گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت۔(ت)

فصل اوّل

ہم حول وقوتِ ربانی پر اتکار و اتکال کی عروہ وثقٰی دستِ انجابہ میں مضبوط تھام کر پیش از جواب مفصّل چند مقدمات ایسے تمہید کرتے ہیں جن سے بعونہٖ تعالٰی ارتفاع نزاع پر آسانی بن پڑے۔

عزیزانِ حق طلب! اگر عقلِ سلیم کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیجئے تو ان شاء اللہ انہی شمعوں کی روشنی میں ٹھیک ٹھیک شاہراہِ صواب پر ہولیں گے اور کلفتِ خارزار اور آفتِ یمین ویسار سے بچتے ہوئے تجلّیاتِ ہدایت میں نور کے تڑکے ٹھنڈے ٹھنڈے منزلِ تحقیق پر خیمہ زن ہوں گے اور جو تعصب اور سخن پروری کا ساتھ دے تو ہم پر کیا الزام ہے کہ جلتے ریت پر چلانا، بلا کے کانٹوں میں پھنسانا، اندھے کوئیں میں گرانا، ان دو آفت جان، دشمن دین وایمان کا قدیمی کام ہے وباللّٰه التوفیق وبه الوصول الی ذروۃ التحقیق (اللہ ہی سے توفیق ہے اور اسی کی بدولت تحقیق کی بلندی تک پہنچا جاسکتا ہے۔ت)

مقدمہ اولٰی: جب دو چیزوں میں عقل یا نقل ملازمت ثابت کرے تو بحکم قضیۂ لزوم بعد ثبوتِ ملزوم، تحقق لازم خود محقق ومعلوم، اور تجشّم دلیل کی حاجت معدوم۔ اسی طرح بعد انتفائے لازم انعدام ملزوم آپ ہی مفہوم، کما ھو غیر خاف ولا مکتوم، اور اسی ملازمت واقعہ کے باعث مرتبۂ ادراک میں بھی بعد علم باللزوم، وجودِ لازم و انتفائے ملزوم، تحقق ملزوم و عدمِ لازم کا شک ووہم وظن و یقین وتکذیب میں تابع رہتا ہے، مثلاً جسے وجودِ ملزوم پر تیقّن کامل ہوگا اس کے نزدیک ثبوتِ لازم

بھی قطعی یقینی ہوگا اور ظان وشاک وواہم کے نزدیک مظنون ومشکوک وموہوم ہوگا اور یہ معنی بدیہیات سے باہر ہیں۔

مقدمہ ثانیہ: دعاوی ومقاصد تمام اقسام ثبوت میں متساویۃ الاقدام نہیں بعض ایسے درجہ اہتمام ورفعت مقام میں ہیں کہ جب تک نقل صحیح صریح، متواتر، قطعی الدلالۃ ہر طرح کے شکوک و اوہام سے منزہ ومبرا نہ پایا جائے ہرگز پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتے، احادیث احاد اگرچہ بخاری ومسلم کی ہوں ان کے لیے کافی نہ ہوں گی۔

اسی قبیل سے ہے اطلاق الفاظ متشابہات کہ حضرت عزت میں اصح الکتب سے ثابت مگر عدم تواتر مانع قبول اور حلال وحرام کی جب بحث آئے تو احادیث ضعیفہ سے کام نہ لیں گے اور فضائل اعمال ومناقب رجال میں دائرہ کو خوب توسیع دیں گے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ ثابت الاصل کے مؤیدات و ملائمات میں چنداں اہتمام منظور نہیں، مثلاً ہمیں یقینیات سے معلوم ہو چکا کہ ذکر الٰہی وتکبیر وتہلیل ونماز و درود وغیرہا اعمال صالحہ محمودہ ہیں، اب خاص صلوٰۃ التسبیح کی حدیث درجہ صحت تک پہنچنا ضرور نہیں، یا نصوص قرآنیہ واحادیث متواترۃ المعنی ہیں ارشاد فرما چکیں کہ صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلیہم اجمعین سب ارباب فضائل وعلوشان ورفعت مکان اور اللہ تبارک وتعالٰی کے بندگان مقبول و بہترین امتیان ہیں۔

اب خاص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے مناقب بخاری ومسلم ہی پر مقصور نہیں، اسی قبیل سے ہے باب معجزات وخوارق عادات کہ حضور اقدس خلیفہ اعظم بارگاہ قدرت سے صدور آیات ومعجزات اور ملکوت السموٰت والارض میں حضور کے ظاہر وباہر تصرفات، قاطعات یقینیہ سے ثابت، تو اب شہادت ظلی یا عدم ظل کا ثبوت صحاح ستہ پر محصور نہیں علماء نے تو باب خوارق میں غرابت متن پر بھی خیال نہ کیا اور حدیث کو باوجود ایسے خدشہ کے حسن ومقبول رکھا۔

امام اجل ابوعثمٰن اسمٰعیل بن عبدالرحمن صابونی کتاب المائتین میں حدیث حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہ حضور پرنور سے مہد اقدس میں چاند باتیں کرتا اور جدھر اشارہ فرماتے جھک جاتا، ذکر کرکے فرماتے ہیں:

هذا حدیث غریب الاسناد والمتن و هو فی المعجزات حسن[1] اھ اثرہ الامام العلامۃ

یہ حدیث اسناد ومتن کے اعتبار سے غریب ہے اور وہ معجزات میں حسن ہے اھ۔ اس کو امام قسطلانی

---

[1] المواہب اللدنیۃ بحوالہ الصابونی فی المائتین المقصد الاول المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۵۴

القسطلانی فی المواھب۔ — نے مواہب میں ترجیح دی۔ (ت)

علامہ زرقانی شرح میں لکھتے ہیں :

لان عادۃ المحدثین التساھل فی غیر الاحکام والعقائد مالم یکن موضوعا[1]

کیونکہ محدثین کی عادت ہے کہ وہ احکام وعقائد کے غیر میں چشم پوشی سے کام لیتے ہیں جب تک حدیث موضوع نہ ہو۔ (ت)

مقدمۂ ثالثہ : علماء کی تلقی بالقبول کو ایراثِ قوت میں اثر عجیب ہے کہ وہ ہر طرح ہم سے اعرف و اعلم تھے، ہماری ان کی کوزہ ومحیط کی بھی نسبت ٹھیک نہیں، وہ سمائے علوم کے بدرِ منیر اور ہم عامی انھیں کی روشنیوں سے مستنیر، جب وہی ایک امر کو سلفاً وخلفاً مقبول رکھیں اور اپنی تصانیف اس کے ذکر سے موشح کریں تو ہمیں کیا جائے انکار ہے،

وفی مثل ذٰلك یقول الامام العلامۃ العارف الربانی سیدی عبد الوھاب الشعرانی فی المیزان ان ھٰؤلاء الائمۃ الذین توقفت عن العمل بکلامھم کانوا اعلم منك واورع بیقین فی جمیع مادونوہ فی کتبھم لاتباعھم وان ادعیت انك اعلم منھم نسبك الناس الی الجنون او الکذب جحدا وعنادا وقد افتی علماء سلفك بتلك الاقوال التی تراھا انت ضعیفۃ ودانوا اللہ تعالٰی بھا حتی ماتوا فلا یقدح فی علمھم وورعھم جھل مثلك بمداركھم ومنازعھم وخفاء مدارکھم وھم معلوم بل مشاھد ان کل عالم لایقسم فی

اور اسی کی مثل میں امام علامہ عارف ربانی سیدی عبدالوہاب شعرانی میزان میں فرماتے ہیں، اور یہ تمام امام جن کے کلام پر عمل کرنے میں تو توقف کرتا ہے تجھ سے علم میں زیادہ ہیں اور دینی ذخیرہ انھوں نے اپنے مقلدین کے لئے جمع کیا ہے اس میں یقیناً تجھ سے زیادہ متقی اور محتاط ہیں اور اگر تو اپنی علمیت کا دعوٰی کرتا ہے تو لوگ قصداً تجھے مجنون اور دروغ گو کہیں گے اور یہ اقوال جن کو تو ضعیف جانتا ہے وہی ہیں جن کے ساتھ علماء متقدمین نے فتوٰی دیا ہے اور اسی کی وجہ سے وہ اللہ کے قریب ہوئے حتی کہ اس دنیائے فانی سے رخصت ہوئے اور اگر تجھ جیسا ان کے مراتب ومدارک سے ناواقف ہو تو ان کے مراتب وتقوٰی میں کچھ نقصان نہیں آسکتا اور یہ بات معلوم بلکہ مشاہدہ ہے کہ ہر عالم

[1] شرح الزرقانی علی المواہب اللدنیۃ المقصد الاول دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۳۷

مؤلفه عادة الاما تعب فی تحریرہ و وزنہ بمیزان الادلۃ والقواعد الشرعیۃ وحررہ تحریر المذھب والجوھر، فایاك ان تنقیض نفسك من العمل بقول من اقوالھم اذا لم تعرف منزعہ فانك عامی بالنسبۃ الیھم والعامی لیس من مرتبتہ الانکار علی العلماء لانہ جاھل[1]۔

اپنی اپنی کتب میں وہ امور لائے جن کے لکھنے میں مشقت برداشت کرنی پڑی اور جن کو ادلّہ اور قواعدِ شرعیہ کے ترازو پر تول لیا ہے اور ان کو سونے اور چاندی کی طرح مزیّن کیا ہے، پس تو اپنے آپ کو اس سے بچا کہ ان کے اقوال میں سے کسی ایسے قول پر عمل کرنے سے تمہارا دل تنگ ہو جس کا ماخذ تمہاری سمجھ میں نہ آیا ہو کیونکہ تو بہ نسبت ان کے عامی ہے اور عامی کا یہ مذہب نہیں کہ وہ علماء کا انکار کرے کیونکہ وہ عامی جاہل ہوتا ہے۔(ت)

فقیر غفرلہ اللہ تعالٰی لہ کا فتوٰی سابق کہ اسی بارے میں لکھ چکا ہوں پیشِ نگاہ رکھ کر ان مقدمات میں امعانِ نظر کیجئے تو بحمد اللہ تمام شکوک و اوہام ہباء منثور ہوجاتے ہیں، ہاں میں بھولا، ایک شرط اور بھی درکار ہے، وہ کیا، عقل کا اتباع اور تعصّب سے امتناع، مگر یہ دولت کسے ملے؟ جسے خدا دے۔

یہاں تو اجمال کی غنچہ بندیاں تھیں اور تفصیل کی بہار گلفشانی پسند آئے تو لیجئے بگوشِ ہوش وقلبِ شہید انصاف کوش، استماع کیجئے۔ ربّ ارحم من انصف واھد عنید اخالفنا (اے میرے پروردگار انصاف کرنے والے پر رحم فرما اور مخالفت کرنے والے ہٹ دھرم کو ہدایت عطا فرما۔ت)

قولہ صرف حکیم ترمذی نے کہ غیر صاحب صحیح اور شخص ہیں، اپنی کتاب نوادر الاصول میں روایۃً کہا ہے،

ولم یکن لہ ظل لا فی الشمس ولا فی القمر۔ آپ کا سایہ نہ تھا نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں۔(ت)

اقول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم (اللہ تعالٰی نبی کریم پر درود وسلام نازل فرمائے۔ت)

مجیب کے اس سارے جواب کا چنّے صرف اسی زعمِ فاسد پر ہے جو قصورِ نظر سے ناشی۔ حکیم ترمذی نے تو اس حدیث کو ذکوان تابعی سے مرسلاً روایت کیا اور اسے موصولاً مع زیادتِ مفیدہ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرنے والے امام جلیل، حبر نبیل، حجۃ اللہ فی الارضین، معجزۃ من معجزات سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم، حضرت امام ہمام عبد اللہ بن مبارک قدس سرہ المتبرک جن کی جلالتِ شان و

---

[1] میزان الشریعۃ الکبرٰی فصل فی بیان ذکر بعض من اطنب فی الثناء الخ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۹۰

عوارت علوم آفتاب نیمروز سے اظہر واز ہر، امام اجل احمد بن حنبل وامام سفیان ثوری وامام یحیٰی ابن معین وابوبکر بن ابی شیبہ وحسن بن عرفہ وغیرہم اکابر ائمہ محدثین، فنِ حدیث میں اس جناب رفعت قباب کے شاگرد ان مستفیض ہیں اور کتابوں پر اگر نظر نہ ہو تو شاہ صاحب کی بستان ہی دیکھئے، کیا کچھ مدائح اس جناب کے لکھ کر مستوجب رحمتِ الٰہی ہوئے ہیں۔

ان کے بعد اس حدیث کے راوی امام علامہ شمس الدین ابوالفرج ابن الجوزی ہیں، رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، کہ کتاب الوفا میں اسے روایت فرمایا۔[1] فنِ حدیث میں ان کی دستگاہِ کامل کسے معلوم نہیں خصوصًا برعکس امام ابوعبداللہ حاکم جرح وتضعیف پر جرأت شدید رکھتے ہیں، پھر جس حدیث پر یہ اعتماد کریں ظاہر ہے کہ کس درجہ قوت میں ہوگی، پس باوجود تعددِ طرق وکثرتِ مخرجین، حدیث کو صرف روایتِ حکیم کہنا محض باطل، اور باطل پر جو کچھ مبنی، سب جلیۂ صواب سے عاطل، اور معلوم نہیں لفظ "روایۃً" کس غرض سے بڑھایا، ظاہرًا اعضال یا تعلیق کی طرف اشارہ فرمایا کقول القائل روی کذا وذکر عن زید عن عمرو کذا (جیسے قولِ قائل کہ یوں روایت کیا گیا ہے اور زید سے بحوالہ عمرو یوں ذکر کیا گیا ہے۔ ت) کہ مقصودِ مجیب حدیث کو بے اعتبار ٹھہرانا ہے تو بشہادتِ سوق وہی الفاظ لائے جائیں گے جو مقصود کے ملائم ومؤید ہوں نہ وہ کہ ایک قسم کی بے اعتباری کو دفع کریں اور اعتبار سے اصلًا منافات نہ رکھیں، حالانکہ محدثین کے نزدیک تخریج وروایت کا ایک ہی مفاد اور ذکرِ اسناد دونوں جگہ مراد کما تفصح عن کلمات العلماء الامجاد (جیسا کہ بزرگ علماء کی عبارات نے اس کو خوب واضح کردیا ہے۔ ت) پس اگر اس اصطلاحِ محدثین پر اطلاع تھی تو مقصود سے بیگانہ لفظ کی زیادت کیوں ہوئی اور ایسے مواخذے تو ہم ضروری بھی نہیں سمجھتے کہ روایتِ حکیم کی نقل میں کمی بیشی واقع، ان کے پاس لفظِ حدیث یوں ہیں:

ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لم یکن یری لہ ظل فی شمس ولا قمر۔[2]

سُورج اور چاند کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا سایہ نظر نہ آتا تھا۔ (ت)

قولہ مگر محدثانِ اعلام نے اس حدیث کو معتبر نہیں مانا ہے۔

اقول جب اس کتاب کے سوا اور ائمہ اعلام نے بھی حدیث کو روایت فرمایا تو اس کتاب کا

---

[1] الوفاء باحوال المصطفٰی الباب التاسع والعشرون مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۰۷

[2] الخصائص الکبرٰی بحوالہ الحکیم الترمذی باب الآیۃ فی انہ صلی اللہ علیہ وسلم لم یکن یرٰی لہ الخ مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۶۸

غیر معتبر ہونا کیا مضرت رکھتا ہے، معہذا غیر معتبر ماننے کے یہ معنی کہ اس کی ہر روایت کو باطل سمجھا، جب تو محض غلط، نہ کوئی محدث اس کا قائل، خود اکابر محدثین اسی نوادر الاصول بلکہ فردوس دیلمی سے جس کا حال نہایت ہی ردّی ہے، تو وہ روایتیں اپنی کتب میں لاتے اور ان سے احتجاج و استناد فرماتے ہیں کمالایخفی علی من طالع کتب القوم (جیسا کہ کتب قوم کا مطالعہ کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہے۔ ت) اور جو یہ مقصود کہ اس میں روایات منکرہ و باطلہ بھی موجود ہیں تو بے شک مسلّم، مگر اس قدر سے یہ لازم نہیں آتا کہ ساری کتاب مطروح و مجروح ٹھہرے اور اس کی کسی حدیث سے استناد جائز نہ رہے۔ آخر علمائے سلف احادیث نوادر و روایات فردوس سے کیوں تمسک کرتے ہیں اور جب وہ اس سے باز رہے تو ہم کیوں ممنوع رہیں گے، خود یہی شاہ عبدالعزیز صاحب اور ان کے والد و اساتذہ و مشائخ شریعت و طریقت اپنی تصانیف میں احادیث کتب مذکورہ ذکر اور ان سے استدلال کرتے ہیں۔

قولہ اب یہ کہئے گا کہ جب کتاب مخدوش و مخلوط ہوچکی تو ہر حدیث پر احتمال ضعف قائم، تو اس سے احتجاج اسی کو روا ہوگا جو بصیر و عارف اور نشیب و فراز فن سے واقف ہے۔

اقول اب ہمارے مطلب پر آگئے، حدیث عدم ظل سے کچھ ہم عامیوں نے استدلال نہ کیا بلکہ یہی ائمہ شان، ارباب تمیز و عرفان اسے بلا نکیر بمقبول رکھتے آئے اور ہم نے ان کی تقلید سے قبول کیا۔ اگر ان بصیرت والوں کے نزدیک متنازع فیہ قابلِ قبول نہ ہوتی تو حسب عادت اس پر رَدّ و انکار کیوں نہ فرماتے اور تلقی بالقبول سے باز آتے۔

قولہ اور مصنف نے بھی التزام تصحیح مافیہ نہیں کیا ہے صرح بذلك خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث الدھلوی رحمۃ اللہ علیہ فی بستان المحدثین (خاتم المحدثین مولانا شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمۃ نے بستان المحدثین میں اس کی تصریح فرمائی ہے۔ ت)

اقول نہ التزام تصحیح صحت کو مستلزم، نہ عدم التزام اس کا مزاحم۔ اہل التزام کی تصانیف میں بہت روایات باطلہ ہوتی ہیں اور التزام نہ کرنے والوں کی تصنیفوں میں اکثر احادیث صحیحہ، آخر مستدرک حاکم کا حال نہ سُنا جنھوں نے صحت کیا معنٰی التزام شرط شیخین کا ادّعا کیا اور بقدر چہارم احادیث ضعیفہ و منکرہ و باطلہ و موضوعہ بھردیں۔ اسی طرح ابن حبان کا یہ دعوٰی کتاب التقاسیم و الانواع میں ٹھیک نہ اُترا اور سنن ابی داؤد جس میں التزام صحاح ہر گز نہیں، صحاح ستّہ میں معدود اور ان کا مسکوت عنہ مقبول و محمود۔ یہ سب امور خادم حدیث پر جلی و روشن ہیں۔

عزیزا! مدار کار اسناد پر ہے، التزام و عدمِ التزام کوئی چیز نہیں، یہ دولت تو روزِ اول

بخاری کے حصہ میں تھی کہ احادیث مسندہ میں حق سبحانہ نے ان کا قصد پورا کیا، پھر ایسی فضول بات کے ذکر سے کیا حاصل! کیا جس کتاب میں التزام صحاح نہیں اس سے احتجاج مطلقاً مباح نہیں؟ ایسا ہو تو بخاری ومسلم وچند کتب دیگر کے سوا سنن ابی داود وابن ماجہ ودارمی وتصانیف ابی بکر بن ابی شیبہ وعبدالرزاق ودارقطنی وطبرانی وبیہقی وبزار وابی یعلٰی وغیرہا معظم کتب حدیث جن پر گویا مدار شرع وسنت ہے محض بیکار ہو جائیں۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم (نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی نیکی کرنے کی قوت مگر بلندی وعظمت والے خدا کی طرف سے۔ ت)

قولہ اور کسی حدیث کی معتبر کتاب میں اس مسئلہ سے وجوداً وعدماً بحث نہیں۔

اقول کاش ہمیں بھی معلوم ہوتا حدیث کی کتابیں جناب مجیب عفا اللہ تعالٰی عنا وعنہ کے کتب خانہ میں ہیں یا کتنی حضرت کی نظر سے گزری ہیں کہ بے دھڑک ایسا عام دعوٰی کرتے ہوئے آنکھ نہ جھپکی، ہم نے تو اکابر ائمہ کو یوں سنا کہ جس حدیث پر اطلاع نہ پائی لم اجد (میں نے نہ پایا۔ ت) یا لم ار (میں نے نہیں دیکھا۔ ت) یا لم اقف علیہ (میں اس پر آگاہ نہ ہوا۔ ت) پر اقتصار فرمایا، یہ لیس (نہیں ہے۔ ت) اور لم یکن (نہیں ہوا۔ ت) کی جرأتیں، حق تو یہ ہے کہ بڑے شخص کا کام ہے۔

علامہ سیوطی سا محدث ان جیسی نظر واسع جنھوں نے دامن ہمت، کمر عزیمت پر چست باندھ کر جمع الجوامع میں تمام احادیث واردہ کے جمع واستیعاب کا قصد فرمایا، دیکھو حدیث اختلاف امتی رحمۃ (میری اُمت کا اختلاف رحمت ہے۔ ت) کی تخریج پر واقف نہ ہوئے اور جامع صغیر میں اسی قدر فرما کر خاموش رہے کہ شاید یہ حدیث کسی ایسی کتاب میں مروی ہوئی کہ ہم تک نہ پہنچی[1] پھر علامہ مناوی تیسیر میں اس کی تخریج، مدخل بیہقی وفردوس دیلمی سے تلاش ہی کر لائے[2] پھر ہم کو بایں بضاعت مزجاۃ، چھوٹا منہ بڑی بات، یہ دعوٰی کب زیب دیتا ہے مگر تصنیف[3] امام عبداللہ بن مبارک وتالیفات حافظ زین محدث وکتاب[4] الوفاء علامہ جوزی وشفاء الصدور علامہ ابن سبع وکتاب[5] الشفاء فی تعریف حقوق المصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تصنیف علامہ قاضی عیاض ونسیم الریاض علامہ خفاجی وخصائص[6] کبرٰی علامہ جلال الدین سیوطی ومواہب لدنیہ ومنح محمدیہ امام علامہ قسطلانی و

---

[1] الجامع الصغیر تحت حدیث ۲۸۸ دارالکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۲۴

[2] التیسیر شرح الجامع الصغیر تحت حدیث اختلاف امتی رحمۃ مکتبۃ امام الشافعی ریاض ۱/ ۴۹

شرح مواہب علامہ زرقانی و مدارج النبوت شیخ محقق وغیرہا اسفار ائمہ دین وعلمائے محققین، آپ کے نزدیک معتبر نہیں یا جب تک بخاری مسلم میں ذکر مسند نہ ہو قابلِ اعتبار متصور نہیں۔

فقیر حیران ہے جب حدیث کئی طریق سے مروی ہوئی اور چند ائمہ نے اسے تخریج کیا اور وہ مقتدایانِ ملّت نے اس سے احتجاج فرمایا اور سلفاً خلفاً بے اعتراضِ معترض مقبول رکھا، پھر نہ تسلیم کرنے کی وجہ کیا ہے! اگر بالفرض حدیث میں ضعف ہی مانا جائے، تاہم مرتبہ مقام پر نظر چاہیئے کہ یہاں تفضیل مطلوب ہے یا توسیع محبوب، صحت نہ سہی، کیا حسن سے احتجاج نہیں ہوتا؟ حسن بھی نہ مانو، کیا ضعفِ متماسک ایسی جگہ کام نہیں دیتا؟ آخر اقسام حدیث میں ایک قسم کا نام صالح بھی سنا ہوگا، اگر ماورائے صحاح سب بیکار ہیں تو حسن میں حسن اور صالح میں صلاحیت کس بات کی ہے انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف ہم کو لوٹنا ہے۔ ت)

قولہ: مسلمان کو ایک جانب پر اصرار نہ چاہیئے۔

اقول اگرچہ حق واضح ہو؟ یہ کلمہ عجیب وضع کیا، مسلمان کی شان وہ ہے جس سے رب تبارک وتعالٰی قرآن مجید میں خبر دیتا ہے:

یستمعون القول فیتبعون احسنہ۔[1] جو کان لگا کر بات سنیں پھر اس کے بہتر پر چلیں۔ (ت)

دامن ائمہ ہاتھ سے دے کر شاہراہ یقین سے دُور پڑے اور شکوک وترددات کے کانٹوں میں اُلجھے۔

اے عزیز! جب مسلمان نقی الایمان ادھر تو یہ سنے گا کہ اس باب میں احادیث وارد اور ارکین دین متین و اساطین شرع مبین کی تصانیف اس سے مملو ومشحون اور ادھر اس کے قلب کی حالت ایمانی جو تکثیر فضائل سید المحبوبین صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم جان سے پیاری ہے، بر شوقِ تمام مسرور وقداستادہ ہوکر مرحبا گویاں اسے مسندِ آشنا وصدقنا پر جگہ دے گی اور ادھر داعیۂ عقلِ سلیم انبعاث تازہ پاکر حکم قطعی لگائے گا کہ میرا محبوب سراپا نور ہے اور نور کا سایہ خرد سے دُور، تو ان انوار پے در پے کی متواتر ریزشوں کے حضور شکوک واوہام کی ظلمت کیونکر ٹھہر سکے گی اور تیقّن کامل کی روشنی چار جانب سے سراپا کو محیط ہوکر کس طرح اصرار واذعان کے رنگ میں نہ رنگ دے گی۔

ہم چھوٹی سی دو باتیں پُوچھتے ہیں، شک کرنے والے کو حضور سرورِ عالم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے

---

[1] القرآن الکریم ۳۹/ ۱۸

نوریت ہونے میں تامل ہے یا سایہ کو کثافت لازم ہونے میں تردد۔ اگر امر اول میں شک رکھتا ہے تو میں اپنی زبان سے کیا کہوں، صرف اپنے ایمان صرف غیر مشوب بالاوہام اور قضیۂ اشھد ان محمدا عبدہ و رسولہ (میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اللہ تعالٰی کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ت) کے لازمی احکام سے حکم اپنا دریافت کرلے، اور امر دوم میں تردد ہے تو مفتی عقل کی بارگاہ سے جنون و دیوانگی کا فتوٰی مبارک، اسی لئے ہم دعوٰی حق کرتے ہیں کہ اگر اس باب میں کوئی حدیث نہ آئی ہوتی، نہ کسی عالم نے اس کی تصریح فرمائی ہوتی، تاہم بملاحظہ ان آیات واحادیث متکاثرہ متواترۃ المعنٰی جن سے بالقطع والیقین سراپائے سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا نور صرف کان لطافت وجان اضاءت ہونا ثابت، ہم حکم کرسکتے کہ حضور کے لئے سایہ نہ تھا، نہ کہ باوجود توافق عقل و نقل تسلیم میں لیت ولعل ہو (والعیاذ)۔

شک کرنے والا ہمیں نہیں بتاتا کہ اسے رد احادیث وطرح اقوال علماء پر کون سی بات حامل ہوئی کیا ایسے ہی اکابر کے اقوال ان ارشادات کے صاف برخلاف، کہیں دیکھ پاتے یا عقل نے نور محض کے سایہ ہونے کی بھی کوئی راہ نکالی جو اس نے دلائل میں تعارض جان کر شک و تردد کی بناء ڈالی اور جب ایسا نہیں تو شاید عظمت قدرت الٰہی میں تامل یا وہی بدمذہبوں کا قیاس مقطوع الاساس کہ ما انتم الا بشر مثلنا (نہیں ہو تم مگر ہماری طرح بشر۔ت) اس پر باعث ہوا، جب تو آفت بہت ہی سخت ہے، اللہ تعالٰی رحم فرمائے۔

اے رب ہمارے دل ٹیڑھے نہ کر بعد اس کے کہ تُو نے ہمیں ہدایت دی اور ہمیں اپنے پاس سے رحمت عطا کر بے شک تُو ہے بڑا دینے والا۔(ت)	ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ ھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ ط انک انت الوھاب[1]

قولہ ادعائے وجود ظل میں ایہام سُوء ادب ہے۔

اقول الاٰن حصحص الحق[2] (اب حق واضح ہوگیا۔ت) اللہ تعالٰی نے حق بات کو عُلو و غلبہ میں کچھ ایسی شان عجیب عطا فرمائی ہے کہ تشکیک وحیرت بلکہ تکذیب معاندت کی تاریکیوں

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۸
[2] " ۱۲/ ۵۱

میں بھی من حیث لا یدری اپنا جلوہ دکھا جاتی ہے، مجیب کو منع اصرار پر اصرار تھا، اب اقرار کرتے ہیں کہ وجودِ ظل ماننے میں ایہام سُوءِ ادب ہے، اور پُر ظاہر کہ ایہامِ گستاخی تو وہیں ہوگا جہاں عیب و منقصت کا پہلو نکلتا ہو، اب شرعِ مطہر سے پُوچھ دیکھئے کہ ایسی بات کا جزماً و قطعاً ردّ و انکار واجب یا سکوت و حیرت کی کشمکش میں مہمل چھوڑ دینا مناسب نہیں۔ اب تو آپ کے اقرار سے فرضِ قطعی ٹھہرا کہ سایہ ہونے کا اقرار بلیغ کیا جائے اور اس پر صد درجہ کا اصرارِ تام رکھا جائے کہ ہر اس خس و خاشاک سے جو ایہاماً و احتمالاً بھی بُوئے تنقیص دیتا ہو، ساحتِ نبوت کی تبریت اصولِ ایمان سے ہے اور بات بھی یہی ہے کہ جب سایہ کو کثافت لازم اور لطافتِ کاملہ عدمِ ظل کو مستلزم، تو بحکمِ مقدمۂ اولیٰ جسے عدمِ سایہ میں شک ہوگا وہ درحقیقت سراپائے اقدس حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ کی لطافت میں متردد ہے اور سایہ ماننے والا کثافت اور نہ ماننے والا کمالِ لطافت کا معتقد ہے پھر مسلمانوں کو نفیِ سایہ پر اصرار سے منع کرنا بعینہٖ یہ کہنا ہے کہ لطافتِ جرمِ والا کو یقینی نہ جانو اور عیاذاً باللہ کثافت بھی محتمل مانو۔ اب اس شک و ابدائے احتمال کا حکم بغایت شدید ہونا چاہیے تھا مگر خیر گزری کہ لازمِ مذہب، مذہب نہیں قرار پایا۔

قولہ اور اصرار بر عدم میں احتمالِ دعوٰی غیر واقع ہے۔

اقول احادیثِ صحاح بخاری و مسلم وغیرہ کو بھی یقینی نہیں کہہ سکتے کہ رسول اللہ صلے اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ فرمایا یا ایسا کیا یا وہاں یہ واقعہ ہُوا کہ جب تک تواتر نہ ہو احتمالِ دعوٰی غیر واقع سب جگہ قائم، کچھ دنوں خدمتِ شرع نصیب رہے تو خوب واضح ہو جائے کہ احتمالاتِ مجردہ جو مناشی صحیحہ سے ناشی نہ ہوں یک لخت پایۂ اعتبار سے ساقط ہیں اور ان پر کسی طرح بنائے کار نہیں ہو سکتی ورنہ واجبات سے تو یکسر ہاتھ دھو بیٹھئے کہ قطع و یقین منافیِ وجوب اور بے تیقن اصرار معیوب، تیمم کے طریقے بالکل مسدود کہ ہر خاک و سنگ میں احتمالِ نجاست موجود، نصِ قرآنی یا احادیثِ متواترہ میں تو ان ڈھیلوں کی پاکی مذکور نہیں، نہ یہ زمینیں ابتدائے خلقت سے ہر وقت ہمارے پیشِ نظر رہیں کہ عدمِ تنجس پر یقین حاصل ہو، ہر نماز کے وقت ہر بار کپڑے پاک کرنا ضرور ہو کہ ممکن ہے کوئی ناپاکی پہنچی ہو اور ہمیں اطلاع نہ ہوتی ہو، وضو و غسل و غسلِ ثیاب آبِ غیر جاری سے روا نہ ہو کہ یہاں بھی وہی آش کاسہ میں ہے، اکثر عورتوں خصوصاً زنانِ ہمسایہ و قرابت داریں احتمال ہے کہ انھوں نے یا ان کی ماں یا باپ نے ناکح کی ماں کا دُودھ پیا ہو یا ناکح نے جس عورت کا دُودھ پیا اُس نے انھیں دُودھ پلایا ہو یا وہ عورتیں ناکح کے باپ یا دادا یا نانا کی ممسوسہ یا منظورہ بشہوت معہودہ ہوں، پھر نکاح کیونکر ہو سکے، اور جنھوں نے اس قاعدۂ جدیدہ سے ناواقفی میں کر لیا ہے ان پر متارکہ لازم ہو، قاضی شہادتِ شہود پر حکم نہیں کر سکتا، ممکن کہ گواہ جھوٹ

ہو لتے ہوں یا انھیں صورت واقعہ یاد نہ رہی ہو الٰی غیر ذٰلک من المفاسد التی لاتخفی (اس کے علاوہ بے شمار فساد لازم آئیں گے۔ ت) غرض اس دوحرفی قاعدہ نے ایک عالم تہ وبالا کر ڈالا، دین و دُنیا کا عیش تلخ کر دیا۔

عزیزا! یہ کہنا تو اس وقت رَوا تھا جب کوئی حدیث اس بارہ میں وارد نہ ہوتی، نہ کلماتِ علماء میں اس کا پتا چلتا، نہ وجودِ سایہ لطافتِ تنِ اقدس کے منافی ہوتا، یا یہ ہوتا کہ احادیث و اقوال ایک پلّہ کے دونوں طرف ہوتے اور لطافتِ ثابتہ کسی طرف ترجیح نہ دیتی تو کہہ سکتے تھے کہ دلیل سے کچھ ثابت نہیں ہوتا اور ایک بات پر حکمِ حتمی میں احتمالِ نسبت غیر واقعی ہے اور مسئلہ اصولِ دین سے نہیں، نہ ہمارا کوئی عمل یا عقیدہ اس پر موقوف، پھر خواہ مخواہ خوض بیکار سے فائدہ؟ من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ[1] (کسی شخص کے اسلام کا حُسن یہ ہے کہ وہ بے مقصد باتوں کو چھوڑ دے۔ ت) ایسے ہی مقامات پر علمائے محتاط سکوت و توقف کرتے اور تعارضِ دلائل ذکر کرکے اسی قسم کے کلمات لکھ دیتے ہیں، امثال مسائل تفاضلِ نسار و اثابت جنّہ و حالِ اطفالِ اصحابِ ضلال سے مجیب نے وہ لفظ سیکھ کر تحریر کر دیئے اور فرقِ بخشین پر نظر نہ کی، ہم زیادہ نہیں مانگتے ایک ہی جگہ دکھا دیں کہ کوئی مسئلہ احادیث سے ثابت اور اقوالِ علماء سے نقلِ خلاف اس پر متظافر اور ایک حکمِ یقینی ایمانی مثل نعتِ حضور پُر نور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اسے مستلزم اور اس کے سبب عقلِ نورانی و حبِ ایمانی حقیقتِ مسئلہ پر حاکم ہو، پھر کسی عالم معتبر نے وہاں توقف اختیار کیا ہو اور اصولِ دین سے نہ ہونے یا مخالفتِ واقع کے احتمال کو مانع تسلیم قرار دیا ہو ورنہ یہ نو تراشیدہ مضمون قابلِ توبہ و استغفار ہے۔ ربنا اغفرلنا وللمؤمنین جمیعا (اے ہمارے پروردگار! ہمیں اور تمام مومنوں کو بخش دے۔ ت)

قولہ مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو۔

اقول مجیب صاحب (سامحنا اللہ وایاہ بالعفو والمغفرۃ، اللہ تعالٰی عفو و مغفرت کے ساتھ ہم سے اور اس سے درگزر فرمائے۔ ت) نے اس چار سطر کے جواب میں عجب تماشا کیا ہے کہ اکثر دلیلیں جو قائم کیں ان کے صغرٰی کو ظاہراً تسلیم تھے لکھتے گئے اور کبرٰی کہ بدیہی البطلان تھے، مطوی فرما دیئے، مثلاً لکھا:

"محدثانِ اعلام نے اس کتاب کو معتبر نہیں مانا ہے۔"

---

[1] جامع الترمذی ابواب الزہد باب منہ امین کمپنی دہلی ۲/۵۵

اور کبرٰے کہ جس کتاب کو محدثانِ اعلام نے معتبر نہ مانا ہو اس کی کوئی حدیث قابلِ احتجاج نہیں، ترک کردیا، پھر لکھا:

"مصنف نے التزام تصحیح مافیہ نہیں کیا"۔

اور کبرٰے کہ جس مصنف نے یہ التزام نہ کیا اس کی حدیثیں مستند نہیں، ذکر نہ فرمایا، پھر لکھا:

"کسی حدیث کی معتبر کتاب میں الخ"۔

اور کبرٰے کہ جو مسئلہ کتبِ معتبرۂ حدیث میں نہ ہو، قابلِ تسلیم نہیں، چھوڑ دیا۔ پھر لکھا:

"اصرار بر عدم میں احتمال الخ"۔

اور کبرٰے کہ جہاں یہ احتمال ہو اس میں توقف ضرور اور تسلیم بے جا، تحریر نہ کیا۔ اب اخیر درجہ یہ لکھا کہ:

"مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں"؛

اور کبرٰی کی طرف ان لفظوں سے اشارہ کیا:

"جس کے باب میں ہر شخص کو اہتمام ضرور ہو"۔

صاف کہا ہوتا کہ جو مسئلہ اصولِ عقائد سے نہیں اس میں اہتمام کی کچھ حاجت نہیں۔ سبحان اللہ! ایک ذرا سے فقرہ میں تمام مسائلِ فقہیہ کی بیخ کنی کردی کہ وہ بداہۃً فروع ہیں نہ اصول، پھر ان کا اتباع محلِ اہتمام سے معزول اور واجبات و سنن کا تو پتا نہ رہا کہ انھیں عقدِ قلب سے کب بہرہ ملا، اب شاید بعد ورودِ اعتراض یہ تخصیص یاد آئے کہ ہمارا کلام مسائلِ غیر متعلقہ بجوارح میں ہے۔

اقول اب بھی غلط، متکلمین تصریح کرتے ہیں، مسائلِ خلافت اصولِ دینیہ سے نہیں، مواقف و شرح مواقف میں ہے:

(ولما توفاہ) اشارۃ الی مباحث الامامۃ فانھا وان کانت من فروع الدین الا انھا الحقت باصولہ دفعا لخرافات اھل البدع والاھواء وصونا للائمۃ المھتدین عن مطاعنھم (وفق اصحابہ لنصب اکرمھم واتقاھم) یعنی ابابکر رضی اللہ تعالٰی عنہ[1] اھ ملخصا۔ وفیہ من المصدر

(شارح فرماتے ہیں) لما توفاہ، امامت کی بحث کی طرف اشارہ ہے، اگرچہ مسئلہ فروعِ دین سے ہے مگر اہلِ ہوا اور بدعتیوں کے خرافات کو دفع کرنے کے لئے اور ائمہ دین کو ان کے طعن سے بچانے کے لئے اصولِ دین سے ملحق کردیا (کہ تمام صحابہ کرام اپنے سے اتقٰی و اکرم یعنی ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کی امامت پر متفق ہوگئے) موقف خامس میں ہے

[1] شرح المواقف خطبۃ الکتاب منشورات الشریف الرضی قم ایران ۱/ ۲۱ و ۲۲

الرابع من الموقف الخامس فی الامامۃ و مباحثہا لیست من اصول الدیانات و العقائد خلافا للشیعۃ اھ[1]۔

مصدر رابع امامت میں ہے امامت کی بحث اصولِ عقائدِ دین میں سے نہیں ہے بخلاف شیعوں کے (کہ اُن کے نزدیک اصولِ دین سے ہے) اھ (ت)

کیا یہ قاعدۂ مخترعہ یہاں بھی اہتمام ضروری نہ رکھے گا اور اقرار و انکار امامت ائمہ کو یکساں کر دے گا' ایران و سقط کو مژدۂ تہنیت، اب چین سے اپنا کام کیجئے، خلافتِ راشدہ خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالٰی عنہم میں شوق سے کلام کیجئے، تیرہ صدی کی برکت سُنّیوں کی ہمت، اب انھیں ان مباحث سے کام ہی نہ رہا۔ حقیقتِ خلافت کا اہتمام ہی نہ رہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون (بیشک ہم اللہ تعالٰی کے مال ہیں اور ہم کو اسی کی طرف پھرنا ہے۔ ت)

فقیر کو حیرت ہے باوجود توافقِ عقل ونقل و ورودِ احادیث وشہاداتِ ائمہ عدل و اقتضائے خردمانی بحکم لطافت جرم نورانی و تاکید محبت سیدِ اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قبول سے کیا چارہ اور ترکِ اصرار و اہتمام کس کا یارا، اور یہ بھی نہیں کھلتا کہ لفظ "ہر شخص" فرما کر عموم سلب سے سلبِ عموم کی طرف کیوں ہوا! کیا بعض کو اہتمام ضروری بھی ہے؟ اور ایسا ہے تو وہ بعض معین ہیں یا غیر معین، برتقدیر ثانی کلام، مقصود پر منعکس و منقلب ہوجائے گا اور تحرزاً عن الوقوع فی المحذور ہر شخص کو اہتمام ضرور قرار پائے گا اور پہلی شق پر بحکم الحکم لتبیننہ للناس[2] (کہ تم ضرور اُسے لوگوں سے بیان کر دینا۔ ت) کا انقیاد ہو، اس تعیین کی تبیین، پھر اُس پر دلیلِ مبین ارشاد ہو۔

وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا محمد البدر وآلہ واصحابہ النجوم والعلم بالحق عند اللہ ربنا تبارک وتعالٰی واھب العلوم استراح القلم من ھذا التنمیق الانیق فی العشرۃ الوسطٰی من ذی الحجۃ المحرم سنۃ ۱۲۹۷ (سبع وتسعین بعد الالف و

اللہ تعالٰی درود نازل فرمائے ہمارے آقا محمد مصطفٰی پر جو چودھویں کے چاند ہیں اور آپ کے آل واصحاب پر جو روشن ستارے ہیں۔ حق کا علم اللہ تعالٰی کے پاس ہے جو ہمارا پروردگار ہے اور علوم عطا فرمانے والا ہے۔ اس عمدہ تحریر کی تزیین سے قلم نے حُرمت والے مہینے ذوالحجہ کے درمیانی عشرے کے اندر ۱۲۹۷ھ کو ایک ہی

---

[1] شرح المواقف المرصد الرابع منشورات الشریف الرضی قم ایران ۸/ ۳۴۴
[2] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷

الماثین) فی جلسة واحدة فی البلدة المطهرة مارهرة المنورة بجنب مزارات الکرام البررة سادتنا و مشائخنا العرفاء الخیرة افاض الله علینا من نفحات فیوضهم العطرة اٰمین برحمتك یا ارحم الراحمین۔

نشست میں راحت حاصل کی۔ شہر پاک مارہرہ منورہ میں آرام فرمانے والے ان اولیائے کرام کے مزاراتِ مقدسہ کے پہلو میں یہ تحریر لکھی گئی جو ہمارے سردار و مشائخ عارفین گرامی قدر ہیں۔ اللہ تعالٰی ان کے فیوضِ معطرہ کی خوشبوئیں ہمیں عطا فرمائے آمین! تیری رحمت کے ساتھ اے بہترین رحم فرمانے والے۔ (ت)

فصل دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

نقلِ تحریریکہ الحال از ریاست محمد آباد، عمر الله بالرشد والسداد وصانها عن الشر والفساد سلسلۂ سخن را جنبشِ تازہ داد۔

نقل تحریر از ریاست محمد آباد جس نے سلسلۂ سخن کو تازہ جنبش دی، اللہ تعالٰی اس ریاست کو ہدایت و درستگی کے ساتھ آباد رکھے اور اس کو شر و فساد سے بچائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمین والصلوٰة والسلام علٰی رسوله محمد و اٰله واصحابه اجمعین، اما بعد مردم میگویند کہ برائے شخصِ مبارک عالی حضرت رسالت پناہی، نبوت دستگاہی صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم سایہ ظل چنانچہ جملہ اجسام واجرام کثیفہ ولطیفہ رامی باشد نبود گاہے از ابتدائے خلقت حضرت رسالت پناہی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تا لقائے رب العلمین تعالٰی شانہٗ ہمچناں بود بے سایہ و بے ظل گزرانیدہ اند۔

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے۔ درود و سلام نازل ہو اس کے رسول محمد مصطفٰی پر، آپ کی آل پر اور آپ کے تمام صحابہ پر۔ بعد ازاں لوگ کہتے ہیں کہ جس طرح تمام اجسام کثیفہ و لطیفہ کے لئے سایہ ہوتا ہے ایسا سایہ حضرت عالی مرتبت، رسالت پناہ، نبوت دستگاہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسم مبارک کے لئے نہیں تھا، اور یوں بھی کہتے ہیں کہ پیدائش سے آخر عمر تک ہمیشہ سایہ نہ تھا۔

فقیر میگوید کہ ایں معجزہ در کتابیکہ لائقِ اعتماد
باشد و اہلِ سند و اسناد آنرا بسندِ صحیح بیان
کردہ باشند، ندیدہ ام در کتابِ صحاح و سنن
کہ مروّج اند از کسے نشنیدہ ام کہ ثبوت کردہ اند و
آنچہ اہلِ سیر و مغازی بیان میکنند اعتمادِ آں
چنانچہ اہلِ حدیث راہست، معلوم پس ہر کرا
از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سندِ صحیح از کتاب و سنت بیان
فرمایند اجرِ آں از فقیر از خداوند تعالٰی مامول
دارند فقط۔

فقیر کہتا ہے کہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائق
اعتماد ہو اور اہلِ سند و اسناد نے اسے بسند صحیح
بیان کیا ہو، میں نے نہیں دیکھا، کتبِ صحاح و سنن
میں کسی سے نہیں سنا کہ ثابت کیا ہو۔ اہلِ سیر و
مغازی جو بیان کرتے ہیں اس پر جیسے کہ محدث کو
اعتماد ہے، معلوم ہے، لہذا تمام اہلِ علم کو چاہیے
کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح کتاب و سنت
سے بیان فرمائیں، اس کا اجر فقیر سے خداوند تعالٰی
سے امید رکھیں۔ فقط

کتبہ ابو عبداللہ محمد علی عنہ

بازاہتزاز نسیم ایمانی بپامال فصل خزانی

فصلِ خزانی کی پامالی کیلئے نسیمِ ایمانی کی پُھرائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ خالق الظل والحرور جاعل
الظلمٰت والنور، ثم الذین کفروا
بربہم یعدلون۔ والصلٰوۃ و
السلام علی السراج المنیر فی
نادی القلوب، القمر المنزہ عن کل
کلف وخسوف ومحاق وغروب،
ثم الذین فجروا عن نورہ یعمہون
وعلٰی الہ النجوم واصحابہ مصابیح
العلوم مالم یکن للارمد عند
ضوء العین سکون، سایہ پروردۂ دامنِ ناسزائی،
روئے نادیدۂ نیرِ دانائی، فقیرِ ناسزا
رونق بازارِ معاصی فزا، سر بگریبان فکرِ جزا،

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لئے ہیں جو سائے اور
دھوپ کا خالق اور ظلمت و نور کو پیدا فرمانے والا ہے
پھر کافر لوگ اپنے رب کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ اور
درود وسلام نازل ہو دلوں کی مجلس کو چمکانے والے
آفتاب پر اور اس ماہتاب پر جو چھاؤں، گرہن،
ہٹ جانے اور غروب ہونے سے پاک ہے۔ پھر
نافرمان لوگ اس کے نور سے بے بہرہ ہیں، اور
ان کی آل پر جو ستارے ہیں اور اصحاب پر جو علوم کے
چراغ ہیں۔ آشوبِ چشم والے کو سورج کی روشنی
کے وقت سکون نہیں ہوتا۔ دامنِ نالائقی کے سایہ
میں پرورش پانے والا، خورشید دانائی کا چہرہ
نہ دیکھنے والا، گناہ افزا بازار کی رونق، فکرِ جزا میں

عبد المصطفیٰ معروف بہ احمد رضا عفی اللہ لہ ما
یجری منہ وما مضی ۔ تدائے
خود را بہ یکتائی مصطفائے وے را بہ بے ہمتائی
ستودہ مہر بہشتی چہر تحقیق و آفتاب جہان تاب
تدقیق را ، چناں پریزش امطار انوار ، و
بارش اضواء نصف النہار مے آرد کہ پیشترک
از ورود ایں جواب سوال نما دعوض اعراض فزا
و وفاق شقاق آمود ، ولطف عتاب آلود ،
فقیر حقیر درہمیں مسئلہ پیش آیندہ دو ستارہ
تابندہ از آفاق سخن سرائے ، باشراق جلوہ نمائے
آوردہ ام یکے کالشمس وضحہا و دگر کالقمر اذا
تلہا ہرکہ چشمے دارد از رمد پاک ، و دلے پذیرائے
نور ادراک ، بصر و بصیرتش را از تجلیہائے ظلمت
ربائش نیکوترین بہرہ وریہا مہیّا و مہنّا باد ، عزیزاں
نوکہ طرحی تازہ افگندہ اند و راہے جدید
پیش گرفتہ ، اگر باایشاں نیز برسم چالشگری دمے
چند آویزشی کنیم ، یارب بر خاطر خردہ
بینانِ خرد پرور و وقت گزینانِ بالغ نظر ،
بے گزارش مرواد ، آمین ، و باللہ ثم
برسولہ نستعین ، ولاحول و
لاقوۃ الا باللہ العلی
العظیم ۔

قولہ مردم میگویند الخ

اقول ائمۂ دین یا عوام مقلدین علی الاول

پریشان ، عبد المصطفیٰ معروف بہ احمد رضا (اللہ تعالیٰ اسکی
آئندہ وگزشتہ کوتاہیوں کو معاف فرمائے) اپنے
خدا کو یکتا ولاشریک کہتے اور اس کے مصطفیٰ کو بےمثل
ہونے کی توصیف کے بعد بہشتی چہرہ والے آفتاب تحقیق
اور جہان کو روشن کردینے والے خورشید کو اس طرح
انوار واضواء کی برسات کے ساتھ لاتا ہے کہ تمہارے
سوال کے جواب اور روگردانی بڑھانے والی عرض
اور خلاف پرموافقت اور عتاب آلود نرمی سے کچھ
پہلے فقیر حقیر نے اس زیر نظر مسئلہ کے متعلق
سرائے سخن کے کناروں سے دو چمکتے ہوئے ستارے
لائے ہیں ، ایک کالشمس وضحہا اور دوسرا کالقمر اذا
تلہا ، جو شخص صحتمند آنکھ اور قابل نور علم دل رکھتا ہے
اس کی بصارت وبصیرت کو ان ستاروں کی کاشف
ظلمات تجلیات سے اچھی طرح کامیابیاں مہیا و
مبارک ہوں ۔ نئے پیاروں نے جو تازہ طرح ڈالی
اور نیا راستہ اختیار کیا ، اگر ہم بھی ان کے ساتھ طلبہ
جیسے کو تیسا (ترکی بہ ترکی) مقابلہ کریں تو اے خدا!
نکتہ داں عقلمندوں اور باریک بیں بالغ نظروں کے
دل پر احساس تلخی ، انصاف! آمین! اللہ تعالیٰ سے
پھر اس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے
ہم مدد چاہتے ہیں ، بلندی وعظمت والے خدا کی توفیق
کے بغیر نہ گناہ سے بچنے کی طاقت ہے اور نہ ہی
نیکی کرنے کی قوت ۔

قولہ لوگ کہتے ہیں الخ

اقول لوگوں سے مراد ائمہ دین ہیں یا عوام

بخانۂ مقصود از درِ نقیض آمدن ست، و استیناس
نقد، بہ لباسِ اسد، خواستن، مگر ارشادِ ائمہ
بسند نیست، کہ دلیلے دیگر جوئی، یا ایں راہ بمنزلِ حضور
سلطی نبرد کہ بہ شعبے جداگانہ پوئی۔ من فقیر
گمان برم و نا راست نمی برم کہ ان شاء اللہ تعالٰی
روئے توجہ بسوئے مقدمۂ ثالثہ تحریر
شافی تافتن ہماں باشد، و ایں وسوسہ را
جوابِ شافی و علاجِ کافی یافتن ہماں،
آخر نہ خدائیکہ حضراتِ عالیہ ایشان را
بر سریرِ امامت و اورنگِ زعامت جائے داد
و بحکمِ الخراج بالضمان[1] ثقل
تحمل اعبائے گرانبار فاعتبروا یا اولی
الابصار[2] بر ذمتِ ہمتِ ایشان
نہاد و ضعف و ناتوانی ما عامیان نادیدہ
رو و بدستِ کم دانشی گرویدہ و بفحوائے
ان مع العسر یسرا[3]
و ما جعل علیکم فی الدین
من حرج[4] خوانِ نعمت
فاسئلوا اھل الذکر
ان کنتم لا تعلمون[5]

مقلدین؟ اگر ائمۂ دین مراد ہیں تو پھر یہ خلافِ مقصود کی
طرف آنا اور لباسِ شیر میں اُنسِ نقد طلب کرنا ہے،
کیا ائمۂ کرام کا ارشاد ناکافی ہے کہ دوسری دلیل طلب
کرتے ہو یا ائمۂ دین کا یہ راستہ مطلوب تک نہیں
پہنچتا اس لئے علیحدہ پگڈنڈیوں پر بھٹکتے پھرتے ہو؟
میں گمان کرتا ہوں اور درست گمان کرتا ہوں کہ ان شاء اللہ
تعالٰی توجہ کا رُخ تحریر شافی کے مقدمۂ ثالثہ کی طرف
ہی پھرنا ہوگا اور تمہارے اس وسوسہ کا وہی جواب
شافی و علاج کافی ہوگا۔ آخر خداوند تعالٰی نے حضرات
عالی شان کو امامت کے تخت اور سرداری کی مسند
پر مقام عطا نہ فرمایا اور الخراج بالضمان (خراج
ضمان کی وجہ سے ہوتا ہے۔ت) کے فیصلہ کے
مطابق فاعتبروا یا اولی الابصار (تو عبرت لو
اے نگاہ والو۔ت) کے گرانوں کا بوجھ برداشت
کرنا ان کے ذمۂ ہمت پر نہ رکھا؟ اور ہم نادیدہ رو
کی کمزوری کو اور کم علمی کے ہاتھ گرویدہ شدگان کو
نہ دیکھا اور بمقتضائے ان مع العسر یسرا
(بے شک دشواری کے ساتھ آسانی ہے۔ت)
اور وما جعل علیکم فی الدین من
حرج (اور تم پر دین میں کچھ تنگی نہ رکھی۔ت)

---

[1] جامع الترمذی ابواب البیوع باب ماجاء من یشتری العبد ویستغلہ الخ امین کمپنی دہلی ۱/۱۴۵
[2] القرآن الکریم ۵۹/۲
[3] القرآن الکریم ۹۴/۶
[4] " ۲۲/۷۸
[5] " ۱۶/۴۳ و ۲۱/۷

چیست —

نعتِ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمھیں علم نہ ہو۔ت) کا خانچہ نہ جچا؟

اے خوشا کسیکہ بحکم ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ[۱] فرمان این صلائے جانفزا پذیرفت، و از کشاکش لِمَ وکیف پاک رست و بدا کسیکہ بہ ناکامیٔ اماھذا افقد اعرض فاعرض اللہ عنہ[۲] کار برخود دشوار کرد و پاسے از اندازۂ گلیم بیرون کشیدن جست ؎

آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سُہا

دوستو! بہت ہی خوش نصیب ہے وہ جس نے بر تقاضائے ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ (بے شک اللہ نے تم پر صدقہ کیا تو اللہ تعالٰی کے صدقہ کو قبول کرو۔ت) اس روح فزا فرمان کو قبول کیا اور چُون وچرا کے چکر سے خلاص ہوا؛ اور بہت بدبخت ہے وُہ جس نے اماھذا افقد اعرض فاعرض اللہ عنہ (لیکن اس نے اعراض کیا تو اللہ تعالٰی نے اس سے اعراض فرمایا۔ت) کی ناکامی کے سبب اپنے اوپر کام مشکل کرلیا اور اندازۂ گودڑی سے پاؤں باہر کھینچ لئے ؎

آفتاب اندر میان آنگہ کہ میجوید سُہا

(آفتاب موجود ہو تو سُہا کو کون تلاش کرتا ہے)

فائدہ: بنات النعش میں ایک باریک ستارہ ہے جس کو سُہا کہتے ہیں۔

وعلی الثانی یارب مگر سیدنا وابن سیدنا حبر الامہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما وحضرت ذکوان تابعی و امام ہمام حجۃ اللہ فی الانام

اور دوسری شق پر (بصورت عوام مقلدین) پناہ بخدا! کیا سیدنا عبداللہ بن عباس، حضرت ذکوان تابعی، عبداللہ بن مبارک، امام ابن الجوزی، ابن [illegible]

۱؎ صحیح مسلم کتاب صلوٰۃ المسافرین وقصرھا قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۴۱
سنن ابی داؤد باب صلوٰۃ المسافر آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۰
جامع الترمذی ابواب التفسیر تحت آیۃ ۴/۱۰۱ امین کمپنی دہلی ۲/۱۲۹
سنن ابن ماجہ باب تقصیر الصلوٰۃ فی السفر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۷۶
۲؎ صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتہی بہ المجلس قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶
صحیح مسلم کتاب السلام باب من اتی مجلسا فوجد فرجۃ الخ " " ۲/۲۱۷

عبداللہ بن مبارک وامام حافظ شمس الملۃ والدین ابوالفرج
ابن الجوزی وامام علامہ ابن سبیع وحافظ رزین محدث
وامام الائمہ حافظ المشرق والمغرب مولانا جلال الملۃ
والحق والدین ابوبکر سیوطی وامام علام عاشق المصطفٰے
سید الحفاظ جبل الشرع والدین جبل اللہ المتین قاضی عیاض
یحصبی وامام ربانی احمد بن محمد خطیب قسطلانی وفاضل
اجل محمد بن عبدالباقی زرقانی وعلامہ فہامہ شہاب الملۃ
والدین خفاجی وشیخ محقق سیدنا عبدالحق محدث
دہلوی وغیرہم ائمہ دین وجہابذ قادۃ ناقدین رحمۃ اللہ
تعالٰی علیہم اجمعین ونفعنا ببرکاتہم فی الدنیا و
الدین را معاذ اللہ در سلک عوام منخرط شمارند یا نصوص
نصوص ایشاں را از زنگ غلط منزہ نپندارند،
ان ھذا لشئ عجاب۔

حافظ رزین محدث، علامہ جلال الدین سیوطی،
قاضی عیاض، امام احمد قسطلانی، علامہ
زرقانی، علامہ خفاجی اور شیخ عبدالحق محدث
دہلوی وغیرہم کو معاذ اللہ عوام میں شمار کرتے ہیں
یا اُن کے نکیلے بائے نصوص کو زنگِ اغلاط سے
مصفّٰی ومبرّا گمان نہیں کرتے اِنّ ھٰذا
لشئ عجاب (بے شک یہ عجیب
بات ہے)۔

قولہ چنانچہ جملہ اجسام واجرام
کثیفہ ولطیفہ را مے باشد۔

اقول نازم ایں کلیتِ مطلقہ واحاطت
مستغرقہ را کہ بجوم عموم واغراق اطلاقش
بر سنگلاخ کثافت بس نکردہ خیمہ تا بسر حد لطافت
کشیدہ تا مگر عزیزی ایں از حقیقت ظل آگاہی ندارند۔
اے مخاطب! سایہ پروردگار مگر دانی کہ سایہ
چیست؟ نیرے تافتن آغاز کرد وبہر جا بساطِ
نور گستر، واجسامے از میان خاستہ ونفوذِ
اشعہ را مانع آمدہ اینجا پردہ فرو ہشت، وپردگی
از نور مہجور گشت، ہوائے متوسط کہ بحکم مقابلت
وشدتِ قابلیت، از تنور واستضاءت بہرہ

قولہ جیسا کہ تمام اجسام کثیفہ ولطیفہ
کے لئے ہوتا ہے۔

اقول اس کلیت مطلقہ اور احاطہ
مستغرقہ پر ناز کہ اِس اطلاق کو سنگِ کثافت پر
ہی بند نہ رکھا، حدِ لطافت تک کھینچ ڈالا، شاید
وہ دوست سایہ کی حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔
اے ناز و نعمت میں پلے ہوئے مخاطب! شاید
تمہیں معلوم ہے سایہ کیا شے ہے؟ سورج چمکنے
لگا، ہر جگہ نور کی چادر بچھا دی، درمیانی اجسام رکاوٹ
بنے اور روشنی کے آگے پردہ لٹکا دیا، پردگی نور
سے مہجور ہوگئی، ہوائے متوسط نے بسبب مقابلہ و
شدتِ قابلیت روشنی سے کافی حصہ لیا اور اس

کافی ربود، آں محروم را نیز پارہ از انجلاء ارزانی نمود۔

محروم کو بھی روشنی کا کچھ حصہ عطا کیا۔

ایں ضوءِ ثانی را ظل نامند و نیکو روشن کہ ایں معنٰے بے حجب، وحجب بے منعِ نفوذ، و منعِ نفوذ بے کثافت صورت نہ بندد، و اوفزاہ اگر ایں اطلاق راست باشد اشراقِ ارض محال گردد کہ میان فاعل و قابل جسمِ آسمان حائل، بلکہ ہم از مدعا نقیضِ مدعا لازم آید کہ چوں جسمے ہچو فلک درمیان ست، استنارہ ہوا کہ معنیٔ ثانی ست خود چہ امکان ست، پس از روئے زمین تا سطحِ آسمان ہیچ جسمے را سایہ نباشد، والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ وتقیید مرئی بودن کہ حاجب نباشد مگر از مبصرات یا آنکہ تخصیص بعد الاعتراض ست در امثال ہوا و نار جاری۔

اس دوسری روشنی کو ظل کہتے ہیں اور خوب ظاہر کہ یہ معنٰی بے پردہ اور پردہ بلا منعِ نفوذ اور منعِ نفوذ کثافت کے سوا ناممکن ہے۔ بائے زیادتی اگر یہ اطلاق درست ہو تو زمین کا روشن ہونا محال ہو جائے اس لئے کہ سورج اور زمین کے درمیان جسمِ آسمان حائل ہے بلکہ تمہارے دعوٰی سے ہی تمہارے مدعٰی کی نقیض لازم آتی ہے کہ جب آسمان جیسا جسم درمیان ہے تو ہوا جو ثانوی درجہ میں روشن ہے، کیسے ممکن کہ روشن ہو، لہٰذا روئے زمین سے آسمان تک کسی جسم کا سایہ نہ ہو والسالبۃ الجزئیۃ تناقض الموجبۃ الکلیۃ (اور سالبہ جزئیہ موجبہ کلیہ کی نقیض ہے۔ ت) اور چونکہ جو چیزیں نظر آتی ہیں وہی پردہ بنتی ہیں اس لئے مرئی ہونے کی قید لگانا، باوجودیکہ بعد از اعتراض ہے صرف ہوا اور آگ جیسی اشیاء میں جاری ہے۔

امّا نامرئی بودنِ آسمان مسلّم نداریم، و از شہادتِ بصر و ظواہرِ نصوص چرا روئے برتابیم ما اسلامیاں را با خرافاتِ فلاسفۂ ناہنجار و افسانۂ عالمِ نسیم و کرۂ بخار چہ کار، و ہچو ادعا ہائے نامنتظم را پیشِ ظواہرِ قرآن و حدیث چہ قیمت و کدام وقعت؟

بہرحال آسمان کا غیر مرئی ہونا ہم نہیں مانتے، ہم کیونکر عینی شہادت اور ظاہر نصوص سے روگردانی کریں، ہم اہلِ اسلام کو بے راہ فلسفہ کی خرافات اور کرۂ ہوا و بخار سے کیا کام؛ اور ایسے بے سروپا دعاوی کی قرآن و حدیث کے ظاہر مفہومات کے سامنے کیا قیمت اور کیسی وقعت؟

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح۔[1] و

اللہ تعالٰی نے فرمایا؛ اور بیشک ہم نے نیچے کے آسمان کو چراغوں سے آراستہ کیا اور

[1] القرآن الکریم ۶۷/۵

معلوم ست کہ ازیں قسم زین وشین جز در مبصرات راست نیاید بادرانہ ازپوشاک مہوشان زریں کمر زیبند، نہ از خرقہ گدایان دلق در بر وصفے، بلکہ اگرنیک بنگری در اجسام کثیفہ نیز عموم بجائے خود نیست، کہ میان حجب وکثافت عموم و خصوص مطلق ست، جسم مثلث اگرچہ کثیف باشد سایہ ندارد، نہ در آفتاب، نہ در ماہتاب، کہ بہمیں معنے ایمائے لطیف فرمودہ اند درکریمہ انطلقوا الٰی ظل ذی ثلٰث شعب ۰ لاظلیل ولا یغنی من اللھب[1] کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل[2]

معلوم ہے کہ اس قسم کی زینت وعیب مبصرات کے سوا کسی چیز پر صادق نہیں، مثلاً کوئی کیسا ہی مہرو زرق برق لباس پہن کر سنہری کمربند باندھے ہوا میں کھڑا ہو جائے تو ہوا کے لئے وہ زینت نہیں کہلاتا اور اگر کوئی منگتا پھٹے پرانے کپڑے پہنے ہوئے ہو تو وہ ہوا کیلئے عیب نہیں کہلاتا (کیونکہ ہوا مبصر نہیں) بلکہ اگر بغور دیکھیں تو اجسام کثیفہ میں بھی عموم نہیں کیونکہ حاجب بننے اور کثیف ہونے میں عموم و خصوص مطلق ہے، چنانچہ جسم مثلث کا سایہ نہیں ہوتا خواہ کتنا ہی کثیف ہو نہ دھوپ میں نہ چاندنی میں، آیہ کریمہ انطلقوا الٰی ظل ذی ثلٰث شعب لاظلیل ولایغنی من اللھب (چلو اس دھوئیں کے سائے کی طرف جس کی تین شاخیں ہیں نہ سایہ دے نہ لپٹ سے بچائے) میں مفسرین کرام نے اسی معنی کی طرف لطیف اشارہ بیان فرمایا ہے کما استنبطہ الامام العلامۃ السیوطی فی تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل (جیسا کہ امام علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے تفسیر الاکلیل فی استنباط التنزیل میں اس کو مستنبط فرمایا ہے۔

اللّٰھم! مگر شبہا دیدہ باشند کہ از شعلہ شمع باآنکہ نار جرمے لطیف ست سایہ سر برے زند وبحکم عدم فارق دست بدامنِ اطلاق زدند، و بے باصل کار نبردہ کہ آنچہ مے بینند

یا اللہ! شاید انھوں نے رات کو دیکھا ہوگا کہ شعلہ شمع سے سایہ پیدا ہوتا ہے باوجودیکہ آگ جسم لطیف ہے اور اس سایہ کو آگ کا سایہ سمجھ کر بحکم عدم فارق (بین الاجسام اللطیفۃ) دامنِ اطلاق پر ہاتھ مارا اور حکم کلی لگا دیا اور

---

[1] القرآن الکریم ۷۷/ ۳۰ و ۳۱

[2] الاکلیل فی استنباط التنزیل تحت الآیۃ ۷۷/ ۳۰ و ۳۱ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ ص ۲۱۹

ظلِ دخان ست، نہ سایۂ نیران۔

قولہٗ ورنگاہے از ابتدائے خلقت الخ

اقول ہمچنیں ست واطلاقِ دلائل ما را بسندہ، ہر کہ ابداءِ تخصیص کند مدعی اوست وبارِ ثبوت برگردنِ او، شاید برعکسِ نفس الامر از دستیاری قوتِ واہمہ در آئینۂ تخیل عزیزاں مرتسم شدہ باشد کہ بایں تنصیص علیس نافیانِ ظل را در اثباتِ نفی گونہ صعوبتے روئے خواہد نمود کہ تبیین دائمہ از تقریر مطلقہ عامہ مشکل تر است، اما ندانستہ کہ ذہنِ سامع درینچو مقام از سلب ناموقت جز بادامت سلب تبادر نکند، وخلافش کہ خلافِ ظاہر ست محتاج بدلیل باشد، واظلالِ سحب را کہ علماء غیر دائم گفتہ اند ازیں جہت ست کہ احادیثِ صحیحہ بہ سایہ کردن صحابۂ کرام باردیۂ خودشان ومیلِ اشجار بغصون آنہا بر سرِ حضور سید الانس والجان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ناطق شدہ، اینجا نیز اگر حدیثے معتمد بر ثبوت سایہ گواہی دہد آنگاہ از دوامِ سلب بہ سلب دوام نقل وعدول متصور ومعقول، ورنہ از معرض قبول بمراحل معزول، معہذا نورانیتِ جسمِ انور اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بحمد اللہ قاطعِ وساوس وقامعِ ہواجس آمدہ ست۔

اصل حقیقت نہ سمجھ سکے کہ یہ نظر آنے والا سایہ سایۂ دخان ہے، آگ کا سایہ نہیں۔

قولہٗ کبھی ابتدائے آفرینش سے الخ

اقول یہی صحیح ہے اور ہمارے لئے اطلاقِ دلائل دلیل کافی ہے، جو شخص تخصیص کرتا ہے وہ مدعی ہے اور بارِ ثبوت اس کی گردن پر، شاید نفس الامر کے خلاف قوتِ وہمیہ کی مدد سے ان کے آئینۂ تخیل میں یہ بات آئی ہوگی کہ اس مطالبۂ تنصیص سے نافیانِ ظل کے لئے اثباتِ نفی میں بہت مشکلات پیش آئیں گی کیونکہ دائمہ کا اثبات مطلقہ عامہ کے اثبات سے بہت زیادہ مشکل ہے مگر وہ یہ نہ سمجھ سکے کہ سامع کا ذہن ایسے مقامات میں سلب غیر موقت سے سلب دوامی کے سوا کسی بھی اور شے کی طرف متوجہ نہیں ہوتا اور اس کا خلاف جو خلافِ ظاہر ہے وہی محتاجِ دلیل ہے۔ اور (آپ پر) بادلوں کے سایہ کو علماء نے اس لئے غیر دائمی فرمایا کہ صحابۂ کرام کا چادروں سے اور درختوں کا اپنی شاخیں جھکا کر سایہ کرنا سرکارِ دو عالم صلے اللہ تعالٰے علیہ وسلم کے سرِ انور پر، احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہو چکا ہے۔ اگر اس مسئلہ میں بھی کوئی معتمد حدیث گواہی دے تو اس وقت دوامِ سلب سے سلبِ دوام کی طرف عدول متصور ومعقول ہوگا ورنہ معرضِ قبول سے کوسوں دور، اور اس کے ساتھ ہی نبی اکرم صلے اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے جسمِ انور کی نورانیت بحمد اللہ قاطعِ وساوس وقامعِ ہواجس آئی ہے۔

و باللہ التوفیق۔

قولہ این معجزہ در کتابیکہ لائقِ اعتماد باشد الخ۔

اقول اے کاش آنکہ آفتاب نہ بیند بارے از انکارِ خامشی گزیند، نہ آنکہ بر بینندگان خروشد، یا در بزمِ آنان نکتہ فروشد کہ سلامت در سکوت ست، و مجازف در انجام مبہوت، مگر تصانیف ائمہ ممدوحین اعتماد را نشاید یا در جلوہ گاہِ مہر و ماہ شمع و چراغے دگر باید۔

قولہ اہلِ سند و اسناد آنرا بسند صحیح۔

اقول ساعتے باش تا با تو در مطالبۂ صحت سخن گفتن داریم، و ایں کہ ہم بر صحت سند پائے خامہ شکستہ است، مگر بر شذوذ و علّت راہِ جرح و قدح بستہ است، ورنہ قیدِ اسناد، علیٰ خلاف المراد، از چہ رو گوارا افتاد۔

قولہ در کتبِ صحاح و سنن کہ مروج است۔

اقول کاش روزے چند خدمتِ علماء و مطالعہ کلماتِ طیباتِ ایشاں روزی شدے کہ در مجاری کلام بمدارجِ مرام تمییزِ مقام بدست آمدے، مقدمۂ ثانیہ تحریرِ ثانی از یاد دادہ و برباد رفتہ مباد وازاں ہم صریح تر بشنو جلالت شان، و رفعت مکان، حضرت امام خاتم الحفاظ سیدنا

و باللہ التوفیق۔

قولہ یہ معجزہ کسی ایسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو الخ۔

اقول افسوس! جس کو سورج نظر نہیں آتا وہ انکار سے صبر و خاموشی اختیار کرتا، نہ یہ کہ الٹا دیکھنے والوں پر شور و غل مچاتا یا ان کی بزم میں آکر نکتہ فروشی کرتا کیونکہ خاموشی میں سلامتی ہے اور جھوٹا آخر پریشان و ناکام ہوتا ہے، کیا ائمہ کرام کی تصانیف قابلِ اعتماد نہیں یا پھر چاند سورج کی جلوہ گاہ میں کوئی اور دیے جلانا چاہتے ہو؟

قولہ اہلِ سند و اسناد نے اس کو بسندِ صحیح الخ۔

اقول کچھ دیر ٹھہریں کہ مطالبہ صحت کے بارے اور صحتِ سند پر جو قلم کی ٹانگ توڑ دی، کے متعلق ہم بات کریں۔ شاید شذوذ و علت پر جرح و قدح کا راستہ بند ہو چکا ہے ورنہ برخلافِ مراد قیدِ اسناد کیسے گوارا ہوتی؟

قولہ کتبِ صحاح و سنن میں جو مروج ہیں الخ۔

اقول کاش تمہیں چند روز خدمتِ علماء کا موقع اور ان کے کلمات کا مطالعہ نصیب ہوتا اور ان کے کلام و مقاصد کے موارد و درجات میں تمیزِ مقام حاصل ہوتی۔ تحریرِ ثانی کا دوسرا مقدمہ بھلا دیا، یہ یاد نہ ہو بلکہ اس سے بھی بہت زیادہ صریح سنیے۔ حضرت امام خاتم الحفاظ جلال الملۃ و

جلال الملۃ والدین سیوطی قدس سرہ العزیز علی الخصوص در فن شریف حدیث تا بحدے واضح وجلی ست کہ معلوم ہر صبی و مفہوم ہر غبی ست۔

الدین قدس سرہ العزیز کی جلالت شان اور رفعت مقام، خصوصاً فن حدیث میں ایسی واضح ہے کہ ہر صبی وغبی کی بھی جانی پہچانی ہے۔

امام علامہ قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ در شفاء شریف حدیثے نقل فرمود کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ بر حضور پرنور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم چناں وچناں بے گریست، واز فضائل پاکش کذا وکذا یاد مے کرد۔[1]

امام قاضی عیاض رحمہ اللہ تعالٰی نے شفاء شریف میں ایک حدیث نقل کی کہ سیدنا امیر المؤمنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر اس طرح روتے اور فضائل وخصائص بیان کرتے۔

امام ممدوح المقام، اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام، در تخریج احادیثش فرماید، در کتب حدیث ازیں اثر ہیچ اثرے نیست، اما اور اصحاب اقتباس الانوار و امام ابن الحاج در مدخل مفصل ومطول آوردہ اند و در ہمچو مقام ایں قدر بسند ست کہ اینجا سخن از حلال وحرام نمی رود۔

امام ممدوح المقام (جلال الدین سیوطی) اعلی اللہ درجاتہ فی دار السلام) اس حدیث کے متعلق فرماتے ہیں، کتب حدیث میں اس حدیث کے بارے کوئی نشان نہیں ہے، البتہ صاحب اقتباس نے اور مدخل میں امام ابن الحاج نے اس کو مفصل ذکر فرمایا ہے اور اس قسم کے مقامات میں اس قدر سند کے ساتھ حدیث کافی ہے کہ یہاں حلال وحرام کا مسئلہ نہیں۔

علامہ خفاجی ایں معنی را از جناب رفعت قبابش نقل کردہ بمسند قبول وتقریر جائے مے دہد، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ:

لم اجدہ فی شیئ من کتب الاثر لکن صاحب الاقتباس الانوار وابن الحاج

خفاجی اس کو حضرت امام سیوطی سے نقل کرکے مسند قبول وتقریر پر جگہ دیتے ہیں، حیث قال، قال السیوطی فی تخریجہ (جہاں کہ امام سیوطی نے اپنی تخریج میں فرمایا۔ ت): میں نے اس کو کتب حدیث میں سے کسی میں نہ پایا لیکن صاحب اقتباس انوار اور مدخل میں ابن الحاج

---

[1] الشفاء بتعریف حقوق المصطفٰی القسم الاول الباب الاول الفصل الرابع دار الکتب العلمیہ بیروت ۱/ ۳۶

فی مدخلہ ذکرہ فی ضمن حدیث طویل وکفی بذلك سندا لمثلہ فانہ لیس مما یتعلق بالاحکام[1]۔

نے ایک طویل حدیث کے ضمن میں اس کا تذکرہ کیا ہے اور ایسے مسائل کے لئے اتنی ہی سند کافی ہے کیونکہ اس کا تعلق احکام سے نہیں ہے۔

عزیزا! چشم انصاف از رمد تعصب عافیت بکشا، وشیوہ ائمہ دین، پس از تصحیح عقیدت ببین کہ دریں چنیں مسالک چگونہ راہ رفتہ اند، وکدامیں سیر پیش گرفتہ، سپید میگویند کہ ازیں خبر در کتب الاثر لاخبر ولا اثر، باز بر مجرد ذکر بعض اعتماد و استناد روا میدارند، وحدیث را از پایۂ تکمیل ساقط نمی پندارند، مگر پایۂ نکتہ دانی وترک توانی، و دروغ فلانی برتدقیق وتحقیق، واحتیاط انیق ایں سادہ کرام، وقادۂ عظام، نیز چربیدہ است، کہ سخن از کتب فن دامن برچیدہ، بر دائرۂ تنگ صحاح وسنن مروجہ محصور ومقصور گردیدہ است فالی اللہ المشتکی ممن یسمع فلا یسمع ویری فلا یری۔

عزیزا! مرض تعصب سے تندرست چشم انصاف کھول اور عقیدہ درست کرکے ائمہ دین کا پاکیزہ شیوہ دیکھ کر ایسے مسالک میں کس طرح چلتے ہیں اور کیا طریقہ اختیار کرتے ہیں، واضح طور پر کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق کتب حدیث میں نہ کوئی خبر ہے نہ نشان، پھر صرف بعض کے ذکر کرنے پر اعتماد واستناد جائز رکھتے ہیں اور حدیث کو پایۂ تکمیل سے ساقط گمان نہیں کرتے، شاید اپنی نکتہ دانی ہشیاری وپرہیزگاری کا مقام ان سادات کرام، قائدین عظام کی تدقیق وتحقیق اور بہترین احتیاط پر بڑھا دیا کہ گفتگو نے اپنا دامن تمام کتب فن سے لپیٹ کر صحاح وسنن مروجہ کے دائرہ تنگ میں بند کردیا فالی اللہ المشتکی (تو اللہ تعالٰی ہی کی بارگاہ میں فریاد ہے۔ ت)

قولہ وآنچہ اہل سیر ومغازی بیان میکنند۔

قولہ اور جو اہل سیر ومغازی بیان کرتے ہیں الخ

اقول ہمانا گوش عزیزاں کا ہے بہ امثال ایں سخناں از کلمات ائمہ والاشان آشنا شدہ است واز مجال محاورہ ومجال مناظرہ

اقول غالباً عزیزوں کے کان ایسی باتوں سے تو آشنا ہوئے مگر ائمہ عالیشان کے مکالمات اور جوابی کلمات سے کچھ نہ شناسا اور بے راہ گھوڑا دوڑایا

---

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض الباب الاول، الفصل السابع مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات ہند ۱/ ۲۴۸

آناں پوشیدہ نیست کہ بے راہ اسپ دوانیدن گرفت، از خبیر بصیر پرس، محل ایں کلام آنست کہ قصاص واعظین، و جہال مورخین، تودہ تودہ حکایات بے سروپا، و افسانہائے فتنہ را تکثیراً للسواد، یا ترویجاً للفساد، در کتب خویشاں مے آرند، و از منا قضۂ اصول و معارضۂ نقول، باکے ندارند، گاہے افسانۂ اوریا و داستانِ زلیخا و قصۂ زہرہ و تذکرہ شجرہ، بہ نہجے تقریر کنند و ساحت عصمت حضرات رسالت، و جنود صمدیت، عیاذاً باللہ آلودہ عیبے کنند، وگاہے حادثہ جمل، و واقعہ صفین، و مشاجرات صحابہ، و محاورات امہات المومنین بہ نوعے وانمایند کہ معاذاللہ بتنقیص مقام و اجلال اعلام ایشاں پہلو زند، آنجا ائمۂ دین کہ خدائے ایشاں را بہرِ حمایت سنن و نکایت فتن برپا ساختہ است، در مقامِ تفصیل زبان بہ تضعیف و تزییف آں اقوال سخیف میکشایند، و در محلِ اجمال باعتماد اصول، و صحاح نقول، پیوستن و از خوضِ مخالفان و کشاکشِ ایں و آں پاک برجستن مے فرمایند، کہ دع مایریبک الٰی ما لا یریبک[1]

و اینہا کہ میگویم ہم بر سبیلِ مدارات

کسی دانا بینا سے پوچھو، دراصل بات یہ ہے کہ قصہ گو واعظوں اور جاہل مورخوں نے مجمع بڑھانے اور فساد پھیلانے کے لئے اپنی کتابوں میں بے سروپا حکایات اور فتنہ انگیز افسانے درج کر دئے، اصول شکنی اور منقولات کی خلاف ورزی سے کچھ خوف نہ کیا، کبھی اوریا کا افسانہ، زلیخا کی داستان، زہرہ کا قصہ اور شجرہ کا تذکرہ اس انداز سے بیان کرتے ہیں کہ معاذاللہ عصمتِ انبیاء کرام و دیگر معصومین کو عیب آلود کرتے ہیں اور کبھی جنگِ جمل کا حادثہ، صفین کا واقعہ، صحابہ کرام کا اختلاف اور امہات المومنین کا باہمی مکالمہ ایسے طریقہ سے نمایاں کرتے ہیں کہ معاذاللہ ان نفوسِ قدسیہ کے مقام اور جلالت قدر کی تنقیص کا پہلو نمایاں ہوتا ہے، اسی وجہ سے ائمۂ دین، جن کو اللہ تعالیٰ نے سنن کی حمایت و نگرانی اور فساد و فتن کے محو و سرکوبی کا عظیم منصب عطا فرمایا ہے، مقامِ تفصیل میں ان ناشائستہ اقوال کا ضعف و عیب ثابت کرتے ہیں اور محلِ اجمال میں اصول اور منقولاتِ صحیحہ کو مضبوط پکڑنے اور غیر ذمہ دار نکتہ چینیوں کی من گھڑت حکایات سے اجتناب کا حکم فرماتے ہیں کہ دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ (جو تیرے دل میں کھٹکے اس کو چھوڑ دے اور جو نہ کھٹکے اس کو اختیار کر لے)۔

اور یہ جو ہم کہتے ہیں بطور نرم روی وار خائے

---

[1] صحیح البخاری کتاب البیوع باب تفسیر المشبہات قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۵

عزیزاں وادغائے عنانِ کُل میکند ورنہ خود چہ میگوئی ازمسئلہ کہ نہ تنہا ہمیں قسم مرداں بہ ذکرش انفراد دارند بہ طرقِ عدیدہ مروی آمدہ ، وچند ائمہ آنرا تخریج کردہ ، ناقدانِ فن سلفاً وخلفاً یکبارِ مسلماً و آغوشِ صدقنا گرفتہ ، و دلیلے باہر از نصوصِ متکاثرہ براں قیام پذیرفتہ ۔

عنان ، خاموش کرانے کے لئے کافی ہے ۔ ورنہ تم اس مسئلہ کے متعلق کیا کہوگے جس کو نہ صرف ایسے لوگ ہی اکیلے بیان کررہے ہیں بلکہ بہت سے طرق و اسانید سے مروی ہے ، کئی اماموں نے تخریج فرمایا ہے اور سلفاً وخلفاً ناقدینِ فن نے تسلیم کیا ہے اور تصدیق فرمائی ہے اور اس پر نصوصِ کثیرہ سے واضح اور مضبوط دلیل قائم ہوئی ۔

مع ہذا حاشا کہ امثال مواہب ، و کتاب الشفاء ، و دلائل النبوہ ، وتحقیق النصرۃ وخصائص خیفری ، و روض سہیلی وخلاصۃ الوفاء وخصائصِ کبریٰ وسیرت شامی وسیرت حلبی وغیرہا کتب ائمہ دین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کہ در خصائص و فضائل و سیر و شمائل حضور پر نور صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ تصنیف کردہ اند در سلکِ ایں چنیں کتب منخرط ، و نزدِ محدثین از پایۂ اعتبار ساقط باشد ۔

پھر مع ہذا خدا کی پناہ ! کہ کتاب مواہب ، شفاء ، دلائل النبوہ ، تحقیق النصرہ ، خصائص خیفری ، روض سہیلی ، خلاصۃ الوفاء ، خصائص کبریٰ سیرت شامی ، سیرت حلبی ایسی کتابیں و دیگر تصانیف ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ اس قسم کی غیر معتبر کتابوں میں شمار ہوں اور محدثین کے نزدیک بے اعتماد و بے اعتبار ہوں ۔

ایناں کہ خدا سعیِ اینہا مشکور وجزاء آناں موفور گرداند ، چہ عمرہا کہ در تنقیح وتنقید وتصحیح وتسوید ، بسر بردہ اند ، وچہ شبہا کہ در تنظیف و ترصیف ، تالیف وتصنیف ، دُودِ چراغ وخونِ جگر خوردہ ، وہم ایشانند کہ بہ تفتیہ لاعبرۃ بما قال المؤرخون لب کشادہ اند ۔

ان حضرات (اللہ ان کی کوشش کو سعی مشکور اور جزا کو جزائے کامل بنائے) نے کیسی عمریں تنقیح وتنقید اور تصحیح وتسوید میں گزار دیں اور کتنی بے شمار راتیں کتبِ سیرتِ طیبہ کی تنظیف وترصیف اور تالیف وتصنیف میں دُودِ چراغ اور خونِ جگر پیا ، یہی حضرات گرامی شان ہیں جنھوں نے لاعبرۃ بما قال المؤرخون (مورخوں کے قول کا کوئی اعتبار نہیں) کا حکم صادر فرمایا ہے ۔

اگر مقصود اطلاق است ، چنانکہ خاطر

اگر مقصود اطلاق ہے جیسا کہ عزیزوں کا

عزیزاں بداں مشتاق ست، یارب، مگر محنت ایشاں یکدست برباد رفتہ باشد، و ایں ہمہ کاوکاو جانکاہ رنگے نداوہ و آبے نہ گرفتہ، وعلٰی ہذا ایشاں راچہ روئے نمود کہ باوجود نابہبود و انعدام سود ایں ہمہ وقت رایئگاں کردند، و آں حاصل بیحاصل و طائل لا طائل را ثمرۂ اوقات، و نخبۂ حسنات شمردند۔

دل اسی کا مشتاق ہے یارب! پھر تو شائد ان کی ساری محنت برباد و ضائع ہوگئی اور یہ تمام جانگداز کوششیں کوئی رنگ لائیں نہ کوئی عزت پاسکیں۔ پھر ان ائمہ کرام کو کیا نظر آیا کہ یہ سارا وقت بے سود ضائع کردیا اور اس بے فائدہ چیز کو اپنے اوقات کا ثمرہ اور حسنات کا نتیجہ شمار کر بیٹھے۔

مگر سخن آنست کہ چوں روئے سلمٰے ندیدہ، و بوئے سلمٰے نشنیدہ، آخر در حسن سلمٰی چانہ بے جا مزن واللہ الھادی لقمع الفساد و قلع الفتن۔

دراصل بات یہ ہے کہ جب تُو نے رُخِ محبوب دیکھا ہی نہیں، خوشبوئے حبیب پائی ہی نہیں تو تو حسنِ محبوب کے متعلق بیہودہ گوئی مت کر واللہ الھادی لقمع الفساد وقلع الفتن (اور اللہ تعالٰی ہدایت دینے والا فتنوں اور فساد کے خاتمہ کی)

قولہ پس ہر کرا از اہلِ علم ثبوت آں از روئے سند صحیح الخ

قولہ پس اہلِ علم کے لئے چاہئے کہ اس کا ثبوت از روئے سندِ صحیح الخ

اقول پیش از جوابِ السؤال شما چند بجناب شما دارم ہرکہ داند خود بگوید لتبیننہ للناس و لاتکتمونہ[1] ورنہ از دانشندگان پرسد کہ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون[2]

اقول تمہارے سوال کے جواب سے پہلے ہم چند سوال پیش کرتے ہیں، صاحبِ علم خود جواب دیں۔ لتبیننہ للناس ولاتکتمونہ (کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کردینا اور نہ چھپانا) اور بے علم اہلِ علم سے استفادہ کریں فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لاتعلمون (تو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہ ہو)۔

(۱) زید ہندہ را بشہادتِ دو مرد فاسق

سوال (۱) دو گواہوں کے سامنے زید نے ہندہ

---

[1] القرآن الکریم ۳/ ۱۸۷
[2] " " ۱۶/ ۴۳ و ۲۱/ ۷

بزنی گرفت، صباح نکاح خلوت ناکردہ، ترکِ زن میگوید ونیمۂ مہر دادن نمے خواہد، کہ نکاح مرا شہود عدول مے بایست۔

کے ساتھ نکاح کیا اور صبح خلوت سے پہلے ہی اسکو چھوڑ دیا اور نصف مہر بھی نہیں دینا چاہتا، کہتا ہے کہ میرے نکاح کے لئے گواہ عادل چاہیئے۔

(۲) یوم غیم مردے بر رؤیتِ ہلال صوم گواہی داد، صبحدم زید قلیان بدست و پان در دہان بر آمد، کہ مرا لا اقل شہادتِ دو مرد باید۔

(۲) مطلع ابر آلود تھا ایک مرد نے روزہ کے چاند دیکھنے کی گواہی دی، صبح کے وقت زید ہاتھ میں حقہ منہ میں پان ڈال کر باہر آیا کہ مجھے ایک مرد کی گواہی کافی نہیں دو مردوں کی شہادت چاہیئے۔

(۳) عمرو بر زید دعوٰے مالے کرد، و بشہادتِ دو عدل اثبات نمود، زید گوید نپذیرم تا چار گواہ نباشند۔

(۳) عمرو نے زید پر کچھ مال کا دعوٰی کر دیا اور دو عادل گواہوں کی شہادت سے ثابت بھی کر دیا مگر زید کہتا ہے جب تک چار گواہ نہ ہوں میں قبول نہیں کرتا

(۴) گواہان در امثال وقف و نکاح شہادت بر تسامع دادند، زید گفت مرا شہودِ معاینہ درکار ست۔

(۴) گواہوں نے وقف اور نکاح ایسے امور کے متعلق شنید پر گواہی دی، زید کہتا ہے مجھے عینی گواہ چاہیئے۔

(۵) بکر برادرِ زید مرد، زنش نازنین از وے دخترے دارد شیریں، زید مے خواہد کہ شیریں را عروسِ حجلۂ خود نماید، نازنین گفت ستمگارا آخر از خدا شرمے کہ برادر زادۂ تست، زید مے گوید مرا چہ داناند کہ قالبِ شیریں ہم از نطفۂ بکر تخمیر یافتہ ست، آخر ہر دعوی را بینہ لازم، اینک گواہ کو بینہ کدام؟ نازنین گفت بر بستر برادرت زائیدہ

(۵) زید کا بھائی بکر فوت ہوگیا، اس کی زوجہ مسماۃ نازنین کے بطن سے اس کی ایک لڑکی مسماۃ شیریں تھی، زید شیریں کے ساتھ نکاح کرنا چاہتا ہے۔ نازنین نے کہا ظالم! خدا سے شرم کر یہ تیری بھتیجی ہے۔ زید کہتا ہے مجھے کیا علم کہ شیریں کا بدن میرے بھائی بکر کے نطفہ سے پیدا ہوا ہے، آخر دعوٰی کے لئے گواہ لازم ہیں اور یہاں کوئی گواہ نہیں، نازنین نے کہا تیرے بھائی کے بستر پر پیدا ہوئی

الولد للفراش[1] گفت آحادم نے شاید، حدیثے متواتر باید۔

ہے الولد للفراش (بچہ فراش کے لئے ہے) اس نے کہا یہ خبرِ واحد ہے مجھے خبرِ متواتر چاہیے۔

(۶) سعید با مردمان نماز میکرد، زید اقتدا ناکردہ برسے گردد، کہ او ہمیں تنہا وضو کردہ است و من امامے خواہم کہ از ہر حدث غسل آرد۔

(۶) سعید نے باجماعت نماز ادا کی مگر زید نے اقتدا نہ کی اور یہ کہتا ہُوا باہر نکل گیا کہ اس امام نے صرف وضو کیا ہے مجھے وہ امام چاہئے جو ہر حدث سے غسل کرے۔

(۷) پر زید از خواصِ آیاتِ معینہ و فضائل سورِ مخصوصہ احادیثِ صحاح خوانند کہ ببیں چناں چمنے ست شاداب و گلشنے باآب و تاب گفت بکارے نیرزد تا بخاری نیارد یا مسلم ندانم تا در مسلم نخوانم۔

(۷) مخصوص آیات کے خواص اور خاص سُورتوں کے فضائل زید کو احادیثِ صحیحہ سے سُنائے گئے کہ دیکھو یہ کیسا تروتازہ چمنستان اور خوبصورت گلستان ہے۔ اس نے کہا ایک کانٹے برابر نہیں جب تک بخاری نہ لائے یا میں نہیں مانتا جب تک میں مسلم میں نہ پڑھ لوں۔

(۸) زید را گفتند مالک عن نافع عن ابنِ عمر گفت بہ ہیچ نخرم کہ معنعن ست نہ متصل بسماع۔

(۸) بطور حوالہ زید کو سند مالک عن نافع عن ابنِ عمر سنائی گئی، اس نے کہا میں سندِ معنعن پر اعتماد نہیں کرتا سندِ متصل بسماع ہونی چاہئے۔

(۹) زید گوید مفتی اطرافِ ریاستِ فلانی را اجازت مداخلت در معارکِ شریعت کہ داد، گفتہ شد علمے دارند و شیخے بزرگوارند، گفت مردماں چنیں وچناں گویند، اما فقیر ایں سخن را در کتابے کہ لائقِ اعتماد باشد و اہلِ اسناد

(۹) زید کہتا ہے کہ فلاں ریاست کے مفتی کو مسائل شرعیہ میں فتوٰی دینے کی کس نے اجازت دی ہے؟ کہا گیا کہ بہت بڑے عالم ہیں۔ اس نے کہا لوگ ایسی ویسی باتیں کرتے ہیں مگر فقیر نے اس بات کو کسی کتاب میں جو لائقِ اعتماد ہو اور اہلِ اسناد نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الخصومات باب دعوی الوصی للمیت قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۲۶
صحیح مسلم کتاب الرضاع باب الولد للفراش " " " ۱/۴۷۰
جامع الترمذی ابواب الرضاع " " " امین کمپنی دہلی ۱/۱۳۸
سنن ابی داود کتاب الطلاق " " " آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۳۱۰

آں را بہ سندِ صحیح بیان کردہ باشند، ندیدہ و نہ در صحاح وسُننِ مروجہ از کسے شنیدہ، و آنچہ اہلِ صدیٔ سیزدہم مجرد دعوٰے بر زبان آرند اعتمادِ آں چنانچہ اہلِ حدیث راست معلوم۔

(۱۰) از مناقبِ رجال وفضائلِ اعمال ہزار در ہزار احادیثِ حِسان وصوالح بر زید خوانند شوخ چشم گوید بے صحت اسناد خرط القتاد۔

دریں صُوَرِ دہ گانہ از حضراتِ علماءِ دین ایدھم اللہ تعالٰی بالفوز المبین، استفتاء میرود کہ دریں ہر ہمہ صور زید نزد شرع مطہر بر خطا و ایں چنیں مطالبہ ومواخذہ اش محض فضول وبیجاست یا نہ، بینوا توجروا۔

حالیا اگر از خدمتِ علماء فرمان رسد کہ زید فضولی میکند، و بر شرع مے افزاید، نہ جوازِ نکاح را عدالت شہود درکار، نہ در یوم غیم تعدد ونظار، نہ در معاملۂ مال بیش از دو گواہ، نہ در وقف ونکاح شہادت نگاہ، فراش مثبت نسب فرزند، و در حلال وحرام آحاد بسند، و از ہر حدث غسل چہ ضرور، و قبول در صحیحین غیر محصور، مالک و نافع از تدلیس بری، پس عنعنۂ ایشاں ہمچوں سماع جلی، حدیث در عمل

اس کو بسندِ صحیح بیان کیا ہو، نہیں دیکھا اور نہ صحاح وسُننِ مروجہ میں کسی سے سُنا اور جو کچھ تیرھویں صدی کے لوگ صرف زبانی دعوٰی کرتے ہیں، اس کا اعتماد جس طرح اہلِ حدیث کو ہے معلوم ہی ہے۔

(۱۰) مناقب وفضائل کے متعلق ہزاروں حدیثیں حسن وصالح زید کو سُنائی گئیں، وہ شوخ چشم کہتا ہے کہ صحتِ اسناد کے سوا خرط القتاد ہے (یعنی بے سُود اور نقصان دہ ہے)

ان دسوں صورتوں کے بارے میں علمائے کرام (اللہ تعالٰی ان کی روشن کامیابی سے مدد فرمائے) سے فتوٰی مطلوب کہ ان تمام صورتوں میں زید شرع مطہر کے نزدیک غلطی پر ہے یا نہیں اور اس کے مطالبات ومواخذات بے جا وفضول ہیں یا نہیں؟ بیان فرماؤ اجر پاؤ گے۔

فی الحال اگر علمائے کرام کی طرف سے حکم ملے کہ زید زیادتی کرتا ہے، شریعت پر تجاوز کرتا ہے، جوازِ نکاح کے لئے عدالتِ شہود ضروری نہیں۔ بادل ہوں تو ایک سے زیادہ گواہ لازم نہیں۔ مالی معاملہ میں دو سے زیادہ گواہوں کا مطالبہ درست نہیں۔ وقف ونکاح میں شہادتِ عینی کا لزوم بھی نہیں۔ فراش ثبوتِ نسب کے لئے کافی ہے اور حلال وحرام کے لئے آحاد کافی ہیں۔ ہر حدث سے غسل کیوں ضروری ہے؟ صرف صحیحین کی احادیث میں قبول بند نہیں۔ مالک ونافع تدلیس سے بری ہیں لہٰذا

خلاقی نیاید و مناقب و فضائل را صحت نباید
یا زیدا ایں چہ ہرچہ زہ چانگی و جوشش دیوانگی
ست کہ ہر جا خواستنی مے خواہی، و برقدرِ
مطلوب افزائی ایں مطالبہ ہائے از پیشِ
خود تراشیدہ ات، زنہار ناپذیرفتنی ، و
بے چارہ مطالبان از تجشم اتباعِ ہوایت
غنی ۔

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

عزیزا ! آنگاہ ازیں جواب، جوابِ سوال
خود دریاب، کہ ایں طلب عزیزاں نیز
بہمیں طلبہا ماند وایں ناگفتنی گفتنی وناجستنی
جستن، روزے بروز زیدت نشاند۔

سخنے پرسم راست گو و بہانہ مگیر تو و
خدائے تو در کتب دیدہ یا از علماء شنیدہ کہ
در ہیچ محال وسیع المجال حسن و صلاح بکار
نیاید، و غیر از صحت چیزے نشاید، و نقولِ
علمائے ندارد، و قبول ائمہ بارے نیارد،
ورنہ الزام غیر لازم، و ردِ یقین
جازم، چہ قیامت ذوق یافتۂ کہ سر
از ہمہ تافتہ ۔

فان کنت لا تدری فتلک مصیبۃ
وان کنت تدری فالمصیبۃ اعظم[1]

اُن کا اسنادِ معنعن سماع جلی کا حکم رکھتا ہے۔ فلاں
کے علم ثابت کرنے کے لئے حدیث نہیں آتی، مناقبِ
فضائل کے لئے حدیث صحیح کا موجود ہونا ضروری نہیں
پس او مُردہ دل زید! یہ کیا صفت کا بکواس اور
جوشِ جنونی کہ تو ہر جگہ بے ضرورت دلیل مانگتا ہے
یا قدرِ مطلوب سے زیادہ طلب کرتا ہے۔ تیرے یہ
تمام مطالبات اپنے ہی من گھڑت اور نامقبول ہیں
اور مجیبِ مطالب تیری خواہشات کے مطابق
جواب کی مشقت برداشت کرنے سے بے نیاز ہے۔

تم الجواب واللہ تعالٰی اعلم بالصواب

اے عزیز! اب اس جواب سے اپنے سوالوں
کا جواب دریافت کر کہ یہ مطالبات انہی مطالبات
کی مثل ہیں اور یہ ناگفتنی باتیں اور نالائق طلب
مطالبہ ایک دن تجھے زید کی جگہ بٹھائے گا۔

میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں، سچ کہنا
اور بہانہ نہ بنانا، کیا تم نے کتابوں میں دیکھا یا علماء
سے سنا کہ ایسے وسیع تر مقامات میں حسن وصالح
حدیث بیکار ہے اور صحت کے سوا کوئی چیز
درکار نہیں اور علمائے کرام کے منقولات کا کوئی
درجہ و مقام نہیں؟ اور قبولِ ائمہ کچھ وزن نہیں رکھتا
ورنہ غیر لازم کا الزام اور یقینِ جازم کا رد، کیا
مطلب؟ عجیب ذوق ہے کہ سب کو ٹھکرا دیا۔
(ترجمہ شعر) اگر تو نہیں جانتا تو یہ ایک مصیبت ہے
اور اگر تو جانتا ہے تو مصیبت بہت بھاری ہے۔

[1] نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض فصل فی تفضیل بالمحبۃ والخلۃ مرکز اہلسنت گجرات ہند ۲/۴۲۸

وزنہار ندانی کہ ایں بال وپرے کہ مے
فشانم ازانست کہ حدیث را ضعیف مے دانم
بلکہ بر تصانیف امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک
وقوف نیافتہ ام ورنہ گمان نہ آنچناں ست کہ مخالفت
را جائے شادی باشد۔

اور یہ ہرگز نہ سمجھیں کہ میں نے اتنی تفصیلی
گفتگو اس لئے کی ہے کہ حدیث کو ضعیف جانتا ہوں
بلکہ امام حجت سیدنا عبداللہ بن مبارک کی تصانیف
سے واقف نہیں ہوں ورنہ اس طرح گمان نہیں
کہ مخالفت خوش ہو۔

سیدی عبداللہ از اعاظم ائمہ وتبع تابعین
است، غالب مشائخ ورجالش ہمیں تابعین
وصحابہ باشند، یا تبع کہ با ایشاں درخورد و
آزمودن احوال شاں کرد، ودراں زماں چنانکہ
دانی غالب عدالت بود، ولہذا استاذش سیدنا
امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ بر اصالت عدالت
قائل شدہ است، وخود ایں ناقدین
کہ تلقی بالقبول کردہ اند مگر بدی سری کہ نادیدہ
راہ رفتہ اند۔

سیدی حضرت عبداللہ بن مبارک عظیم ترین
اماموں اور تبع تابعین سے ہیں، ان کے اکثر
مشائخ یہی تابعین وصحابہ ہیں یا تبع اور ان
کے کوائف وحالات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کی،
اور جس طرح کہ تم خود جانتے ہو اس زمانہ میں عدالت
غالب تھی، اسی وجہ سے ان کے استاد سیدنا
امام اعظم رضی اللہ تعالے عنہ اصل عدالت کے
قائل ہیں اور خود ناقدین نے تلقی بالقبول کی ہے
اور ان کا یہ تلقی بالقبول کا اقدام پوری دیانتداری
اور کامل انشراح صدر کے ساتھ ہے، اندھی تقلید
نہیں ہے۔

جانِ برادر! تو وایمان تو ایں ہمہ ائمہ اولی
الایدی والابصار کہ یک زبان بر نفیِ ظلل
گواہی دہند، پناہ بخدا اگر سخن یکے
ازیناں یا امثال ایشاں بر طبقِ مزعوم خودت
یافتی چہ غلغلہا کہ نکنی وکلہ بر آسماں افگنی ودر نوشتن
بال وپرشیں ہر کسے نالی کہ ہے ایچہ ستم ست،
امامے چناں از نفی ظلل برکراں وفلانے تن نمی دہد،
وگوش نمی نہد، حالیا کہ ستم از دست خدارا دے
نصاف دہ وکلاہ عشرہ در را از سر بنہ،

جانِ برادر! یہ جو تمام ائمہ کرام بیک زبان
نفیِ ظلل کی گواہی دیتے ہیں، اگر ان میں یا ان
کے ہمسر ائمہ سے کوئی بات تو اپنے مزعومہ کے
مطابق پاتا تو وہ کون سا شور جو برپا نہ کرتا، کلہ
آسمان پر چڑھاتا اور پھولا نہ سماتا، ہر ایک کے آگے
آہ وزاری کرتا کہ ہائے یہ کیا ظلم ہے، ایسا امام
نفیِ ظلل کا قائل نہیں، نہ اس کو قبول کرتا ہے نہ
اس کی طرف کان لگاتا ہے لہذا اس وقت ظلم
تیری طرف سے ہے، خدارا انصاف کر اور تکبر

کہ چرا راہِ ایشاں نمی سپری، واز اتفاق اَمن کشاں میگذری، حدیث خواہی! حدیث حاضر، نقول جوئی؟ نقول ظاہر، دلیل طلبی؟ دلیل موجود، نقیض جوئی؟ نقیض مفقود، بازکدامیں سنگ در رہ، وکدام درموزہ است کہ جائے تسلیم سبزے بینم، و رُوئے خلاف سرخ، و چہرۂ انصاف زرد، و جبینِ قرطاس زنا گفتنہا سیاہ، عیاذم بخدا ئے مگر آنکہ مصطفےٰ را صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم از نورِ خورشش آفرید، و مہرِ نیم روز و ماہِ نیم ماہ را کیذ گدائے سرکارش گردانید، نتواند کہ سروِ جانفزائے ما را بے سایہ پرورد، و شاخ گلے کہ ہزار چمنستان جان فدائے ہر رگ و برگ او باد، از گلزمینِ لطافت، بر جویبارِ نظافت، پاک از ہمہ کثافت سر بر آورد۔

کی ٹوپی سر سے اتار، کیوں ان ائمۂ کرام کی راہ پر نہیں چلتا اور اتفاق سے دور کیوں بھاگتا ہے حدیث مطلوب ہے تو حاضر، اگر نقول چاہئیں تو نقول واضح ہیں، دلیل کی طلب ہے تو دلیل موجود، لیکن اگر نقیض کی خواہش ہے تو وہ معدوم ہے۔ تو اب کون سا پتھر راستہ میں پڑا ہے، کیوں تسلیم کا مقام خالی دیکھتا ہوں، خلاف کا چہرہ خوش، انصاف کا چہرہ شرم وحیا سے زرد اور کاغذ کی پیشانی شرمناک باتوں سے سیاہ، خدا کی پناہ! لیکن قادرِ مطلق جل وعلا جس نے مصطفےٰ صلے اللہ تعالےٰ علیہ وسلم کو اپنے نورِ خاص سے پیدا فرمایا اور خورشیدِ درخشندہ و بدرِ درخشندہ کو ان کی سرکار کا ادنیٰ گدا گر بنایا: کیا وہ یہ نہیں کرسکتا کہ ہمارے سروِ جانفزا کو بغیر سایہ کے پرورش فرمائے اور وہ شاخِ گل جس کے ہر رگ وبرگ پر ہزاروں چمنستان قربان ہوں' پاکیزگی کی نہر پر گل زمینِ لطافت سے، ہر قسم کی کثافت سے پاک پیدا ہو۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ قدر حسنہ وجمالہ وجاھہ وجلالہ وجودہ ونوالہ وعزہ وکمالہ ونعمہ وافضالہ ورشدہ فی افعالہ وجھدہ فی اعمالہ وصدقہ فی اقوالہ وحسن جمیع خصالہ ومحمودیۃ فعالہ وعلینا معشر الملتثمین لنعالہ والمتعلقین باذیالہ

اور درود نازل فرمائے اللہ تعالےٰ آپ پر اور آپ کی آل پر جس قدر آپ کا حسن، جمال، مرتبہ، بزرگی، فیاضی، عطا، عزت، کمال، نعمتیں، نوازش، افعال میں رشد، اعمال میں محنت، اقوال میں سچائی، تمام خصلتوں میں حسن اور عادات میں پسندیدگی ہے۔ اور ہم پر بھی جو آپ کے نعلین مبارک کو بوسہ دینے والے اور آپ کے دامن کو تھامنے والے ہیں۔ اے معبودِ برحق

آمین الٰہ الحق آمین!

این ست سطرے چند کہ باعموم غموم، و ہجوم ہموم، و تزاحم امراض و تلاطم اعراض، برنہجے کہ خدائے خواست، در دو جلسہ گیسو آراست، من فقیر می خواستم کہ زلفِ سخن را شانہ دگر کشم امّا چہ کنم کہ دریں کور دہ از وطن دور، و از کتب مہجور افتادم، ایں جا جز شفاء و نسیم الریاض و مطالع المسرات و بعض کتب فقہ ہیچ پیشم نیست، ورنہ اولی الانظار دیدندے آنچہ دیدندے۔

ولکن من یرد اللّٰہ خیرہ یشرح بہٖ القدرۃ صدرہ وما ذٰلک علی اللّٰہ بعزیز ان ذٰلک علی اللّٰہ یسیر ان اللّٰہ علٰی کل شیءٍ قدیر۔ وکان ذٰلک لمنتصف جمادی الاخرٰی عام تسع وتسعین بعد الالف والمائتین۔

ہماری دُعا کو قبول فرما۔

یہ چند سطریں جس طرح خدا نے چاہا، غم و اندوہ کے اجتماع اور امراض و عوارض کے اژدحام کے باوجود دو جلسوں میں تحریر کی گئیں، دل چاہتا ہے کہ زلفِ سخن دُوسری کنگھی سے سنواروں، مگر کیا کروں اس اندھی بستی میں وطن سے دُور ہوں، کتابیں پاس نہیں، یہاں سوائے شفاء، نسیم الریاض، مطالع المسرات اور بعض کتب فقہ کے کوئی کتاب موجود نہیں، ورنہ آنکھ والے دیکھتے جو دیکھتے۔

لیکن اللہ تعالٰی جس کی بھلائی کا ارادہ فرمائے اپنی قدرت سے اس کا سینہ کھول دے، اور اللہ تعالٰی پر یہ کوئی مشکل نہیں، بے شک اللہ تعالٰی کے لئے یہ آسان ہے، بیشک اللہ تعالٰی ہر شَے پر قادر ہے۔ یہ نصف جمادی الاخرٰی ۱۲۹۹ھ کو مکمل ہوا۔ (ت)

رسالہ

ھدی الحیران فی نفی الفیء عن سید الاکوان

ختم ہوا